بیانُ المُجاہدُ

فہرست مضامین

ملنے کا پتہ:-

(مولوی) غلام مصطفیٰ صاحب مولوی فاضل
مجاھد منزل دار الرحمت۔ قادیان (پنجاب)

قیمت:- فی نسخہ اعلیٰ کاغذ عہ/ عام کاغذ ۱۲/

(مولوی) غلام مصطفیٰ مولوی فاضل پبلشر نے اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام چوہدری اللہ بخش صاحب پرنٹر چھپواکر قادیان سے شائع کیا

تعداد ۱۰۰۰ — بار اول اگست ۱۹۳۳ء — خاکپائے طالب عا عبدالحق کاتب

(وجہ تالیف)

عبدالرزاق و عائشہ کا والدین نے بچپن میں عقد کر دیا۔ بڑا ہو کر عبدالرزاق احمدیت سے مشرف ہو گیا اور عائشہ کی ماں بھی فوت ہو گئی جس نے عقد کروایا تھا۔ چند سال کے وقفہ کے بعد مولوی الٰہی بخش والد دختر نے رخصتانہ سے لیت و لعل کیا بلکہ ڈسٹرکٹ جج بہاولپور میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ کر دیا۔ سات سال تک یہ سلسلہ چلتا رہا۔ مولوی عبدالرزاق بعض ہائیکورٹ کے فیصلہ جات جو احمدیوں کے بھی ایک مسلمان فرقہ سمجھے جانے کے متعلق تھے پیش کر کے پہلے ڈسٹرکٹ جج میں پھر چیفکورٹ میں کامیاب ہوئے پھر ہائیکورٹ نے جسے دربارِ معلےٰ بھی کہتے ہیں فیصلہ کیا کہ یہ مقدمہ شرع شریف کی رو سے فیصلہ ہونے کے لیئے پھر ڈسٹرکٹ جج کو جائے چنانچہ ۲۰ اگست تا ۳۱ اگست ۱۹۳۲ء پہلی تاریخ مقرر ہوئی اور احمدیوں کو شریعت کی رو سے کافر قرار دینے کے لیئے استغاثہ کی طرف سے مولوی محمد شفیع مفتی دیوبند مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی سابق ناظم تعلیمات دیوبند مولوی انور شاہ کشمیری سابق صدر مدرس دیوبند و مولوی نجم الدین پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کی شہادات ہوئیں مدعا علیہ کیطرف سے مکرمی مولوی شمس صاحب و خاکسار مجاہد مختار مقرر ہوئے۔ گواہ نمبر ۱ و ۳ پر شمس صاحب اور گواہ نمبر ۲ و ۴ پر خاکسار نے جرح کی۔ پھر مدعا علیہ کیطرف سے بطور گواہ نمبر ۵ ر نومبر تا ۱۲ ر نومبر مکرمی شمس صاحب نے بیان دیا جو چھپ گیا اور اب بالکل نایاب ہے۔ پھر تیسری پیشی یکم مارچ تا ۳۰ مارچ ۱۹۳۳ء تھی پہلے شمس صاحب پر جرح ہوئی پھر میرا بیان ہوا۔ اور پھر مجھ پر جرح ہوئی۔ میرا بیان لمبا ہو گیا وجہ یہ کہ تاریخ کے اندر ختم نہ ہوتا دیکھ کر جج صاحب نے حصہ بیان کا تحریری لے لیا

شکریہ احباب سب سے اول حضرت حافظ مختار احمد صاحب مختار شاہجہانپوری کا اپنی دلی دعا کے ساتھ خاص شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انکی ہدایات۔ اصلاح۔ حوالجات سے مینے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا ہے۔ برادرم عزیز محمد خان صاحب بی اے (بہاولپور) کا بھی میں ممنون احسان ہوں جنھوں نے میرے مسودہ کو از اول تا آخر بڑی محنت و تندہی سے پورا نقل کیا۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب اعجاز مولوی فاضل اور مولوی عبدالرشید صاحب مولوی فاضل (جزاہم) بھی شکریہ کے مستحق ہیں کیونکہ انھوں نے حوالجات نکالنے میں مدد کی ہے۔ اللہ ان سب کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

معذرت کامل ذات خدا تعالیٰ کی ہے اسی کے کام کامل ہوتے ہیں۔ اس کے سوا کوئی کامل نہیں۔ سو میں ناظرین و قارئین کرام سے اپنی کمزوری اور کوتاہیوں کا اقرار کرتا ہوا چشم پوشی کی درخواست کرتا ہوں۔ میری نیت اور میرا ارادہ محض تبلیغ حق و اعلاء کلمۃ اللہ ہے و بس۔ کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے جسکو میں کچھ تبدیلی سے درج کرتا ہوں:-

وما اربی اظہار فضلی و انما ۔۔۔ رجائی بلاغ الحق لو کان بالغا
فان رضیت عنی الکرام فلم أبل ۔۔۔ لعمری بان ارضی حسوداً او اجیبا
وارجو من النظار ان ینظروا الی ۔۔۔ صنیعی بعینی من یرانی راضیا
فعین الرضا عن کل عیب کلیلۃ ۔۔۔ ولکن عین السخط تبدی المساویا
سانشد بیتا للحریری انہ ۔۔۔ ضمین لاظہار اعتذاری کافیا
علی اننی راض بان احمل الہوی ۔۔۔ واخلص منہ لا علیّ ولا لیا

خاکسار مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوالناصر

بیان المجاہد

مدعا علیہ اور انکے مطاع و مرشد حضرت اقدس سیدنا مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام عقائد حقہ اہلِ سنّت والجماعت کے قائل اور پابند ہیں۔ اور ضروریاتِ دینیہ میں سے کسی ضرورت کے منکر نہیں ہیں جن امور کے اعتقاد و عمل سے ایک انسان مسلمان یا مومن یا متقی کہلاتا ہے وہ ازروئے قرآن و حدیث و فقہ حسب ذیل ہیں :۔

ازروئے قرآن شریف

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ بقرہ ع

یعنی وہ لوگ جو امور غیبیہ پر ایمان لاتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور جو چیزیں ہم نے ان کو دی ہیں ان میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اسپر جو تم پر نازل کیا گیا اور اسپر جو نازل کیا گیا تم سے پہلے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی لوگ ہدایت پر ہیں اپنے رب کیطرف سے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

(۲) لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ بقرہ ع ۲۲

یعنی نیکی صرف یہی نہیں کہ تم منہ پھیرا کرو مشرق کیطرف یا مغرب کی طرف۔ بلکہ حقیقی نیکی اس کی ہے جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر اور دے اپنا مال خدا کی محبت پر قریبیوں کو اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سائلوں کو اور غلاموں کے چھڑانے میں اور نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے اور پورا کرنے والے اپنے عہد و پیمان کے جب وہ عہد کریں اور صبر کریں تکالیف شدائد میں اور لڑائی کے وقت یہی لوگ ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔

اس دوسری آیت نے پہلی آیت کے بعض امور کی تفصیل کر دی ہے پہلی آیت میں یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کے الفاظ میں امور غیبیہ پر ایمان لانے کا ذکر تھا اور دوسری آیت میں ظاہر کر دیا کہ جن مخفیات پر ایمان لانے کا ذکر تھا وہ خدا تعالےٰ اور قیامت اور فرشتے اور کتابیں اور انبیاء ہیں جو عام طور پر نظروں سے مخفی ہیں اور صرف دلائل سے ان کا علم ہوتا ہے۔ کتابیں اور انبیاء مخفیات میں سے اس لئے ہیں کہ وحی الٰہی جو انبیاء پر نازل ہوتی ہے اور جو بطور مقدمہ کے ہے وہ مخفی ہے۔ اسی طرح اس آیت نے مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ کی تفصیل بھی کر دی ہے کہ کن کن لوگوں کو اپنا مال دینا چاہیئے۔

(۳) قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ آل عمران ع ۹

یعنی کہدو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس چیز پر جو اُتاری گئی ہم پر اور اسپر جو اُتاری گئی ابراہیم اسمٰعیل و اسحاق و یعقوب علیہم السلام اور انکی اولاد پر اور جو دیا گیا موسیٰ و عیسیٰ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کو اپنے رب کیطرف سے۔ ہم نہیں فرق کرتے ان میں سے کسی میں (ماننے کے لحاظ سے) اور ہم اس اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

اس تیسری آیت میں اس مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ کی تفصیل فرما دی ہے جس کا ذکر پہلی آیت میں تھا یعنی حضرت ابراہیم اور اسماعیل و اسحاق و یعقوب و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام اور ان تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف بھی (جن کے نام بیان نہیں کیے گئے ہیں) جو اُتارا گیا اسپر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ ایسی صورت میں کہ کوئی ایک بھی چھوڑا نہ جائے۔

ان تینوں آیات میں اسلام اور ایمان کی دو قسم کی علامات بیان کی گئی ہیں بعض عقائد کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور بعض اعمال کے ساتھ۔ اللہ تعالیٰ کو ماننا۔ فرشتوں کو ماننا۔ کتابوں کا ماننا۔

نبیوں کا ماننا۔ قیامت پر اعتقاد رکھنا یہ تو عقائد کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔
اور نماز ادا کرنے زکوٰۃ دینے عام طور پر قریبیوں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں اور سائلوں وغیرہ کی حسب استطاعت خبر گیری کرنے اور عہد و پیمان کی پابندی کرنے۔ تکلیفوں اور مصیبتوں میں صبر کرنے وغیرہ کا اعمال سے تعلق ہے اور ان چند باتوں کے علاوہ عام طور پر تمام نیک باتوں اور نیک کاموں میں اطاعت اور تعمیل کا اقرار وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ کے جملہ سے ظاہر کر دیا۔

(۴) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝ (انفال ع۱)

یعنی مومن تو وہی ہیں کہ جب خدا تعالیٰ کا ذکر ہو تو اُن کے دل اُسکے جلال سے کانپ اُٹھیں اور جب اُنکے سامنے اسکی آیات پڑھی جائیں تو اُن کا ایمان زیادہ ہو اور جو لوگ اپنے رب پر توکل کریں اور وہ لوگ جو نماز پڑھیں اور جو ہم نے اُن کو دیا ہے اُس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کریں یہی لوگ مومن ہیں پکے۔ ان کو درجات ملیں گے ان کے رب کیطرف سے۔ اور انکی مغفرت ہوگی اور انھیں لوگوں کو رزق کریم عطا ہوگا۔

(۵) اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (توبہ ع۱۴)

یعنی جو لوگ خدا کیطرف جھکنے والے عبادت کرنے والے حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی ہدایت کرنے والے اور بُری باتوں سے روکنے والے اور خدا تعالےٰ کی حدود کی نگہداشت کرتے والے ہیں۔ بشارت دو ان مومنوں کو۔

ان دونوں آیتوں میں امور ذیل ایمان کی علامات قرار دیئے گئے ہیں:۔
خدا کے جلال سے ڈرنا۔ اسکی پاک آیات سے ایمان کا زیادہ ہونا۔ اسپر توکل کرنا۔ نماز پڑھنی۔ خدا تعالےٰ کے دیئے ہوئے میں سے اسکی راہ میں خرچ کرنا۔ خدا کیطرف جھکنا۔ عبادت کرنی۔ حمد کرنی۔ روزہ رکھنا۔ عام اطاعت اور خاص اطاعت کرنی۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور دیگر حدود شرعیہ کی نگہداشت کرنی۔

ان پانچوں آیتوں میں بیان شدہ تمام باتیں اپنی تمام شروط کے ساتھ حضرت اقدس سید نا مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پائی جاتی ہیں اور حسب استطاعت تمام

جماعت احمدیہ اور مدعا علیہ ہیں بھی۔ اور بلحاظ علامات مذکورہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب کے سب اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کے مصداق ہیں یعنی پکے مسلمان اور مومن ہیں۔

از روئے احادیث

(اوّل) صحیح بخاری و صحیح مسلم شریف میں ایک لمبی حدیث حضرت عمرؓ سے مروی ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوالات کیے تا صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کو ان باتوں کا علم ہو جائے ان میں سے اسلام اور ایمان کی تعریف بھی تھی انھوں نے کہا۔ ما الاسلام تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا۔" (مشکوٰۃ صـــ کتاب الایمان)

یعنی اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ کوئی معبود نہیں سوائے خدا تعالیٰ کے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تو نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے اور روزے رکھے رمضان کے اور حج کرے بیت اللہ کا اگر تجھے اس کے راستے کی طاقت ہو۔

پس آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ تعریف کی رو سے مسلمان وہ ہے جو یہ باتیں بجالائے یعنی کلمہ شہادت پڑھے۔ نماز ادا کرے زکوٰۃ دے رمضان کے روزے رکھے حج کی طاقت رکھتا ہو اور کوئی روک نہ ہو تو حج کرے۔

(دوئم) حضرت جبرائیل نے دوسرا سوال یہ کیا کہ ایمان کیا چیز ہے تو حضرت نبی کریم سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (الایمان) اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ (مشکوٰۃ کتاب الایمان)

یعنی تو ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت پر اور تو ایمان لائے قدر پر یعنی اس کی خیر و شر پر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ ایمان نام ہے اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت اور اس کی قدر کو ماننے کا۔

(سوئم) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم کتاب الایمان)

یعنی حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسلام کی بنیاد ان پانچ باتوں پر ہے۔ (۱) کلمہ شہادت یعنی اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ کہنا (۲) نماز پڑھنی (۳) زکوٰۃ دینی (۴) حج کرنا (۵) رمضان شریف کے روزے رکھنا۔

خلاصہ یہ کہ جس میں یہ پانچوں باتیں پائی جائیں وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کی روسے مسلمان ہے۔

(چہارم) عَنْ اَنَسٍ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذَالِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِیْ لَهٗ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَلَا تُخْفِرُوا اللّٰهَ فِیْ ذِمَّتِهٖ (مشکوٰۃ۔ بحوالہ بخاری)

یعنی حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے ہماری نماز کی طرح نماز پڑھی ہمارے قبلہ کیطرف منہ کیا۔ ہمارا ذبیحہ کھایا۔ وہ شخص ضرور مسلمان ہے۔ جسکو خدا تعالے اور اسکے رسول کی ذمہ داری حاصل ہے۔ پس خدا تعالیٰ کی ذمہ داری کو نہ توڑو۔

اس حدیث نبوی سے معلوم ہوا کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی نماز پڑھی اور حضور کے مقرر فرمائے ہوئے قبلہ کیطرف منہ کیا اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھایا وہ مسلم اور اللہ و رسول کی ذمہ داری میں ہے اور جو اس کو مسلمان نہیں کہتا وہ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری کو توڑتا ہے۔

فقہ حنفیہ کی رو سے

(۱) امام الائمہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ شروع فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:- " اَصْلُ التَّوْحِيْدِ وَمَا يَصِحُّ الْاِعْتِقَادُ عَلَيْهِ يَجِبُ اَنْ يَّقُوْلَ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْحِسَابُ وَالْمِيْزَانُ وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ حَقٌّ كُلُّهٗ " (شرح فقہ اکبر مصری صفحہ ۱۲)

یعنی توحید کی جڑ اور وہ چیز جسکی وجہ سے ایک مسلمان کا اعتقاد صحیح ہوگا یہ ہے کہ ایک مکلف بالغ یہ کہے اٰمنت باللہ الیٰ اٰخرہٖ۔ کہ میں ایمان لایا اللہ تعالےٰ پر اور اس کے فرشتوں اور اسکی کتابوں اور اسکے رسولوں پر اور موت کے بعد جی اٹھنے پر اور قضاء و قدر پر یعنی اسکی خیر و شر پر جو اللہ تعالےٰ سے ہے۔ اور وہ اقرار کرے کہ حساب و کتاب اور میزان اعمال اور جنت و جہنم سب حق ہے۔

(۲) اسی فقہ کی شرح مطبوعہ دائرۃ المعارف کے صفحہ ۳۴ پر جو امام ابو منصور محمد بن محمد حنفی ماتریدی سمرقندی کی تصنیف ہے لکھا ہے " فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّكُوْنَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَ بِلِسَانِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَصَدَّقَ بِقَلْبِہٖ مَعْنَاہُ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَاِنْ لَّمْ یَعْرِفِ الْفَرَائِضَ وَالْمُحَرَّمَاتِ"

یعنی جو شخص یہ چاہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہو تو وہ زبان سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اور دل سے اس کے مطالب کی تصدیق کرے پس وہ شخص یقینی طور پر مومن ہے اگرچہ فرائض اور محرمات سے بے خبر ہو۔

قرآن کریم و احادیث شریف اور فقہ کی رو سے اسلام و ایمان کی جو علامات اوپر بیان کی گئیں وہ بقدر مشترک یہ ہیں:-

اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتوں اور اسکی کتابوں اور اس کے رسولوں اور حشر و نشر اور دوزخ و جنت پر ایمان لانا۔ نماز پڑھنی زکوٰۃ دینی روزے رکھنا حج کرنا اور حسب طاقت خدا کی راہ میں خرچ کرنا قبلہ کی طرف منہ کرنا اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھانا اور یہ سب باتیں بفضلہ تعالیٰ حضرت اقدس سیدنا مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکی جماعت میں موجود ہیں اور اگرچہ ہر وہ شخص جسکو احمدیوں سے سابقہ رہا ہو اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ ان تمام باتوں کو مانتے اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ خدا اور رسول جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مطابق قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتے ہیں۔ لیکن میں اسی پر بس نہ کر کے حضرت اقدس مرزا صاحب کی تحریروں سے بھی آپ کے اعتقاد و عمل کا نمونہ پیش کرتا ہوں۔

حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں

ثبوت اوّل

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاٰمَنْتُ بِکِتَابِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ الْقُرْاٰنِ الْکَرِیْمِ وَاتَّبَعْتُ اَفْضَلَ رُسُلِ اللّٰہِ وَخَاتَمِ اَنْبِیَآءِ اللّٰہِ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَبِّ اَحْیِنِیْ مُسْلِمًا وَّتَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ عِبَادِكَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَنْتَ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا یَعْلَمُ غَیْرُكَ وَاَنْتَ خَیْرُ الشَّاھِدِیْنَ۔ اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم و سمیع اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جنپر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی مسلمان کہلانے لگتا ہے۔ میں ان تمام امور پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں درج ہیں" (اشتہار ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ ۲)

فَقَالَ بِلِسَانِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَصَدَّقَ بِقَلْبِہٖ مَعْنَاہُ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَاِنْ لَّمْ یَعْرِفِ الْفَرَائِضَ وَالْمُحَرَّمَاتِ"

یعنی جو شخص یہ چاہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہو تو وہ زبان سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہے اور دل سے اس کے مطالب کی تصدیق کرے پس وہ شخص یقینی طور پر مومن ہے اگرچہ فرائض اور محرمات سے بے خبر ہو۔

قرآن کریم و احادیث شریف اور فقہ کی رو سے اسلام و ایمان کی جو علامات اوپر بیان کی گئیں وہ بقدر مشترک یہ ہیں :-

اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتوں اور اسکی کتابوں اور اس کے رسولوں اور حشر و نشر اور دوزخ و جنت پر ایمان لانا۔ نماز پڑھنی زکوٰۃ دینی روزے رکھنا حج کرنا اور حسب طاقت خدا کی راہ میں خرچ کرنا قبلہ کی طرف منہ کرنا اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھانا اور یہ سب باتیں بفضلہ تعالیٰ حضرت اقدس سیدنا مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکی جماعت میں موجود ہیں اور اگرچہ ہر وہ شخص جسکو احمدیوں سے سابقہ رہا ہو اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ ان تمام باتوں کو مانتے اور ان پر عمل کرتے ہیں۔ خدا اور رسول جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مطابق قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کا ذبیحہ کھاتے ہیں۔ لیکن میں اسی پر بس نہ کر کے حضرت اقدس مرزا صاحب کی تحریروں سے بھی آپ کے اعتقاد و عمل کا نمونہ پیش کرتا ہوں۔

حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں

ثبوت اوّل

"اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاٰمَنْتُ بِکِتَابِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ الْقُرْاٰنِ الْکَرِیْمِ وَاتَّبَعْتُ اَفْضَلَ رُسُلِ اللّٰہِ وَخَاتَمِ اَنْبِیَآءِ اللّٰہِ مُحَمَّدَنِ الْمُصْطَفٰی وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَبِّ اَحْیِنِیْ مُسْلِمًا وَتَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ عِبَادِکَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَنْتَ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا یَعْلَمُ غَیْرُکَ وَاَنْتَ خَیْرُ الشَّاھِدِیْنَ۔ اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم و سمیع اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جن کے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جن پر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی مسلمان کہلانے لگتا ہے۔ میں ان تمام امور پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں درج ہیں" (اشتہار ۲ر اکتوبر ۱۸۹۱ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ ۲)

(۲) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس۔ "اے بزرگو! اے مولویو! اے قوم کے منتخب لوگو! خدا تعالےٰ آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے غیظ و غضب میں آکر حد سے مت بڑھو۔ میری اس کتاب کے دونوں حصوں کو غور سے پڑھو کہ ان میں نور اور ہدایت ہے۔ خدا تعالےٰ سے ڈرو۔ اور اپنی زبانوں کو تکفیر سے تھام لو۔ خدا تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں۔ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَسْتَ مُسْلِمًا۔ وَاتَّقُوا الْمَلِکَ الَّذِیْ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (ازالہ اوہام ص۲۳ ۱۸۹۱ء)

(۳) اور فرماتے ہیں۔ "خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں اور ان سب عقائد پر ایمان رکھتا ہوں جو اہل سنت والجماعت مانتے ہیں اور کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا قائل ہوں اور قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہوں" (آسمانی فیصلہ ص۳ ۸ر دسمبر ۱۸۹۱ء)

(۴) اور فرماتے ہیں۔ "نُؤْمِنُ بِاللّٰہِ الْفَرْدِ الصَّمَدِ الْاَحَدِ قَائِلِیْنَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَنُؤْمِنُ بِکِتَابِ اللّٰہِ الْقُرْاٰنِ وَرَسُوْلِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَنُؤْمِنُ بِالْمَلٰئِکَۃِ وَیَوْمِ الْبَعْثِ وَالْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَنُصَلِّیْ وَنَصُوْمُ وَنَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَۃَ وَنُحَرِّمُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَنُحِلُّ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَلَا نَزِیْدُ فِی الشَّرِیْعَۃِ وَلَا نَنْقُصُ مِنْھَا مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ وَنَقْبَلُ کُلَّمَا جَآءَ بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاِنْ فَھِمْنَا اَوْلَمْ نَفْھَمْ سِرَّہٗ وَلَمْ نُدْرِکْ حَقِیْقَتَہٗ وَاِنَّا بِفَضْلِ اللّٰہِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ الْمُوَحِّدِیْنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ (نور الحق حصہ اول ص۵ مطبوعہ ۱۸۹۴ء)

یعنی ہم خدائے وحدہٗ لاشریک پر ایمان لاتے ہیں اور کلمہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہیں اور خدا کی کتاب قرآن شریف اور اس کے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خاتم الانبیاء ہے مانتے ہیں اور فرشتوں اور حشر و نشر اور جنت و دوزخ پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں اور اہل قبلہ ہیں اور جو کچھ خدا اور رسول نے حرام کیا اس کو حرام کہتے اور جو کچھ حلال کیا اس کو حلال قرار دیتے ہیں اور نہ ہم شریعت میں کچھ بڑھاتے اور نہ کم کرتے ہیں اور ایک ذرے کی کمی بیشی نہیں کرتے اور جو کچھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ہمیں پہنچا ہے اس کو قبول کرتے ہیں چاہے ہم اس کو سمجھیں یا اس کے بھید کو نہ سمجھیں اور اسکی حقیقت تک نہ پہنچ سکیں اور ہم اللہ کے فضل سے مومن موحد اور مسلم ہیں۔"

(۵) اور فرماتے ہیں۔ "اور ہم وہ لوگ ہیں جن کا مقولہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَکُتُبِہٖ وَالْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاٰتَیْنَا الْقُرْاٰنَ کِتَابًا وَمُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَلَا نَدَّعِی النُّبُوَّۃَ وَلَا نَدَّعِیْ نَسْخَ الْقُرْاٰنِ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَشْہَدُ اَنَّہٗ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَخَیْرُ الْمُرْسَلِیْنَ وَشَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ وَنَشْہَدُ اَنَّ الْحَقَّ کُلَّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ وَحَدِیْثِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ فِی النَّارِ وَاِنَّا مُسْلِمُوْنَ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِنَا عَلَیْہِ تَوَکَّلْنَا وَاِلَیْہِ نُنِیْبُ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَظَاہِرًا وَبَاطِنًا رَبِّنَا وَرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(انوار الاسلام صہ ۳۴)

(۶) اور فرماتے ہیں۔

ما مسلمانیم از فضلِ خدا	مصطفٰے ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست	بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
آں رسولے کِش محمد ہست نام	دامنِ پاکش بدستِ ما مدام
اقتدائے قول او در جانِ ماست	ہرچہ زو ثابت شود ایمانِ ماست

(سراج منیر مطبوعہ ۱۸۹۷ء صہ ۹۳ مندرجہ ازالۂ اوہام بزبان عربی صہ ۸۵)

(۷) اور فرماتے ہیں۔ ”بالآخر یاد رہے کہ جسقدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلاکر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اسکی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوٰی ہو ایسے افتراء نہیں کرسکتا جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے“ (ایام الصلح صہ ۸۶ مطبوعہ ۱۸۹۹ء)

(۸) اور فرماتے ہیں۔ ”پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اس کا بیٹا“ صہ ۱ .... اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کیطرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے ...... نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول نہیں مگر محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال والے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ ..... نجات یافتہ کون ہے؟

وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اسکے ہمرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہمرتبہ کوئی اور کتاب۔" صفحہ ۱۳

(۹) اور فرماتے ہیں۔ "اے وے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو! آسمان پر تم اُس وقت میری جماعت شمار کیئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لیئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۴ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

(۱۰) اور فرماتے ہیں۔ "اَلتَّعْلِیْمُ لِلْجَمَاعَۃِ" لَا یَدْخُلُ فِیْ جَمَاعَتِنَا اِلَّا الَّذِیْ دَخَلَ فِیْ دِیْنِ الْاِسْلَامِ وَاتَّبَعَ کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَنَ سَیِّدِنَا خَیْرِ الْاَنَامِ وَاٰمَنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ الرَّحِیْمِ وَ بِالْحَشْرِ وَالنَّشْرِ وَالْجَنَّۃِ وَالْجَحِیْمِ وَیَعِدُ وَیُقِرُّ بِاَنَّہٗ لَنْ یَّبْتَغِیَ دِیْنًا غَیْرَ دِیْنِ الْاِسْلَامِ وَیَمُوْتُ عَلٰی ھٰذَا الدِّیْنِ دِیْنِ الْفِطْرَۃِ مُتَمَسِّکًا بِکِتَابِ اللّٰہِ الْعَلَّامِ وَیَعْمَلُ بِکُلِّ مَا ثَبَتَ مِنَ السُّنَّۃِ وَالْقُرْاٰنِ وَاِجْمَاعِ الصَّحَابَۃِ الْکِرَامِ وَمَنْ تَرَکَ ھٰذِہِ الثَّلَاثَۃَ فَقَدْ تَرَکَ نَفْسَہٗ فِی النَّارِ

(مواہب الرحمٰن صفحہ ۹۶ سنہ ۱۹۰۳ء)

یعنی ہماری جماعت میں وہی داخل ہو سکتا ہے جو دین اسلام میں داخل ہو اور خدا تعالیٰ کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی پیروی کرے اور اللہ پر اور اسکے رسول کریم و رحیم پر ایمان لائے اور ایمان لائے حشر و نشر اور جنت اور نار پر اور وعدہ کرے اور اقرار کرے کہ وہ بجز اسلام کے کسی اور دین کو ہرگز اختیار نہ کرے گا اور مرے گا اسی دین پر مضبوط پکڑے ہوئے خدائے علیم کی کتاب کو اور عمل کرتا رہے گا ہر اس چیز پر جو ثابت ہوگی سنت نبوی اور قرآن پاک سے اور صحابہ کرام کے اجماع سے اور جس نے بھی ان تینوں کو چھوڑا گویا ڈال دیا جان کو آگ میں۔

قرآن کریم اور احادیث شریف اور فقہ حنفیہ کی رو سے کسی کے مسلمان یا مومن کہلانے کے لیئے جن باتوں کی ضرورت ہے وہ سب مینے حضرت اقدس ؑ کی تحریروں میں سے دکھا دی ہیں اور مینے آپؑ کی تحریروں سے استدلال کر کے یہ باتیں نہیں دکھائی ہیں بلکہ ایسی تحریریں پیش کر دی ہیں جنکے کھلے الفاظ میں وہ باتیں موجود ہیں جنپر مسلمان ہونے کا دارومدار ہے۔

دوسرا ثبوت

یہ پہلا ثبوت جو درحقیقت کئی ثبوتوں کا مجموعہ ہے پیش کر دینے کے بعد میں حضرت اقدس مرزا صاحب ؑ اور حضور کی جماعت کے مُسلم اور مومن ہونے کا

اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَکُتُبِہٖ وَالْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاٰتَیْنَا الْقُرْاٰنَ کِتَابًا وَمُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَلَا نَدَّعِی النُّبُوَّۃَ وَلَا نَدَّعِی نَسْخَ الْقُرْاٰنِ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنَشْہَدُ اَنَّہٗ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَخَیْرُ الْمُرْسَلِیْنَ وَشَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ وَنَشْہَدُ اَنَّ الْحَقَّ کُلَّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ وَحَدِیْثِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکُلُّ بِدْعَۃٍ فِی النَّارِ وَاِنَّا مُسْلِمُوْنَ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِنَا عَلَیْہِ تَوَکَّلْنَا وَاِلَیْہِ نُنِیْبُ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاہِرًا وَّبَاطِنًا رَبِّنَا وَرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

(انوار الاسلام ص۳۴)

(۶) اور فرماتے ہیں۔

ما مسلمانیم از فضلِ خدا — مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دارِ دُنیا بگذریم

آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست — بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

آں رسولے کش محمدؐ ہست نام — دامنِ پاکش بدستِ ما مدام

اقتدائے قول او در جانِ ماست — ہرچہ زو ثابت شود ایمانِ ماست

(سراج منیر مطبوعہ ۱۸۹۷ء بحوالہ دُرِّ ثمین فارسی ص۱۸)

(۷) اور فرماتے ہیں۔ ’’بالآخر یاد رہے کہ جسقدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلاکر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اسکی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصولِ دین سے برگشتہ ہے یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقوٰی ہو ایسے افتراء نہیں کر سکتا جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے‘‘ (ایام الصلح ص۸۶ مطبوعہ ۱۸۹۹ء)

(۸) اور فرماتے ہیں۔ ’’پیروی کرنے کے لئے یہ باتیں ہیں کہ وہ یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اس کا بیٹا‘‘ ص۱۰ .... اور تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کیطرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے ...... نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول نہیں مگر محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال والے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ .... نجات یافتہ کون ہے؟

دوسرا ثبوت پیش کرتا ہوں جو صلحائے روزگار اور واصلانِ کردگار میں سے ایک شہرۂ آفاق صاحب علم وفضل بزرگ کی شہادت ہی اور اس لحاظ سے کہ ایک مرد وحید العصر و فرید الدہر نے ادا کی ہی ہزار معتبر و موقر شہادتوں پر بھی فوقیت رکھتی ہی، میری مراد ان بزرگ سے علامہ وحید حضرت خواجہ غلام فرید صاحب قدس سرہٗ وطاب ثراہ رضی اللہ عنہ وارضاہ کی ذات بابرکات ہی۔ آنجناب کی شان پنجاب کے علاوہ ہندوستان میں بھی مُسلّم ہی اور ریاست بہاولپور اور اس کے ارد گرد کے تمام علاقجات کے باشندے اور ریاست کی رعایا اور راعی سب کے دلوں میں آپکی عظمت و تقدس کا اثر کالنقش فی الحجر ہی اور نہ صرف یہی بلکہ آپ فرمانروائے بہاولپور ہز ہائینس حضور نواب صاحب بہادر دام اقبالہٗ اعلیحضرت کے بزرگوں کے پیر و مرشد بھی تھے۔

آپ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کی شان میں فرماتے ہیں:۔

"ہمہ اوقات مرزا صاحب بعبادت خداءِ عزّ وجلّ می گزرند یا نماز میخوانند یا تلاوت قرآن شریف می کنند یا دیگر شغل و اشغال می نمایند و بر حمایت اسلام و دین چناں کمر ہمت بستہ کہ ملکہ زمان لندن را نیز دعوت دین محمدی کردہ است۔ و بادشاہِ روس و فرانس وغیرہما راہم دعوت اسلام نمودہ است و ہمہ سعی و کوشش او در نیست کہ عقیدۂ تثلیث وصلیب کہ سراسر کفر است بگذارند و بتوحید خداوند بگروند و علماء وقت را بہ بینید کہ دیگر مذاہب باطلہ را گزاشتہ صرف درپئے ایں چنیں نیک مرد کہ از اہل سنت و جماعت است و بر صراطِ مستقیم است و راہ ہدایت می نماید افتادہ اند و بروے حکم تکفیر می سازند کلام عربی او بہ بینید کہ از طاقتِ بشریہ خارج است و تمام کلام او مملو از معارف و حقائق و ہدایت است و از عقائد اہل سنت و جماعت و ضروریات دیں ہرگز منکر نیست" (اشارات فریدی جلد ۳ صفحہ ۶۹ و ۷۰)

حضرت خواجہ صاحب کا یہ ارشاد نہایت جامع اور تمام ضروریات وقتی پر حاوی اور جملہ نزاعی امور کا فیصلہ کر دینے والا ہی اور اس سے ظاہر ہی کہ آپ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کے حالات و خیالات اور عقائد و اعمال سے بخوبی واقف ہیں اور آپ کو معلوم ہی کہ حضرت اقدس کے اوقات گرامی عبادت الہٰی اور تلاوت قرآن شریف اور حمایت اسلام میں گزرتے ہیں اور آپ نے ملکہ وکٹوریہ قیصرۂ ہند اور دیگر بادشاہان روئے زمین کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ہی اور آپ چاہتے ہیں کہ وہ عقیدۂ تثلیث و صلیب کہ سراسر کفر ہی چھوڑ کر اللہ تعالےٰ کی توحید اور دین محمدی کو قبول کریں اور علمائے وقت نے جو حضرت اقدس کی مخالفت کی ہی اور آپ کو ضروریاتِ دیں کا منکر قرار دیکر کافر بنایا ہی اس کا حضرت خواجہ صاحب کو بخوبی علم ہی مگر آپ صاف فرماتے ہیں کہ وہ یعنی حضرت اقدس مرزا صاحب

عقائدِ اہل سنت وجماعت اور ضروریاتِ دین سے ہرگز منکر نہیں ہیں، اور جن علمائے نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی مخالفت کی ہے اُنکے حق میں یہ فرماتے ہیں کہ علمائے وقت کو دیکھو کہ تمام گروہِ مذاہب باطلہ کو چھوڑ کر ایسے نیک مرد یعنی حضرت اقدس مرزا صاحب کے درپے ہو گئے ہیں اور اسپر کفر کا فتویٰ لگا رہے ہیں جو اہل سنت میں سے ہے اور نہ صرف خود ہی صراطِ مستقیم پر قائم ہے بلکہ دنیا کو راہِ ہدایت دکھانے والا ہے۔ اس کا عربی کلام دیکھو کہ طاقتِ بشریہ سے خارج اور معارف و حقائق و ہدایت سے پُر ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت خواجہ صاحب کے اس بیان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کی یہ رائے کس زمانے کی ہے حضرت اقدس، مرزا صاحب کے دعویٰ ماموریت سے پہلے کی یا اس کے بعد کی اور جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ یہ رائے آپکے دعوے کی اشاعت اور اسکی واقفیت کے بعد ظاہر کی گئی ہے اسوقت تک اس کے پیش کرنیکا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ آپ کے دعوے سے پہلے کے حالات پر تو کسی کو بھی اعتراض نہیں ہے مخالف بھی مان رہے ہیں کہ اسوقت آپ ایک نہایت مقدس و بزرگ مسلمان اور اوّل درجہ کے حامی و ناصر اسلام تھے۔ اعتراض تو آپ کے دعوے کے بعد کی حالت پر ہے اور جن خرابیوں کی بناء پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے وہ تو دعوے کے بعد ہی ظاہر ہوئی ہیں نہ کہ اس سے پہلے۔

پس اس رائے سے فائدہ اُٹھانے کے لیئے اس امر کا پوری صفائی کے ساتھ ثابت کر دیا جانا ضروری ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے یہ رائے اس وقت ظاہر کی کہ جس وقت حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ شائع ہو گیا تھا اور حضرت خواجہ صاحب اس سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کے بیان مندرجہ بالا ہی سے ثابت ہے کہ آپ نے وہ رائے حضرت اقدس مرزا صاحب کے دعوے کی اشاعت اور اس کا علم ہو جانے کے بعد ہی ظاہر فرمائی ہے نہ کہ اس سے پہلے۔

اوّل اس لیئے کہ آپ کے بیان میں حضرت اقدس مرزا صاحب پر علمائے کے فتویٰ کفر دینے کا ذکر موجود ہے اور ظاہر ہے کہ فتویٰ کفر حضرت اقدس کے دعوے کی اشاعت کے بعد ہی دیا گیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ آپ کی رائے حضرت اقدس کے دعویٰ ماموریت ہی کے بعد کی نہیں ہے بلکہ اس دعوے کی اشاعت پر آپ کے خلاف علمائے نے جو کفر کا فتویٰ دیا ہے اس کے بھی بعد کی ہے۔

دوسرے اس لیئے کہ آپ نے اپنے بیان میں حضرت اقدس مرزا صاحب کو نہایت اعلیٰ درجہ کا

مسلمان بتایا ہے اور علمائے نے جو کفر کا فتویٰ آپ پر دیا ہے اس کو بالکل ہی ناجائز و نادرست ٹھہرایا ہے اور یہ اس وقت تک کہ فریقین کی تحریروں سے کماحقہٗ واقفیت حاصل کر کے نہایت غور و خوض کے ساتھ دونوں کا مقابلہ نہ کر لیا گیا ہو حضرت خواجہ صاحب جیسے مقدس و محتاط بزرگ سے کس طرح ہو سکتا تھا۔

تیسرے اس لیئے کہ آپ کے بیان میں حضرت اقدس مرزا صاحب کے عربی کلام کی تعریف کی گئی ہے کہ وہ طاقت بشریہ سے خارج ہے اور عربی کی تمام کتب آپ نے دعوے کے بعد ہی تصنیف فرمائی ہیں ایک بھی دعوے سے پہلے کی نہیں ہے۔ دعویٰ ماموریت تو براہین کے وقت سے تھا لیکن اسکی توضیح و تشریح کے متعلق پہلی کتاب توضیح مرام ہے جو سنہ ۹۱ء میں شائع ہوئی ہے اور عربی کی سب سے پہلی کتاب التبلیغ ہے جو آئینہ کمالات کے ساتھ شامل ہے اور سنہ ۹۳ء میں شائع ہوئی ہے اور جو دعوے کی توضیح و تشریح سے تقریباً دو سال بعد کی ہے۔

اگرچہ ان تینوں باتوں سے بخوبی ثابت ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کی رائے حضرت اقدس مرزا صاحب کے دعوے کی اشاعت اور حضرت خواجہ صاحب کے اس سے بہت اچھی طرح واقف ہو جانیکے بعد کی ہے۔ لیکن میں انھیں پر بس نہ کر کے چند تحریریں ایسی بھی پیش کرتا ہوں جن سے بطریق استدلال نہیں۔ بلکہ بطور عبارت النص کے ثابت ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے جو رائے ظاہر کی ہے وہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کے دعوے کے بعد ظاہر کی ہے اور آپ اس رائے کے اظہار سے پہلے حضرت اقدس کے دعوے سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے ان تحریروں میں سے حضرت خواجہ صاحب رضی اللہ عنہ کی

پہلی تحریر یہ ہے	"مرزا صاحب مرد نیک و صالح است و نزد من کتابے از الہامات خود فرستادہ است کمال او ازاں کتاب ظاہر است" (صفحہ ۱۴۹ اشارات فریدی حصہ سوم)

یعنی مرزا صاحب مرد نیک اور صالح ہیں اور آپ نے میرے پاس اپنے الہاموں کی ایک کتاب بھیجی ہے آپ کا کمال اس کتاب سے ظاہر ہے"

اس تحریر سے صرف یہی ظاہر نہیں ہوتا کہ حضرت خواجہ صاحب نے جو رائے ظاہر کی ہے وہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کے دعوے کی اشاعت کے بعد اس سے اچھی طرح آگاہی حاصل کر لینے پر ظاہر کی ہے بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ حضرت اقدس کے ملہم من اللہ ہونے کے بھی قائل تھے اور آپ کے تمام دعاوی کے بھی مصدق تھے، کیونکہ جس کتاب کے دیکھنے کے

بعد آپ نے حضرت اقدس کو مردِ نیک و صالح اور صاحب کمال لکھا ہی وہ کتاب حضرت اقدس کے الہامات کی کتاب تھی جیسا کہ خود حضرت خواجہ صاحب نے ظاہر فرمایا ہی اور اس میں آپ کے تمام دعاوی اور ان کے دلائل بھی درج ہیں جیسا کہ ابھی ظاہر ہوگا۔

دوسری تحریر

من فقیر باب اللہ غلام فرید سجادہ نشین الیٰ جناب میرزا غلام احمد صاحب قادیانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْاَرْبَابِ۔ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الشَّفِيْعِ بِيَوْمِ الْحِسَابِ۔ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَالْاَصْحَابِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنِ اجْتَهَدَ وَاَصَابَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اُرْسِلَتْ اِلَيَّ الْكِتَابُ وَبِهٖ دَعَوْتَ اِلَى الْمُبَاهَلَةِ وَطَالَبْتَ بِالْجَوَابِ وَاِنِّيْ وَاِنْ كُنْتُ عَدِيْمَ الْفُرْصَةِ وَلٰكِنْ رَاَيْتُ جُزْءَهٗ مِنْ حُسْنِ الْخِطَابِ وَسُوْقِ الْعِتَابِ اِعْلَمْ يَا اَعَزَّ الْاَحْبَابِ اِنِّيْ مِنْ بَدْءِ حَالِكَ وَاقِفٌ عَلٰى مَقَامِ تَعْظِيْمِكَ لِنَيْلِ الثَّوَابِ، وَمَا جَرَتْ عَلٰى لِسَانِيْ كَلِمَةٌ فِيْ حَقِّكَ اِلَّا بِالتَّبْجِيْلِ وَرِعَايَةِ الْاٰدَابِ۔ وَالْاٰنَ اُطْلِعُكَ بِاَنِّيْ مُعْتَرِفٌ بِصَلَاحِ حَالِكَ بِلَا ارْتِيَابٍ وَمُوْقِنٌ بِاَنَّكَ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ وَفِيْ سَعْيِكَ الْمَشْكُوْرِ مُثَابٌ وَقَدْ اُوْتِيْتَ الْفَضْلَ مِنَ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ وَلَكَ اَنْ تَسْئَلَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى خَيْرَ عَاقِبَتِيْ وَاَدْعُوْ لَكُمْ حُسْنَ مَاٰبٍ وَلَوْلَا خَوْفُ الْاِطْنَابِ لَاَزْدَدْتُ فِي الْخِطَابِ۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ سَلَكَ سَبِيْلَ الصَّوَابِ فقط

(مہر) ۲۷ رجب ۱۳۱۴ھ منمقام چاچڑاں (ملاحظہ ہو اشارات فریدی حصہ سوئم ص ۴۳)

یعنی تمام تعریفیں اس خدا کے لیئے ہیں جو رب الارباب ہی اور درود اس رسول مقبول پر جو یوم الحساب کا شفیع ہی اور نیز اُسکے آل اور اصحاب پر اور تم پر سلام اور ہر ایک پر جو راہ صواب میں کوشش کرنے والا ہو اس کے بعد واضح ہو کہ مجھے آپکی وہ کتاب پہنچی جس میں مباہلہ کے لیئے جواب طلب کیا گیا ہے اور اگرچہ میں عدیم الفرصت تھا۔ تاہم میں نے اس کتاب کی ایک جزو جو حسن خطاب اور طریق عتاب پر مشتمل تھی پڑھی ہے سوائے ہر ایک حبیب سے عزیزتر تجھے معلوم ہو کہ میں ابتدا سے تیرے لیئے تعظیم کرنے کے مقام پر کھڑا ہوں تا مجھے ثواب حاصل ہو اور کبھی میری زبان پر بجز تعظیم اور تکریم اور رعایت آداب کے تیرے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا اور اب میں تجھے مطلع کرتا ہوں کہ میں بلاشبہ تیرے نیک حال کا معترف ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ تو خدا کے صالح بندوں میں سے ہے اور تیری سعی عند اللہ قابل شکر ہی جس کا اجر ملیگا اور خدائے بخشندہ بادشاہ کا تیرے پر فضل ہی میرے لئے عاقبت بالخیر کی دعا کر اور میں آپکے لیئے انجام خیر و خوبی کی دعا کرتا ہوں اگر مجھے طول کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں زیادہ لکھتا۔ والسلام

حضرت خواجہ صاحب کی پہلی تحریر میں تو یہ تھا کہ جو کتاب حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب نے آنجناب کو بھیجی تھی اس میں حضرت اقدس کے الہامات درج تھے اور آنجناب کے اس خط میں یہ ہے کہ جو کتاب حضرت اقدس نے آنجناب کو بھیجی تھی اس میں مباہلہ کے لیئے جواب بھی طلب کیا گیا تھا اور ان دونوں باتوں سے ثابت ہوگیا کہ وہ کتاب انجام آتھم تھی کیونکہ اسی میں حضرت اقدس مرزا صاحب کے الہامات کا ایک مجموعہ بھی درج ہے اور اسی میں ہندوستان کے علماء و مشائخ اور سجادہ نشین اصحاب اور افغانستان و ایران و عرب وغیرہ ممالکِ اسلامیہ کے علماء و صوفیاء و مشائخ کیطرف عربی زبان میں ۱۰۰ صفحہ کا ایک مبسوط و مفصل خط بھی معہ ترجمہ فارسی کے درج کیا گیا ہے جس میں اپنی ماموریت و مسیحیت و مہدویت اور غیر تشریعی و ظلی نبوت و رسالت کا دعویٰ اور اسکے دلائل بڑی شرح و بسط سے بیان کرکے اسکے قبول نہ کرنے والوں کو مباہلہ کا چیلنج دیا گیا ہے اور اس کا جواب طلب کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب مستطاب انجام آتھم صفحہ ۴۵ تا ۷۰ اور مکتوب معہ ترجمہ فارسی مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان۔

بیان مندرجہ بالا سے باحسن وجوہ ثابت ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کے متعلق جو رائے ظاہر فرمائی ہے وہ حضور کے دعاوی سے قبل ظاہر نہیں فرمائی بلکہ انجام آتھم کو دیکھ کر ظاہر فرمائی ہے جو آپ کے دعویٰ کی اشاعت پر کئی سال گذر جانے کے بعد شائع ہوئی ہے کیونکہ دعویٰ کی اشاعت تو سنہ ۹۱ و ۹۳ میں فتح اسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام و آئینہ کمالات اسلام وغیرہ کتب میں ہوچکی تھی اور کتاب انجام آتھم جنوری سنہ ۹۷ میں شائع ہوئی ہے اور حضرت خواجہ صاحب نے یہ رائے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کے دعاوی سے ناواقفیت کی حالت میں ظاہر نہیں فرمائی۔ بلکہ خوب اچھی طرح واقف ہو جانے کے بعد کیونکہ انجام آتھم میں آپ کا دعویٰ اور دلائل بڑی شرح و بسط کے ساتھ موجود ہیں اور وہ دیگر علماء و مشائخ کی طرح آپ کے پاس بھی اس غرض سے بھیجی گئی تھی کہ یا تو آپ تصدیق کریں یا مباہلہ کے ذریعہ حق و باطل کا خدا تعالےٰ سے فیصلہ کرالیں۔ (انجام آتھم ص۷۰ و ۷۱)

اس شبہ کا کہ حضرت خواجہ صاحب رضی اللہ عنہ کی رائے کہیں حضرت اقدس مرزا صاحب کے دعاوی سے پہلے کی تو نہیں ہے کما حقہ استیصال کر دینے کے بعد اب میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت خواجہ صاحب کی ان تحریروں نے آپ کی شہادت حقہ کا پایہ نہایت بلند اور اسکی اہمیت اور وقعت بہت زیادہ کر دی ہے۔

اوّل اس لیئے کہ آپ کی پہلی تحریر سے ظاہر ہی کہ آپ نے حضرت اقدس مؑ کے مجموعہ الہامات کو بہت غور سے پڑھا ہو اور اس کو پڑھنے کے بعد آپ کو نیک مرد اور صالح اور صاحب کمال لکھا ہی حالانکہ اس مجموعہ الہامات میں وہ الہامات بھی موجود ہیں جن میں آپ کا مامور من اللہ اور مسیح موعود اور غیر تشریعی امتی نبی و رسول ہونا بھی صاف الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہی اور یہ بھی کہ لوگوں کو آپکی متابعت کرنی چاہیئے۔

دوسرے اس لیئے کہ آپ کی دوسری تحریر یعنی خط میں بھی چند باتیں ایسی موجود ہیں جن سے آپ کی شہادت کا نہایت وقیع و اہم ہونا ثابت ہوتا ہی۔

پہلی یہ کہ آپ نے حضرت اقدس مرزا صاحب کو لکھا ہی کہ مجھے آپ کی وہ کتاب پہنچی جس میں مباہلہ کے لیئے جواب طلب کیا گیا ہی۔ اب ظاہر ہی کہ ایک محتاط و متقی انسان جو علوم ظاہری و باطنی کا بھی جامع ہو مباہلہ کے چیلنج کا جواب سرسری طور پر تو نہیں دے سکتا بلکہ مدعی کے دعوے اور دلائل پر کامل غور و خوض کے بعد ہی دے سکتا ہی۔

پس خواجہ صاحب نے جو جواب دیا ہی وہ حضرت اقدس مرزا صاحب کے دعوے اور اس کے دلائل سے نہایت کامل واقفیت حاصل کر لینے کے بعد ہی دیا ہی نہ کہ اس سے قبل اور یہ صرف قیاس ہی نہیں بلکہ آپ نے اسی خط میں ظاہر بھی فرمادیا ہی کہ میں نے مرسلہ کتاب (انجام آتھم) کے اس حصہ کو جو حسن خطاب اور طریق عتاب پر مشتمل تھی پڑھا ہی۔

دوسری بات یہ ہی کہ حضرت خواجہ صاحب نے اپنے اسی خط میں لکھا ہی کہ اے ہر ایک حبیب سے عزیز تجھے معلوم ہو کہ میں ابتدا سے تیرے لئے تعظیم کے مقام پر کھڑا ہوں اس عبارت سے ظاہر ہی کہ حضرت خواجہ صاحب کو حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کے حالات اور آپکے دعوے اور اسکے دلائل کا ابتدا ہی سے علم ہی ورنہ بغیر علم حاصل ہوئے ابتدا ہی سے آپ تعظیم کے مقام پر کس طرح کھڑے ہو سکتے تھے۔

تیسری بات یہ ہی کہ آپ نے اسی خط میں لکھا ہی کہ میں حضرت اقدس مرزا صاحب کے لیئے تعظیم کے مقام پر اس لیئے کھڑا ہوں کہ مجھے ثواب حاصل ہو یعنی حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ کی تعظیم کو ثواب کا موجب سمجھتے تھے اس کے بعد ہی آپ نے یہ بھی لکھ دیا ہی کہ میری زبان سے بجز تعظیم و تکریم اور رعایت آداب کے حضرت اقدس مرزا صاحب کی شان میں کبھی کوئی کلمہ نہیں نکلا ہی۔ اور یہ ایک عالم و فاضل اور صوفی صافی سے اسی حالت میں

ممکن ہو کہ وہ اچھی طرح حالات سے آگاہی رکھتا ہو۔

چوتھی بات یہ ہو کہ آپ نے نہایت صاف الفاظ میں حضرت اقدس سید نا مرزا صاحب کو یہ بھی تحریر فرما دیا ہو کہ مجھے بغیر کسی قسم کے شک اور شبہ کے آپ کے نیک حال کا اقرار ہو۔ اور میں بیقین رکھتا ہوں کہ آپ خدا کے صلح بندوں میں سے ہیں۔ اور یہ لکھنا بھی کامل واقفیت کے بعد ہی ہو سکتا ہو نہ کہ معمولی واقفیت پر۔

پانچویں بات یہ ہو کہ آپ نے حضرت اقدس سید نا مرزا صاحب کی دینی کوششوں اور مذہبی سرگرمیوں کے متعلق فرمایا ہو کہ وہ عند اللہ قابل شکر اور لائق اجر ہونے کا درجہ رکھتی ہیں اور یہ بہت بڑی بات ہو اور ایک با خدا انسان کی زبان قلم یا قلم زبان سے ایسی بات اور ایسے الفاظ بغیر کامل اطمینان قلب حاصل ہونے کے کبھی نہیں نکل سکتے۔

چھٹی بات یہ ہو کہ حضرت خواجہ صاحب نے اپنے اسی خط میں حضرت اقدس کو لکھا ہو۔ کہ خدائے بخشندہ بادشاہ کا آپ پر فضل ہو۔ اور آپ میرے لیئے عاقبت بالخیر کی دعا کریں اور میں آپ کے لیئے انجام خیر و خوبی کی دعا کرتا ہوں۔ اور یہ بات درجہ اور رتبہ کے لحاظ سے سب باتوں پر فوقیت رکھتی ہو کیونکہ کسی معمولی شخص نے نہیں بلکہ حضرت خواجہ صاحب جیسے وقیع و باخدا انسان نے نہ صرف ظاہری بلکہ باطنی نظر سے بھی اچھی طرح دیکھ لینے کے بعد یہ فرمایا ہو کہ حضرت اقدس مرزا صاحب پر خدائے بخشندہ بادشاہ کا فضل ہو۔ اور پھر آپ سے عاقبت بالخیر ہونے کی بابت دعا کی درخواست کی ہو یہ شاعرانہ مبالغہ نہیں جو قابل التفات نہ ہو بلکہ محققانہ و عارفانہ اظہار حقیقت ہو جو خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ و لائق احترام ہی۔

ایک نہایت ضروری بات

اس موقعہ پر یہ شبہ ہو سکتا ہو کہ اگرچہ یہ شہادت تو فی الواقع نہایت وقیع اور اپنے مطلب کو پوری صفائی سے ظاہر کرنے والی ہو لیکن جس عظیم المرتبت بزرگ کی طرف منسوب کی جاتی ہو کیا ثبوت ہو کہ یہ واقعی اُسی کی ہو؟ سو

پہلی دلیل

اس کے متعلق تو یہ ہو کہ اشارات فریدی جس میں یہ شہادت درج ہو مقدمہ زیر تجویز کے دائر ہوتے سے سالہا سال پہلے طبع ہو کر شائع ہو چکی تھی اور چونکہ ریاست اور اس کے ارد گرد میں حضرت خواجہ صاحب کے معتقد و مرید بکثرت موجود ہیں اس لیئے گھر گھر اس کتاب کا موجود ہونا یقینی ہو لیکن نہ بیرون ریاست سے اس شہادت کے خلاف کوئی صدا بلند ہوئی اور نہ اندرون ریاست سے۔ حالانکہ اگر

اس شہادت کے متعلق کچھ گنجائشِ کلام ہوتی تو یہ سکوت و خاموشی قطعاً ناممکن تھی۔ حضرت خواجہ صاحب کے معتقدوں اور مریدوں کا جن میں معمولی درجہ کے اشخاص سے لیکر اعلیٰ سے اعلیٰ طبقہ کے اصحاب تک شامل ہیں۔ اپنے بزرگ مقتدائے مذہبی کے ملفوظات کی کتاب میں یہ شہادت درج پاکر کوئی لفظ مخالف زبان پر نہ لانا ثبوت کامل ہے اس امر کا کہ چھوٹے بڑے دونوں کو اس شہادت کے یقین کرنے میں ذرا بھی شک نہیں ہؤا ہے اور وہ پورے اطمینان سے اسکو خواجہ صاحب کی شہادت سمجھ رہے ہیں۔

دوسری دلیل اس شہادت کے واقعی حضرت خواجہ صاحب ہی کی شہادت ہونیکے متعلق یہ ہے۔ کہ کتاب اشارات فریدی جس میں یہ شہادت درج ہے آپ سے تعلق نہ رکھنے والے یا کسی بیرونی انسان کی قلم بندکی ہوئی نہیں بلکہ حضرت خواجہ صاحب کے ایک ایسے مرید با اختصاص نے نو برس تک آپکی خدمت مبارک میں حاضر رہ کر اور آپ کی زبان فیض ترجمان سے جو کچھ سُنا ہے وہ ضبط تحریر میں لاکر تیار کی ہے جنکے حق میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند و جانشین حضرت خواجہ محمد بخش صاحب نے "برادرم دینی مولانا رکن الدین" کے تعظیمی الفاظ لکھے ہیں اور جو حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی تھے۔

(اشارات فریدی حصہ دوم صفحہ ۱۳۵ و ۱۳۶)

تیسری دلیل اسی سلسلہ میں یہ ہے کہ یہ کتاب بے تعلق یا غیر معروف لوگوں میں سے کسی کے انتظام سے طبع نہیں ہوئی بلکہ اس کو طبع اور شائع کرنیوالے خود حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کے فرزند و جانشین حضرت خواجہ محمد بخش صاحب ہیں۔ چنانچہ حضرت موصوف اسی کتاب کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں "اما بعد مے گوید فقیر محمد بخش سکنہ چاچڑاں کہ چوں کتاب معرفت نصاب مقابیس المجالس المعروف باشارات فریدی از ملفوظات سلطان ملتِ مصطفوی برہان حجت نبوی شاہد حجلۂ احدیت بادشاہ سُرادقِ واحدیت شیخ علی الاطلاق قطب الآفاق غوث بالاتفاق ناطق حقائق ملکوت کاشف دقائق جبروت صورت مجسم توحید سیدنا و مرشدنا حضرت قبلہ عالم حضور خواجہ غلام فرید والدماجد من رضی اللہ عنہ کہ آنرا برادرم دینی مولانا رکن الدین پرہاروی سلمہ ربہ در مدت نہ سال ہمہ تن گوش گردیدہ وجمع کردہ است یک نسخہ بود وہمہ مریداں ومعتقداں و جملہ طالبان طریقت وسالکانِ حقیقت بہرطرف پویاں وجویاں ایں خزینۂ معارف بودند پس بصرف زر کثیر باہتمام خاں صاحب والاشان محمد عبدالحلیم خاں صاحب بہادر سکنہ ریاست ٹونک

طبع کنانیدم"...... فقیر محمد بخش بقلم خود۔

اس تقریظ سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:۔

(۱) یہ کہ مولانا رکن الدین صاحب نے متواتر نو سال تک حضرت خواجہ صاحب مرحوم و مغفور کی خدمت میں رہ کر آنجناب کے ملفوظات مرتب کئے تھے۔

(۲) یہ سب ملفوظات ایک کتاب اور ایک نسخہ کی صورت میں تھے۔

(۳) خواجہ محمد بخش صاحب فرزند جانشین حضرت خواجہ صاحب ممدوح نے آنجناب کے مریدانِ باصفا کی خواہش و اشتیاق کی بنا پر یہ کتاب شائع کرنے کی اجازت دی۔

چوتھی دلیل اس امر کی کہ یہ شہادت واقعی حضرت خواجہ صاحب کی ہی ہے یہ ہے کہ خود حضرت خواجہ صاحب مرحوم نے بھی اپنی اس تحریری شہادت کی تصدیق فرمادی ہے چنانچہ اسی کتاب جلد ثالث کی آخر کی اس عبارت سے ثابت ہے "وایں جلد سوم از اول تا آخر بجناب اقدس حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ ببقائہ سبق بہ سبق خواندہ ام۔ وحضور خواجہ ابقاہ اللہ بکمال عنایت و توجہ سماع فرمودند و تصحیح و اصلاح مع تحقیق تمام نمودہ اند۔ فقط ص۱۸۷

اس عبارت سے یہ باتیں ثابت ہوتی ہیں (۱) یہ کہ جلد سوم بھی حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی بابرکت زندگی میں لکھی گئی ہے (۲) یہ کہ از اول تا آخر حضرت خواجہ صاحب مرحوم و مغفور کی خدمت مبارک میں سبقاً سبقاً پڑھ کر سنائی گئی ہے (۳) یہ کہ یہ کتاب حضرت خواجہ صاحب مرحوم نے بکمال توجہ سنی اور اس کی تصحیح اور اصلاح اور تحقیق تمام فرمائی ہے۔ تصحیح و اصلاح کے متعلق لکھا ہے کہ

پانچویں دلیل خارجی شہادات ہیں یعنی (۱) حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کا نہ صرف انکے خط کو شائع کرنا (۲) بلکہ انکی عقیدت و ارادت کا حال بھی انکی زندگی ہی میں شائع کر دینا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۳۹)۔ (۳) نہ صرف اُس ایک خط کو بلکہ مزید خط و کتابت کو بھی شائع کر دینا (ضمیمہ سراج منیر) (۴) اور بڑی کثیر تعداد میں آپؑ کی ان کتب کا پھیل جانا۔ مگر اسکے خلاف نہ حضرت خواجہ صاحبؒ کا کچھ فرمانا۔ اور نہ ان کے جانشین خاص جناب خواجہ محمد بخش صاحب کا حرف انکار زبان پر لانا (۵) حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کا ایک نظم کے ذریعہ بھی انکی تصدیق کا انکی حیات ہی میں شائع فرمانا اور اشارات فریدی میں بھی اس کا درج ہونا۔ (۶) پھر حقیقۃ الوحی میں بھی حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کا حضرت خواجہ صاحبؒ کی تصدیق و تائید کا پوری تفصیل سے

ہوگی از ابتداء تا انتہا بحضور انور قاضی خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ ببقائہ حرفاً بحرف سبقاً سبقاً بطالعہ گذرانیدہ و ہر مقام کہ ضرور بود ایں حضرت بقلم مبارک خود اصلاح کردہ اند ... وہرجا کہ بخط مبارک شان ثبت شدہ بود

ذکر فرمانا اور اس پر بھی کسی کا لب انکار نہ ہلانا یہ سب امور ایسے ہیں جنسے حضرت خواجہ صاحب کی اس شہادت کی وقعت و عظمت کما حقہٗ ظاہر ہوجاتی ہے اور اب سالہا سال گذر چکے بعد اس شہادت میں کسی شک شبہ کی گنجائش نہیں ہوسکتی۔ میں ان عبارتوں میں سے جو حضرت اقدسؑ نے خواجہ صاحب کے متعلق تحریر فرمائی ہیں چند فقرات پیش کرتا ہوں۔

(۱) "بالآخر ہم اس جگہ نقل خط میاں غلام فرید صاحب پیر نواب بہاولپور جو ایک صالح اور متقی مرد مشائخ پنجاب میں سے ہیں اس غرض سے درج کرتے ہیں کہ تا دوسرے مشائخ مدعوین بھی کم سے کم ان کے نمونہ پر چلیں" (ضمیمہ انجام آتھم ص۳۶ مطبوعہ ۲۲ر جنوری ۱۸۹۷ء)

(۲) "مگر خدا کی شان ہے کہ ان ہزاروں میں سے یہ میاں غلام فرید صاحب چاچڑاں والوں نے پرہیزگاری کا نور دکھلایا وَذَٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔ خدا ان کو اجر بخشے اور عاقبت بالخیر کرے۔ آمین۔ اب جب تک یہ تحریریں دنیا میں رہیں گی، میاں صاحب موصوف کا ذکر با خیر بھی اسکے ساتھ دنیا میں کیا جائے گا۔" (ر ص۳۸)

(۳) مثنوی

اے فریدِ وقت در صدق و صفا	با تو باد آں رو کہ نامِ او خدا
بر تو بارد رحمتِ یارِ ازل	در تو تابد نورِ دلدارِ ازل
از تو جانِ من خوش است اے خوش خصال	دیدہ ام مردے دریں قحط الرجال
در حقیقت مردمِ معنی کم اند	گو ہمہ از روئے صورت مردم اند
اے مرا روئے محبت سوئے تو	بوئے انس آمد مرا از کوئے تو

(اشارات فریدی حصہ سوئم ص۹۵ ضمیمہ رسالہ سراج منیر مصنفہ حضرت اقدس علیہ السلام)

وہ لمبی نظم جس کے یہ چند اشعار ہیں خواجہ صاحب کے دوسرے خط کے جواب میں ہے جو ایک لمبے خط کے ساتھ منسلک کرکے حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے بھیجی تھی۔ اور خود بھی بہت بڑی تعداد میں ۹۷ء میں شائع کی تھی۔ یعنی حضرت خواجہ صاحب کی وفات سے تین سال قبل۔

(۴) "خواجہ غلام فرید صاحب نے جو نواب صاحب بہاولپور کے پیر تھے میری تصدیق کے لئے ایک خواب دیکھا جسکی بناء پر میری محبت خدا تعالیٰ نے انکے دل میں ڈالدی اور اسی بناء پر کتاب اشارات فریدی میں جو خواجہ صاحب موصوف کے ملفوظات ہیں۔ جابجا خواجہ صاحب موصوف میری تصدیق فرماتے ہیں..... چونکہ خواجہ غلام فرید صاحب پیر صاحب العلم کی طرح پاک باطن تھے

اس لئے خدا نے ان پر میری سچائی کی حقیقت کھولدی اور کئی مولوی جیسے مولوی غلام دستگیر خواجہ صاحب کو میرا مکذب بنانے کے لئے آپ کے گاؤں میں پہنچے جیسا کہ کتاب اشارات فریدی میں خواجہ صاحب نے خود یہ حالات بیان کئے ہیں اور بعض غزنویوں کا بھی خواجہ صاحب موصوف کے پاس خط پہنچا مگر آپ نے کسی کی بھی پرواہ نہ کی اور ان خشک ملاؤں کو ایسے دندان شکن جواب دیئے کہ وہ ساکت ہو گئے۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے آپ کا خاتمہ مصدق ہونے کی حالت میں ہوا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۰)

حاصل کلام یہ کہ علامہ وحید حضرت خواجہ غلام فرید قدس اللہ سرہ العزیز کی یہ شہادت نہایت ہی تسلی بخش اور قوی اور وقیع شہادت ہے اور اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی مطلق گنجائش نہیں ہے۔

اب ایک طرف ہمارے مخالف علماء کی شہادت ہے اور دوسری طرف ایک شہرۂ آفاق مقدس بزرگ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت اور یہ دونوں شہادتیں عدالت کے سامنے ہیں۔

قرآن شریف اور احادیث نبویہ اور فقہ حنفیہ کی رو سے کسی شخص کو مسلمان یا مومن کہنے کے لئے جن باتوں کے اقرار کی ضرورت ہے۔ ان تمام باتوں کا اقرار بذاتہٖ حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات سے دکھا دینے اور پھر ایک نہایت ہی مقدس وجود (یعنی خواجہ صاحب) کی شہادت سے بھی حضرت اقدس مرزا صاحب کے عقائد حقہ کی تصدیق وتائید پیش کر دینے کے بعد میں ان وجوہ تکفیر کو ایک ایک کر کے رد کرنا چاہتا ہوں۔ جو غلط طور پر حضرت اقدس کیطرف منسوب کی جاتی ہیں۔ اور یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اصل حقیقت کیا ہے؟

وجوہ تکفیر اور ان کا ردّ

فریق مخالف نے حضرت اقدس مرزا صاحبؑ اور آپکی جماعت کے متعلق جو وجوہ تکفیر بیان کی ہیں۔ وہ سات ہیں:۔ (۱) انکار ختم نبوت (۲) دعوئے نبوت تشریعیہ (۳) دعوئے نبوت مطلقہ (۴) دعوئی وحی (۵) انکار نفخ صور وحشر اجساد وقیامت (۶) توہین انبیاء علیہم السلام۔ (۷) توہین امتِ محمدیہ

پہلی وجہ تکفیر کی تردید

فریق مخالف نے تکفیر کی پہلی وجہ یہ بیان کی ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے معتقدین ختم نبوۃ کا انکار کرتے ہیں اور ختم نبوت چونکہ ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین میں سے کسی ایک ضرورت کا انکار بھی کفر ہوتا ہے۔ اس لئے مرزا صاحب اور انکے مرید ایک ضرورت دینیہ کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہوئے۔ (معاذ اللہ)

اس وجہ تکفیر کے متعلق مجھے جو کچھ بیان کرنا ہے وہ کئی عنوانوں کے ذیل میں بیان کرتا ہوں

(۱) کیا حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ اور آپکی جماعت کو سید الانبیاء حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیّین ہونے سے انکار ہے؟

"ختم نبوت" کے الفاظ جو مخالفین عام طور پر بولتے ہیں۔ اس سے وہ "خاتم النبیّین" کے الفاظ مراد لیتے ہیں اور ختم نبوت کے انکار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "خاتم النبیّین" ہونیکا انکار اور اس طرح وہ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ اور آپکی جماعت کو حضور انور سید الخلق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیّین ہونے کا منکر قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ طریق بالکل ہی لغو و باطل اور مغالطہ در مغالطہ ہے کیونکہ نہ تو "ختم نبوت" اور "خاتم النبیّین" مترادف ہیں۔ کہ ختم نبوت کے انکار سے خاتم النبیّین کا انکار لازم آئے۔ اور نہ ان معنے میں حضرت اقدس کو ختم نبوت کا انکار ہے جن معنے میں کہ مخالفین آپؑ کی طرف انکار منسوب کرتے ہیں جیسا کہ ادنیٰ توجہ سے ظاہر ہو جاتا ہے اور اس بیان میں بھی آگے چل کر آئے گا۔ پہلے مجھے یہ بیان کرنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اعلیٰ میں "خاتم النبیّین" کے الفاظ کسی انسانی فکر کا نتیجہ نہیں ہیں جن میں کچھ گنجائش کلام ہو۔ بلکہ قرآن شریف میں وارد ہیں جو لاریب خدا تعالےٰ کا کلام ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "خاتم النبیّین" ہونیسے تو ایک ایسا مسلمان بھی انکار نہیں کر سکتا۔ جو معمولی طور پر قرآن شریف کے الفاظ پڑھنے اور سمجھنے کا وقوف رکھتا ہو چہ جائیکہ وہ عظیم المرتبۃ انسان جسکو خدا تعالےٰ نے عربی زبان پر اتنا عبور بخشا ہو کہ دنیا مقابلہ سے عاجز رہ گئی ہو

اور جس نے پانچ پانچ اور دس دس ہزار روپیہ انعام دینے کے وعدے پر عربی کتابیں شائع کی ہوں اور علماؤ فضلائے روئے زمین سے انکی نظیر پیش کرنے پر کوئی قادر نہ ہوسکا ہو ایسے انسان سے یہ کس طرح ہوسکتا ہے؟ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار کرے خاتم النبیین کے انکار کا اتہام ایک ایسا اتہام ہے جو ذرا بھی اصلیت نہیں رکھتا۔ اور حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی کتب اس اتہام کی تردید سے بھری پڑی ہیں۔ میں ان میں سے کچھ حوالجات ذیل میں درج کرتا ہوں۔

(۱) حضرت اقدس اپنی مشہور و معروف کتاب ازالہ اوہام مطبوعہ ۱۸۹۱ء تقطیع خورد جلد اول صـ۱۳۷ میں فرماتے ہیں:۔

"ہمارا مذہب"

زعشاقِ فرقان و پیغمبر یم بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جسکے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالےٰ اس عالم گذران سے کوچ کرینگے۔ یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعے سے انسان راہ راست کو اختیار کرکے خدا تعالےٰ تک پہنچ سکتا ہے۔"

(۲) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس آئینہ کمالات اسلام صـ۳۸۷ مطبوعہ ۱۸۹۳ء میں:۔

"وَنَعْتَقِدُ اَنَّ رَسُوْلَنَا خَیْرُ الرُّسُلِ وَاَفْضَلُ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاَفْضَلُ مِنْ کُلِّ مَنْ یَّاْتِیْ وَخَلَا۔" یعنی ہمارا اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول تمام رسولوں سے بہتر اور سب رسولوں سے افضل ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور افضل ہیں ہر ایسے انسان سے جو آئندہ آئے یا جو گذر چکا۔

(۳) اور فرماتے ہیں کرامات الصادقین صـ۲۵ مطبوعہ ۱۸۹۳ء میں۔

"بالآخر پھر میں عامۃ الناس پر ظاہر کرتا ہوں کہ مجھے اللہ جلشانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میرا عقیدہ ہے اور وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالےٰ کے پاک نام ہیں اور جسقدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جسقدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالےٰ کے نزدیک کمالات ہیں کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے برخلاف نہیں

(۴) اور فرماتے ہیں انجام آتھم حاشیہ صـ ۲۷ مطبوعہ ۱۸۹۷ء میں۔

"اور اصل حقیقت جسکی میں علیٰ رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں"

(۵) اور فرماتے ہیں ایام الصلح صـ ۸۷ مطبوعہ ۱۸۹۹ء میں۔

"اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں"

(۶) اور فرماتے ہیں ایک غلطی کا ازالہ مطبوعہ ۱۹۰۱ء میں۔

"اور ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ"

(۔ بحوالہ حقیقۃ النبوۃ صـ ۲۶۲)

(۷) اور فرماتے ہیں مواہب الرحمان صـ ۶۶ مطبوعہ ۱۹۰۳ء میں۔

"إِنَّا مُسْلِمُوْنَ نُؤْمِنُ بِكِتَابِ اللّٰهِ الْفُرْقَانِ وَنُؤْمِنُ بِاَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا نَبِيُّهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّهٗ جَاءَ بِخَيْرِ الْاَدْيَانِ وَنُؤْمِنُ بِاَنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ" یعنی ہم مسلمان ہیں ایمان رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کی کتاب فرقانِ حمید پر اور ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نبی اور اس کے رسول ہیں اور وہ سب دینوں سے بہتر دین لائے ہیں۔ اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔

(۸) اور فرماتے ہیں الحکم ۱۷۔ مارچ ۱۹۰۵ء میں۔

"اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترار عظیم ہے ہم جس قوت یقین و معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں۔ اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ لوگ نہیں مانتے"

(۹) اور فرماتے ہیں حقیقۃ الوحی صـ ۲۷ مطبوعہ ۱۹۰۷ء میں۔

"مگر جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا اسکی نظر محدود نہ تھی اور اسکی عام غمخواری اور ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اسکے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی اس لئے قدرت کی تجلیات کا پورا اور کامل حصہ اس کو ملا اور وہ خاتم الانبیاء بنے"

(۱۰) پھر اسی کتاب کے صـ ۲۹ پر فرماتے ہیں۔

"کیا کوئی عقل تجویز کر سکتی ہے کہ اسلام کیلئے یہ مصیبت کا دن بھی باقی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی بھی آئے گا جو مستقل نبوت کی وجہ سے آپ کی ختم نبوت کی مُہر کو توڑ دے گا اور آپ کی فضیلت خاتم الانبیاء ہونے کی چھین لے گا۔"

(۱۱) اور فرماتے ہیں استفتاء عربی صہ ۲۲ مطبوعہ ۱۹۰۷ء میں

"وَاِنَّ نَبِیَّنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اِلَّا الَّذِیْ یُنَوَّرُ بِنُوْرِہٖ وَ یَکُوْنُ ظُہُوْرُہٗ ظِلَّ ظُہُوْرِہٖ" یعنی یقیناً ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جو آپ کے نور سے منور کیا جائے اور جس کا ظہور آپ کے ظہور کا ظل ہو۔

(۱۲) اور فرماتے ہیں اسی کتاب کے صہ ۶۴ میں

"وَاِنَّ رَسُوْلَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَعَلَیْہِ انْقَطَعَتْ سِلْسِلَۃُ الْمُرْسَلِیْنَ۔"

یعنی ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر مرسلین کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔

ان مندرجہ بالا تصریحات کے علاوہ میں عملی ثبوت میں اس بیعت فارم کو پیش کرتا ہوں جس میں وہ تمام باتیں من وعن لکھی ہوئی ہیں۔ جن کے اقرار کرنے سے کوئی شخص سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتا ہے خواہ وہ دستی بیعت کرے خواہ تحریری اور وہ یہ ہے۔

"اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

میں آج محمود کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتا ہوں۔ اور اپنے تمام پچھلے گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ اور آئندہ بھی ہر قسم کے گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔ شرک نہیں کرونگا۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ اسلام کے سب حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرتا رہونگا۔ قرآن کریم اور احادیث کے پڑھنے پڑھانے یا سُننے میں کوشاں رہونگا جو آپ نیک کام مجھے بتائیں گے۔ ان میں آپ کا ہر طرح فرمانبردار رہونگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرونگا۔ اور حضرت مسیح موعود کے سب دعاوی پر ایمان رکھوں گا۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ + اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ + رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ + رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ + اے میرے رب میں نے

اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ تو میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا اور کوئی بخشنے والا نہیں۔ آمین۔" (فارم بیعت)

اس بیعت فارم سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی شخص سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا اقرار نہ کرے۔ ان سب حوالجات سے ثابت ہے کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ اور انکی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔ اور ان تصریحات کے ہوتے ہوئے ہمارے مخالفین کا یہ کہنا کہ مرزا صاحب اور انکی جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے انکاری ہے جس درجہ کی حق پوشی و ناحق کوشی اور جتنا ظلم عظیم ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ ایک شبہ ظاہر کیا کرتے ہیں کہ گویا مرزا صاحب نے اپنی ابتدائی زندگی میں تو سید المرسلین خاتم النبیین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کیا ہے۔ اور اس وقت مرزا صاحب مسلمان تھے مگر بعد میں حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے سے انکار کر دیا ہے۔ ہمنے اس شبہ کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض ایسے حوالجات بھی پیش کر دیئے ہیں جو حضرت اقدس مرزا صاحب کی آخری زندگی کے ہیں۔ مثلاً حقیقۃ الوحی و استفتاء کے حوالجات جو آپ کی وفات سے صرف ایک سال پہلے کی تصنیف شدہ ہیں۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب سے آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس وقت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا ترک کیا ہے۔ اور دعویٰ نبوت ۱۹۰۱ء میں کیا ہے گو یہ خیال اور وجوہ سے بھی غلط ہے لیکن ہمنے ایسی کتابوں کے حوالے بھی پیش کر دیئے ہیں جو ۱۹۰۱ء کے بعد کے ہیں یعنی ایک غلطی کا ازالہ۔ مواہب الرحمٰن۔ الحکم ۱۹۰۵ء۔ حقیقۃ الوحی اور استفتاء جن میں صاف اقرار موجود ہے کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ حضرت سرور کائنات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرتے تھے۔ یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ اگر آپؑ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے سے معاذ اللہ انکار کر دیا تھا۔ تو ہر احمدی سے بیعت کے وقت یہ اقرار کیوں لیا جاتا ہے کہ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرے۔

(۲) کیا سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے "خاتم النبیین" ہونے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے بعد کسی قسم کی نبوت بھی نہیں مل سکتی؟

اگر فریق مخالف کے نزدیک لفظ "ختم نبوت" سے یہ مراد ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا تو انکی یہ مراد یا یہ معنے بالکل بے بنیاد اور محض غلط ہیں کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور علماء اکابر سلف نے خاتم النبیین کے جن معنوں کی تصریح کی ہے وہ اُن کے بیان کردہ معانی کو بالکل غلط قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہوں حوالجات ذیل۔

اول (حدیث) آیت وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ حضرت زینبؓ کے نکاح کے وقت اُتری ہے یعنی ۵ھ ہجری میں اور اس کے پانچ سال بعد ۱۰ھ ہجری میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے فرزند ارجمند حضرت ابراہیم نے وفات پائی ہے۔ حضورؐ نے اُن کے جنازہ کی نماز پڑھانے کے بعد فرمایا "اِنَّ لَہٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّۃِ وَلَوْ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَبِیًّا۔ وَلَوْ عَاشَ لَعَتَقَتْ اَخْوَالُہُ الْقِبْطُ وَمَا اسْتُرِقَّ قِبْطِیٌّ"

(ابن ماجہ جلد ا مصری ص۲۳۷) یعنی اس بچے کی ایک دائی ہے جنت میں۔ اور اگر یہ زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا

اب اگر خاتم النبیین کے معنے یہی ہوتے کہ حضور کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں ہو سکتا تو ظاہر ہے کہ حضور ابراہیم کے متعلق کبھی یہ نہ فرماتے کہ اگر یہ زندہ رہتا تو نبی ہوتا کیوں کہ خاتم النبیین کے یہ معنے ہونے کی حالت میں کہ حضور کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر ابراہیم ہزار سال زندہ رہتے تو بھی نبی نہیں ہو سکتے تھے یہ نہایت ہی عجیب اور حقیقت کو بالکل ہی آشکارا کر دینے والی بات ہے کہ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاتم النبیین ہونے کو نبی ہونے میں روک کا موجب نہیں بنایا بلکہ اُنکی موت کو روک کا موجب ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ اگر خاتم النبیین کے یہ معنی ہوتے کہ حضور کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا جیسا کہ مخالف فریق کے گواہوں کا بیان ہے تو حضورؐ کو ابراہیم کے نبی ہونے میں اپنے خاتم النبیین ہونے کو روک کا موجب بتانا اور یہ فرمانا چاہیئے تھا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو ہرگز نبی نہ ہوتے۔ کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں ہو سکتا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ ابراہیم زندہ رہتے تو ضرور نبی ہوتے جس سے نہایت صفائی کے ساتھ ظاہر ہو گیا۔

حضرت ابراہیم کے نبی ہونے

کہ حضورؐ کے نزدیک "خاتم النبیین" کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ آپؐ کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ مطلب یہ تھا کہ کسی قسم کا نبی ہو بھی سکتا ہے اور اسی قسم کے لحاظ سے آپؐ نے اپنے فرزند ابراہیم کے متعلق یہ فرمایا تھا کہ اگر یہ زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔ اگر آپ کا خیال یہ ہوتا کہ میرے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے ہر قسم کے نبی کا آنا بند ہوگیا ہے اب کسی قسم کا بھی نبی نہیں ہوسکتا تو آپ کے یہ فرمانے کا کہ ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے کوئی موقع ہی نہیں تھا کیونکہ یہ فرمانا تو اسی حالت میں درست و برمحل ہوسکتا تھا جبکہ آپ کے خیال میں آپ کے بعد کسی نہ کسی قسم کے نبی ہونے کی گنجائش ہوتی۔ اسکی ایسی ہی مثال ہے جس طرح کسی لائق و قابل شائق علم ہونہار نوجوان کی وفات پر یہ کہا جائے کہ اگر یہ نوجوان زندہ رہتا تو ضرور ایم اے ہوجاتا۔ ظاہر ہے کہ اس فقرہ کا استعمال اسی حالت میں صحیح و درست ہوسکتا ہے جبکہ ایم اے کا درجہ بھی باقی ہو۔ بند نہ کردیا گیا ہو لیکن اگر ایم اے کا درجہ باقی ہی نہ ہو توڑ دیا اور بند کردیا گیا ہو۔ تو پھر یہ فقرہ نہیں بولا جاسکتا اگر بولا جائے تو مہمل اور لغو ہوگا کیونکہ جب ایم اے کا درجہ ہی باقی نہیں رہا تو کسی کے ایم اے ہونے کی توقع کیسی؟ ایسی حالت میں تو خواہ وہ کتنے ہی برس عمر پائے اس کے ایم اے ہونے کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوجاتا ثبوت ہے اس امر کا کہ آئندہ نبوت حاصل کرنے میں آیت خاتم النبیین ہرگز ہرگز روک نہیں۔

دوئم (حدیث) حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کی اور بھی تفسیر فرمائی ہے۔ مثلاً کنز العمال جلد ۶ ص ۱۷۸ پر یہ حدیث ہے۔ اَخْرَجَ الشَّاشِیُّ وَ ابْنُ عَسَاکِرَ عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ وَالرُّوْیَانِیُّ وَ ابْنُ عَسَاکِرَ عَنِ ابْنِ شِھَابٍ مُرْسَلاً قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِطْمَئِنَّ یَا عَمِّ فَاِنَّکَ خَاتَمُ الْمُھَاجِرِیْنَ فِی الْھِجْرَۃِ کَمَا اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ فِی النُّبُوَّۃِ۔ یعنی مرفوع اور مرسل دونوں طریق سے یہ حدیث مروی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباسؓ کو فرمایا اے چچا آپ مطمئن رہیں کیونکہ آپ ویسے ہی خاتم المہاجرین ہیں ہجرت کے لحاظ سے جیسے کہ میں خاتم النبیین ہوں نبوت کے لحاظ سے۔ مطلب صاف اور واضح ہے کہ جیسے حضرت عباسؓ کے بعد پھر بھی ہجرت مکہ کو یا مدینہ کو کرنا جائز یا موجب ثواب ہے اور کہ ہجرت بکلی بند اور ممنوع نہیں ہے ایسی ہجرتیں حضرت عباس کے خاتم المہاجرین ہونے میں کوئی خلل انداز نہیں ویسے ہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد آپکی

اتباع اور توسط سے کسی کا نبی بنجانا بھی آپ کے خاتم النبیین ہونے میں خلل انداز نہیں ہے
اگر حضرت عباسؓ کے خاتم المہاجرین ہونے میں مکہ سے ہجرت کی شرط ہے تو خاتم النبیین
ہونے میں ویسے ہی کمالات اور درجہ اور شریعت کی شرط ہے یعنی نہ آئندہ مکہ سے مدینہ کو
کوئی ہجرت ہو اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی مستقل اور شرعی نبوت ہو۔

سوئم۔ (حدیث) خاتم النبیین کی ایک تشریح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہ بھی فرمائی ہے کہ "اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ وَ اَنْتَ یَا عَلِیُّ خَاتَمُ الْاَوْلِیَآءِ۔
(تفسیر صافی زیر آیت خَاتَمَ النَّبِیّٖن) یعنی میں خاتم الانبیاء ہوں اور اے علی تم خاتم الاولیاء ہو مطلب
صاف ہے کہ اگر خاتم الانبیاء کے بعدؐ ولایت کا دروازہ کھلا ہے اور اولیاء امت میں ہو چکے ہیں
تو خاتم الانبیاء کے بعد حضور کی متابعت اور پیروی سے امت محمدیہ میں انبیاء بھی ہو سکتے ہیں
کیونکہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ ویسے ہی حضرت علیؓ بھی خاتم الاولیاء ہیں۔

چہارم۔ (اثر) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے۔ قُوْلُوْا اِنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَآءِ
وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ (تکملہ مجمع البحار ص۸۵) یعنی اے لوگو تم یہ تو کہو کہ حضور انور خاتم الانبیاء ہیں۔
مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اب اگر خاتم النبیین کے یہی معنے ہوتے کہ آپ کے بعد کوئی
نبی نہ ہوگا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی ذی فراست اور ذی علم جنسے آدھا دین
سیکھنے کا حکم ہے وہ لوگوں کو یہ فرق کرنے کے لئے ارشاد نہ فرمائیں کہ خاتم الانبیاء تو کہا کرو۔ مگر
یہ نہ کہا کرو کہ اب آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اس تصریح سے بھی ظاہر ہے
کہ فریق مخالف خاتم النبیین کے جو یہ معنی بیان کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی
قسم کا بھی نبی نہیں ہو سکتا یہ معنی تو صحیح بھی نہیں چہ جائیکہ ضروریات دین میں سے ہوں۔

پنجم۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ جو صوفیائے کرام میں شیخ اکبر کبریت احمر اکبیر اعظم کے
لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں "اِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمُ النُّبُوَّۃِ
لَا نُبُوَّۃَ تَشْرِیْعٍ بَعْدَہٗ۔" (فتوحات جلد ۲ ص۵۵) یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبوۃ
ہیں کہ آپ کے بعد کوئی تشریعی نبوت نہیں ہے۔ حضرت شیخ اکبر کی اس تصریح سے بھی یہی ثابت ہے
کہ خاتم النبوۃ سے تشریعی نبوت کا خاتمہ مراد ہے نہ ہر ایک قسم کی نبوت کا۔

ششم۔ حضرت سید عبد الکریم ابن حضرت سید ابراہیم جیلیؒ کتاب انسان کامل میں فرماتے ہیں
"فَانْقَطَعَ حُکْمُ نُبُوَّۃِ التَّشْرِیْعِ بَعْدَہٗ وَکَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ"
(باب ۳۶)

یعنی منقطع ہو گیا تشریعی نبوت کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے۔ اس تصریح نے بھی ظاہر کر دیا کہ "خاتم النبیین" کے بعد ہر قسم کی نبوت منقطع نہیں ہوئی۔ بلکہ تشریعی نبوت منقطع ہوئی ہے اور اس لحاظ سے حضور خاتم النبیین ہیں۔ اگر خاتم النبیین کے یہ معنی ہوتے کہ ہر قسم کی نبوت بند ہے تو حضرت امام جیلانیؒ یہ ہرگز نہ فرماتے کہ تشریعی نبوت کا حکم منقطع ہوا ہے کیونکہ اس حالت میں تشریعی کی قید فضول ہوتی صرف یہی فرمایا جاتا کہ نبوت کا حکم منقطع ہو گیا۔ لیکن یہ نہیں فرمایا گیا بلکہ ختم ہونے والی نبوت کے لئے تشریعی کی قید لگائی گئی ہے جس نے ثابت کر دیا کہ آپ کے نزدیک خاتم النبیین کا یہی مطلب ہے کہ نبوت تشریعی منقطع ہوئی ہے۔

ھفتم۔ مولانا جلال الدین رومیؒ اپنی مشہور مثنوی میں جس کے متعلق زبان زد خلائق ہے کہ

مثنوئی مولوئی معنوی ہست قرآں در زبانِ پہلوی

فرماتے ہیں :-

باز گشتہ از دم او ہر دو باب در دو عالم دعوت او مستجاب

بہرِ ایں خاتم شد است او کہ بجود مثل او نے بود نے خواہند بود

چونکہ در صنعت برد استاد دست نے تو گوئی ختم صنعت بر تو ہست

(ملاحظہ ہو دفتر ۲ باب ۲ آخر)

ان اشعار آبدار کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلوت و جلوت ہر حالت میں اللہ تعالےٰ سے اپنی قوم کی ہدایت کے خواستگار رہتے تھے آپ کے وجود باجود اور آپ کے انفاس طیبہ کی برکت سے آپ کی قوم کے لئے دین و دنیا دونوں کے دروازے کھل گئے اور آپکی دعا آپ کی قوم کے لئے دونوں جہان میں قبول ہوئی اس جہان میں بھی آپ اس کے لئے شفیع ٹھہرے اور اس جہان میں بھی۔ بس اس عظیم الشان کمال اور عدیم النظیر فیضان کی وجہ سے آپ خاتم ٹھہرے نہ آپ کی طرح کامل سخی اور فیض رساں آپ سے پہلے کوئی ہوا اور نہ آپ کے بعد ہوگا۔ جب کوئی شخص کسی صنعت میں اعلیٰ کمال حاصل کر لیتا ہے تو کیا تو اس اعلیٰ کمال کرنے والے کے لئے یہ نہیں کہتا ہے کہ وہ صنعت اس پر ختم ہو گئی ہے حاصل یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا یہ مطلب رکھتا ہے کہ تمام کمالات نبوت آپ کی ذات بابرکات پر ختم ہو گئے یعنی آپ تمام کمالات کے جامع ہیں نبوت کے

کمالات میں سے کوئی کمال ایسا نہیں جو آپ کی ذات شریف میں موجود نہ ہو نہ یہ کہ کمالات نبوت ایسے مفقود اور نبوت آپ کے بعد ایسی نابود ہوگئی ہے کہ آپ کے فیض اور وسیلہ سے بھی اب کوئی کمالات نبوت حاصل نہیں کر سکتا اور ظلی طور پر بھی کوئی نبی نہیں ہو سکتا اور اب کسی کا کمالات نبوت پانا اور ظلی نبی ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کے خلاف ہے معاذ اللہ۔

ہشتم۔ محبوب ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ جنکو دیوبندی وغیر دیوبندی سبھی مجدد تسلیم کرتے ہیں مکتوبات جلد اول میں فرماتے ہیں:۔
کہ "حصول کمالات نبوت مر تابعان را بطریق تبعیت و وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل علیہ وعلی جمیع الانبیاء والرسل الصلوٰۃ والتحیات منافی خاتمیت او نیست"

(مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب ۳۰۱)

یعنی کمالات نبوت کا بطریق ورثہ اور متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو حاصل ہو جانا حضور کے خاتم النبیین ہونے کے منافی و مخالف نہیں ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے بھی ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بطریق تبعیت و وراثت کسی آپ کے اُمتی کا کمالات نبوت حاصل کر لینا آپ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی نہیں ہے یعنی آپ کا خاتم النبیین ہونا آپ کے کسی اُمتی کو کمالات نبوت حاصل ہونے سے نہیں روکتا۔ بلکہ آپ کے اُمتی آپکی متابعت و پیروی کی برکت سے یہ مدارج و مراتب پا سکتے ہیں۔

نہم۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جنھوں نے اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ میں مجدد ہونے کا دعویٰ بھی کیا ہے فرماتے ہیں:۔ "وَخُتِمَ بِهِ النَّبِيُّوْنَ اَیْ لَا يُوْجَدُ مَنْ يَّأْمُرُهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِالتَّشْرِيْعِ عَلَى النَّاسِ" (تفہیم ۵۳) اور ختم کئے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کے ذریعہ انبیاء کرام یعنی اب نہیں پایا جائے گا کوئی ایسا شخص جسکو خدا تعالیٰ حکم دے شریعت کا لوگوں کے لئے۔

حضرت شاہ صاحب نے بھی یہی تصریح کر دی کہ آئندہ کوئی ایسا شخص مامور نہیں ہوگا جو شریعت لائے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر قسم کی نبوت بند ہوگئی ہوتی تو اس قید کی کہ آیندہ شریعت لانے والا کوئی نہیں ہوگا کوئی ضرورت نہیں تھی۔

دہم۔ علماء دیوبند کے مسلمہ بزرگ عالم بے بدل فاضل اجل حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ دیوبند اپنی کتاب تحذیر الناس کے ص۳ میں فرماتے ہیں۔

"اوّل معنی "خاتم النبیین" معلوم کرنے چاہئیں۔ تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنے ہے۔ کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے"۔

مولانا موصوف نے بھی تصریح کر دی کہ عوام کے نزدیک آپ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ آخری نبی ہیں آپ کا زمانہ سب سے آخر ہے۔ مگر خواص اور اہلِ فہم کا یہ خیال نہیں ہے۔ اگر خواص اور اہلِ فہم کا بھی ایسا ہی خیال ہوتا تو عوام کا لفظ کہکر وہ معنے علیحدہ ہرگز نہ فرماتے۔ خواص کے نزدیک کیا معنی ہیں؟ اسکی طرف اشارہ فرمایا کہ "اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے" مطلب یہ کہ آخری نبی ہونا زمانہ کے لحاظ سے عوام کا خیال ہے اور آخری ہونے میں کچھ فضیلت ظاہر نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ معنے خاتم النبیین کے صحیح نہیں ہو سکتے۔

یازدھم۔ پھر اسی کتاب تحذیر الناس کے صفحہ ۲۸ پر فرماتے ہیں۔ "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئیگا۔"

اس سے زیادہ اُردو زبان میں صاف تصریح اور کیا ہو سکتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے سے خاتمیت محمدیہ میں فرق نہیں آتا۔

دوازدھم۔ حضرت مولانا عبد الحیؒ صاحب فرنگی محلی نے اپنی کتاب دافع الوسواس فی اثر ابن عباس ص۱۲ میں تحریر کیا ہے کہ "بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یا زمانے میں آنحضرت کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ صاحب شریعت جدید ہونا البتہ ممتنع ہے۔"

اس عبارت سے بھی نہایت صفائی کے ساتھ ظاہر ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں آسکتا۔ نہ یہ کہ غیر تشریعی نبی بھی نہیں آسکتا۔

سیزدھم۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ مقامات مظہری ص۸۵ پر فرماتے ہیں:۔ "بجز نبوت مستقلہ کے کوئی کمال ختم نہیں ہوا اور ممکن نہیں کہ خدا ظلی طور پر کمالات نبوت کو بند کر دیوے کیونکہ اس مبدءِ فیض میں بخل و دریغ ممکن نہیں ہے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے نزدیک بھی خاتم النّبیین کے یہ معنے ہرگز نہیں کہ آئندہ کسی قسم کا نبی نہیں ہوگا بلکہ یہی مُراد ہے کہ نبوت مستقلہ ہی ختم ہوئی ہے اور ظلی طور پر کمالات نبوّت کا حاصل کرنا ختم نہیں ہُوا۔

چہاردھم۔ مولوی حکیم سید محمد حسن صاحب مؤلف غایۃ البرہان اپنی مشہور کتاب کواکب دریہ کے ص۱۴۶ میں لکھتے ہیں "اسلام سے نبوت تشریعی منقطع ہوگئی" اور ص۱۴۷ میں لکھتے ہیں کہ "نبوت تخصوصیت الٰہیہ خبر دینے سے عبارت ہے وہ دو قسم کی ہے ایک نبوت تشریعی جو ختم ہوگئی۔ دوسری نبوت بمعنی "خبر دادن" ہے وہ غیر منقطع ہے" اور ص۱۸۳ میں لکھتے ہیں۔ "حضور صلے اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین ہیں کہ بعد آپ کے وحی تشریعی منقطع ہوئی"

ان حوالوں کا حاصل بھی یہی ہے کہ خاتم النّبیین کے یہ معنے نہیں کہ غیر تشریعی ظلی نبی بھی نہیں آسکتا بلکہ صرف یہ ہیں کہ صاحب شریعت یا مستقل نبی نہیں آسکتا۔

پانزدھم۔ نواب صدیق حسن خان صاحب کتاب اقتراب الساعۃ مطبوعہ آگرہ ص۱۶۲ میں لکھتے ہیں۔ کہ "حدیث لَا وَحْیَ بَعْدَ مَوْتِیْ بے اصل ہے ہاں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ آیا ہے۔ مگر اس کے معنے بھی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہیں لائیگا"

اس حوالہ سے بھی یہی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شرع ناسخ لانیوالا نبی نہیں آسکتا نہ کہ غیر شرعی ظلی و اُمتی نبی بھی۔

شانزدھم۔ حضرت علامہ ملا علی قاری حنفیؒ اپنی کتاب موضوعات کبیر ص۵۸ و ص۵۹ میں خاتم النّبیین کے معنے بیان کرتے ہیں کہ "قُلْتُ مَعَ هٰذَا لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ وَصَارَ نَبِيًّا وَكَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِيًّا لَكَانَا مِنْ اَتْبَاعِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.... فَلَا يُنَاقِضُ قَوْلَهٗ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اِذِ الْمَعْنٰى اَنَّهٗ لَا يَاْتِيْ نَبِيٌّ يَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ اُمَّتِهٖ"

یعنی میں کہتا ہوں کہ باوجود ان تمام دگذشتہ) باتوں کے اگر ابراہیم فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے۔ یا اگر حضرت عمرؓ نبی ہو جاتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبرداروں اور خادموں میں سے ہی ہوتے۔ پس ان کا نبی ہو جانا خدا تعالٰے کے ارشاد خاتم النّبیین کے خلاف نہ پڑتا کیونکہ خاتم النّبیین کے یہ معنے ہیں کہ ایسا کوئی نبی نہیں آئے گا جو آپکی شریعت کو منسوخ کرے اور جو آپؐ کی اُمت میں سے نہ ہو۔ اس قول سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت ملا علی قاری محدث کے نزدیک بھی خاتم النّبیین کے معنے صرف یہی ہیں۔

کہ صاحب شرع ناسخ یا کسی دوسری امت سے کوئی نبی نہیں آسکتا نہ کہ ہر ایک قسم کا نبی۔

ھفتدھم۔ اللہ تعالے کے پاک کلام قرآن شریف سے بھی یہی ثابت ہی کہ فریق مخالف نے الفاظ خاتم النبیین کا جو مطلب بیان کیا ہی وہ بالکل غلط ہی۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ وہ آیات شریفہ تیسری وجہ تکفیر کے رد میں پیش کرونگا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

ھشتدھم۔ مخالف علمار کے سکوتی اقرار سے بھی ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا جو مطلب وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور پر ہر قسم کی نبوت ختم ہوگئی ہی اور اب کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا قطعاً باطل ہی تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ مخالف علمار میں سے جب کسی سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہی۔ کہ خاتم النبیین کے جو معنے آپ بیان کرتے ہیں انکی تصدیق میں لغت عربی سے کوئی ایسی مثال تو پیش کریں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ خاتم کا لفظ اپنے اندر یہ تاثیر رکھتا ہو کہ جب کبھی کسی جمع کے صیغے کے ساتھ مضاف ہوکر استعمال ہو تو اس جمع کے تمام افراد کی آیندہ کے لئے نفی کر دیا کرتا ہی۔ اس طور پر کہ اس جمع کے تمام افراد کی پوری پوری بندش اور روک ضروری ہوجاتی ہی اور پھر ان افراد میں سے کسی ایک جزو کے آنے کیلئے بھی گنجائش باقی نہیں رہتی اور نہیں پائی جاتی۔ یہ مطالبہ اس لئے ہوتا ہی کہ جب "خاتم النبیین" عربی زبان کے الفاظ ہیں تو لازمی طور پر ان کے وہی معنی صحیح ہونگے جنکی تائید عربی زبان سے ہوتی ہو اور جنکی مثالیں عربی زبان میں پائی جاتی ہوں۔ برخلاف اسکے وہ معنی کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتے۔ جنکی تائید عربی زبان سے نہ ہوتی ہو۔ اور جنکی مثالیں زبان عربی میں نہ ملتی ہوں ایسے معنے محض مزعومہ و مفروضہ معنے سمجھے جائیں گے۔ نہ واقعی و اصل معنے۔ ہم نے بارہا اپنے مخالفین سے یہ مطالبہ کیا ہی۔ کہ اگر خاتم کا لفظ النبیین کے ساتھ آکر آپ کے نزدیک یہ معنے دیتا ہی کہ نبیوں کے تمام افراد ختم ہوگئے اور کسی ایک فرد کے آنے کی بھی گنجائش باقی نہیں چھوڑتا اور کسی طرح اس امر کو جائز نہیں قرار دیتا کہ کوئی فرد آسکے تو عربی زبان سے اسکی کوئی مثال پیش کرنی چاہیئے یا کتب لغت سے دکھانی چاہیئے لیکن آجتک کوئی صاحب ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کرسکے ہیں اور نہ آیندہ پیش کرسکتے ہیں۔ کیونکہ ہمارا یہ مطالبہ آئندہ زمانہ کے لئے بھی ہی کہ اگر کوئی ایسی مثال ہی۔ تو پیش کی جائے۔

اظہار حقیقت کے لئے میں یہ کہدیتا ہوں کہ ایسی مثال ہرگز پیش نہیں کیجاسکتی کیونکہ

ایسی مثال موجود ہی نہیں ہے دعویٰ اور فخر کے طور پر نہیں۔ بلکہ اس لئے کہ عدالت کو صحیح علم ہو جائے۔ یہ کہدینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر مخالف فریق میں سے کسی سے یہ نہ ہونیوالی بات ہو سکتی ہے تو مجھ پر جرح کرنے کے وقت اس ناممکن کو ممکن کر دکھائیں اور صرف ایک ہی مثال ایسی سامنے لائیں جس میں خاتم کا لفظ کسی جمع مذکر سالم کے صیغہ کیطرف مضاف ہو کر استعمال ہوا ہو جیسے کہ "خاتم النبیین" میں ہے اور پھر اسکے معنے کسی بزرگ یا عام مومن یا فاسق فاجر بلکہ کافر ہی نے عربی زبان کی رو سے یہ قرار دئے ہوں کہ خاتم نے اپنے مضاف الیہ صیغہ جمع کے تمام افراد کی نفی کر دی ہے یا اگر ایسے معنے کرنے کی مثال پیش نہ کی جا سکے اور ہرگز نہ پیش کی جا سکے گی تو کم از کم ایسے الفاظ ہی کی مثال پیش کر دیں جنکے معنے اس طرز کے کرنا لازمی ہوں جس طرز کے معنے مخالف فریق نے خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے کئے ہیں۔ اور کوئی معنے نہ ہو سکتے ہوں۔ یعنی ایسے الفاظ دکھائیں جن میں خَاتَم کا لفظ کسی جمع مذکر سالم کے صیغے کی طرف مضاف ہو کر آیا ہو اور اس حالت میں اُن الفاظ کے معنے اس جمع کے تمام افراد کو ختم کر دینے ہی کے ہو سکتے ہوں بجز اس کے اور کچھ نہ ہو سکتے ہوں جب تک عربی زبان کی رو سے کوئی ایسی مثال پیش نہیں کی جاتی جو مخالف فریق کے ان معنے کی تائید کرتی ہو جو وہ الفاظ "خاتم النبیین" کے کرتے ہیں اس وقت تک ان کے معنے صحیح سمجھے جانیکی کوئی صورت نہیں ہے۔ وہ معنے مفروضہ و مزعومہ ہی رہینگے اور اگر یہ جائز رکھا جائے کہ بغیر عربی زبان کی تائید کے بھی کسی لفظ کے معنے صحیح سمجھے جا سکتے ہیں تو امان اُٹھ جائے گا اور جو جس کا جی چاہے گا وہ معنے کر لیگا۔ اور تفسیر بالرائے جسکی بابت احادیث میں یہ وعید وارد ہے کہ اپنی رائے سے تفسیر کرنے والا جہنمی ہے۔ کوئی چیز نہ رہے گی اور کوئی شخص خواہ کیسی ہی لغو و باطل تفسیر کرے تفسیر کرنے والا قرار پائے گا۔

نوزدھم۔ نہ صرف یہی کہ کوئی مثال زبان عربی میں لفظ خاتم کی ایسی نہیں مل سکتی بلکہ اس کے خلاف زبان عربی کی عرف عام میں اور بالخصوص ہمارے دیوبندی مخالف علماء کے مسلمہ بزرگوں اور ہم خیالوں کی تحریرات میں خاتم کا لفظ بارہا استعمال کیا گیا ہے مگر ایک بار بھی وہ معنے نہیں لئے گئے جو خاتم النبیین میں خاتم کے استعمال سے ہمارے مقابل پر لئے جاتے ہیں۔

(۱) منہاج السُّنّۃ کے شروع میں امام ابن تیمیہ کے لئے خاتمۃ المجتہدین کے الفاظ لکھے گئے ہیں

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اُن کے بعد کوئی مجتہد نہ ہوگا؟

(۲) عجالہ نافعہ کے ٹائیٹل پیج پر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کو خاتم المحدثین لکھا ہوا ہے کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے بعد کوئی محدث نہیں ہوگا؟

(۳) مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی نے جو شیخ الہند کے لقب سے ملقب ہیں اپنے اُستاد و مرشد مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا مرثیہ لکھا ہے اس کے ٹائیٹل پیج پر ان کو خاتم الاولیاء و المحدثین لکھا ہے۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ان کے بعد اُمت مرحومہ محمدیہ میں کوئی ولی اور کوئی محدث نہ ہوگا؟

(۴) پھر لطف یہ کہ ان مولوی محمود الحسن صاحب کو صدر جمعیتہ العلماء مولوی کفایت اللہ صاحب شاہجہان پوری نے القاسم ۱۱ جلد ۲ ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۳۰ھ ہجری میں ٹائیٹل پیج کے اندرون آخری صفحہ میں خاتم المحدثین لکھا ہے۔ باوجود مولوی رشید احمد صاحب کے خاتم المحدثین ہونیکے مولوی محمود الحسن صاحب محدث ہوئے پھر خاتم المحدثین بھی؟

(۵) پھر مولوی بدر عالم صاحب میرٹھی دیوبندی نے اپنی کتاب الجواب الفصیح لمنکر حیات المسیح کے ص۳ پر مولوی انور شاہ صاحب کشمیری کو خاتم المحدثین لکھا ہے۔ کیا یہ اس امر کے ظاہر کرنے کی غرض سے لکھا ہے کہ مولوی انور شاہ صاحب کے بعد کوئی محدث نہیں ہوگا؟

اب ان پانچوں حوالجات میں خاتم کا لفظ ان معنوں میں استعمال نہیں کیا گیا۔ جن معنوں میں کہ خاتم النبیین میں سمجھا جا رہا ہے۔ اگر خاتم کا لفظ بالذات اس امر کا مقتضی ہے کہ جس جمع مذکر سالم کیطرف مضاف ہو اس کے تمام افراد کو بکلی بند کر دے تو لازماً امام ابن تیمیہ خاتمۃ المجتہدین کے بعد کوئی شخص مجتہد نہیں کہلا سکتا۔ حالانکہ بعد میں کئی لوگوں کو مجتہد کہا گیا اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی کے بعد کوئی محدث نہیں کہلا سکتا حالانکہ آپ کے بعد بہت سے اصحاب کے لئے یہ لفظ لکھا گیا ہے۔ اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے بعد کسی کو ولی اور محدث کہنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ کیونکہ مولوی محمود الحسن صاحب شیخ الہند ان کو خاتم الاولیاء و المحدثین لکھ چکے ہیں لیکن یہ عجیب بات ہے کہ مولوی محمد شفیع صاحب دیوبندی گواہ استغاثہ ۱ نے مولوی مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی کو ولی بلکہ اس زمانہ کا زبدۃ الاولیاء لکھا ہے اور محدث بنانے کے لئے دیوبند میں ادرسنہ العلوم بھی قائم ہے علاوہ اسکے اکفار الملحدین میں مولوی انور شاہ صاحب نے جو استغاثہ کی طرف سے گواہ ۳ ہیں، ص۹۳ سے

لیکر ص ۱۰۳ تک مولوی خلیل احمد صاحب سہارنپوری اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور مولوی کفایت اللہ صاحب شاہجہانپوری و مولوی محمد سعاد صاحب و مولوی عزیز الرحمن صاحب و مولوی شبیر احمد صاحب کو محدث لکھا ہے اور یہ وہی مولوی انور شاہ ہیں جنکو مولوی بدر عالم صاحب خاتم المحدثین لکھ چکے تھے اگر خاتم کا لفظ وہی معنے رکھتا ہے جو خاتم النبیین میں لفظ خاتم کے لئے جانتے ہیں تو پھر یہ کیا ہے کہ ایک مولوی دیوبندی صاحب دوسرے مولوی صاحب کے لئے خاتم المحدثین لکھتے ہیں نہ شاگرد صاحب خیال کرتے ہیں کہ میرے اُستاد تو ایک اور بزرگ کو خاتم المحدثین لکھتے اور مانتے ہیں پھر اسکے بعد میرا ان اپنے استاد کو محدث اور پھر خاتم المحدثین لکھنا کیونکر درست ہوسکتا ہے اور نہ اُستاد صاحب ہی منع کرتے ہیں کہ میاں فلاں بزرگ کو میں اور تم ملکر خاتم المحدثین لکھتے اور مانتے ہیں اب تمہارا مجھ کو خاتم المحدثین لکھنا کیا معنے۔ ایک کے خاتم المحدثین ہونے کے بعد تو دوسرا محدث بھی نہیں ہوسکتا۔ چہ جائیکہ خاتم المحدثین۔

میری اس تفصیل کا خلاصہ اور اصل مطلب یہ ہے کہ صرف سلف صالحین ہی نے خاتم کے لفظ کو استعمال کرکے یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ اس کے معنے تمام افراد کو من کل الوجوہ بند اور ختم کردینے کے نہیں ہوتے بلکہ ہمارے مخالف مولوی بھی اپنے عمل سے یہی ثابت کر رہے ہیں کہ انھوں نے خاتم کا لفظ بار بار استعمال کرکے یہ ظاہر کیا ہے کہ اس کے معنی کل افراد کو بند یا ختم کر دینے کے ہرگز نہیں ہوتے۔

پس یہ عرف عام کا عربی زبان کے لحاظ سے استعمال بھی ایک زبردست ثبوت ہے کہ خاتم النبیین میں خاتم کا لفظ نبیوں کی تمام اقسام اور تمام افراد کی نفی کے لئے نہیں آیا۔ اور جو شخص ایسے معنی کرتا ہے وہ عام شائع متعارف معنوں کے خلاف کرتا ہے اور بالکل بے ثبوت۔ کیونکہ ان معنوں کی عربی زبان میں ایک مثال بھی نہیں پائی جاتی۔

ان انیس ۱۹ عظیم الشان واضح اور بیّنۃ الدلالۃ دلائل سے جن میں سے تین خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں اور ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد اور آٹھ تصریحات مختلف زمانہ کے بزرگوں، صوفیاء اولیاء، محدثین، مجددین آئمہ کی ہیں اور ایک ہمارے مخالف مولوی صاحبان کے مسلمہ بزرگ۔ بانی مدرسہ دیوبند کی شہادت ہے اور دو خود ہمارے مخالفین کے سکوتی اقرار اور تعامل کی ہیں ان سب کی موجودگی میں کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے! کہ فریق مخالف جو معنے خاتم النبیین کے کرتا ہے وہ صحیح اور ضروریات دین میں سے ہیں یا ہوسکتے ہیں۔

اگر ان علماء کے معنی صحیح تسلیم کئے جائیں اور ضروریات دین سے قرار دیئے جائیں تو پھر سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ فتویٰ کہاں تک پہنچ سکتا ہے علماء وصلحاء وصوفیاء کرام محدثین و آئمہ و مجددین عظام یہاں تک کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا اور بالآخر سید الاولین والآخرین حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم تک (والعیاذ باللہ تعالےٰ)

کیا وہ معنے بھی ضروریات دین سے ہو سکتے ہیں جنکی یہ حالت ہو اور جنکو ضروریات دین سے قرار دینے کا ایسا خطرناک نتیجہ نکلتا ہو ظاہر ہے کہ یہ معنے تو صحیح بھی نہیں چہ جائیکہ ضروریات دین میں سے قرار دیئے جائیں۔

یہ تمام مذکورہ شہادتیں ثابت کرتی ہیں کہ ہمارے

۳ مخالف مولویوں کے معنے ”خاتم النبیین“ ضروریات دین سے قطعاً نہیں ہیں“

کیونکہ ضروریاتِ دین تو وہ ہیں جو قرآن شریف نے متعدد آیات میں بیان کی ہوں نہ کہ وہ جو مولوی صاحبان نے وضع کرلی ہوں اور بعض الفاظ کے معنے بغیر لغت وکتب لغت یا قرآن و حدیث کی سند کے خود تجویز کر کے ان کا نام ضروریاتِ دین رکھ لیا ہو یا پھر ضرورت دین وہ ہوگی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح سے ہو نہ کہ وہ جو ہمارے مخالف مولوی بیان کریں۔ ایسا ہی ضرورت دین وہ ہے جو امت محمدیہ کے بزرگ اور مقدس لوگ محدث مجدد اولیاء وصوفیاء علماء آئمہ وغیرہ مختلف زمانوں میں ہونے کے باوجود پھر متحدہ طور پر بیان کریں نہ کہ وہ جو ہمارے مخالف کسی ایک خاص وقت میں بیان کریں ایسے ہی ضرورت دین وہ ہوگی جس کو ہمارے مخالف مولوی صاحبان کے مسلّمہ بزرگ تصریح سے قرار دیں نہ کہ وہ جسکو ہمارے مخالف کہیں کہ یہ ضرورت دین ہے ایسا ہی ضرورت دین اس ریاست کے حکام کے نزدیک بالخصوص وہ ہوگی جو تاجدار بہاولپور عظمت مآب ہز ہائینس نواب صاحب دام اقبالہٗ کے بزرگ پیشوا حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ فرماویں نہ کہ وہ جو دوسرے مولوی صاحبان کہیں ایسا ہی ضرورتِ دین وہ کہلائے گی جو زبان عربی کے محاورات کی رو سے ثابت ہو کر کسی دینی تصریح کی تعیین کرتی ہو نہ کہ بغیر کسی ثبوت زبان عربی کے محض کسی ایک یا چند شخصوں کے مزعومہ معنے۔

فریق مخالف کو لازم تھا کہ وہ آیات قرآنیہ یا حدیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی مسلمہ نیک و پاک بزرگ کی تحریر سے ایک ہی حوالہ اس امر کا پیش کردیتے کہ خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں۔

اگر ان علماء کے معنی صحیح تسلیم کئے جائیں اور ضروریات دین سے قرار دیئے جائیں تو پھر سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ فتویٰ کہاں تک پہنچ سکتا ہے علماء و صلحاء و صوفیاء کرام محدثین و آئمہ و مجددین عظام یہاں تک کہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا اور بالآخر سید الاولین و الآخرین حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم تک (والعیاذ باللہ تعالےٰ)

کیا وہ معنے بھی ضروریات دین سے ہو سکتے ہیں جنکی یہ حالت ہو اور جنکو ضروریات دین سے قرار دینے کا ایسا خطرناک نتیجہ نکلتا ہو ظاہر ہے کہ یہ معنے تو صحیح بھی نہیں چہ جائیکہ ضروریات دین میں سے قرار دیئے جائیں۔

یہ تمام مذکورہ شہادتیں ثابت کرتی ہیں کہ ہمارے

۳ مخالف مولویوں کے معنے "خاتم النبیین" ضروریات دین سے قطعاً نہیں ہیں"

کیونکہ ضروریاتِ دین تو وہ ہیں جو قرآن شریف نے متعدد آیات میں بیان کی ہوں نہ کہ وہ جو مولوی صاحبان نے وضع کرلی ہوں اور بعض الفاظ کے معنے بغیر لغت و کتب لغت یا قرآن و حدیث کی سند کے خود تجویز کر کے ان کا نام ضروریات دین رکھ لیا ہو یا پھر ضرورت دین وہ ہوگی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح سے ہو نہ کہ وہ جو ہمارے مخالف مولوی بیان کریں۔ ایسا ہی ضرورت دین وہ ہے جو امت محمدیہ کے بزرگ اور مقدس لوگ محدث مجدد اولیاء و صوفیاء علماء آئمہ وغیرہ مختلف زمانوں میں ہونے کے باوجود پھر متحدہ طور پر بیان کریں نہ کہ وہ جو ہمارے مخالف کسی ایک خاص وقت میں بیان کریں ایسے ہی ضرورت دین وہ ہوگی جس کو ہمارے مخالف مولوی صاحبان کے مسلّمہ بزرگ تصریح سے قرار دیں نہ کہ وہ جسکو ہمارے مخالف کہیں کہ یہ ضرورت دین ہے ایسا ہی ضرورت دین اس ریاست کے حکام کے نزدیک بالخصوص وہ ہوگی جو تاجدار بہاولپور عظمت مآب ہز ہائینس نواب صاحب دام اقبالہٗ کے بزرگ پیشوا حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ فرماویں نہ کہ وہ جو دوسرے مولوی صاحبان کہیں ایسا ہی ضرورتِ دین وہ کہلائے گی جو زبان عربی کے محاورات کی رو سے ثابت ہو کر کسی دینی تصریح کی تعیین کرتی ہو نہ کہ بغیر کسی ثبوت زبان عربی کے محض کسی ایک یا چند شخصوں کے مزعومہ معنے۔

فریق مخالف کو لازم تھا کہ وہ آیات قرآنیہ یا حدیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی مسلّمہ نیک و پاک بزرگ کی تحریر سے ایک ہی حوالہ اس امر کا پیش کر دیتے کہ خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں آسکتا۔ نہ شرعی نہ غیر شرعی نہ اُمتی نہ غیر اُمتی نہ بلاواسطہ نہ بالواسطہ۔ نہ بتوسط نہ بلا توسط نہ متبع شریعت محمدیہ نہ غیر متبع شریعت محمدیہ۔ اور پھر یہ ثابت کرتے۔ کہ یہ معنی ضروریات دین سے ہیں اس لئے کہ تمام امت محمدیہ کے بہترین اور منتخب الطائفہ بزرگ ان معنوں پر اتفاق کرکے ان کو ضروریات دین سے قرار دیتے آئے ہیں۔ اگر انھوں نے ایک حوالہ بھی ایسا پیش کر دیا ہوتا اور پھر اپنے معنی کو ضروریات دین میں سے قرار دیتے تو انکی قائم کردہ وجہ تکفیر بے شک قابل توجہ ٹھہرتی۔ مگر وہ مطالبہ کے مطابق ایک حوالہ نہ پیش کرسکے ہاں ایسے حوالجات پیش کرتے ہیں جنسے ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور حضورؐ کا خاتم النبیین ہونا ضروریات دین میں سے ہی۔ لیکن یہ ان کے لئے ذرا بھی مفید نہیں اور نہ انکی وجہ تکفیر کو اس سے کوئی تعلق ہی کیونکہ اس امر سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کس نے کب اور کہاں انکار کیا ہی؟ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کی تصانیف لطیف تو اس سے بھری پڑی ہیں نمونہ کے طور پر دس متفرق سنین کی کتابوں سے میں کچھ حوالجات نقل کرچکا ہوں۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا اقرار ایسے طریقے سے موجود ہی جس سے بڑھ کر متصور نہیں بلکہ ان میں ایسا حوالہ بھی ہی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ جبتک کوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے "خاتم النبیین" ہونے کا اقرار نہ کرے احمدی نہیں ہوسکتا۔ اور جب یہ حال ہی تو مخالفین کی تکفیر جسکی بنا اس اتہام پر تھی کہ مرزا صاحب اور انکی جماعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو "خاتم النبیین" نہیں مانتی۔ بالکل خاک میں مل گئی اور مینے حوالجات مذکورہ پیش کرنے پر ہی بس نہیں کی بلکہ نہایت قوی و زبردست شہادتوں سے یہ بھی ثابت کردیا ہی کہ مخالف مولوی صاحبان جو معنے خاتم النبیین کے کرتے ہیں وہ قطعاً غلط ہیں اور جب انکے معنی کا غلط ہونا ثابت ہوگیا تو ان کا ضروریات دین میں سے ہونا قطعاً باطل۔ لہذا قلعہ تکفیر جو اس باطل بنیاد پر تعمیر کیا گیا تھا مسمار اور زیرو زبر ہوگیا۔

اب میں آئندہ عنوانوں میں فریق مخالف کے دلائل پر ایک ایک کرکے نظر کرتا ہوں۔

۱۲۔ "فریق مخالف اپنے مزعومہ معانی کی تائید کے خیال سے جو آیتیں پیش کرتا ہی ان کی حقیقت"

فریق مخالف نے اپنے مزعومہ معانی کی تائید کے خیال سے بعض دیگر آیات بھی پیش کی ہیں جن سے اُسنے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں آسکتا۔ نہ شرعی نہ غیر شرعی نہ اُمتی نہ غیر اُمتی نہ بلاواسطہ نہ بالواسطہ۔ نہ بتوسط نہ بلاتوسط نہ متبع شریعت محمدیہ نہ غیر متبع شریعت محمدیہ۔ اور پھر یہ ثابت کرتے۔ کہ یہ معنی ضروریات دین سے ہیں اس لئے کہ تمام امت محمدیہ کے بہترین اور منتخب الطائفہ بزرگ ان معنوں پر اتفاق کر کے ان کو ضروریات دین سے قرار دیتے آئے ہیں۔ اگر انھوں نے ایک حوالہ بھی ایسا پیش کر دیا ہوتا اور پھر اپنے معنی کو ضروریات دین میں سے قرار دیتے تو انکی قائم کردہ وجہ تکفیر بے شک قابل توجہ ٹھہرتی۔ مگر وہ مطالبہ کے مطابق ایک حوالہ نہ پیش کر سکے ہاں ایسے حوالجات پیش کرتے ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور حضور کا خاتم النبیین ہونا ضروریات دین میں سے ہے۔ لیکن یہ ان کے لئے ذرا بھی مفید نہیں اور نہ انکی وجہ تکفیر کو اس سے کوئی تعلق ہے کیونکہ اس امر سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں کس نے کب اور کہاں انکار کیا ہے؟ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کی تصانیف لطیف تو اس سے بھری پڑی ہیں نمونہ کے طور پر دس منفرق سنین کی کتابوں سے میں کچھ حوالجات نقل کر چکا ہوں۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا اقرار ایسے طریقے سے موجود ہے جس سے بڑھ کر متصور نہیں بلکہ ان میں ایسا حوالہ بھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جبتک کوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے "خاتم النبیین" ہونے کا اقرار نہ کرے احمدی نہیں ہو سکتا۔

اور جب یہ حال ہے تو مخالفین کی تکفیر جسکی بنا اس اتہام پر تھی کہ مرزا صاحب اور انکی جماعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو "خاتم النبیین" نہیں مانتی۔ بالکل خاک میں مل گئی اور میں نے حوالجات مذکورہ پیش کرنے پر ہی بس نہیں کی بلکہ نہایت قوی و زبردست شہادتوں سے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ مخالف مولوی صاحبان جو معنے خاتم النبیین کے کرتے ہیں وہ قطعاً غلط ہیں اور جب انکے معنی کا غلط ہونا ثابت ہو گیا تو ان کا ضروریات دین میں سے ہونا قطعاً باطل۔ لہذا قلعہ تکفیر جو اس باطل بنیاد پر تعمیر کیا گیا تھا مسمار اور زبین دوز ہو گیا۔

اب میں آیندہ عنوانوں میں فریق مخالف کے دلائل پر ایک ایک کر کے نظر کرتا ہوں۔

"۱۔ فریق مخالف اپنے مزعومہ معانی کی تائید کے خیال سے جو آیتیں پیش کرتا ہے ان کی حقیقت"

فریق مخالف نے اپنے مزعومہ معانی کی تائید کے خیال سے بعض دیگر آیات بھی پیش کی ہیں جن سے اُنہوں نے

ثابت کرنا چاہا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ان آیات سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا۔ اپنے مقصد کے ثبوت میں جو آئیتیں اس نے پیش کی ہیں ان میں سے ایک اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ (مائدہ ع ۱) بھی ہے۔

اس آیت سے جو استدلال کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہی ہے کہ چونکہ دین کامل ہو چکا اور نعمت پوری ہو چکی۔ اور سب سے بڑی نعمت نبوت اور دین ہی ہے تو اب نہ کوئی نبی آسکتا ہے اور نہ کوئی دین۔ کیونکہ کمال کے بعد کوئی دوسری چیز اندر داخل نہیں کی جا سکتی۔

اما الجواب گو اس آیت میں اس امر کا ذکر نہیں کہ آیندہ کوئی نبی نہیں ہوگا۔ یا آیندہ نبوت بند ہو گی۔ کیونکہ آیت میں ایسے الفاظ ہرگز نہیں ہیں جن کا یہ ترجمہ ہو سکے لیکن اگر استدلال کیا جاوے کہ چونکہ دین کامل ہے اس لئے کوئی نیا دین نہ آئے گا۔ اور چونکہ نعمت کامل ہے اس لئے آیندہ نبوت نہ ہو گی۔ تو پھر اس استدلال پر چند امور تنقیح طلب ہیں ان کو مدنظر رکھنے سے واضح ہو جائے گا کہ آیا ان کا استدلال صحیح ہے یا غلط۔ اور آیا یہ آیت آیندہ نبوت کی نفی کرتی ہے یا اثبات۔

امر اول۔ کیا ہر نبی کے لئے نیا دین لانا ضروری ہے یا یہ ضروری ہے کہ دین میں کچھ نہ کچھ تبدیلی کرے؟

امر دوم۔ کیا انبیاء بنی اسرائیل یکے بعد دیگرے ہمیشہ نیا ہی دین لاتے رہے ہیں یا دینِ سابق میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ تبدیلی کرتے رہے ہیں؟

ان دونوں امور کا جواب نفی میں ہے۔

مجھے حوالجات وغیرہ کی طرف جانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ مشہور و معروف بات ہے کہ ہر نبی کے لئے نیا دین لانا ضروری نہیں اور نہ پہلے دین میں کچھ تغیر و تبدل کرنا ضروری ہے کیونکہ کئی نبی ایسے ہوئے ہیں جو پہلی کتاب اور پہلے دین کی متابعت اور اسی کی اشاعت اور خدمت کے لئے آئے ہیں جیسے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِیْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ یَحْکُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا۔ (مائدہ ع ۶) یعنی ہم نے توراۃ کو اُتارا اس میں ہدایت اور نور تھا۔ فیصلہ کیا کرتے تھے اس کے ساتھ کئی فرمانبردار نبی ان لوگوں کے لئے جو یہودی تھے۔ یہ آیت واضح ثبوت ہے اس امر کا کہ بعض انبیاء بنی اسرائیل کوئی نیا دین یا

نئی شریعت نہیں لائے تھے بلکہ توراۃ پر عمل اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا کرتے تھے۔
پس جب ثابت ہوگیا کہ ہر نبی کے لئے نئی کتاب یا نیا دین لانا ضروری نہیں بلکہ صرف اشاعت دین سابق کے لئے بھی نبی آتے رہے ہیں تو پھر یہ استدلال قطعاً باطل ہوگیا کہ چونکہ دین کامل ہوگیا اس لئے آئندہ کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نبی کا آنا اگر مستلزم ہوتا پہلے دین کی تبدیلی یا نئے دین کی آمد کو۔ تو پھر کسی نبی کا آنا بے شک محال ہوتا کیونکہ یہ دونوں باتیں محال ہیں۔ مگر جب ہم نے ثابت کر دیا کہ نبیوں کا آنا صرف نئے دین پر لوگوں کو چلانے یا دین سابق میں کوئی تبدیلی کرنے ہی کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف دین سابق کی حفاظت و اشاعت کے لئے بھی ہوتا ہے اور ایسے نبی آتے رہے ہیں جو نہ تو نیا دین لائے ہیں اور نہ انھوں نے دین سابق میں کوئی تبدیلی کی ہے تو غیر شارع نبی کا آنا اس آیت کے منافی نہ ہُوا کیونکہ اس آیت سے تو صرف تبدیلی دین سابق یا آمد دین جدید کی نفی نکلنے کی وجہ سے غایت کار اس نبی کا آنا ممنوع ہُوا۔ جو شریعت جدیدہ لائے یا دین اسلام میں کچھ تبدیلی کرنے والا ہو۔ نہ کہ غیر تشریعی اور ظلی و امتی نبی کا بھی۔

امر سوئم۔ کیا دین کے کامل ہونے کا یہ مطلب ہے یا یہی فائدہ ہے؟ کہ آئندہ اس دین کی ماتحتی میں کوئی فرد بڑے درجے کا پیدا نہ ہو یا کوئی فرد اس اُمت کا اس کامل دین پر چل کر کوئی کمال خدا تعالیٰ کی طرف سے حاصل نہ کر سکے؟ اس تنقیح کا جواب بھی نفی میں ہے۔
کیونکہ اگر دین کے کمال کا یہی مطلب ہے کہ آئندہ کوئی شخص اس دین کے کمالات اور برکت کی وجہ سے اعلیٰ درجہ حاصل نہ کر سکے تو پھر کمال کمال نہ رہا بلکہ زوال ہُوا۔ اس لئے کہ اگر کسی کالج کی نسبت عام اعلان کر دیا جائے کہ ہر رنگ میں وہ دوسرے کالجوں سے ممتاز ہے اور بلحاظ عمارت و ساز و سامان اور نصاب تعلیم وغیرہ ضروری اشیاء کے یہ کالج کامل ہو چکا ہے تو کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ آئندہ اس کالج میں آخری ڈگری یافتہ ایم اے کلاس کا کوئی قابل فرد نہ ہوگا۔ اگر یہی مطلب ہوگا تو اس مطلب کے لحاظ سے تو وہ کالج کامل کالج نہ ہُوا بلکہ ناقص کالج ہُوا۔
پس دین کے کامل ہونے کا اگر یہ مطلب ہے کہ شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور قرب خداوندی کا اعلیٰ درجہ یعنی ظلی نبوت اس دین کی برکت سے کسی کو حاصل نہ ہو تو پھر یہ دین کا کمال نہیں ہے بلکہ زوال ہے۔ خاصکر ایسی حالت میں کہ اس کامل دین سے پہلے جو دین اس کے مقابلہ میں ناقص تھے

ان میں بکثرت نبی ہو چکے ہوں۔

امر چہارم۔ کیا جس طرح شریعت محمدیہ کے لئے فرمایا ہے کہ یہ تمام ضروری امور کے بیان ہو جانے کی وجہ سے کامل ہو چکی ہے۔ اسی طرح توراۃ کے لئے تَمَامًا عَلَى الَّذِىْ اَحْسَنَ وَ تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (انعام ع ۱۹) نہیں فرمایا؟ یعنی یہ توراۃ پورا کرنے والی ہے ہر اُس امر کو جو اچھا ہے اور تفصیل کرنے والی ہے ہر ضروری چیز کی۔ پھر کیا توراۃ کے بعد اور توراۃ کی موجودگی میں بنی اسرائیل کے اندر وہ نبی نہیں آئے۔ جن کا قرآن شریف میں ذکر ہے۔ کہ توراۃ کی رو سے فیصلہ کرتے تھے نہ کوئی نیا دین لائے تھے اور نہ دین موسوی میں تبدیلی کرتے تھے کیا ان نبیوں کے آنے سے توراۃ کی شان میں کوئی فرق آیا تھا؟ اگر نہیں آیا تھا تو قرآن شریف کے بعد اسکے نشر و اشاعت کے لئے کوئی غیر شارع امتی نبی آئے تو قرآن شریف کی شان میں کیوں فرق آنے لگا؟

امر پنجم۔ کیا نبی کا کام بگڑی ہوئی اُمت کو سنوارنا اور باہمی اختلافات کا دور کرنا اور لوگوں کو راہِ راست پر لانا ہے یا کچھ اور؟

اس تنقیح کا جواب اثبات میں ہے کیونکہ علاوہ قرآنی تصریحات کے گذشتہ واقعات بھی اس کا ثبوت دیتے ہیں کہ ہمیشہ امتوں کے بگڑنے پر ہی نبی آتے رہے ہیں۔ نیز عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ جب توراۃ کے لئے ضرورت تھی کہ اُس کے احکام کے مطابق فیصلہ کرنے کیلئے انبیاء آتے رہیں اور آتے رہے۔ بحالیکہ توراۃ کوئی دائمی شریعت نہیں بلکہ مختص الزمان کتاب تھی تو قرآن شریف کے لئے بدرجہ اولیٰ ضرورت ہے۔ کہ اسکے احکام کے مطابق فیصلہ کرنے کے لئے بھی غیر شارع یعنی امتی و ظلی نبی آئیں کیونکہ قرآن شریف دائمی شریعت ہے اور لوگوں نے اپنے اپنے مقاصد و اغراض کی بنا پر اس میں ایسی بے جا کھینچ تان کی ہے۔ اور اتنی پیچیدگیاں پیدا کر دی ہیں کہ ان میں اصل حقیقت گم ہو گئی ہے۔ پس ضرورت تھی کہ خدا کی طرف سے اصل حقیقت کے اظہار کی غرض سے کوئی مامور ہو۔

امر ششم۔ کیا امت محمدیہ گمراہی سے محفوظ قرار دی گئی ہے؟ یا اس کے بگڑنے کا بھی خطرہ ظاہر کیا گیا ہے؟ اس امر کا جواب ایسا واضح ہے کہ اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ مشہور بات ہے کہ امت محمدیہ کے بگڑنے کا نہ صرف خدشہ ظاہر کیا گیا ہے بلکہ پیشگوئی ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کی طرح فرقہ فرقہ ہو جائے گی پس جب باوجود دین کامل ہو جانے کے یہ سب کچھ ہونا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے تو لازماً نبی کا آنا ضروری ہوا۔ کیونکہ ایک طرف یہ مانا گیا ہے کہ نبی کا

کام نئی شریعت لاتا یا شریعت سابقہ میں کچھ تغیر و تبدل کرنا ہی نہیں ہوتا بلکہ بگڑی ہوئی امت کو سنوارنا اور ہدایت کا راستہ دکھانا اور اختلافات کو مٹانا بھی ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف یہ بھی مانا گیا کہ امت محمدیہ کا بگڑنا بھی ضروری ہے۔ پس یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ دین کامل ہوگیا لہذا اب نبی نہیں ہوگا۔

امت بگڑ جائے۔ اسلام کا شیرازہ بکھر جائے۔ اختلافات کی کثرت انتہا کو پہنچ جائے ایک فرقہ کے علمار دوسرے فرقہ کے لوگوں کو کافر قرار دیں اختلافات معانی و مطالب کی بھول بھلیوں میں دین کی اصل حقیقت ایسی گم ہو کہ تلاش کرنے سے بھی پتہ نہ چلے اور اس حالت نے دین کیطرف سے ایک عام لاپرواہی اور بے غرضی پیدا کر دی ہو۔ اہل دین کی ذریت دین پر مضحکہ اڑا رہی ہو اپنے دین سے بیزار ہو چکے ہوں اور بیگانے اس کو مٹا دینے کے لئے طیار ہوں۔ اور کہا یہ جائے کہ اب کوئی نبی نہیں آسکتا کیونکہ دین مکمل ہو چکا ہے اگر یہ دین کے ساتھ ایک مضحکہ نہیں تو مضحکہ اور کس کو کہتے ہیں؟

امر ہفتم۔ اگر دین کامل ہے اور اس کا کمال چاہتا ہے کہ اس دین میں سے کوئی شخص نبی نہ بنے یعنی اس کا کمال کسی دوسرے نبی کے وجود کا مانع ہے تو پھر یہی کامل دین ایک پہلے گزرے ہوئے نبی کا محتاج کیوں قرار دیا جاتا ہے؟

کیسے تعجب کی بات ہے کہ امت محمدیہ میں سے تو اب کوئی نبی اس لئے نہیں ہو سکتا۔ کہ دین کامل ہوگیا اور تقاضائے کمال یہ ہے کہ اب کوئی نبی نہ آئے لیکن باوجود دین کامل ہو جانے کے آسمان کیطرف نظریں لگی ہوئی ہیں کہ گذشتہ نبیوں میں سے ایک نبی آکر بگڑی ہوئی امت محمدیہ کی اصلاح فرمائے۔

امر ہشتم۔ کیا خدا تعالیٰ کی طرف سے اتمام نعمت کے معنے یہ ہیں کہ آئندہ نبوت نہ ہو؟ اس کا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ ہرگز نہیں کیونکہ اتمام نعمت کے معنے یا اس کا مفہوم ہمارے مخالف علمار جو یہ لیتے ہیں کہ آئندہ نبوت نہ ہو اس کا وہ کوئی ثبوت نہیں دے سکے۔ اور ایسی ایک مثال بھی قرآن شریف یا احادیث سے پیش نہیں کر سکتے ہیں۔ جس سے ان کے اس معنی و مفہوم کی تائید ہو سکتی ہو اگر قرآنی اصطلاح یا لغت عرب سے کوئی مثال بھی پیش کر دی گئی ہوتی کہ اتمام نعمت سے اس نعمت کا بند ہو جانا مراد ہوا کرتا ہے تو ان کا استدلال صحیح مانا جاتا لیکن انھوں نے تو ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی ہے اور نہ

انھوں نے اتمام نعمت سے نبوت کے بند ہو جانے کا جو مفہوم لیتے ہیں اس کا ماخذ ہی بتایا ہے
ایسی حالت میں ان کے معنے و مفہوم کس طرح صحیح تسلیم کئے جا سکتے ہیں۔

صرف یہی نہیں کہ چونکہ وہ اتمام نعمت کے اُس مفہوم کی جو وہ لیتے ہیں کوئی مثال پیش نہیں کر سکتے۔ اس لئے اُن کا دعویٰ بلا دلیل ہونے کی وجہ سے قابلِ التفات نہیں بلکہ قرآن شریف میں نعمت تمام ہونے کا مفہوم انکے مزعومہ مفہوم سے بالکل خلاف موجود ہے وہ تو اتمام نعمت کا مفہوم نبوت کا بند ہو جانا قرار دیتے ہیں حالانکہ قرآن شریف میں اتمام نعمت کا مفہوم نبوت کا جاری ہونا بتایا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کی خواب سُنکر حضرت یعقوب علیہ السلام فرماتے ہیں
وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِن قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ (یوسف ع) یعنی ایسا ہی چن لے گا تجھے تیرا رب اور سکھائے گا تجھے خوابوں اور باتوں کے انجام اور اتمام نعمت کرے گا تجھ پر اور دیگر آل یعقوب پر جیسے اتمام نعمت کی اس نے ابراہیم اور اسحاق پر یقیناً تیرا رب علیم و حکیم ہے۔

اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبان مبارک سے خدا تعالےٰ نے خود تشریح فرما دی۔ کہ اے یوسف جیسے تیرے دادا پر دادا اسحٰق و ابراہیم علیہم السلام پر اتمام نعمت ہُوا۔ ویسے ہی تجھ پر اور دیگر آل یعقوب پر ہوگا۔ اگر اتمام نعمت سے نبوت بند کر دینی مراد ہے تو ماننا پڑے گا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر آل یعقوب کو نبوت بند ہونیکی بشارت دیگئی ہے۔ لیکن کیا یہ صحیح ہے؟ اور کیا اتمام نعمت کی اطلاع کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر آل یعقوب کو نبوت نہیں ملی؟ (استغفر اللہ)

کون نہیں جانتا کہ حضرت یوسفؑ اور دوسرے بزرگ آل یعقوبؑ میں سے نبی ہوئے ہیں اور ضرور ہوئے ہیں پس جب اتمام نعمت کی اطلاع کے بعد وہ نبی ہوئے ہیں تو پھر یہ کہنا کہ اتمام نعمت نبوت کو بند کرنے کا مفہوم رکھتا ہے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔

چونکہ خدا تعالےٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبان سے یوسف علیہ السلام کو بشارت دلوائی اور اس بشارت کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام اور دیگر آل یعقوب کو اپنے اپنے وقت میں نبوت عطا ہوئی ہے۔ اس لئے لازماً ماننا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام

اور دیگر آل یعقوب کو اتمام نعمت کا وعدہ دینے کے بعد اپنی فعلی شہادت سے جو تفسیر فرمادی ہی وہی تفسیر خدا کے ارشاد اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ الآیۃ میں بھی مراد ہی۔

میرے اِن آٹھ تنقیح طلب امور سے ثابت ہوگیا۔

(۱) کہ دین کامل ہونے کا مطلب یہ ہی کہ آیندہ کوئی نیا دین نہیں ہوگا۔

(۲) اور دین کامل ہونے کا یہ مطلب ہی کہ آیندہ کوئی تغییر و تبدل بھی نہیں ہوگا۔

(۳) مگر دین کامل ہونے سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ آیندہ کوئی ظلی و متبع نبی بھی نہیں ہوگا

(۴) نبی کی آمد اُمت کے بگڑنے پر ہوتی ہی۔

(۵) امت محمدیہ کو ضرور بگڑنا ہی۔ اس لئے ضرور نبی آئیں گے۔

(۶) اتمام نعمت سے نبوت کی بندش ہرگز مراد نہیں بلکہ

(۷) اتمام نعمت میں نبوت کے جاری ہونے کی بشارت ہونا قرآن شریف سے ثابت ہی۔

پس یہ آیت اپنی تصریح کے ساتھ ہرگز منافی نبوت غیر تشریعی نہیں ہی۔ چنانچہ اس آیت سے نہ صرف ہم احمدی ہی یہ معنے سمجھتے ہیں بلکہ ہم سے پہلے بزرگوں نے بھی یہی معنے کئے ہیں میں ایک حوالہ کو لیتا ہوں۔ حضرت سید عبدالکریم بن ابراہیم جیلی انسان کامل جلد ا مصری ص۹۷ و ۹۸ باب ۳۶ میں فرماتے ہیں:۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَلَمْ تَنْزِلْ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ عَلٰی نَبِیٍّ غَیْرِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَوْ نَزَلَتْ عَلٰی اَحَدٍ لَکَانَ ھُوَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَمَا صَحَّ ذٰلِکَ اِلَّا لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ عَلَیْہِ فَکَانَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ لِاَنَّہٗ لَمْ یَدَعْ حِکْمَۃً وَلَا ھُدًی وَلَا عِلْمًا وَلَا سِرًّا اِلَّا وَقَدْ نَبَّہَ عَلَیْہِ وَاَشَارَ اِلَیْہِ عَلٰی قَدْرِ مَا یَلِیْقُ بِالتَّنْبِیْہِ لِذٰلِکَ السِّرِّ اِمَّا نَصًّا یَجًا وَاِمَّا تَلْوِیْحًا وَاِمَّا اِشَارَۃً وَاِمَّا کِنَایَۃً وَاِمَّا اِسْتِعَارَۃً وَاِمَّا مُحْکَمًا وَاِمَّا مُفَسَّرًا اَوْ اِمَّا مُؤَوَّلًا وَاِمَّا مُتَشَابِھًا اِلٰی غَیْرِ ذٰلِکَ مِنْ اَنْوَاعِ کَمَالِ الْبَیَانِ فَلَمْ یَبْقَ لِغَیْرِہٖ مَجَالًا فَاسْتَقَلَّ بِالْاَمْرِ وَخَتَمَ النُّبُوَّۃَ لِاَنَّہٗ مَا تَرَکَ شَیْئًا یُحْتَاجُ اِلَیْہِ اِلَّا وَقَدْ جَاءَ بِہٖ فَلَا یَجِدُ الَّذِیْ یَاْتِیْ بَعْدَہٗ مِنَ الْکُمَّلِ شَیْئًا مِمَّا یَنْبَغِیْ اَنَّہٗ یُنَبِّہُ عَلَیْہِ اِلَّا وَقَدْ فَعَلَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذٰلِکَ فَیَتَّبِعُہٗ ھٰذَا الْکَامِلُ

كَمَا نَبَّهَ عَلَيْهِ وَيَصِيْرُ تَابِعًا فَانْقَطَعَ حُكْمُ نُبُوَّةِ التَّشْرِيْعِ بَعْدَهٗ وَكَانَ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ لِاَنَّہٗ جَاءَ بِالْکَمَالِ وَلَمْ یَجِیْٔ اَحَدٌ بِذٰلِکَ۔

اس عبارت میں امور مندرجہ ذیل کی صاف تصریح موجود ہے۔کہ (۱) دین کے کامل ہونیکی وجہ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے ہیں کیونکہ شریعت کی کوئی بات بغیر تفصیل و تشریح نہیں چھوڑی گئی۔

(۲) اگر یہ آیت کسی اور نبی پر نازل ہوتی تو وہ نبی خاتم النبیین بنتا۔کیونکہ شریعت کے کامل ہونے کی وجہ سے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بنے ہیں۔اگر یہی آیت کسی اور نبی پر نازل ہوتی۔تو بوجہ شریعت کامل ہو جانے کے وہ شخص خاتم النبیین ہوتا اس سے ظاہر ہوا کہ خاتم النبیین کا تعلق شریعت کے ساتھ ہی نہ عام نبوت سے۔

(۳) رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نبوت ختم کی ہے کہ "مَا تَرَکَ شَیْئًا یُحْتَاجُ اِلَیْہِ اِلَّا وَقَدْ جَاءَ بِہٖ" یعنی کوئی بات بھی ایسی نہیں چھوڑی جسکی ضرورت تو ہو مگر حضورؐ نے بیان نہ فرمائی ہو۔

پس شریعت کے لحاظ سے آپ خاتم ہوئے کہ شریعت کامل ہو چکی۔

(۴) آیت اَکْمَلْتُ لَکُمْ آئندہ کاملین امت کو آنے سے نہیں روکتی۔صرف یہ ظاہر کرتی ہے کہ جو کوئی کامل آئندہ آئے گا وہ کوئی زائد بات پیش نہیں کرے گا بلکہ شریعت محمدیہ کا ہی تابع ہوگا۔ملاحظہ ہو فقرہ ذیل:-

فَلَا یَجِدُ الَّذِیْ یَاْتِیْ بَعْدَہٗ مِنَ الْکُمَّلِ شَیْئًا مِمَّا یَنْبَغِیْ اَنَّہٗ یُنَبِّہُ عَلَیْہِ اِلَّا وَقَدْ فَعَلَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ذٰلِکَ فَیَتَّبِعُ ھٰذَا الْکَامِلُ کَمَا نَبَّہَ عَلَیْہِ وَیَصِیْرُ تَابِعًا۔یعنی ان کاملوں میں سے جو حضور کے بعد آئیں گے کوئی کامل بھی کسی ایسی چیز کو جسکے متعلق آپکی تنبیہ ضروری ہوگی ایسی حالت میں نہیں پائے گا۔کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ نہ فرمائی ہو۔پس وہ کامل آپ ہی کی اتباع کرے گا۔

(۵) ان مذکورہ بالا باتوں کے بعد صاف الفاظ میں فرماتے ہیں۔پس منقطع ہو گیا شرعی نبوت کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور حضور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ٹھہرے

حاصل کلام یہ کہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ سے آئندہ نبوت غیر تشریعیہ کی نفی ہرگز نہیں ہوتی بلکہ صرف شرعی نبوت کی نفی ہوتی ہے کیونکہ کامل شریعت آچکی اور یہی معنے پہلے بزرگ کرتے آئے ہیں

ایک اور آیت جو ہمارے مخالفین اپنے زعم میں نبوت بکلی بند ہونے کے لئے پیش کیا کرتے ہیں وہ یہ ہے " وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (سباع) اس آیت کا لفظی ترجمہ تو یہی ہے کہ ہمنے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام لوگوں کی طرف بشیر و نذیر بنا کر۔ اور اکثر لوگ نہیں جانتے۔ آیت کے اس اُردو ترجمہ سے ہر انسان آسانی سے معلوم کر سکتا ہے۔ کہ اس میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے آئندہ کے واسطے غیر تشریعی نبوت کی نفی نکلتی ہو صرف اتنا ہی ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام لوگوں کے لئے ہے۔

اب اسپر غور کرنا ضروری ہے کہ کیا حضور کی رسالت عام ہونے کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے متبعین میں کوئی نبی نہ آوے۔ اگر یہی مطلب ہے تو پھر فریق مخالف کی نظریں بار بار آسمان کیطرف کیوں اُٹھتی ہیں کیا یہ قرینِ انصاف ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے تمام لوگوں کی طرف عام ہونے کا ذکر کر کے یہ مطلب لیا جاوے کہ چونکہ حضور کی رسالت عام ہے کوئی اس سے خالی نہیں اس لئے آپ کے متبعین میں سے کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ اگر ہو تو آپکی رسالت عامہ میں فرق پڑتا ہے۔ اور پھر آسمان کیطرف بھی دیکھا جائے کہ حضرت عیسٰیؑ کسی طرح آسمان سے نازل ہوں اور امت محمدیہ کی اصلاح کریں۔ حضرت عیسٰیؑ کی واپسی کے انتظار کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عامہ کا خیال اس طرح نظر انداز کر دیا جاوے کہ گویا کبھی دماغ میں گذرا ہی نہیں تھا۔ (تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى)

مجھے کہنے دیا جائے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جو دوسری امت کے نبی ہیں اور جنکی نبوت ایک مستقل نبوت ہے اور جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم مبارک پر خادمانہ و غلامانہ و اُمتیانہ عمل کرنے کے بعد آپ کے واسطہ وسیلہ و فیض سے نبوت نہیں پائی ہے بلکہ وہ آپکے دُنیا میں تشریف فرما ہونے سے چھ سو سال پہلے براہ راست نبوت پا چکے ہیں۔ اگر وہ اُمت محمدیہ کی اصلاح کے لئے آسکتے ہیں اور اُنکے آنیسے سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و رسالت عامہ میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ تو لازماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں غلاموں اور اُمتیوں میں سے کسی کے نبی ہو کر آجانے سے بدرجہ اولیٰ کوئی خلل نہیں پڑ سکتا۔

بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بگڑی ہوئی امت کی اصلاح کے لئے حضرت عیسٰی نبی اللہ کے آنے کی نسبت تو حضور کے ایک خادم و غلام اور اُمتی کا نبی ہو کر آنا ہے جس نے آپکی تعلیم پہ عمل

کرکے آپ کے واسطہ و وسیلہ و فیضان سے نبوت پائی ہو لاکھوں بلکہ کروڑوں درجہ بہتر ہی کہ اس میں سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کی شان کا اظہار ہی۔

علاوہ اس کے یہ بھی دیکھ لینا چاہیئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت و شریعت بھی تمام بنی اسرائیل کے لئے عام تھی مگر باوجود اس کے حضرت موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل میں بکثرت نبی آئے جو توارت کے احکام کی متابعت اور اس کے مطابق فیصلہ کرتے تھے اور ان کے آنے سے حضرت موسیٰ کی بعثت و رسالت عامہ میں کوئی خلل واقع ہونا نہیں مانا جاتا۔ حالانکہ وہ نبی مستقل نبی تھے اور نبوت ان کو حضرت موسیٰ کے طفیل سے نہیں بلکہ براہ راست ملی تھی تو مثیل موسیٰ یعنی حضرت نبی کریم سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی اُمت میں سے آپ کے واسطہ و طفیل سے ایک ظلی و امتی نبی کے آنے پر آپ کی بعثت و رسالت عامہ میں کیوں خلل پڑنے لگا۔

حاصل کلام کہ یہ محض غلط استدلال ہو کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام ہی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا کیونکہ جب دوسری اُمت کے مستقل نبی کے آجانے سے حضور کی بعثت و رسالت عامہ میں فرق نہیں آتا تو اپنی اُمت میں سے اپنے ایک غلام خاص کے نبی ہوکر آنے پر کس طرح فرق آسکتا ہی۔

ایک اور آیت جو کہ فریق مخالف نے نبوت کے بکلی بند ہونے کے متعلق بیان کی ہی یہ ہی۔ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا ۝ (اعراف ع ۲۰) جس کا ترجمہ یہ ہی کہ کہدو اے لوگو میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔ اس آیت سے ان الفاظ میں استدلال کیا ہی کہ "اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا ہی کہ میں نے آپ کو سب دنیا کی طرف مبعوث کیا ہی آپ کے بعد اب دوسرا کوئی نبی اور رسول نہیں ہو سکتا"۔ اس استدلال کے متعلق میری طرف سے اتنی عرض ہی کہ یہ محض غلط ہی کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عامہ کا یہ مطلب کہ آیندہ کوئی نبی نہ ہوگا قطعاً ثابت نہیں ہوتا۔ جیسا کہ میں اس سے پہلے کی آیت کے جواب میں بالتفصیل عرض کرچکا ہوں یعنی کسی نبی بانی سلسلہ کے بعد جسکی بعثت عام ہو اسکی شریعت پر چلنے والے متبع نبی کے آجانے سے اس بانی سلسلہ نبی کی رسالت عامہ میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور میرا یہ کہنا واقعیت و حقیقت پر مبنی ہی کیونکہ جس طرح سلسلہ محمدیہ کے بانی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اسی طرح سلسلہ موسویہ کے

بانی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور جس طرح حضرت نبی صلی اللہ علیہ ... رعی ہی ہیں اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی شرعی نبی ہیں اور خدا تعالےٰ نے اپنی کتاب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ ا... ... سے ... کہ یہ واقعیت ظاہر بھی فرما دی ہو جیسا کہ فرمایا۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَ... علیہ ... سَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (مزمل)، ہم نے اے لوگو تمہاری طرف رسول بھیجا جو تم پر نگہبان ہے ویسا ہ... ...عون کی طرف رسول بھیجا تھا۔ لیکن باوجودیکہ حضرت موسےٰ کی بعثت و رسالت تمام بنی اسرائیل ... ...ٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں سے نبی مبعوث ہوئے ہیں جو مستقل ا... ...ور توریت کے احکام کے مطابق فیصلہ کرتے تھے جب ان نبیوں کے آ... ...سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت و رسالت عامہ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔ تو مثیل موسیٰ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں کسی نبی کے آجانے پر بحالیکہ وہ براہِ راست بھی نہ ہو بلکہ ظلی و امتی نبی ہو آپ کی بعثت و رسالت عامہ میں کیسے خلل واقع ہو سکتا ہو؟

مخالف مولوی صاحبان کی پیش کردہ آیات کے متعلق مفصل عرض کر دینے کے بعد اب میں ان احادیث پر ایک ایک کر کے نظر کرتا ہوں جو مخالف مولویوں نے پیش کی ہیں۔

۵۔ جو احادیث نبوّت کے بکلی بند ہونے کے لیے پیش کیگئی ہیں اُن کا جواب"

حدیث اوّل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کو تشریف لے جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں امیر و جانشین مقرر فرمایا۔ حضرت علی رضؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جُدائی اور حضورؐ کے ہمرکاب جاکر ثواب جہاد حاصل کرنے کا موقع نہ ملنے سے تکلیف ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔ جس کا ترجمہ لفظی یہ ہے۔ کہ کیا تو راضی نہیں ہو اس بات پر کہ تو ہو میری نسبت سے اس مقام پر (یا مقام و منصب پر) جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کی نسبت سے ہاں مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اس حدیث کے آخری جملہ اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ سے استدلال کیا جاتا ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

بانی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اور جس طرح حضرت نبی صلی اللہ علیہ رعی ہی ہیں اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی شرعی نبی ہیں اور خداتعالےٰ نے اپنی کتاب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ ا... وسے ... کہ یہ واقعیت ظاہر بھی فرمادی ہے جیساکہ فرمایا۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَا... علیہ ... سَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (مزمل)، ہم نے اے لوگو تمہاری طرف رسول بھیجا جو تم پر نگہبان ہے ویسا ہی ... عون کی طرف رسول بھیجا تھا۔ لیکن باوجودیکہ حضرت موسیٰ کی بعثت ورسالت تمام بنی اسرائیل ... علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں بہت سے نبی مبعوث ہوئے ہیں جو مستقل ... اور توریت کے احکام کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔ جب ان نبیوں کے آ... سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت ورسالت عامہ میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔ تو مثیل موسیٰ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امت میں کسی نبی کے آجانے پر بجائیکہ وہ براہِ راست بھی نہ ہو بلکہ ظلی و امتی نبی ہو آپ کی بعثت ورسالت عامہ میں کیسے خلل واقع ہو سکتا ہے ؟

مخالف مولوی صاحبان کی پیش کردہ آیات کے متعلق مفصل عرض کر دینے کے بعد اب میں ان احادیث پر ایک ایک کر کے نظر کرتا ہوں جو مخالف مولویوں نے پیش کی ہیں۔

۵۔ جو احادیث نبوّت کے بکلی بند ہونے کے لیے پیش کیگئی ہیں اُن کا جواب

حدیث اوّل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کو تشریف لے جانے کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں امیر و جانشین مقرر فرمایا۔ حضرت علی رض کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جُدائی اور حضورؐ کے ہمرکاب جاکر ثواب جہاد حاصل کرنے کا موقع نہ ملنے سے تکلیف ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ۔ جس کا ترجمہ لفظی یہ ہے۔ کہ کیا تو راضی نہیں ہے اس بات پر کہ تو ہو میری نسبت سے اس مقام پر جس مقام و منصب پر تھے ہارونؑ موسیٰؑ کی نسبت سے ہاں مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اس حدیث کے آخری جملہ اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے بعد قیامت تک کے لئے نبوت کی نفی فرمادی ہے۔ ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اس موقع پر لفظ "بعدی" قیامت تک ممتد نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ سے باہر مقام جنگ پر رہنے کے زمانے تک ممتد ہے ہمارے پاس ان معنوں کی تصدیق میں مندرجہ ذیل شواہد ہیں :-

(۱) خود واقعہ ہی ثبوت ہے کہ جس طرح حضرت موسٰی چند دنوں کے لئے اپنی قوم سے علیحدہ ہوکر طور پر گئے تھے اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ منورہ سے تبوک کو تشریف لے گئے تھے۔

(۲) جس طرح موسٰی علیہ السلام نے اپنے طور پر جانے کے وقت اپنی قوم کے لئے حضرت ہارونؑ کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا تھا جس کا ذکر سورہ اعراف میں ہے وَقَالَ مُوسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ۔ یعنی موسٰیؑ نے اپنے بھائی کو کہا کہ اے ہارون تو میرا خلیفہ رہ میری قوم میں۔ اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کو جانے کے وقت حضرت علیؓ کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا۔ اب جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؓ تم اسی مقام و منصب پر ہو جس مقام و منصب پر حضرت ہارونؑ تھے موسٰی کی طرف سے۔ تو سننے والے کو معاً یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ حضرت ہارونؑ کا درجہ حضرت علیؓ کو مل گیا یعنی جیسے حضرت ہارونؑ نبی تھے اور اپنے بھائی حضرت موسٰی کی غیر موجودگی میں انکے خلیفہ بھی بنے بالکل ایسے ہی حضرت علیؓ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تبوک کو جانے کی حالت میں خلیفہ بھی ٹھہرے اور نبی بھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شبہ کا ازالہ کردیا اور فرمایا اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کہ اے علیؓ تجھے وہ درجہ ہارون کا تو حاصل ہے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں یعنی تو میری غیر موجودگی میں جانشین تو ہے مگر نبی نہیں۔

اب جو شخص بھی اس سارے واقعہ پر نظر ڈالے گا وہ یقیناً سمجھ لے گا کہ اس موقع پر لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا فقرہ کہنا صرف یہی معنے رکھتا ہے کہ میری غیر موجودگی میں نبی نہیں ہوگا نہ یہ کہ میرے مرنے کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

ایک شبہ کا ازالہ

اس جگہ ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ آیا "بَعْدِیْ" کا لفظ لغت عرب کی رو سے غیر موجودگی کے معنوں میں آتا ہے یا نہیں۔ تو میں اسکے جواب میں خود موسٰیؑ اور ہارون علیہما السلام کے واقعہ میں سے بَعْدِیْ بمعنی غیر حاضری کے معنے میں پیش کرتا ہوں۔ قرآن کریم اس واقعہ کے متعلق فرماتا ہے۔

(۱) قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْ بَعْدِكَ (طٰہٰ ع) اے موسیٰ تحقیق ہم نے فتنہ میں ڈالا ہی تیری قوم کو تیری غیر حاضری میں۔ اب اس آیت میں بعد کے معنے بجز عدم موجودگی کے اور کچھ نہیں ہو سکتے۔

(۲) پھر اسی واقعہ کی دوسری آیت میں بھی بعد کا لفظ غیر موجودگی ہی کے معنے میں استعمال ہوا ہی۔ فرمایا وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْ بَعْدِيْ۔ (اعراف ع) "اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف لوٹے ناراضگی سے افسوس کرتے ہوئے تو کہا برا ہے جو قائم مقام رہے تم میرے۔ میری غیر موجودگی میں"۔ یہاں بھی بَعْدِيْ کے معنے مرنیکے بعد نہیں بلکہ غیر موجودگی کے ہیں۔

(۳) پھر اسی واقعہ کی تیسری آیت میں بھی بَعْد کا لفظ غیر موجودگی کے لئے آیا ہی۔ فرمایا۔ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ (بقرہ ع) یعنی اور جب وعدہ لیا ہمنے موسیٰ سے چالیس راتوں کا۔ پھر بنالیا تم نے بچھڑا معبود۔ انکی موجودگی میں اور تم ظالم ہوگئے۔ یہاں بھی "بعد" کا لفظ غیر موجودگی کے معنے میں ہی نہ کہ "مرنیکے بعد" کے معنوں میں۔

دوسری دلیل اس امر کی کہ اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ سے قیامت تک کی نفی نبوت مراد نہیں بلکہ محض حضرت علیؓ کی نبوت کی نفی فرمائی ہی یہ ہی کہ اس واقعہ کی دوسری روائتیں اس امر کی تصریح کرتی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث میں یہی واقعہ بیان کرکے پھر بجائے اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ "کے الفاظ "غَيْرَ اَنَّكَ لَسْتَ بِنَبِيٍّ" مروی ہیں (طبقات کبیر جلد ۳ ص۱۵) یعنی "یہ کہ تو نبی نہیں" مطلب یہ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حضرت ہارون کا منصب دینے وقت نبوت کی نفی کو ان معنوں میں بیان فرمایا کہ "مگر اے علی تو نبی نہیں ہی" اس روایت کی موجودگی میں قطعاً کسی کا حق نہیں کہ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ کے یہ معنے کرے کہ آئندہ قیامت تک کی نفی مراد ہی۔ کیونکہ اس سے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یعنی آپ کے جنگ تبوک میں تشریف لے جانے کے بعد حضرت علیؓ کے نبی ہونے کی نفی ہی و بس۔

تیسری دلیل اس امر کی کہ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ سے قیامت تک کے لئے نبوت کی نفی نہیں بلکہ صرف حضرت علیؓ کی نبوت کی نفی مقصود ہی یہ ہی کہ اسی حدیث کی اور اسی واقعہ کی ایک اور روایت بھی آتی ہی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا النُّبُوَّۃَ (بحار الانوار جلد ۹ ص۲۷۵)

یعنی اے علی تو میری نسبت اسی مقام پر ہے جس پر حضرت ہارون حضرت موسیٰ سے تھے سوائے نبوت کے۔

اس حدیث میں محض لفظ نبوت ہی بعدِ نبی وغیرہ کا ذکر نہیں۔ اور محض نبوت کا لفظ استعمال فرما کر بتا دیا کہ درجات قرب میں سے صرف درجہ نبوت حضرت علیؓ کو حاصل نہیں باقی درجات نیابت حاصل ہیں۔

(۴) ایسا ہی چوتھی حدیث میں اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اِلَّا اَنَّہٗ لَیْسَ نَبِیٌّ مَّعِیْ کے الفاظ ہیں (بحار الانوار جلد ۹ ص۲۷۶) یعنی اے علیؓ تجھے ہارون کا درجہ حاصل ہے۔ مگر یہ کہ میرے ساتھ دوسرا کوئی نبی نہیں۔ یعنی حضرت ہارونؑ تو حضرت موسیٰ کے ساتھ دوسرے نبی تھے مگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرا کوئی نبی نہیں ہوگا۔ تجھے ہارون کا درجہ ملنے سے یہ مراد نہیں ہے۔ کہ ہارون کی طرح تو بھی نبی ہے۔

یہ چار شہادتیں زبردست دلیل ہیں کہ اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے معنے جو یہ کیے جاتے ہیں کہ اس سے نبوت کی عام نفی مراد ہے یعنی قیامت تک کوئی نبی نہ ہوگا یہ قطعاً غلط ہیں کیونکہ حالات واقعہ اور دوسری روایات یہی ثابت کرتی ہیں کہ اس موقعہ پر لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سے صرف نبوت حضرت علیؓ کی نفی مراد ہے نہ کسی اور کی۔ لہٰذا یہ حدیث ہمارے عقائد کے خلاف نہیں اور نہ اس سے قیامت تک کی نفی نبوت ثابت ہوتی ہے۔

دوسری حدیث جو عام طور پر نبوت بکلی بند ہونے کے ثبوت میں پیش کیجاتی ہے یہ ہے کہ کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ کُلَّمَا ھَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَہٗ نَبِیٌّ اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَیَکُوْنُ خُلَفَاءُ (بخاری جلد ۲ باب ماذکر عن بنی اسرائیل)

ترجمہ۔ بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کبھی کوئی نبی وفات پاتا تو دوسرا اس کا قائم مقام ہو جاتا اور میرے بعد نبی نہیں اور عنقریب خلفاء ہونگے۔

اس حدیث کے الفاظ واضح ہیں اور اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے قیامت تک کی نفی نبوت مراد ہو مگر استدلال کے طور پر کہا جاتا ہے کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک کوئی نبی نہ ہوگا۔ سو اس کا

جواب اول یہ ہے کہ یہ استدلال محض غلط ہے اور خود حدیث کے الفاظ ہی اس استدلال کی نفی کر رہے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انبیائے بنی اسرائیل کا ذکر فرما کر

(کہ انکی سیاست انبیاء کرتے تھے جب ایک نبی فوت ہوتا تو اسکی جگہ دوسرا نبی کھڑا ہو جاتا)
اپنے فوت ہونے کے بعد نبوت کی نفی فرمائی ہے جس کا مطلب صاف ہے کہ بنی اسرائیل میں تو
جب کوئی نبی فوت ہوتا تو اس کے بعد اس کا قائم مقام بھی نبی ہی ہوتا تھا لیکن میرے فوت
ہونے کے بعد میرا قائم مقام نبی نہیں ہوگا تو اس لفظ" بعدی "سے "بعد متصل" مراد ہے۔
نہ کہ "بعد منفصل"۔ یعنی اس حدیث میں اپنی وفات کے معاً بعد نبوت کی نفی مراد ہے۔ نہ کہ قیامت
تک نبی ہونے کی۔ کیونکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کی نفی نبوت کرنی منقصود ہوتی
تو اس کے ساتھ بنی اسرائیل کا قصہ جوڑنے کی ہرگز ضرورت نہ تھی بنی اسرائیل کے انبیاء کے
یکے بعد دیگرے آنے کا قصہ ملا کر اپنے بعد کی نفی نبوت کرنا صاف مظہر ہے کہ یہاں لَا نَبِیَّ
بَعْدِیْ سے محض اپنے بعد معاً نبوت کی نفی مراد لی گئی ہے نہ کہ قیامت تک کی۔

جواب دوئم "تَسُوْسُهُمْ" کا لفظ خود دلیل ہے کہ یہاں کیسے انبیاء کی نفی کی گئی ہے۔ کیونکہ
بنی اسرائیل میں دو قسم کے نبی ہوئے ہیں۔ جلالی و جمالی۔ یعنی بعض سیاسی
نبی نہیں تھے جیسے کہ زکریا۔ یحییٰ۔ عیسیٰ علیہم السلام۔ اور بعض انبیاء سیاسی تھے جیسے یوشع (بن نون)
داؤد۔ سلیمان وغیرہ علیہم السلام۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کا ذکر کرتے ہوئے
فرمایا کہ بنی اسرائیل کو اپنی سیاست کے لئے انبیاء کی ضرورت تھی مگر امت محمدیہ کو اپنی سیاست کے
لئے انبیاء کی ضرورت نہ ہوگی سب سے پہلے خود حضرت موسیٰ نے جو سیاست شروع کی تھی
اس سیاست کو چلانے کے لئے انکی وفات کے بعد معاً دوسرے سیاسی نبی کی ضرورت پڑی
یعنی حضرت یوشع کی۔ یا جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام
کی ضرورت ہوئی۔ مگر میری شروع کی ہوئی سیاست کو چلانے کے لئے میرے بعد انبیاء
کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ "وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ" کہ میرے خلفاء ہی اس سیاست کو چلائینگے
حضرت موسیٰؑ کے احوال سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت مشابہت ہے منجملہ
دیگر مشابہتوں کے ایک یہ مشابہت بھی ہے کہ حضرت موسیٰ نے سیاست کا جو کام شروع
کیا تھا وہ بعد کے انبیاء نے مکمل کیا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری
زندگی میں مدافعانہ جہاد کا جو کام شروع کیا اور اسی اثناء میں آپ وفات فرما گئے اور
اس جاری شدہ سیاست کو حضور کے خلفاء نے انجام تک پہنچایا۔ پس تَسُوْسُهُمْ کا
لفظ خود وضاحت کرتا ہے کہ یہاں سیاسی نبیوں کا ذکر ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

بعد یوشع بن نون یا حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام، نہ کہ ان نبیوں کا جو سیاسی نہ ہوں۔ لہذا اس حدیث میں قیامت تک کی نفی نبوت کا ذکر ہرگز نہیں۔

جواب سوم ہمیں اس امر کو مدنظر رکھنا چاہیئے کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے معنے بزرگان سلف نے کیا کئے ہیں تا وہ ہم کو فہم معانی میں مدد دیں۔

(۱) حضرت محی الدین ابن عربی جو صوفیاء میں شیخ اکبر کے لقب سے ملقب ہیں فرماتے ہیں:۔ فَمَا ارْتَفَعَتِ النُّبُوَّۃُ بِالْکُلِّیَّۃِ لِھٰذَا قُلْنَا اِنَّمَا ارْتَفَعَتْ نُبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ فَھٰذَا مَعْنٰی لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ فَعَلِمْنَا اَنَّ قَوْلَہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَیْ لَا مُشَرِّعَ خَاصَّۃً لَا اَنَّہٗ لَا یَکُوْنُ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ۔ (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۶۴) یعنی بکلّی طور پر نبوت بند نہیں ہوئی اس لئے ہم کہتے ہیں صرف نبوت تشریعی منقطع ہوگئی ہے پس یہی معنے ہیں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے۔ اور ہم نے جان لیا کہ آپ کا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ فرمانا اس لحاظ سے ہے کہ کوئی شریعت والا نبی نہیں آئے گا نہ یہ کہ آپ کے بعد کسی قسم کا بھی نبی نہ ہوگا۔

(۲) امام عبدالوہاب شعرانیؒ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں۔ فَقَوْلُہٗ صلعم لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ اَیْ مَا ثَمَّ مَنْ یُّشَرِّعُ بَعْدِیْ شَرِیْعَۃً خَاصَّۃً (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۳) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ کے یہ معنی ہیں کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو خاص شریعت جاری کرے

(۳) علامہ محمد طاہر گجراتیؒ فرماتے ہیں:۔ وَھٰذَا اَیْضًا لَا یُنَافِیْ حَدِیْثَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ لِاَنَّہٗ اَرَادَ لَا نَبِیَّ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ (تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵) کہ مسیح موعود کا آنا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے مخالف نہیں کیونکہ آنحضرت کی مراد لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سے یہ ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپکی شریعت کو منسوخ کرے۔

(۴) مولوی نواب صدیق حسن خاں صاحب فرماتے ہیں۔ ہاں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ آیا ہے جسکے معنے نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہ لاوے گا۔ (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۲)

تیسری حدیث نبوت بکلی بند کرنے کے اثبات میں یہ پیش کیجاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بُنْیَانًا فَاَحْسَنَہٗ وَاَجْمَلَہٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَۃٍ مِّنْ زَاوِیَۃٍ مِّنْ زَوَایَاہُ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ بِہٖ وَیَعْجَبُوْنَ لَہٗ وَیَقُوْلُوْنَ ھَلَّا وُضِعَتْ ھٰذِہِ اللَّبِنَۃُ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَۃُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ۔ (مسلم جلد ۲ کتاب الفضائل) اس حدیث سے یہ استنباط و استدلال کیا جاتا ہے کہ آنحضرت اور آپ سے پہلے نبیوں کی مثال ایک محل کی ہے.....

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قصر نبوت کی تعمیر خود تشریف لا کر مکمل کر دی۔ کیونکہ آپ آخری اینٹ تھے۔

جواب اوّل۔ اس استدلال کا یہ ہے۔ کہ اس حدیث میں صاف طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مِنْ قَبْلِیْ کی شرط لگا دی ہے کہ میری مثال اور ان نبیوں کی مثال جو مجھ سے پہلے ہو چکے ہیں ایسی ہے جیسی محل کی اینٹیں۔ نبی آتے گئے فوت ہوتے گئے۔ اینٹیں لگتی گئیں۔ آخر ان گذشتہ نبیوں کے بعد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے ان نبیوں کو جو آپ سے پہلے آئے تھے ختم کر دیا کیونکہ ان کی اینٹیں لگ چکی تھیں۔ پس اس مثال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں ظاہر فرمائی ہیں۔

(۱) جس قسم کے نبی پہلے آیا کرتے تھے اس قسم کے نبی اب ہرگز نہیں آئیں گے۔

(۲) پہلے جو نبی آ چکے ہیں۔ ان نبیوں میں سے اب کوئی نہیں آئے گا۔

ان دو مطالب کے علاوہ اس حدیث کا کوئی تیسرا مطلب ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "مِنْ قَبْلِیْ" "مجھ سے پہلے کی شرط لگائی ہے۔ اگر یہ دونوں مطلب مراد نہ ہوتے تو "مِنْ قَبْلِیْ" لگانے کی ضرورت نہ تھی۔ پس یہ حدیث تو ہمارے مفید مطلب ہے نہ کہ خلاف۔ کیونکہ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ آدمؑ کے بعد جس قسم کی نبوتیں شروع ہوئیں اور ہوتی رہیں وہ سب نبوتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ختم کر دیں۔ کمالات کے لحاظ سے بھی۔ اور استقلال کے لحاظ سے بھی اور شریعت کے لحاظ سے بھی۔ یعنی نہ تو اب کوئی ایسا نبی آسکتا ہے جو نیا کمال لانے والا ہو اور نہ مستقل نبی آسکتا ہے اور نہ شریعت والا۔

چونکہ نبوت بالاتباع یا نبوت بالاستفاضہ کا وجود پہلے نہ تھا۔ کہ کسی نبی کی برکت اور کسی نبی کی روحانی توجہ سے کوئی دوسرا شخص نبی ہو سکے۔ یہ مرتبہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ملا۔ اس لئے ایسی نبوت نہ پہلے تھی اور نہ اس کے بند ہونے کا کوئی ذکر ہونا تھا اور نہ بند ہوئی بلکہ یہ نبوت بالاتباع تو اسی آخری اینٹ سے ہی شروع ہوئی ہے۔ اگر ہمارا یہ اعتقاد ہوتا کہ پہلے انبیاء کی طرح شرعی نبی ہو سکتا ہے یا اگر ہمارا یہ ایمان ہوتا کہ پہلے انبیاء غیر شرعیہ کی طرح کوئی مستقل طور پر نبی بن سکتا ہے بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت کے۔ تو دونوں صورتوں میں ہمارے خلاف یہ حدیث پیش کی جاسکتی تھی مگر چونکہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے اس لئے یہ حدیث ہمارے خلاف پیش نہیں کی جاسکتی۔

جو لوگ یہ حدیث ہمارے خلاف پیش کرتے ہیں وہ یا تو ہمارے اعتقادات کو نہیں جانتے یا عمداً "مِنْ قَبْلِیْ" والی شرط کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا "مِنْ قَبْلِیْ" کی شرط لگانا معاذ اللہ بغیر حکمت کے نہیں تھا۔ اس میں یہی راز تھا کہ میرے بعد میری وساطت سے نبوت کا فیض شروع ہوگا اور پہلے نبیوں کی طرح اب کوئی نبی نہیں ہوا کریگا ان کو میں نے بند کر دیا ہے۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہ لینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لگائی ہوئی شرط "مِنْ قَبْلِیْ" سے دانستہ مُنہ پھیرنا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر یہ الزام لگانا ہے کہ آپ بلا فائدہ بھی کوئی لفظ فرماتے ہیں جس سے ہر کلمہ گو کو احتیاط لازم ہے۔

دوسرا جواب کہ مِنْ قَبْلِیْ کی شرط نے بتا دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہرگز زندہ نہیں اور وہ ہرگز نہیں آئینگے کیونکہ انکی اینٹ بھی ویسے ہی لگ چکی ہے جیسے بقیہ نبیوں کی۔ یا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ بقیہ نبیوں کی طرح حضرت عیسیٰؑ کی اینٹ بھی وفات پانے پر لگی ہے۔ اگر ہٹالی جائے تو لازمی طور پر اوپر کی اینٹ نیچے آجائے گی اور پھر نیچے والی اینٹ اوپر رکھ دی جائے گی تو آخری اینٹ وہ ہوگی جو نیچے سے ہٹا کر پھر اوپر رکھی گئی ہو۔ اس طرح تو خاتم النبیین حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہو گئے نہ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بقول ہمارے مخالفین کے اپنے آپ کو خاتم النبیین اس لئے فرمایا ہے کہ وہ "مِنْ قَبْلِیْ" والی شرط کے انبیاء یعنی گذشتہ انبیاء کے بعد آئے ہیں نہ کسی اور وجہ سے۔ پس اگر آخر میں آنے والے حضرت عیسیٰ ہوئے تو خاتم النبیین وہ ہونگے نہ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

حاصل کلام کہ یہ حدیث ہمارے معتقدات کے بالکل مخالف نہیں کیونکہ اس میں "مِنْ قَبْلِیْ" کی شرط ہے۔ جو گذشتہ قسم کے نبیوں کی نفی کرتی ہے۔ نہ آیندہ قسم کے نبیوں کی اور لطف یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات بھی ثابت کرتی ہے اور پیش کرنیوالوں کے عقیدے کی لغویت بھی۔

چوتھی حدیث جو ہمارے مقابل پر پیش کی جاتی ہے یہ ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم قَالَ فُضِّلْتُ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ .... وَاُرْسِلْتُ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِيُّوْنَ (مسلم جلد اول کتاب المساجد) یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے گذشتہ انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت ہے۔ منجملہ ان چھ باتوں کے دو باتیں یہ ہیں کہ میں تمام مخلوقات کی طرف رسول بنایا گیا ہوں اور میرے ذریعہ نبی ختم کئے گئے ہیں۔

یہ ترجمہ کرنے کے بعد ہمارے مخالفین اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتصریح فرمائی ہے کہ میرے ذریعہ میرے وجود کے ساتھ نبی ختم کئے گئے۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔

جواب اوّل یہ حدیث بھی ہمارے معتقدات کے خلاف نہیں کیونکہ اس حدیث کی دوسری روایتوں میں بھی "مِنْ قَبْلِیْ" کی شرط موجود ہے یعنی حضورؐ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے پہلے جو انبیاء ہیں اُن پر مجھے چھ باتوں میں فضیلت حاصل ہے اور وہی میرے ذریعہ ختم ہوئے ہیں۔ اس میں آنے والے انبیاء کا ذکر نہیں بلکہ حضور سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء کا ذکر ہے ہمارے معتقدات کی رو سے پہلے انبیاء اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے انبیاء میں نبوت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ ہاں نبوت حاصل کرنے کے لحاظ سے بہت فرق ہے پہلے انبیاء کچھ تو شرعی نبی تھے۔ اور اکثر غیر شرعی۔ مگر جو غیر شرعی نبی تھے۔ وہ بالاستقلال تھے نہ کہ بالاستفاضہ۔ یعنی ان غیر شرعی نبیوں کی نبوت کسی گذشتہ عظیم الشان نبی کے فیضان اور برکت سے نہ تھی۔ مگر حضورؐ کے بعد جو انبیاء آئینگے وہ حضورؐ کی برکت اور آپؐ کی ہی قوتِ قدسیہ اور افاضۂ روحانیہ کی طفیل آئینگے اور وہ نہ تو مستقل طور پر آئینگے اور نہ شریعت جدیدہ لائینگے۔

اس لحاظ سے کوئی ایسی حدیث جس میں پہلے انبیاء کا ذکر ہو یا ان پہلے انبیاء کے ختم ہونے کا ذکر ہو وہ ہمارے مسلمات کے خلاف نہیں۔ ہم تو مانتے ہیں کہ پہلے انبیاء ختم ہو گئے کمالات کے لحاظ سے بھی۔ استقلال کے لحاظ سے بھی شریعت کے لحاظ سے بھی اور حیات کے لحاظ سے بھی۔ پس جو لوگ کسی نبی کو اب تک زندہ مانتے ہیں اور ختم شدہ قرار نہیں دیتے یہ حدیث تو ان کے خلاف ہے۔ ان کو اس پر غور کرنا چاہئیے کہ پہلے نبی جنپر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو فضیلت دے رہے ہیں وہی پھر آکر حضورؐ کی فضیلتوں میں شریک ہو جائینگے اور اس حدیث کو معاذ اللہ غلط کریں گے۔ کیونکہ اگر حضرت عیسٰی آجائیں تو یہی چھ باتیں انکو حاصل ہونگی حالانکہ وہ "مِنْ قَبْلِیْ" یعنی گذشتہ انبیاء میں سے ہیں اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حضرت عیسٰی کو تو یہ چھ باتیں اس لئے حاصل ہونگی کہ وہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہو کر آئیں گے تو اوّل تو حضرت عیسٰی کا اُمتی ہو کر آنا ممکن نہیں۔ لیکن اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ اُمتی کو ان چھ باتوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہو جانا کوئی مضائقہ کی بات نہیں تو پھر حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی نبوت کے خلاف یہ حدیث پیش نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ اُمتی نبی

ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں نہ کہ مستقل نبی یا تشریعی نبی ہونے کا۔

جواب دوئم یہ ہے کہ بزرگانِ سلف اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتم النبیین کے جو معنے بیان فرمائے ہیں اور جن کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں وہ معنے مقدم ہونگے نہ کوئی اور۔ انھوں نے بتا دیا ہے کہ خاتم النبیین سے تشریعی انبیاء کا ختم مراد ہے نہ سب کا۔ پس ان دونوں وجوہ کے لحاظ سے یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں ہے۔

پانچویں حدیث جو ہمارے مقابل پر پیش کی جاتی ہے وہ "اِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ" ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام انبیاء سے آخری نبی ہوں اور تم تمام امتوں سے آخری امت ہو۔

جواب اوّل میں اس کے متعلق یہ عرض کرتا ہوں کہ آخر الامم کا فقرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر الانبیاء کی تشریح کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ مطلب یہ کہ میں ان انبیا کا آخر ہوں جو مستقل اُمتیں بنایا کرتے ہیں۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ تم آخری امت ہو۔ اب امت بنانے والا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اور یہ واقعی بات ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے سوا کوئی اور امت بنائے جو نبی آئے گا۔ وہ خود بھی چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہوگا اس لئے وہ علیحدہ امت کیسے بنائے گا۔ ہاں اُس نبی کے متعلق یہ احتمال ہو سکتا ہے جو دوسری امت کا نبی ہو۔ کہ وہ کوئی نیا قبلہ اور نئی اُمت بنائے گا۔

جواب دوئم اس تصریح کے علاوہ جو اوپر بیان ہو چکی ہے اس معنے کی تائید کے لئے جو معنے عرض کئے ہیں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مبارک تصریح پیش کرتا ہوں جو مسلم شریف جلد ۱ کتاب الحج باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ میں آئی ہے۔ آپ نے فرمایا:۔ اِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَمَسْجِدِیْ ھٰذَا اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ۔ یعنی میں آخر الانبیاء ہوں اور میری یہ مسجد آخر المساجد ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر الانبیاء کے الفاظ کی ایک نہایت واضح اور بیّن تشریح فرما دی ہے کہ میں ویسا ہی آخر الانبیاء ہوں جیسی میری مسجد آخر المساجد ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اس مسجد کے بعد اور مسجدیں بھی بنی ہیں یا نہیں۔ اگر بنی ہیں تو کیا انھوں نے اس مسجد نبوی کے آخر المساجد ہونے میں کوئی خلل ڈالا ہے یا نہیں۔ کون نہیں جانتا کہ اس کے بعد مسجدیں بنیں اور بے حد و بیشمار بنی ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ انھوں نے

اس مسجد نبوی کے آخر المساجد ہونے میں کوئی خلل نہیں ڈالا کیونکہ وہ سب مسجدیں مسجد نبوی کے تحت میں ہونیکی وجہ سے اسی میں داخل ہیں اور جب ان مساجد نے وجود پذیر ہو کر مسجد نبوی کے آخر المساجد ہونے میں کوئی خلل نہیں ڈالا۔ تو آخر الانبیاء کے بعد اگر نبی آئیں اور بے حد و بیشمار آئیں۔ بشرطیکہ وہ حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تحت میں ہوں تو وہ آپ کے آخر الانبیاء ہونے میں کس طرح خلل ڈال سکتے ہیں؟ اگر مسجد نبوی باوجودیکہ بے حد و بے شمار مسجدیں اس کے بعد بنی ہیں بدستور آخر المساجد ہی ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ حضرت آخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بیحد و بیشمار نبیوں کے آنے پر بھی حضور آخر الانبیاء نہ رہیں۔ پس اس حدیث میں آخر المساجد رکھ کر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریح فرمادی ہے۔ اب جو معنے آخر المساجد کے ہونگے وہی آخر الانبیاء کے ہونگے ورنہ آخر الانبیاء کے ساتھ آخر المساجد کے الفاظ لانا قطعاً بے سود و بے کار ہوگا۔

جواب سوئم عربی زبان میں "آخر" کا لفظ فقید المثال کے لئے بھی آتا ہے اس لحاظ سے آخر الانبیاء اور آخر الامم کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ میں انبیاء میں سے فقید المثال اور بے نظیر ہوں اور تم تمام امتوں میں سے بے نظیر اور بہتر امت ہو۔ جیسے ایک شاعر کہتا ہے۔

(۱) شَرَی وُدِّیْ وَشُکْرِیْ مِنْ بَعِیْدٍ لِآخِرِ غَالِبٍ اَبَدًا رَبِیْعُ

اسکی تشریح میں شارح یہ لکھتا ہے "ربیع بن زیاد نے میری دوستی اور میرا شکر دور بیٹھے ایسے شخص کے لئے جو بنی غالب میں آخری شخص ہے یعنی ہمیشہ عدیم المثال ہے خرید لیا اور مراد عدیم المثل سے بھی ربیع ہی یعنی اپنے لئے خرید لیا" (حماسہ مترجم ہندی صفحہ ۱۳۶ طبع دوم)

(۲) تیسیر الاشباہ والنظائر جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ مصری میں علامہ جلال الدین سیوطی حضرت امام ابن تیمیہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ "سَیِّدُنَا الْاِمَامُ الْعَالِمُ الْعَلَّامَۃُ الْاَوْحَدُ الْحَافِظُ الْمُجْتَہِدُ الزَّاہِدُ الْعَابِدُ الْقُدْوَۃُ اِمَامُ الْاَئِمَّۃِ قُدْوَۃُ الْاُمَّۃِ عَلَّامَۃُ الْعُلَمَاءِ وَارِثُ الْاَنْبِیَاءِ اٰخِرُ الْمُجْتَہِدِیْنَ" یعنی مجتہدین میں سے فقید المثال۔

چونکہ ان معنوں کی تائید قرآن پاک اور احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ اس لئے بھی یہ معنے مقدم ہیں قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے اور تمام مسلمانوں کا ایمان ہے کہ ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کہ خدا تعالیٰ کے بعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل اور بہتر ہیں۔ ایسا ہی کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ ارشاد خداوندی کی بنا پر امت محمدیہ تمام امتوں سے بہتر ہے اسی وجہ سے حضرت مولانا روم نے فرمایا:۔

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود   مثل او نے بود نے خواہند بود

حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی فرماتے ہیں :۔ ؎

ندانم ہیچ نفسے در دو عالم   کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ

یا فرمایا :۔ ؎

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رُسل   تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

غرض یہ حدیث بھی ہمارے خلاف نہیں ہے۔ بشرطیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ تشریح سامنے ہو یا اس کا دل میں کچھ بھی وقار ہو۔ اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کو مقدم نہ کرے اس کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے۔

چھٹی حدیث جو ہمارے خلاف پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے۔ کہ " لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ "۔ اس حدیث میں بعدی کے لفظ سے " بَعْدَ مَوْتِیْ " مراد لے کر یہ معنے کئے جاتے ہیں کہ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے چونکہ نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے ایسا فرمایا گیا۔

جواب اوّل مجھے اس کے متعلق اتنا عرض کرنا ہے کہ اس حدیث کا ترجمہ کرتے وقت بھی فریق مخالف نے اس تصریح و تشریح کو بالکل چھوڑ دیا ہے جو خود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی حدیث کی دیگر روایتوں میں مروی ہے۔ ایک مومن کا یہی کام ہے کہ ایک روایت کے جس معنے کی تائید دوسری روایات سے ہوتی ہو ان معنی کو مقدم کرے کیونکہ اکثر احادیث بالمعنیٰ ہیں اس لئے ایک واقعہ کی متعدد روایات کو دیکھ کر نتیجہ پر پہنچنا چاہیئے۔ ایک ہی روایت کو لے کر دوسری روایت کو نظر انداز کرنا مناسب نہیں ہے۔

محدث ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ کہ اس حدیث " لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ " کی دیگر روایتوں میں یہ الفاظ آتے ہیں۔ لَوْ لَمْ اُبْعَثْ لَبُعِثْتَ یَا عُمَرُ ۔ ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۳۹ مصری۔

اور مشکوٰۃ مجتبائی کے حاشیہ پر بھی یہی لکھا ہے کہ فِیْ بَعْضِ طُرُقِ هٰذَا الْحَدِیْثِ لَوْ لَمْ اُبْعَثْ لَبُعِثْتَ یَا عُمَرُ ۔ یعنی اگر میں اس وقت مبعوث نہ کیا جاتا تو اے عمر تو مبعوث کیا جاتا۔ اس روایت نے بتا دیا کہ لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ میں بَعْدِیْ کا لفظ " علاوہ "

اور "سوا" کے معنوں میں ہے نہ کہ "بَعْدَ مَوْتِیْ" کے معنے ہیں۔ اب اس روایت کے ہوتے ہوئے کسی شخص کا حدیث مذکورہ بالا کے وہ معنے کرنا جو اس روایت کے صریح خلاف ہوں محض مغالطہ دہی ہے اور کچھ نہیں۔ اسی طرح حدیث مذکورہ بالا کی روایت کنوز الحقائق صفحہ ۱۰۳ میں اس طرح آئی ہے:-

لَوْلَمْ اُبْعَثْ فِیْکُمْ لَبُعِثَ عُمَرُ فِیْکُمْ یعنی اگر میں تم میں مبعوث نہ ہوتا تو تم میں عمرؓ مبعوث کیا جاتا۔ ایسا ہی اس حدیث کی ایک روایت تاریخ الخلفاء میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سند سے اس طرح آئی ہے لَوْلَمْ اُبْعَثْ فِیْکُمْ لَبُعِثَ عُمَرُ۔ (تاریخ الخلفاء مصری صفحہ ۷۳) یعنی اگر میں تم میں مبعوث نہ کیا جاتا تو البتہ عمر مبعوث کیا جاتا۔ کیسی وضاحت تامہ سے بتا دیا کہ بَعْدِیْ کے معنی غیری کے ہیں۔ ایسا ہی یہ روایت کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۴۷ میں بھی آئی ہے۔ پس ان روایتوں کی موجودگی میں جن کے راوی بھی علیحدہ علیحدہ ہیں اور الفاظ بھی علیحدہ علیحدہ ہیں وہ معنے نہ کرنا جو رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ ہیں اور انکے خلاف کچھ اور معنے کرنا محض ضد پر محمول کیا جائے گا اور سمجھا جائے گا کہ جو شخص کئی روایتوں اور تصریحات نبویہ کو چھوڑ کر اور صرف ایک ہی روایت کو لے کر اپنے مطلب کے معنے بنا لیتا ہے اس کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی کوئی عزت و احترام نہیں ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

اس مقام پر ایک شبہ ہوتا ہے کہ آیا بَعْدِیْ کے معنے "علاوہ" اور "سوا" یا "غیر" کے ہیں یا نہیں۔ سو میں اسکی چند مثالیں قرآن کریم سے پیش کرتا ہوں۔ فرمایا:-

(۱) مَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ بَعْدِہٖ۔ (آل عمران ع ۱۷) کون ہستی ہے جو تمہاری مدد کرے اللہ کے علاوہ یا اس کے ماسوا۔ (۲) مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا وَمَا یُمْسِکْ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ (فاطر ع ۱) جو رحمت خدا تعالیٰ کسی کے لئے جاری کرے پس کوئی نہیں ہے روکنے والا اس کو۔ اور جس رحمت کو روک لے تو کوئی جاری نہیں کر سکتا اس رحمت کو اس کے سوا۔ (۳) تفسیر جلالین میں لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ میں بَعْدِیْ کے معنے سوا کئے گئے ہیں۔ (۴) ایسا ہی فَمَنْ یَّھْدِیْہِ مِنْ بَعْدِ اللّٰہِ میں بعد کے معنے سوا کے کئے گئے ہیں۔

ساتویں حدیث

جو ہمارے مقابل پر پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ "اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ" ترجمہ یہ کیا جاتا ہے

کہ رسالت اور نبوت ختم ہوگئی۔ پس نہ اب کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔

(۱) جواباً عرض ہو کہ یہ معنے صحیح نہیں ہیں۔ مَیں بجائے خود معنے پیش کرنے کے اپنے مخالفین کے مسلم بزرگ صوفی ولی حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے معنے پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:۔ اِنَّ النُّبُوَّۃَ الَّتِیْ اِنْقَطَعَتْ بِوُجُوْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِنَّمَا ھِیَ نُبُوَّۃُ التَّشْرِیْعِ لَا مَقَامُھَا فَلَا شَرْعَ یَکُوْنُ نَاسِخًا لِشَرْعِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا یَزِیْدُ فِیْ شَرْعِہٖ حُکْمًا اٰخَرَ وَھٰذَا مَعْنٰی قَوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ۔ یعنی وہ نبوت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود کے ساتھ منقطع ہوئی ہو صرف شرعی نبوت ہو نہ مقام نبوۃ۔ پس کوئی شرع نہیں ہوگی جو اسکی شرع کے ناسخ ہو اور نہ ہی کوئی حکم آپ کی شریعت میں زیادہ ہوگا۔ اور یہی معنی ہیں آپ کے اس ارشاد کے جو اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَالنُّبُوَّۃَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ ہے۔

جواب دوئم بعض لوگ کہدیا کرتے ہیں کہ لَا کا حرف نفی جنس کے لئے ہو کہ کسی قسم کا کوئی نبی اور کسی قسم کا کوئی رسول بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔ یہ استدلال بھی محض غلط ہو کیونکہ اوّل اس حرف "لَا" کی عمومیت اور نفی جنس سے خود ہمارے مخالفین کے عقیدہ حیات مسیح اور انکی دوبارہ آمد پر پانی پھر جاتا ہو کیونکہ عمومیت کی نفی سے انکی آمد کی نفی بھی ہو جاتی ہو۔

دوئم۔ اگر پیدا ہونیکی قید لگائی جائے کہ آئندہ کوئی نبی یا کوئی رسول پیدا نہیں ہوگا یا نیا ہونیکی شرط لگائی جائے کہ آئندہ کوئی نیا رسول یا نیا نبی نہیں ہوگا تو یہ تاویل بھی محض غلط ہو کیونکہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ کے فقرہ میں پیدا ہونے یا نیا آنے کا کوئی لفظ نہیں ہو۔ اگر مراد و مطلب بیان کرنے وقت کسی خصوصیت کی قید لگائی جاسکتی ہو تو وہی قید لگائی جاسکتی ہو جسکی تائید قرآن کریم یا احادیث نبویہ یا اقوال بزرگان سلف سے ہوتی ہو نہ اپنی کوئی ذاتی۔ سو میں احادیث اور اقوال بزرگانِ سلف سے واضح کرچکا ہوں کہ صرف شرعی نبوت ختم ہوئی ہو نہ کچھ اور۔ پس یہ خصوصیت یا یہ قید لگائی جاسکتی ہو کہ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ سے شرعی رسالت اور شرعی نبوت کی نفی مراد ہو۔ نہ ہر قسم کی نبوت کی۔

سوئم۔ اس موقع پر حرف "لَا" نفی جنس کے لئے نہیں ہو بلکہ نفی کمال کے لئے ہو اور معنے یہ ہیں کہ میرے جیسا کامل نبی یا کامل رسول آئندہ نہیں ہوگا۔ اور یہ ہمارے مخالفین کو بھی مسلم ہو

مثلاً لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ کی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر اقوال مبارکہ بھی ہیں جن میں وہ نفی کمال ہی مراد لیتے ہیں یا کوئی خاص قسم کی نفی۔ نفی عام کوئی مراد نہیں لیتا۔ مثلاً:۔ (۱) لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ۔ اس کا یہی مطلب لیا جاتا ہے کہ کامل نماز نہ ہوگی نہ یہ کہ نماز ہی نہ ہوگی (۲) لَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ وہ کامل دیندار نہ ہوگا نہ یہ کہ وہ بالکل ہی بے دین ہوگا۔ (۳) لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ وہ کامل الایمان نہ ہوگا نہ کہ وہ بے ایمان ہوگا۔ (مشکوٰۃ کتاب الایمان)

(۴) اِذَا ھَلَکَ کِسْرٰی فَلَا کِسْرٰی بَعْدَہٗ۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ اس کسریٰ کے بعد ویسا کسریٰ نہ ہوگا۔ نہ یہ کہ اس کے بعد کوئی کسریٰ ہوگا ہی نہیں کیونکہ کسریٰ تو بعد میں اور بھی ہوئے یا ایسے ہی دیگر مشہور اقوال۔ مثلاً۔

(۵) جیسے کہ لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ۔ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ۔ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ حضرت علیؓ جیسا اعلیٰ نوجوان نہ ہوگا۔ اور ذوالفقار جیسی اعلیٰ تلوار نہ ہوگی۔

ان تمام مذکورہ بالا فقرات میں حرف "لا" کو کوئی بزرگ بھی نفی جنس کا قرار نہیں دیتا۔

آٹھویں حدیث جو بڑے طمطراق سے عموماً پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ قَرِیْبًا مِّنْ ثَلَاثِیْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ کہ قیامت نہیں آئیگی جب تک کہ کذاب و دجال مبعوث نہ ہوں جنکی تعداد قریباً تیس ہوگی۔ جو سب یہی دعویٰ کرینگے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ (بخاری کتاب التوحید باب علامات النبوۃ)

جواب اوّل اس حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا یہ مطلب ہو کہ آئندہ نبوت نہیں ہوگی اور نہ یہ الفاظ ہی ہیں کہ جو ہوگا وہ جھوٹا ہوگا بلکہ صرف اتنا لکھا ہے کہ قریباً تیس ایسے ہونگے جبتک ایسے تیس نہ ہوں کہ آیندہ نبوت نہیں ہوگی یا جو دعوٰی نبوت کرے وہ دجال ہوگا تب تک نبوت کی نفی نہیں ہوتی۔ صرف اتنا کہہ دینے سے کہ آیندہ قیامت تک اتنے دجال یا مدعیان نبوت کاذبہ آئیں گے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص بھی دعوٰی نبوت کرے گا وہ کاذب ہوگا۔

کیا اگر کوئی شخص یہ کہدے کہ فلاں شہر پر اس وقت تک مصیبت نہیں آئیگی جبتک اس میں چالیس جھوٹے قاضی نہ بن لیں تو کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اس شہر میں کوئی سچا قاضی کبھی ہوگا ہی نہیں جو قاضی ہوگا وہ جھوٹا ہی ہوگا کوئی عقلمند ایسے معنے نہیں کرے گا بلکہ ہر صحیح الدماغ انسان یہی سمجھے گا کہ اس سے مراد صرف یہی ہے کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہونگے

نہ یہ کہ ہر مدعی نبوت ایسا ہو گا۔
اس کی حقیقت اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے جب امتِ محمدیہ کے مناقب اور اس کے فضائل پر نظر کی جائے کیونکہ یہ امت سب امتوں سے بہتر بنائی گئی ہے۔ قرآن شریف و حدیث دونوں سے اس کا خیرِ امت ہونا ثابت ہے اور جب اس خیرِ امت میں بیماری اس قدر پھیلے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ طبیب اس میں پیدا نہ ہوں اور اگر یہ مطلب نہ لیا جائے تو پھر لازماً یہ ماننا پڑے گا۔ کہ یہود بننے اور دجال اور کاذب مدعیانِ نبوت کے آنے کے لئے تو یہ امت ہے مگر سچے مدعیانِ نبوت کے آنے کے لئے نہیں۔ لیکن کیا اس سے اس امت کا خیر امت ہونا باقی رہے گا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ قریباً تیس جھوٹے نبی آئیںگے اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ ایسے لوگ بھی پیدا ہونگے نہ یہ کہ جو ہو گا وہ ضرور جھوٹا ہی ہو گا۔

جوابِ دوم شارحِ صحیح مسلم امام ابو عبداللہ محمد بن خلفۃ مالکیؒ نے اس حدیث کے متعلق یہ شہادت دی ہے کہ ھٰذَا الْحَدِیْثُ قَدْ ظَھَرَ صِدْقُہٗ فَاِنَّہٗ لَوْعُدَّ مَنْ تَنَبَّأَ مِنْ زَمَنِہٖ صلعم اِلَی الْاٰنِ لَبَلَغَ ھٰذَا الْعَدَدَ وَیَعْرِفُ ذٰلِکَ مَنْ یُّطَالِعُ التَّوَارِیْخَ وَلَوْلَا الْاِطَالَۃُ لَفَعَلْنَا ذٰلِکَ (اکمال الاکمال جلد ۷ صفحہ ۲۵۸ مصری) یعنی اس حدیث کی سچائی یقیناً ظاہر ہو چکی ہے کیونکہ وہ لوگ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے آجتک جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا ہے شمار کئے جائیں تو یہ تعداد پوری ہو جائے گی۔ اور ہر وہ انسان جو تاریخ کا مطالعہ کرے گا۔ اس کو یہ تعداد پوری ہو جانے کا اقرار کرنا پڑے گا۔ اگر طوالت کا خوف نہ ہوتا تو ہم ہی ان مدعیانِ کاذبہ کا شمار کر دیتے۔

پھر اسی مسلم کی دوسری شرح مکمل الاکمال میں دوسرے امام ابو عبداللہ محمد بن محمد بن یوسف سنوسی فرماتے ہیں:۔ ھٰذَا الْحَدِیْثُ ظَھَرَ صِدْقُہٗ بِاَنَّہٗ لَوْعُدَّ مَنْ تَنَبَّأَ مِنْ زَمَنِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی الْاٰنِ بَلَغَ ھٰذَا الْعَدَدَ۔ یعنی اس حدیث کی سچائی ظاہر ہو چکی ہے اس طرح کہ اگر ان لوگوں کا شمار کیا جائے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آجتک دعویٰ نبوت کاذبہ کیا ہے اس تعداد کو پہنچ جائیںگے۔

چونکہ یہ دونوں مصنف آج سے پانچسو برس قبل ہو چکے ہیں اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ آج سے پانچسو برس قبل یہ حدیث پوری ہو چکی ہے۔ اب یہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام

خلاف کیسے پیش کی جا سکتی ہے۔

جواب سوئم علاوہ ازیں زمانہ حال کے مشہور مصنف مولوی نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ ص۲۳۳ تا ۲۳۹ و ص۲۳۶ وغیرہ میں نام بنام اُن کا ذکر کر کے اس تعداد کو پورا کر دکھایا ہے۔

پس حاصل کلام یہ کہ اول تو اس حدیث میں تیس کے قریب مدعیانِ نبوت کاذبہ کے آنے کی خبر ہے۔ کسی سچے مدعی نبوت ظلیہ غیر تشریعیہ کے آنے کی نفی نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ قوی شہادتوں سے ثابت ہے کہ جھوٹے مدعیانِ نبوت کی یہ تعداد اب سے پانسو برس پہلے پوری ہو چکی ہے۔ اور ان میں سے کوئی صورت بھی مانی جائے۔ یہ حدیث ہمارے خلاف پیش نہیں کی جا سکتی۔

نویں حدیث جو فریق مخالف نے انقطاع نبوت میں پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ جبیر بن مطعم رضی سے روائت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ لِی اَسْمَاءَ اَنَا مُحَمَّدٌ اَنَا اَحْمَدُ اَنَا الْمَاحِی الَّذِی یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَ اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِی یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِی وَ اَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِی لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ۔ (مسلم)۔ یعنی میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں ماحی ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ذریعہ کفر مٹائے گا۔ اور میں حاشر ہوں کہ میرے قدم پر لوگوں کا حشر ہوگا اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔

فریق مخالف نے اس حدیث کے آخری فقرہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح ماحی اور حاشر کی تفسیر فرمائی ہے ایسے ہی اپنے عاقب ہونے کی بھی تشریح فرمائی ہے کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو لہٰذا نبوت کا انقطاع لازم آیا۔

جواب اس حدیث کا آخری فقرہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ نہیں ہے کیونکہ اوّل یہ حدیث بخاری میں جلد ۲ کتاب الفضائل و جلد ۳ تفسیر سورہ صف دو جگہ آئی ہے اور اَلَّذِی لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ کا جملہ دونوں جگہ نہیں ہے اگر یہ فقرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوتا تو بقیہ دو تفسیری جملوں کی طرح اسکی بھی روایت ہوتی۔ اور حضرت امام بخاریؒ اس جملہ کو بھی ضرور درج فرماتے۔ حضرت امام بخاریؒ کا دو دفعہ اس حدیث کو اپنی صحیح میں درج فرمانا اور آخری جملہ کو دونوں دفعہ ہی درج نہ کرنا زبردست دلیل ہے اس امر کی کہ وہ جملہ جس سے استدلال کیا جاتا ہے آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ نہیں ہے۔ دوئم

صحیح مسلم جلد ۲ میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ یہ تفسیر ابن شہاب زہری کی ہے جو اس حدیث کی ہر اسناد میں آتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے وَفِیْ حَدِیْثِ عُقَیْلٍ قَالَ قُلْتُ لِلزُّھْرِیِّ وَمَا الْعَاقِبُ قَالَ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ۔ یعنی عقیل نے امام زہری سے پوچھا۔ کہ عاقب کون ہوتا ہے تو انھوں نے یہ فقرہ بولا۔ سوئم۔ یہ بھی قرینہ خاص قابل غور ہے کہ اگر یہ جملہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ تو مَاحِیْ اور حَاشِر کی تفسیر کی طرح عَاقِب کی تفسیر میں بھی یہ الفاظ ہوتے۔ کہ اَلَّذِیْ لَیْسَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ۔ اور اَلَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ کے الفاظ نہ ہوتے یعنی دونوں تفسیری جملوں میں بَعْدِیْ یار متکلم سے فرمانا ثبوت ہے اس امر کا کہ اگر عَاقِبْ کا تفسیری جملہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تو وہ بھی بَعْدِیْ (یار متکلم سے) ہوتا نہ کہ بَعْدَہٗ کا جو ضمیر غائب سے ہے اور اپنے الفاظ سے بتلا رہا ہے کہ اس جملہ کا کہنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی ہے کیونکہ بَعْدِیْ کے معنی ہیں "میرے بعد" اور بَعْدَہٗ کے معنے ہیں "اُس کے بعد"۔

اگر یہ آخری فقرہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہوتا تو اس میں بھی پہلے فقرہ کی طرح بَعْدِیْ چاہیئے تھا نہ کہ بَعْدَہٗ۔

چہارم۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں محدث ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ اَلظَّاھِرُ اَنَّ ھٰذَا التَّفْسِیْرَ لِلصَّحَابِیِّ اَوْ مَنْ بَعْدَہٗ (جلد ۵ زیر حدیث) یعنی یہ ظاہر بات ہے کہ یہ تفسیری جملہ کسی صحابی یا تابعی یا تبع تابعی کا ہے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

الغرض جب یہ تفسیری جملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ نہ ہوا تو لامحالہ ماننا پڑا کہ اس سے جو استدلال کیا گیا ہے وہ از خود غلط ہے۔

دسویں حدیث فریق مخالف نے انقطاع نبوت پر یہ پیش کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ۔ یعنی بجز مبشرات کے نبوت میں سے اور کچھ باقی نہیں رہا۔ اور مبشرات کی تفسیر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمادی ہے کہ اَلرُّؤْیَا الصَّالِحَۃُ۔ یعنی مبشرات سے رویا صالحہ مراد ہیں۔ پھر اس استدلال کی تائید میں کنز العمال سے اس حدیث کی دوسری روایت بھی بیان کی ہے جو لَا یَبْقٰی مِنَ النُّبُوَّۃِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ کے الفاظ سے آئی ہے کہ یہ نفی نبوت آئندہ کے متعلق ہے۔

جواب اگر ان آیات سے قطع نظر بھی کی جائے جن سے قرآن کریم کے بعد غیر تشریعی ظلّی نبوت کا

امکان بلکہ وجود ثابت ہوتا ہے اور وہ احادیث بھی نظر انداز کر دی جائیں جن میں اُمّتِ محمّدیہ کو آئندہ ظلّی نبوت کی بشارت دی گئی ہے اور اُن بزرگانِ سلف کے اقوال بھی مدِّ نظر نہ رکھے جائیں جو اس حدیث کی موجودگی میں وحی و الہام و کشوف کے مدّعی تھے اور جنہوں نے آئندہ نبوّت ظلّیہ کی بھی تصریح کی ہے جو تیسری و چوتھی وجہ تکفیر کے جواب میں مفصل ذکر ہونگے (انشاء اللہ) تو بھی یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس حدیث کی عمومیت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے بجز رؤیا صالحہ کے باقی تمام انعامات و برکات کی نفی ماننی پڑتی ہے حالانکہ اس اُمّت کے وحی و الہام سے مشرف ہونے کی فضیلت فریقِ مخالف کو بھی مسلّم ہے لہٰذا ماننا پڑا کہ یہ فرمانا باعتبار عام مسلمانوں کے ہے نہ کہ خواص و کُمّل افراد کے لحاظ سے۔ کیونکہ اُن خواص اور کاملین کو رؤیا صالحہ سے بڑھ کر انعامات مل چکے ہیں اور واقعات زمانہ نے ثابت کر دیا ہے کہ اس حدیث سے بجز رؤیا صالحہ کے اور کسی نعمت کے انقطاع کا استدلال اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت کی وجہ سے محض غلط ہے چنانچہ علامہ سندھی تصریح کرتے ہیں۔ کہ اَلْمُرَادُ اَنَّهَا الَّتِیْ تَبْقٰی عَلَی الْعُمُوْمِ وَاِلَّا فَالْاِلْهَامُ وَالْکَشْفُ لِلْاَوْلِیَاءِ مَوْجُوْدٌ یعنی اس سے یہ مراد ہے کہ عام مومنوں کے لئے نبوت میں سے صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔ ورنہ الہام و کشوف تو اولیاء کے موجود ہیں۔

(ابن ماجہ حاشیہ سندھی جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ مصری)

الغرض جتنی احادیث بھی فریقِ مخالف نے انقطاعِ نبوت کے استدلال میں پیش کی ہیں وہ سب حقیقت کے لحاظ سے نبوت غیر تشریعی ظلّی کا بند ہونا ہرگز ثابت نہیں کرتیں۔ اور جماعتِ احمدیہ کے معتقدات کے خلاف قطعاً نہیں ہیں۔

"مفسّرین اور بعض دیگر علماء کے اُن اقوال کا جواب جو مخالف علماء اپنے غلط معتقد کی تائید میں پیش کرتے ہیں"

جو احادیث ختمِ نبوت کے اثبات میں پیش کی جاتی ہیں انکی حقیقت ظاہر اور یہ ثابت کر دینے کے بعد کہ وہ ہمارے معتقدات کے خلاف کوئی اثر اور نتیجہ پیدا نہیں کر سکتیں۔ میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ مفسّرین اور بعض دیگر علماء کے اقوال جو ہمارے خلاف پیش کئے جاتے ہیں انکی حقیقت کیا ہے۔ اس عنوان کے ضمن میں کئی شقیں قابلِ غور ہیں۔ میں ہر شق کے متعلق علیحدہ علیحدہ

امکان بلکہ وجود ثابت ہوتا ہے اور وہ احادیث بھی نظر انداز کر دی جائیں جن میں امتِ محمدیہ کو آئندہ ظلی نبوت کی بشارت دی گئی ہے اور اُن بزرگانِ سلف کے اقوال بھی مدنظر نہ رکھے جائیں جو اس حدیث کی موجودگی میں وحی والہام وکشوف کے مدعی تھے اور جنہوں نے آئندہ نبوت ظلیہ کی بھی تصریح کی ہے جو تیسری و چوتھی وجہ تکفیر کے جواب میں مفصل ذکر ہونگے (انشاء اللہ) تو بھی یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اس حدیث کی عمومیت کو مدنظر رکھتے ہوئے بجز رؤیا صالحہ کے باقی تمام انعامات و برکات کی نفی ماننی پڑتی ہے حالانکہ اس اُمت کے وحی و الہام سے مشرف ہونے کی فضیلت فریقِ مخالف کو بھی مسلم ہے لہذا ماننا پڑا کہ یہ فرمانا باعتبار عام مسلمانوں کے ہے نہ کہ خواص و کُمّل افراد کے لحاظ سے۔ کیونکہ اُن خواص اور کاملین کو رؤیا صالحہ سے بڑھ کر انعامات مل چکے ہیں اور واقعات زمانہ نے ثابت کر دیا ہے کہ اس حدیث سے بجز رؤیا صالحہ کے اور کسی نعمت کے انقطاع کا استدلال اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت کی وجہ سے محض غلط ہے چنانچہ علامہ سندھی تصریح کرتے ہیں۔ کہ اَلْمُرَادُ اَنَّهَا الَّتِیْ تَبْقٰی عَلَی الْعُمُوْمِ وَاِلَّا فَالْاِلْهَامُ وَالْکَشْفُ لِلْاَوْلِیَاءِ مَوْجُوْدٌ یعنی اس سے یہ مراد ہے کہ عام مومنوں کے لئے نبوت میں سے صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔ ورنہ الہام وکشوف تو اولیاء کے موجود ہیں۔

(ابن ماجہ حاشیہ سندھی جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ مصری)

الغرض جتنی احادیث بھی فریقِ مخالف نے انقطاعِ نبوت کے استدلال میں پیش کی ہیں وہ سب حقیقت کے لحاظ سے نبوت غیر تشریعی ظلی کا بند ہونا ہرگز ثابت نہیں کرتیں! ور جماعتِ احمدیہ کے معتقدات کے خلاف قطعاً نہیں ہیں۔

"مفسرین اور بعض دیگر علماء کے اُن اقوال کا جواب جو مخالف علماء اپنے غلط معنے کی تائید میں پیش کرتے ہیں"

جو احادیث ختم نبوت کے اثبات میں پیش کی جاتی ہیں انکی حقیقت ظاہر اور یہ ثابت کر دینے کے بعد کہ وہ ہمارے معتقدات کے خلاف کوئی اثر اور نتیجہ پیدا نہیں کر سکتیں۔ میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ مفسرین اور بعض دیگر علماء کے اقوال جو ہمارے خلاف پیش کئے جاتے ہیں انکی حقیقت کیا ہے۔ اس عنوان کے ضمن میں کئی شقیں قابلِ غور ہیں۔ پہلی شق کے متعلق بطور نمونہ چند

عرض کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

شق اوّل

"کیا مفسرین و دیگر علماء کے ذاتی خیال داخلِ شریعت ہیں کہ ان کا ماننا ضروری ہو اور نہ ماننے سے کفر لازم آئے"؟

اس شق کے متعلق میرا یہ جواب ہے کہ مفسرین یا دیگر علماء کے ذاتی خیالات ہرگز داخلِ شریعت نہیں۔ اور ان کا ماننا ہرگز ضروری نہیں۔ اور جب یہ نہیں تو پھر ان کا انکار کرنے سے کوئی کافر کس طرح ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ جن کا فیصلہ ہمارے لئے ناطق قرار دیتا ہے ان کا ذکر اس آیت شریفہ میں ہے۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ۔ (نساء ع) یعنی اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور امراءِ حکام کی۔ لیکن اگر تم آپس میں اختلاف کرو اور تنازع ہو جائے تو اس کو لوٹاؤ خدا اور اس کے رسول کی طرف۔

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے دینی معاملات میں اپنے اور اپنے رسول کے حکم ماننا ہی ہم پر فرض کیا ہے نہ کہ مفسرین اور علماء کے ذاتی خیالات کو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ (مشکوٰۃ) اس حدیث میں اپنے علاوہ اپنے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت پر چلنے اور انکی اتباع کا جو حکم ہم کو دیا ہے تو خلفاء کی ذاتیات کے لحاظ سے نہیں دیا گیا ہے بلکہ اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع و فرمانبردار ہونگے لیکن مفسرین اور علماء کے ذاتی خیالات کی پیروی کا تو ہم کو کہیں بھی حکم نہیں دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام ابن حزم فرماتے ہیں وَلَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَاْخُذَ قَوْلَ اَحَدٍ غَیْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِلَا بُرْھَانٍ۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص۱۵۳ مصری) یعنی کسی کو یہ جائز نہیں کہ کسی کے قول پر عمل کرے بغیر دلیل کے سوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے۔

پھر فرماتے ہیں۔ وَقَدْ صَحَّ اِجْمَاعُ الصَّحَابَۃِ کُلِّھِمْ اَوَّلِھِمْ عَنْ اٰخِرِھِمْ وَ اِجْمَاعُ التَّابِعِیْنَ اَوَّلِھِمْ عَنْ اٰخِرِھِمْ وَ اِجْمَاعُ تَابِعِی التَّابِعِیْنَ اَوَّلِھِمْ عَنْ اٰخِرِھِمْ عَلَی الْاِمْتِنَاعِ وَالْمَنْعِ مِنْ اَنْ یَقْصِدَ مِنْھُمْ اَحَدٌ اِلٰی قَوْلِ اِنْسَانٍ مِنْھُمْ اَوْ مِمَّنْ قَبْلَھُمْ فَیَاْخُذَہٗ کُلَّہٗ۔ (ایضاً ص۱۵۴) یعنی صحیح ہو چکا ہے اجماع تمام صحابہ کا اول سے آخر تک اور ایسا ہی اجماع تابعین کا اول سے آخر تک اور اجماع تبع تابعین کا اول آخر

کہ ممنوع ہی کسی شخص کا دوسرے کسی انسان کے قول کی طرف رجوع کرنا۔ اس لحاظ سے کہ اسے سب کا سب قبول کرے اور اسپر عمل کرے۔

ایسا ہی امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ مَا مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَهُوَ مَاخُوْذٌ مِنْ كَلَامِهِ وَ مَرْدُوْدٌ عَلَيْهِ اِلَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ایضاً ص ۱۵۷) کہ ہر انسان اپنے کلام سے پکڑا جاتا ہی۔ اور ایسا ہی ہر انسان کی بات رد کی جاسکتی ہی۔ سوا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

پھر فرماتے ہیں:۔ "لَا حُجَّةَ فِیْ قَوْلِ اَحَدٍ دُوْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلعم وَاِنْ كَثُرُوْا وَلَا فِیْ قِيَاسٍ وَلَا فِیْ شَیْءٍ وَمَا ثَمَّ اِلَّا طَاعَةُ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ بِالتَّسْلِيْمِ (ایضاً ۱۵۷) یعنی بجز رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شخص کا قول دوسروں پر حجت نہیں خواہ وہ اشخاص کتنے ہی زیادہ ہوں اور نہ کسی کا قیاس ہی اور نہ کچھ اور۔ یعنی اطاعت اللہ اور اطاعتِ رسول خدا جو پوری پوری ہو اس کے سوا اور کچھ بھی لائق توجہ نہیں۔

اسی طرح حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں:۔ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَا تُقَلِّدْنِیْ فِیْ كُلِّ مَا اَقُوْلُ وَانْظُرْ فِیْ ذٰلِكَ لِنَفْسِكَ فَاِنَّهٗ دِيْنٌ۔ ایضاً۔ اے ابراہیم میری ہر بات میں تقلید نہ کر۔ بلکہ ہر معاملہ میں اپنے نفس کے لئے خود بھی غور کر۔ کیونکہ یہ تو دین کا معاملہ ہی۔

ایسا ہی حضرت امام احمدؒ فرماتے ہیں:۔ لَا تُقَلِّدْنِیْ وَلَا تُقَلِّدَنَّ مَالِكًا وَلَا الْاَوْزَاعِیَّ وَلَا النَّخْعِیَّ وَلَا غَيْرَهُمْ وَخُذِ الْاَحْكَامَ مِنْ حَيْثُ اَخَذُوْا مِنَ الْكِتٰبِ وَالسُّنَّةِ۔ یعنی نہ میری تقلید کرو نہ مالک و اوزاعی و نخعی کی اور نہ کسی اور کی بلکہ احکام وہیں سے حاصل کرو جہاں سے ان لوگوں نے حاصل کئے یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے۔

ایسا ہی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فتویٰ دیتے وقت ہمیشہ فرماتے تھے۔ هٰذَا رَأْیُ النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتٍ يَعْنِیْ نَفْسَهٗ وَهُوَ اَحْسَنُ مَا قَدَرْنَا عَلَيْهِ فَمَنْ جَاءَ بِاَحْسَنَ مِنْهُ فَهُوَ اَوْلٰى بِالصَّوَابِ (ص ۱۵۶ و ص ۱۵۷) یعنی یہ نعمان ابن ثابت کی یعنی میری رائے ہی اور یہ سب بہتر معلوم ہوئی ہی لیکن جو شخص اس سے اچھی بات لے آئے وہ زیادہ بہتر ہی۔

جب وہ مشہور اور معروف آئمہ کرام و فقہائے عظام جنکے اقوال سے فقہی مسائل میں سند لائی جاتی ہی یعنی حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور حضرت امام ابن حزمؒ خود یہ فرماتے ہیں کہ کوئی قول محض اس وجہ سے کہ وہ فلاں شخص کا قول ہی قطعاً قابل قبول نہیں ہی تو پھر ظاہر ہی کہ مفسرین کے ذاتی خیالات کہاں تک قابل قبول ہیں۔

شق ثانی

کیا مفسرین کی ہر بات صحیح اور قابل غور بھی ہے؟

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ گو آئمہ کرام کی تصریح موجود ہے کہ کسی کا قول اور کسی کی ذاتی رائے ہرگز قابل قبول نہیں تاہم یہ دیکھ لینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ کہ مفسرین کے خیالات کہاں تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اور کیا وہ تمام کے تمام اس قابل ہیں کہ قبول کرلئے جائیں میں بلحاظ اختصار بطور نمونہ چند ہی اقوال پیش کروں گا۔ اور انہی سے ظاہر ہو جائے گا کہ انکے ذاتی خیالات پر کسی عقیدہ کی بنیاد قائم کرنا کتنا خطرناک کام ہے۔ مثلاً۔

(۱) حضرت آدمؑ کے متعلق عام مفسرین لکھتے ہیں کہ شیطانی وحی کے ماتحت انھوں نے اپنے بیٹے کا نام بجائے عبداللہ کے عبدالحارث رکھا اور حارث شیطان کا نام ہے لہذا اس نام رکھنے کی وجہ سے وہ دونوں آدمؑ اور حوا مشرک ہوگئے (جلالین۔ معالم التنزیل وغیرہ)

(۲) حضرت ابراہیمؑ کے متعلق عام مفسرین لکھتے ہیں۔ کہ انھوں نے تین جھوٹ بولے۔ اور یہ ایک عام مشہور بات ہے قریباً ہر تفسیر میں اس کا تذکرہ ہے۔ موضح القرآن و ترجمان القرآن میں آیت فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ کے ذیل میں لکھا ہے "یہ ایک جھوٹ ہے اللہ کی راہ میں عذاب نہیں ثواب ہے"

(۳) حضرت یوسفؑ کو زنا کا قصد کرنے والا قرار دیتے ہیں۔ بغوی کہتے ہیں کا قصد یہ ہے عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ حَلَّ الْهِمْيَانَ وَجَلَسَ مِنْهَا مَجْلِسَ الْخَائِنِ یعنی کر بند کھولا اور اُس عورت کی اُس جگہ بیٹھ گئے جہاں بدنیت انسان بیٹھتا ہے" درمنثور جلد ۴ ص ۱۳ ابن جریر جلد ۱۲ ص ۱۰۹ و خازن جلد ۳ ص ۱۴ ۔ تفسیر محمدی میں یوں ترجمہ کیا ہے۔

قصد یوسف دے اندر بہتا اختلاف لیائے	ہمیانی کھولی نیڑے بیٹھا ابن عباس بتائے
مجاہد آکھے نالا کھولیا کپڑیاں تے ہتھ پائے	اکثر عالم کہن سلف دے اینویں وانگ پیارے
جوانی عمر دیوانی شہوت موجاں مارن چاہے	نرم ہویا کجھ ڈھلیا یوسف کیتس قصد گناہے

ایسے ہی الفاظ فتح البیان۔ ترجمان القرآن میں آئے ہیں۔ جلالین میں لکھا ہے۔ قَصَدَتْ مِنْهُ الْجِمَاعَ (وَهَمَّ بِهَا) قَصَدَ ذَالِكَ یعنی اُس عورت نے آپ سے جماع کا قصد کیا اور یوسف علیہ السلام نے بھی اُس سے جماع کا قصد کیا (معاذ اللہ)

(۴) حضرت داؤدؑ کے متعلق لکھا ہے "انکے گھر میں ننانویں عورتیں تھیں۔ ایک ہمسائے کی عورت نظر پڑ گئی۔ چاہا کہ اسکو اپنے گھر میں رکھیں۔ اس کا خاوند موجود تھا اُن کے لشکر میں

اس کو نعین کیا تابوت سکینہ سے آگے۔ جہاں مردانے لوگ لڑائی میں بڑھتے تھے۔ وہ شہید ہوا۔ پیچھے اس کے عورت کو نکاح کیا" ترجمان القرآن جلد ۱۲ ص ۳۹ کمالین والے یہ کمال کیا ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اس کے خاوند کو طلاق دینے کے لئے بھی کہا تھا۔

(۵) حضرت سلیمانؑ کے متعلق لکھا ہے۔ کہ حضرت سلیمان نے بلقیس کا تخت منگوا بھیجا "اس واسطے کہ کافر جو اپنے ایمان میں نہیں۔ اس کا مال زبردستی سے لینا حلال ہے۔"

(ترجمان القرآن جلد ۱۰ ص ۱۵۵)

پھر لکھا ہے "جب حضرت سلیمان نے بلقیس سے نکاح کا ارادہ کیا اور اس کو اپنے لئے چیدہ کرنے کا۔ تو اس کے حسن و جمال کا بیان ہوا اگر یہ عیب بھی بیان کیا گیا کہ اسکی پنڈلیوں پر بہت بال ہیں اور اس کے پاؤں پیچھے کی طرف ہیں تو اس بات نے ان کو رنج میں ڈالا۔ اس امر کے دریافت کرنے کے واسطے سلیمان نے کانچ کا کوشک طیار کرایا" (ترجمان القرآن جلد ۱۰ ص ۱۶۲ و ص ۱۶۳)

(۶) امام المعصومین سید الاولین والآخرین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ معاذ اللہ) اپنی پھوپھی زاد بہن زینب پر عاشق ہو جانے والا لکھا ہے ثُمَّ وَقَعَ بَصَرُہٗ عَلَیْهَا بَعْدَ حِیْنٍ فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِهٖ حُبُّهَا "جلالین" یعنی پھر آپؐ کی نظر اس (زینبؓ) پر پڑ گئی اور آپؐ کے دل میں اسکی محبت داخل ہو گئی۔ کمالین نے ائمہ تفسیر مقاتل قتادہ۔ ابن جریر طبری وغیرہ سے بیان کیا ہے کہ اِنَّهٗ کَانَ حَرِیْصًا عَلٰی اَنْ یُّطَلِّقَهَا فَیَتَزَوَّجَهَا یعنی آپؐ کو حرص تھی کہ زیدؓ طلاق دیدے تو میں نکاح کر لوں۔ پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں سورہ نجم پڑھی۔ پس جب اس آیت پر پہنچے اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی۔ اسی وقت شیطان نے آپ کی زبان مبارک پر یہ کلمہ ڈال دیا۔

تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی + وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰی۔ جب مفسرین کے ذاتی خیالات کا یہ عالم ہے۔ تو کیا ان کا کوئی قول بغیر دلیل شرعی کے حجت ہو سکتا ہے اور کیا انکے اقوال کا انکار کرنے والے پر کفر کا فتویٰ دینا قرین انصاف قرار پا سکے گا؟

شق ثالث

کیا وہ مخالف علماء جو ہمارے سامنے مفسرین کے اقوال پیش کر کے چاہتے ہیں کہ بغیر چون و چرا کے مان لئے جاویں خود بھی مفسرین کے تمام اقوال کو اسی طرح مانتے ہیں؟ جس طرح ماننے کے ہم سے طالب ہیں۔

اس شق کے متعلق مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ مخالف علماء مفسرین کے تمام اقوال کو ہرگز قبول نہیں کرتے صرف انہیں کو مان لیتے ہیں جو ان کو پسند ہوں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی بلکہ ان کا

مفسرین کے تمام اقوال کو ماننا اس لئے ہوتا۔ کہ ان کے نزدیک مفسرین کے تمام اقوال کا ماننا ضروری ہی تو وہ خود تمام اقوال کو مانتے ایک کو بھی ردّ نہ کرتے حالانکہ ایسا نہیں ہی ایک قول کو نہیں بلکہ وہ بہت سے اقوال کو رد کرتے ہیں چنانچہ مندرجہ ذیل اقوال سے ظاہر ہی۔

(۱) وفات مسیح کے اقوال۔ مثلاً

(۱) امام مالک کا قول۔ وَقَالَ مَالِكٌ مَاتَ۔ (مجمع البحار و شرح مسلم اکمال جلد ۱ ص ۲۶۵ مصری)

(۲) امام ابن حزم کا قول جس کے متعلق جلالین میں بین السطور لکھا ہی وَتَمَسَّكَ ابْنُ حَزْمٍ بِظَاهِرِ الْآيَةِ وَقَالَ بِمَوْتِهٖ۔

(۳) تفسیر محمدی والے کہتے ہیں (شروع سورۂ آل عمران) ؎

جو ہووے نال مشابہ بیٹا ہوندا اتنک نہ کوئی زندہ رب ہمیش نہ مرسی موت عیسیٰ نوں ہوئی

(۴) "سارے انبیاء جو حضرت سے پہلے تھے مرچکے ہیں" (ترجمان القرآن جلد ۲ ص ۵۱۳)

(۵) قِيلَ الْكَلَامُ عَلٰى حَالِهٖ مِنْ غَيْرِ تَقْدِيمٍ وَتَاخِيرٍ فِيهِ وَالْمَعْنٰى كَمَا قَالَ فِي الْكَشَّافِ مُسْتَوْفِي اَجَلَكَ وَمَعْنَاهُ اِنِّيْ عَاصِمُكَ مِنْ اَنْ يَّقْتُلَكَ الْكُفَّارُ وَمُؤَخِّرُ اَجَلَكَ اِلٰى اَجَلٍ كَتَبْتُهُ لَكَ وَمُمِيْتُكَ حَتْفَ اَنْفِكَ لَا قَتْلًا بِاَيْدِيْهِمْ (فتح البیان جلد ۲ ص ۴۹)

یعنی بعض لوگ کہتے ہیں کہ آیت میں سب لفظ اپنے اپنے مقام پر ہیں تقدیم و تاخیر کوئی نہیں اور معنی وہی ہیں جیسے کشاف میں کہا ہی کہ تیری عمر تجھے پوری دونگا۔ اور اس کا حاصل مطلب یہ ہی کہ میں (اے عیسیٰ) تجھے بچاؤنگا کہ کافر تجھے قتل کرسکیں اور تیری موت کو کسی اور وقت پر ڈالدوں گا۔ اور تجھے تیری طبعی موت سے وفات دونگا۔

(۶) فِيْ زَادِ الْمَعَادِ لِلْحَافِظِ ابْنِ الْقَيِّمِ مَا يُذْكَرُ اَنَّ عِيْسٰى رُفِعَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَّثَلَاثِيْنَ سَنَةً لَا يُعْرَفُ بِهٖ اَثَرٌ مُتَّصِلٌ يَجِبُ الْمَصِيْرُ اِلَيْهِ قَالَ الشَّامِيُّ وَهُوَ كَمَا قَالَ فَاِنَّ ذٰلِكَ اِنَّمَا يُرْوٰى عَنِ النَّصَارٰى (فتح البیان جلد ۲ ص ۴۹) یعنی حافظ ابن قیم کی زاد المعاد میں لکھا ہی کہ یہ جو بیان کیا جاتا ہی کہ عیسیٰ کا رفع ہوا ۳۳ سال کی عمر میں۔ اس کے متعلق کوئی مرفوع متصل سند نہیں ملتی کہ اسے ماننا واجب ہو۔ شامی کہتے ہیں ہاں بات تو ایسی ہی ہی کیونکہ یہ صرف نصاریٰ کی طرف سے بیان کیا جاتا ہی۔

(۷) امام ابن قیم کا قول کہ۔ فَالْاَنْبِيَاءُ اِنَّمَا اسْتَقَرَّتْ اَرْوَاحُهُمْ هُنَاكَ بَعْدَ مُفَارَقَةِ الْاَبْدَانِ۔ زاد المعاد ص ۳۰۴ مصری۔ ص ۳۰۱ و ۳۰۲ ہندی) کہ آسمانوں پر انبیاء کی روحیں اپنے اجسام اور ابدان سے جدا ہوکر ہی ٹھہری ہوئی ہیں۔

(۸) مجمع البیان میں زیر آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي قَالَ الْجُبَائِيُّ وَفِي هٰذِهِ الْآيَةِ دَلَالَةٌ عَلٰى أَنَّهُ أَمَاتَ عِيْسٰى وَتَوَفَّاهُ ثُمَّ رَفَعَهُ إِلَيْهِ لِأَنَّهُ بَيَّنَ أَنَّهُ كَانَ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مَا دَامَ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّاهُ اللّٰهُ كَانَ هُوَ الشَّهِيْدَ عَلَيْهِمْ لِأَنَّ التَّوَفِّيْ لَا يُسْتَفَادُ مِنْ إِطْلَاقِهٖ إِلَّا الْمَوْتُ۔ یعنی جبائی کہتے ہیں کہ آیت (فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي والی) دلیل ہو کہ خدا تعالےٰ نے عیسٰیؑ کو وفات دے دی پھر ان کا رفع ہوا۔ کیونکہ آپؑ بیان کرتے ہیں کہ میں اُن پر نگہبان تھا۔ جب تک اُن میں تھا پھر جب وفات دیدی گئی تو خدا تعالیٰ ان پر نگہبان تھا۔ کیونکہ توفی مطلق استعمال ہو تو موت ہی مراد ہوتی ہو۔

(ب) اگر مولوی صاحبان انبیاءؑ کی معصومیت کے متعلق ان باتوں کو جو میں تفسیروں سے عرض کر چکا ہوں تسلیم کرلیں تو یہ ثابت ہوجائے گا کہ ان حضرات کا اعتقاد انبیاء علیہم السلام کے متعلق کیا ہو۔ اور اگر ان باتوں کو نہیں مانتے تو یہ ثابت ہوجائے گا کہ مفسرین کی ساری باتیں تو وہ خود بھی نہیں مانتے ہیں پھر دوسروں کو کیوں مجبور کرتے ہیں اور دوسروں کو ان اقوال کی وجہ سے کیوں فتویٰ لگاتے ہیں۔

شق رابع

کیا مفسرین کی بیان کی ہوئی حدیثیں مولوی صاحبان مانتے ہیں؟

شق ثالث میں تو میں نے صرف مفسرین کے وہ اقوال ہی پیش کئے تھے جن کو ہمارے مخالف نہیں مانتے محض اس لئے کہ ان کے مخترع عقیدے کے خلاف پڑتے ہیں اب اس شق رابع میں میں یہ عرض کرتا ہوں کہ مخالف مولوی صاحبان بعض ایسی حدیثیں بھی نہیں مانتے جو تفسیروں میں مندرج ہیں۔ مثلاً۔

(۱) لَوْ كَانَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى حَيَّيْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا إِلَّا اتِّبَاعِيْ۔ کہ اگر موسٰیؑ و عیسٰیؑ زندہ ہوتے تو ضرور میری اتباع کرتے۔ اب چونکہ یہ حدیث حضرت عیسٰیؑ کی وفات ثابت کرتی ہو اور مولوی صاحبان کے عقیدے کے خلاف ہو اس لئے باوجود کئی مفسروں کے اس کو حدیث سمجھنے اور حدیث کے طور پر اپنی اپنی تفاسیر میں درج کرنے کے مخالف علماء اس کو قبول نہیں کرتے۔

یہ حدیث ابن کثیر جلد ۲ ص۲۴۶ ترجمان القرآن جلد ۲ ص۲۶ میں آتی ہو۔

علاوہ ان مفسروں کے الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص۲۲ مدارج السالکین ص۱۳۱ جلد ۲ میں بھی درج ہو۔

(۲) اسی طرح فریق مخالف " وَأَخْبَرَنِيْ أَنَّ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ عَاشَ مِائَةً وَ

عِشْرِیْنَ سَنَۃً" یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ۱۲۰ سال زندہ رہے تھے نہیں مانتا۔ حالانکہ یہ حدیث تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صـ ۲۴۲ تفسیر کمالین بر حاشیہ جلالین صـ ۵۰ میں موجود ہے۔
ان کے علاوہ حج الکرامہ صـ ۴۲۸ اور بحوالہ حج الکرامہ طبرانی۔ اصابہ فی شرح الصحابہ کنز العمال جلد ۶ صـ ۱۲۰ میں بھی درج ہے۔

حالانکہ یہی تفسیر ابن کثیر ہے جس کے بعض حوالے فریق مخالف نے بڑی شدومد سے پیش کئے ہیں (گو وہ حوالے بھی ان معنی میں صحیح نہیں جیسا کہ میں آگے چلکر بتاؤنگا)

(۳) ایسا ہی محدث ملا علی قاری کا قول اکثر ہمارے سامنے پیش ہوتا رہا ہے۔ مگر انکی کتاب شرح فقہ اکبر مصری صـ ۱۰۱ میں جو یہ حدیث لکھی ہے لَوْ کَانَ عِیْسٰی حَیًّا مَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔ کہ اگر عیسیٰ زندہ ہوتے تو ضرور میری پیروی کرتے۔ مخالف علماء اس کو قبول نہیں کرتے۔ بلکہ آج کل یہ دیانتداری کی ہے کہ ہندی طبع میں لفظ عیسیٰ کی بجائے موسیٰ کرکے عبارت بدل دی ہے۔

کس قدر تعجب کا مقام اور کیسے اندھیر کی بات ہے کہ ہمارے مخالف علماء خود تو صرف یہی نہیں کہ مفسرین کے بعض ذاتی خیالات ہی کو نہیں مانتے بلکہ بعض وہ حدیثیں بھی جو مفسرین نے اپنی تفسیروں میں درج کیں قبول نہیں کرتے لیکن ہم سے یہ کہتے ہیں کہ مفسرین کے وہ اقوال جو ہم کو قبول ہیں تم بھی قبول کرو۔ ورنہ بصورت دیگر تمہارے لئے کفر کا فتویٰ تیار ہے۔

شق خامس آیا فریق مخالف کے علاوہ بھی بزرگانِ سلف میں سے کسی محقق نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ مفسرین کی تمام کتابیں قابل قبول اور انکی ساری باتیں صحیح ہیں؟

اس شق کے متعلق میں بعض حوالجات عرض کرتا ہوں جن سے نہایت وضاحت سے ثابت ہوگا کہ اِن تفاسیر کے متعلق بزرگانِ سلف نے کیا تصریح فرمائی ہے۔ اور کہاں تک ان تفاسیر سے استناد ہو سکتا ہے؟

(۱) "قَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ ثَلَاثَۃُ کُتُبٍ لَیْسَ لَھَا اَصْلٌ اَلْمَغَازِیْ وَالْمَلَاحِمُ وَالتَّفْسِیْرُ" = فوائد مجموعہ فی بیان احادیث موضوعہ صـ ۱۱۰ یعنی حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ کہ تین قسم کی کتابیں ایسی ہیں۔ جنکی کوئی اصل نہیں۔ مغازی و ملاحم اور تفاسیر کی کتابیں۔

(۲) هٰذِهِ التَّفَاسِيْرُ الطِّوَالُ الَّتِيْ اَسْنَدُوْهَا اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ غَيْرُ مَرْضِيَّةٍ وَ رُوَاتُهَا مَجَاهِيْلُ ـ (اتقان جلد۲ صـ۲۲۴ مصری) یعنی یہ لمبی لمبی تفاسیر جنکو ابن عباس کیطرف منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ سب ناپسندیدہ ہیں اور انکے راوی مجہول ہیں۔

(۳) ثُمَّ اَلَّفَ فِي التَّفْسِيْرِ خَلَائِقُ فَاخْتَصَرُوْا اَسَانِيْدَ وَنَقَلُوا الْاَقْوَالَ تَتْرًا فَدَخَلَ مِنْ هُنَا الدَّخِيْلُ وَالْتَبَسَ الصَّحِيْحُ بِعَلِيْلٍ ثُمَّ صَارَ كُلُّ مَنْ يَسْنَحُ لَهٗ قَوْلٌ يُوْرِدُهٗ وَمَنْ يَخْطُرُ بِبَالِهٖ شَيْءٌ يَعْتَمِدُهٗ ثُمَّ يَنْقُلُ ذٰلِكَ مِنْهُ مَنْ يَجِيْءُ بَعْدَهٗ (اتقان جلد۲ صـ۲۲۶) یعنی تفسیر قرآن میں کثیر لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں۔ انھوں نے اسناد کو ترک کر دیا۔ اور پے درپے دوسروں کے اقوال درج کر دیئے۔ پس اس وجہ سے نقائص پیدا ہوگئے اور صحیح باتیں کمزور باتوں سے ملتبس ہوگئیں۔ پھر یہ عادت ہوگئی۔ کہ ہر شخص جسے کوئی بات سوجھتی وہ درج کر دیتا۔ اور جو خیال جسے پیدا ہوتا اس خیال پر اعتماد کر لیتا۔ پھر بعد میں آنے والوں نے ایسی باتیں نقل کرنی شروع کر دیں۔ اس عبارت میں تصریح کر دی گئی ہے۔ کہ تفاسیر میں ہر قسم کا صحیح و سقیم خیال اور ہر بری اور اچھی بات جمع ہوگئی ہے۔

(۴) وَقَدْ جَمَعَ الْمُتَقَدِّمُوْنَ فِيْ ذٰلِكَ وَ اَوْعَوْا اِلَّا اَنَّ كُتُبَهُمْ وَمَنْقُوْلَاتِهِمْ تَشْتَمِلُ عَلَى الْغَثِّ وَالسَّمِيْنِ وَالْمَقْبُوْلِ وَالْمَرْدُوْدِ ـ (مقدمہ ابن خلدون صـ۲۶ مصری) یعنی متقدمین نے تفسیری باتیں جمع کیں۔ اور کثرت سے لکھا۔ مگر انکی کتب میں اور انکی درج شدہ باتوں میں اعلیٰ و ناقص۔ مقبول و مردود سب قسم پائی جاتی ہیں۔

(۵) فَامْتَلَأَتِ التَّفَاسِيْرُ مِنَ الْمَنْقُوْلَاتِ عِنْدَهُمْ فِيْ اَمْثَالِ هٰذِهِ الْاَغْرَاضِ اَخْبَارٌ مَوْقُوْفَةٌ عَلَيْهِمْ وَ لَيْسَتْ مِمَّا يَرْجِعُ اِلَى الْاَحْكَامِ فَيُتَحَرّٰى فِي الصِّحَّةِ الَّتِيْ يَجِبُ بِهَا الْعَمَلُ وَيَتَسَاهَلُ الْمُفَسِّرُوْنَ فِيْ مِثْلِ ذٰلِكَ (مقدمہ ابن خلدون صـ۲۶) یعنی متقدمین کی تفاسیر محض منقولی باتوں سے بھر گئیں۔ جو ان تک یہودیوں عیسائیوں سے پہنچی ہیں۔ اور وہ سب ایسی ہی خبریں ہیں جو یہود و نصاریٰ کی روایتوں پر موقوف ہیں۔ اور وہ تفاسیر ایسی نہیں ہیں جنکی بناء پر احکام جاری کئے جائیں۔ اور ان اقوال کی صحت تلاش کی جاوے۔ اور عمل واجب ہو۔ اور اس صحت کے بارے میں مفسرین نے بہت تساہل کیا ہے۔

غرضیکہ ایسی واضح تصریحات کے ہوتے ہوئے مفسرین کے اقوال پر کس طرح عقائد کی بناء رکھی جاسکتی ہے۔ اور کس طرح پر ان اقوال ذائبہ کے انکار کی وجہ سے کسی کو کافر کہا

جاسکتا ہے؟

شق سادس مفسرین کے وہ اقوال جو پیش کئے جاتے ہیں۔ اگر صحیح ہیں تو ان کا کیا مطلب ہے؟

اِس میں اُن اقوال کو جو ہمارے خلاف ختم نبوت کے بارے میں پیش کئے جاتے ہیں فرداً فرداً لیتا ہوں۔ اور بتاتا ہوں کہ ان کا کیا مطلب ہے۔ پہلا حوالہ جو زیادہ تر پیش کیا جاتا ہے یہ ہے۔ فَمِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِالْعِبَادِ اِرْسَالُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مِنْ تَشْرِيْفِهٖ لَهٗ خَتْمُ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ بِهٖ وَاِكْمَالُ الدِّيْنِ الْحَنِيْفِ لَهٗ فَقَدْ اَخْبَرَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كِتَابِهٖ وَرَسُوْلُهٗ صلعم فِي السُّنَّةِ الْمُتَوَاتِرَةِ عَنْهُ اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ لِيَعْلَمُوْا اَنَّ كُلَّ مَنِ ادَّعٰى هٰذَا الْمَقَامَ بَعْدَهٗ فَهُوَ كَذَّابٌ اَفَّاكٌ دَجَّالٌ ضَالٌّ مُضِلٌّ وَلَوْ تَحَرَّقَ وَشَعْبَذَ وَاَتٰى بِاَنْوَاعِ السِّحْرِ وَالطَّلَاسِمِ وَالنَّيْرَنْجِيَّاتِ فَكُلُّهَا مُحَالٌ وَضَلَالٌ عِنْدَ اُولِي الْاَلْبَابِ كَمَا اَجْرَى اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰى عَلٰى يَدِ الْاَسْوَدِ الْعَنْسِيِّ بِالْيَمَنِ وَمُسَيْلِمَةَ الْكَذَّابِ بِالْيَمَامَةِ مِنَ الْاَحْوَالِ الْفَاسِدَةِ وَالْاَقْوَالِ الْبَارِدَةِ مَا عَلِمَ كُلُّ ذِيْ لُبٍّ وَفَهْمٍ وَحِجًى اَنَّهُمَا كَاذِبَانِ ضَالَّانِ وَكَذٰلِكَ كُلُّ مُدَّعٍ لِذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتّٰى يُخْتَمُوْا بِالْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ يَخْلُقُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَعَهٗ مِنَ الْاُمُوْرِ مَا يَشْهَدُ الْعُلَمَاءُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِكَذِبِ مَنْ جَاءَ بِهَا وَهٰذَا مِنْ تَمَامِ لُطْفِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِخَلْقِهٖ فَاِنَّهُمْ بِضَرُوْرَةِ الْوَاقِعِ لَا يَاْمُرُوْنَ بِمَعْرُوْفٍ وَلَا يَنْهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ اِلَّا عَلٰى سَبِيْلِ الْاِتِّفَاقِ اَوْ لِمَا هُمْ فِيْهِ مِنَ الْمَقَاصِدِ اِلٰى غَيْرِهٖ وَيَكُوْنُوْنَ فِيْ غَايَةِ الْاِفْكِ وَالْفُجُوْرِ فِيْ اَقْوَالِهِمْ وَاَفْعَالِهِمْ (ابن کثیر جلد ۸ ط ۹۲ و ۹۹)

یعنی خدا تعالیٰ کی بندوں پر خاص رحمت ہے کہ اس نے اُن کے لئے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ اور آنحضرتؐ کو لقب ختم الانبیاء والمرسلین اور دین حنیف کے کامل کر دینے سے مشرف فرمایا۔ اور اس نے اپنی کتاب اور اس کے رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت متواترہ میں خبر دی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ تا خدا کے بندے جان لیں کہ ہر وہ شخص جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس مقام کا دعویٰ کرے وہ کذاب۔ بہتان تراش۔ دجال۔ گمراہ۔ اور گمراہ کرنے والا ہوگا خواہ کتنا ہی شعبدہ بازی اور جادوگری کرے اور طلاسم اور نیرنگیاں دکھائے۔ کیونکہ نبی صادق سے یہ سب باتیں محال

اور عقلمندوں کے نزدیک گمراہیاں ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے ظاہر کیا۔ اسود عنسی کے ہاتھ سے یمن میں۔ یا مسیلمہ کذاب کے ہاتھ سے یمامہ میں بُرے حالات اور بیہودہ باتوں کی قسم سے جو سب عقلمندوں کو معلوم ہے کہ وہ کاذب تھے۔ گمراہ تھے۔ خدا ان پر لعنت کرے اور ایسا ہی ہوگا ہر ایک جو مدعی ہوگا ایسے امور کا قیامت تک۔ یہاں تک کہ وہ ختم ہو جائینگے مسیح الدجال پر خدا تعالیٰ اس کے ساتھ پیدا کر دے گا ایسے امور جنکی علماء اور مومن گواہی دینگے کہ وہ سب امور جھوٹے ہیں اور یہ بہت ہی خدا کی مہربانی ہے۔ اپنی مخلوق پر کیونکہ یقیناً واقعی طور پر ایسے لوگ نہ امر بالمعروف کرتے ہیں اور نہ نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ ہاں کبھی اتفاقیہ ہو تو ہو یا کسی خاص غرض سے اور ایسے لوگ ایسے اقوال و افعال کے لحاظ سے نہایت بہتان تراش اور فسق و فجور میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اس عبارت میں دو امر خصوصیت سے قابل غور ہیں۔ ایک یہ کہ حافظ ابن کثیر نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی مثال دیکر ظاہر کیا ہے کہ کیسے انبیاء کی آمد ممتنع ہے دوئم یہ کہ ایسے لوگ نہ امر بالمعروف کرتے ہیں اور نہ نہی عن المنکر بلکہ نہایت فاسقانہ و فاجرانہ زندگی گذارتے ہیں۔ اور نہایت جھوٹے اور بہتان طراز ہوتے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مدعی نبوت کی زندگی ایسی فاسقانہ ہو اور جس نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی طرح دعویٰ کیا ہو اور جو خود یا اسکی جماعت امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہ کرتی ہو۔ اس مدعی نبوت کا آنا ممنوع و محال ہے نہ کہ ایسے نبی کا آنا جو متبع شریعت محمدیہ ہو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہو۔ جیسا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جیسے سخت مخالف کی اس رائے سے جو انھوں نے براہین احمدیہ کا ریویو کرتے ہوئے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کے متعلق ظاہر فرمائی ہے ثابت ہوتا ہے۔ اور جو یہ ہے

کہ ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جسکی نظیر آجتک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔ اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جسکی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی

مبالغہ سمجھے۔ تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہم سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی وجانی وقلمی ولسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اُٹھا لیا ہو۔ اور مخالفین اسلام و منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جسکو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ ومشاہدہ کرے۔ اور اس تجربہ ومشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو"

(اشاعۃ السنہ جلد ۷ ، ۶ ص ۱۶۹)

اور لکھتے ہیں "مؤلف براہین احمدیہ مخالف وموافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے (وَاللّٰہُ حَسِیْبُہٗ) شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیز گار اور صداقت شعار ہیں" (جلد ۷ نمبر ۹ ص ۲۸۴)

اور جیسا کہ اپنی پاکیزہ ومطہر زندگی کے متعلق خود حضرت اقدس مرزا صاحب کے چیلنج سے ظاہر ہے۔ "تم غور کرو کہ وہ جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے وہ کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے اور تم کوئی عیب افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اُس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے۔ جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے پس یہ خدا کا فضل ہے کہ جو اُس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کے لئے یہ ایک دلیل ہے" تذکرۃ الشہادتین ص ۶۲ *

دوسرا حوالہ روح المعانی جلد ۷ ص ۶۵ کا پیش کیا ہے جو یہ ہے۔ "وَكَوْنُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ مِمَّا نَطَقَ بِهِ الْكِتٰبُ وَصَدَعَتْ بِهِ السُّنَّةُ وَاَجْمَعَتْ عَلَيْهِ الْاُمَّةُ فَيُكَفَّرُ مُدَّعِيْ خِلَافِهٖ وَيُقْتَلُ اِنْ اَصَرَّ" یعنی حضور کا خاتم النبیین ہونا ان باتوں میں سے ہے جن کو قرآن پاک نے بیان کیا۔ اور سنت نے کھول دیا۔ اور امت نے بھی اجماع کیا۔ پس کافر ہوگا وہ شخص جو اس کے خلاف دعویٰ کرے گا۔ اور قتل کیا جائے گا اگر اس نے اصرار کیا۔

اس حوالہ میں بھی متنازعہ فیہا نبوت کا کوئی ذکر نہیں۔ صرف اس بات کا ذکر ہے کہ جو شخص "اس کے خلاف" دعویٰ کرے گا وہ کافر ہوگا۔ چونکہ اب الفاظ "اس کے خلاف" میں جو ضمیر ہے۔

* تریاق القلوب ص ۹۹ طبع اول اور نزول المسیح ص ۲۱۲ میں بھی یہی مضمون بیان فرمایا ہے۔

وہ اگر "خاتم النبیین ہونے" کی طرف پھیری جائے۔ تو چونکہ خاتم النبیین ہونے کا خلاف "خاتم النبیین نہ ہونا" ہوتا ہے۔ اس لئے مطلب یہ ہوا۔ کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتا۔ وہ کافر ہے۔ اور اگر الفاظ "اس کے خلاف" کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیری جائے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دعویٰ نبوت کرے وہ کافر ہوگا۔ نہ یہ کہ جو ظلی و اُمتی نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ بھی کافر ہوگا۔ کیونکہ ایسے مدعی نبوت کے نہ آنے یا اس کے کافر ہونے کی یہاں کوئی تصریح نہیں۔ کیونکہ یہاں ایسے مدعی نبوت کے نہ ہونے کی کوئی تصریح نہیں۔ اور بفرض محال اگر مصنف تصریح بھی کر دیتا کہ کسی قسم کی کوئی نبوت بھی ہرگز آپ کے بعد نہ ہوگی تو بھی اس کا یہ کہنا فقط اسکی رائے ہوتی جو ضروری التسلیم نہ ہوتی۔ علی الخصوص جبکہ دیگر علماء و مجددین و محدثین اور اولیاء اُمت کی بکثرت رائیں اس کے خلاف موجود تھیں اور نہ صرف اولیاء امت کی رائیں ہی بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد اور خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ تین احادیث بھی جو شروع میں درج ہو چکی ہیں۔

ان حوالجات سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ خود ان مفسرین نے ان حوالجات میں جس قسم کے نبیوں کو جھوٹا کہا یا ان کا آنا ممنوع قرار دیا ہے یا انکی آمد خاتم النبیین کے خلاف قرار دی ہے وہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی جیسے جھوٹے نبی ہیں۔ جنھوں نے شریعت کا دعویٰ کیا۔ یا شریعت محمدیہ کے برعکس تعلیم دی اور فسق و فجور میں مبتلا رہے۔ نہ کہ وہ نبی جو اُمتی نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور اسی شریعت محمدیہ کا حامی و ناصر ہو کر آئے۔

شق سابع

دیگر علماء سلف کے جو حوالجات ہمارے مقابل پر پیش کئے جاتے ہیں۔ انکی کیا حقیقت ہے؟

پہلا حوالہ۔ شفاء قاضی عیاض کی شرح مؤلفہ ملا علی قاری کی جلد ۲ ص ۵۱۸ و ۵۱۹ کا ہے جسکی یہ عبارت ہے وَكَذٰلِكَ مَنِ ادَّعٰى نُبُوَّةَ اَحَدٍ مَعَ نَبِيِّنَا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ (كَاَصْحَابِ مُسَيْلِمَةَ وَالْاَسْوَدِ الْعَنْسِيِّ) اَوْ بَعْدَهٗ (كَالْعِيْسَوِيَّةِ) مِنَ الْيَهُوْدِ الْقَائِلِيْنَ بِتَخْصِيْصِ رِسَالَتِهٖ اِلَى الْعَرَبِ وَكَالْخُرَّمِيَّةِ الْقَائِلِيْنَ بِتَوَاتُرِ الرُّسُلِ وَكَاَكْثَرِ الرَّافِضَةِ الْقَائِلِيْنَ بِمُشَارَكَةِ عَلِيٍّ فِي الرِّسَالَةِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَ بَعْدَہٗ وَ کَذٰلِکَ کُلُّ اِمَامٍ عِنْدَ هٰؤُلَاءِ یَقُوْمُ مَقَامَہٗ فِی النُّبُوَّةِ وَالْحُجَّةِ وَیَنْبَغِیْ اِنْ اَرَادُوْا بِہَا الْحَقِیْقَةَ وَاِلَّا فَالْمَنْزِلَةُ الْمَجَازِیَّةُ لَا تُوْجِبُ الْکُفْرَ وَلَا اَلْبِدْعَةَ) یعنی اور کافر ہے ایسا ہی وہ شخص جو کسی اور کی نبوت کا دعویٰ کرے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں (جیسے مسیلمہ کذاب یا اسود عنسی کے مرید) یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جیسے فرقہ عیسویہ (جو یہود میں سے تھا) جو کہتے ہیں کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت خاص ہے محض عرب سے۔ اور جیسے خرمیہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہمیشہ ہی رسول آتے رہیں گے ختم نہیں ہونگے۔ جب تک بھی دنیا ہے اور جیسے اکثر شیعہ جو کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ شریک ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انکی نبوت میں زندگی اور بعد دونوں وقت۔ اسی طرح بارہ اماموں میں سے ہر امام کے متعلق قائل ہیں۔ کہ وہ قائم مقام ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت وحجت میں بشرطیکہ اگر وہ حقیقی مراد لیں۔ ورنہ مجازی ہونا کفر کو واجب نہیں کرتا اور نہ ہی بدعت کو مستلزم ہے۔

جوابِ اوّل اس حوالہ کا وہ فقرہ جو دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا۔ یا مدار کفر قرار دیا جاتا ہے۔ یہ ہے "اَلْقَائِلِیْنَ بِتَوَاتُرِ الرُّسُلِ" یعنی قاضی عیاض اور ملا علی قاری نے ان لوگوں کو جو قیامت تک رسولوں کی آمد کے قائل ہیں کافر کہا ہے لیکن یہ فقرہ ہمارے بالکل خلاف نہیں ہے کیونکہ جو تعریف رسول کی ان علماء سلف کے نزدیک مروج ہے اس کے لحاظ سے ہم آئندہ رسولوں کی آمد کے ہرگز قائل نہیں ہیں اور ہم کو ان رسولوں کی آمد کا قائل بتانا ترا اتہام ہے۔ بار بار ظاہر کیا جا چکا ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کسی شرعی نبی یا غیر شرعی مگر مستقل نبی کی آمد کے ہرگز قائل نہیں ہیں بلکہ اس امر کے قائل ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور اتباع میں حضور کی برکت اور افاضہ روحانیہ اور قوت قدسیہ سے آپ کی شریعت کے خادم انبیاء قیامت تک آتے رہیں گے۔

پس وہ حوالہ اَلْقَائِلِیْنَ بِتَوَاتُرِ الرُّسُلِ کا ہم پر چسپاں نہیں ہوتا کیونکہ ان علماء کے نزدیک رسول کا لفظ اس انسان پر بولا جاتا ہے جو شریعت لائے یا پہلی شریعت میں کچھ تبدیلی کرے۔ جیسے

(۱) شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے "وَالرَّسُوْلُ اِنْسَانٌ بَعَثَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اِلَی الْخَلْقِ لِتَبْلِیْغِ الْاَحْکَامِ الشَّرْعِیَّةِ" یعنی رسول وہ انسان ہے جس کو خدا تعالیٰ مخلوقات کے لئے مبعوث فرمائے احکام شرعیہ کی تبلیغ کے لئے۔

(۲) نبراس میں جو شرح عقائد نسفی کی شرح ہے بہ تفصیل درج ہے کہ نبی اور رسول کے فرق کے بارے میں اختلاف ہے۔ جمہور مسلمانوں کا مذہب یہی ہے کہ "اِنَّ النَّبِیَّ اَعَمُّ" کہ نبی عام ہے اور رسول خاص ہے۔

(۳) پھر رسول کے لئے بعض نے کتاب کی شرط کی ہے۔ اور بعض نے شرع جدید شرط لگائی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔ "قَالَ بَعْضُھُمْ یُشْتَرَطُ فِی الرَّسُوْلِ شَرْعٌ جَدِیْدٌ بِخِلَافِ النَّبِیِّ ص۸۰

(۴) ایسا ہی اسی نبراس کے ص۲۲۴ کے حاشیہ میں شرح مقاصد کا حوالہ دیکر لکھا ہے کہ وَقَدْ یُخَصُّ الرَّسُوْلُ بِمَنْ لَہٗ شَرِیْعَۃٌ وَّکِتَابٌ" کہ رسول کا لفظ خاص طور پر اس پر بولا جاتا ہے جسکی کوئی شریعت ہو یا کوئی کتاب ہی جدید ہو۔

(۵) شرح مقاصد جلد ا ص۱۳۵ میں رسول کی تعریف یوں کی گئی ہے " ھُوَ مَنْ لَہٗ کِتَابٌ اَوْ نَسْخٌ لِبَعْضِ اَحْکَامِ الشَّرِیْعَۃِ السَّابِقَۃِ" یعنی رسول وہ ہے جسکی کوئی کتاب ہو یا جو شریعت سابقہ کے بعض احکام کی تنسیخ کرے۔

ان پانچ حوالوں سے واضح ہو گیا کہ جمہور کے نزدیک رسول کا لفظ شرعی نبی پر بولا جاتا ہے۔ پس ایسے لوگ جہاں رسول کے آنے کی نفی کریں گے۔ وہاں مراد شرعی نبی سے ہو گی نہ کہ غیر شرعی و امتی نبی سے۔ میں اس کے ضمن میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ فریق مخالف نے ابن کثیر جلد ۸ ص۹۵ کا جو حوالہ دیا تھا اس میں بھی یہی الفاظ ہیں "لِاَنَّ مَقَامَ الرِّسَالَۃِ اَخَصُّ مِنْ مَقَامِ النُّبُوَّۃِ" جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن کثیر کے نزدیک بھی رسول کا لفظ خاص ہے اور نبی کا عام ہے۔

ان تمام مذکورہ بالا اصطلاحات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مرزا صاحب نے عام اعلان فرما دیا ہے:۔ کہ "چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنے نہ سمجھ لیں۔ کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے۔ اور ہمارا کوئی رسول بجز محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہے۔ اور ہمارا کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔"

(الحکم جلد ۳ ص۲۹ ۱۸۹۹ء بحوالہ حقیقۃ النبوۃ ص۱۲۵)

پس اَلْقَائِلِیْنَ بِتَوَاتُرِ الرُّسُلِ کا حوالہ ہمارے خلاف نہیں پیش کیا جا سکتا۔ کیونکہ ہم اس معنے سے تواتر الرسل کے ہرگز قائل نہیں جو معنے اسلام کی اصطلاح میں رسول یا نبی کے سمجھے گئے تھے یا اب لئے جائیں۔

جواب دوئم اس تصریح کے علاوہ کہ انھوں نے شرعی رسول کی نفی کی ہے نہ ہر نبی کی۔ یہاں اسی حوالہ میں ایک اور قرینہ بھی موجود ہے کہ قاضی عیاض اور ملا علی قاری کے نزدیک ظلی اور بالواسطہ نبوت ہو سکتی ہے۔ مستقل اور شرعی نبوت نہیں ہو سکتی اور وہ آخری فقرہ ہے جو دانستہ چھوڑ دیا گیا ہے یعنی " اِنْ اَرَادُوْا بِہَا الْحَقِیْقَۃَ وَاِلَّا فَالْمَنْزِلَۃُ الْمَجَازِیَّۃُ لَا تُوْجِبُ الْکُفْرَ وَلَا الْبِدْعَۃَ " یعنی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حقیقی نبوت مراد لیں (اپنے آئمہ کی قائم مقامی سے) تو پھر کفر عائد ہو گا۔ ورنہ اگر مجازی مرتبہ مراد لیں تو پھر مجازی نبوت کفر کو واجب نہیں کرتی اور نہ بدعت ہی کو مستلزم ہے۔

ان دونوں بزرگوں کے نزدیک کسی انسان پر کفر اسی صورت میں عائد ہو گا جب کہ وہ علی وجہ الحقیقۃ کسی کا نبی ہونا تسلیم کرتا ہو۔ ہاں اگر علی وجہ المجاز کسی کو نبی مانے یا کوئی علی وجہ المجاز نبوت کا دعویٰ کرے۔ تو اس سے کفر لازم نہیں آتا۔ اور بالکل انہی الفاظ میں حضرت اقدس مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

(۱) سُمِّیْتُ نَبِیًّا مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلٰی طَرِیْقِ الْمَجَازِ لَا عَلٰی وَجْہِ الْحَقِیْقَۃِ " (تتمہ حقیقۃ الوحی ۶۵)

یعنی مجھے خدا تعالےٰ نے علی وجہ المجاز نبی قرار دیا ہے نہ کہ حقیقی رنگ میں۔

(۲) وَمَنْ قَالَ بَعْدَ رَسُوْلِنَا وَسَیِّدِنَا اِنِّیْ نَبِیٌّ اَوْ رَسُوْلٌ عَلٰی وَجْہِ الْحَقِیْقَۃِ وَالْاِفْتِرَاءِ وَتَرَکَ الْقُرْاٰنِ وَاَحْکَامَ الشَّرِیْعَۃِ الْغَرَّاءِ فَھُوَ کَافِرٌ کَذَّابٌ۔

غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہے تو وہ ملحد بے دین ہے اور غالباً ایسا شخص کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا۔ پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے اور اس کے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں " (انجام آتھم حاشیہ ۲۷ و ۲۸)

(۳) حاشا و کلا مجھے حقیقی نبوت کا ہرگز دعویٰ نہیں ہے (اشتہار فروری ۱۸۹۲ء بحوالہ حقیقۃ النبوۃ ص ۹۱)

(۴) جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث

بھی ایک مرسل ہوتا ہے کیا قراءت وَلَا مُحَدَّثٍ کی یاد نہیں رہی۔ پھر یہ کیسی بیہودہ نکتہ چینی ہے کہ مرسل ہونے کا دعوی کیا ہے۔ اے نادانوں بھلا بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اس کو عربی میں مرسل یا رسول ہی کہینگے یا اور کچھ کہیں گے **مگر یاد رکھو کہ خدا کے کلام میں اسجگہ حقیقی معنی مراد نہیں جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں** بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے وہ مرسل ہی ہوتا ہے یہ سچ ہے کہ وہ الہام جو خدا نے اپنے اس بندے پر نازل فرمایا اس میں اس بندہ کی نسبت نبی اور رسول اور مرسل کے لفظ بکثرت موجود ہیں سو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں وَلِکُلٍّ اَنْ یَّصْطَلِحَ سو خدا کی یہ اصطلاح ہے جو اس نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رُو سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کی رُو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔" (سراج منیر صفحہ ۳ مطبوعہ ۱۸۹۷ء)

جواب سوئم شرح شفا کے حوالے کے دو جواب دینے کے بعد اب تیسرا جواب یہ دیتا ہوں کہ ہمارے مخالفین نے ایک ایسا حوالہ پیش کیا ہے کہ اگر اس حوالہ کو اسی رنگ میں دیکھا جائے جس رنگ اور معنے میں انھوں نے پیش کیا ہے۔ تو یہ حوالہ خود انہیں کے خلاف پڑتا ہے کیونکہ اسی حوالے میں ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے۔ "وَغُلَاةُ الْمُتَصَوِّفَةِ اَیِ الْجَهَلَاءِ وَ اَجْهَلُهُمُ ابْنُ عَرَبِیٍّ حَیْثُ جَعَلَ نَفْسَهٗ خَاتَمَ الْاَوْلِیَاءِ" یعنی کافر ہیں غالی جھوٹے صوفی بھی یعنی جاہل صوفی اور ان صوفیوں میں سے زیادہ جاہل ابن عربی تھے جنہوں نے اپنے آپ کو خاتم الاولیاء کہا۔ گویا اس کتاب والے قاضی عیاض و ملا علی قاری کے نزدیک حضرت شیخ محی الدین ابن عربی شیخ اکبر مصنف فتوحات مکیہ و فصوص الحکم وغیرہ بھی کافر بلکہ زیادہ کافر ہیں حالانکہ گواہان استغاثہ اور ان کے اکابر بزرگ انھیں شیخ اکبر کو مسلمان اور امام الموحدین اور شیخ الاسلام بلکہ ولی اللہ و آیت من آیات اللہ مانتے چلے آئے ہیں اور اب بھی مان رہے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ گو یہ فتوی ان اصل عبارات کے لحاظ سے یا اس تشریح کے لحاظ سے جو رسول اور نبی کی ان کے ہاں مروج ہے یا ان کی اس صاف تشریح کے لحاظ سے کہ مجازی نبوت کفر واجب نہیں کرتی۔ ہم پر ہرگز عائد نہیں ہوتا لیکن اگر خواہ مخواہ عائد ہی کیا جائے

تو پھر یہی فتویٰ اس انسان پر تو علی الاعلان اور واضح طور پر نام لے کر لگایا گیا ہے جو ہمارے مخالفین کے نزدیک مسلم مسلمان اور نہ صرف مسلمان بلکہ شیخ المسلمین و امام العارفین ہے اب تو اس فتویٰ کو انھیں معنی میں قرار دینا پڑے گا جن معنی میں کہ وہ فی الحقیقت ہے اور جس کے سوا دوسرے معنے ہو ہی نہیں سکتے۔ اس صورت میں ہم اس فتویٰ سے بری ہو گئے اور اگر برخلاف اسکے غلط معنے کی رو سے ہم پر وہ فتویٰ لگایا جائے گا تو ساتھ ہی اپنے ایک مسلم بزرگ پر بھی ہاتھ صاف کرنا پڑے گا اور اسکے ساتھ ہی ان سب اکابرِ دین مثل حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ وغیرہما پر بھی جو حضرت محی الدین ابن عربی کی ولایت کے قائل ہیں۔ ؏

دیدی کہ خونِ ناحق پروانہ شمع را | چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

دوسرا حوالہ جو علاوہ مفسرین کے ایک اور بزرگ کا پیش کیا جاتا ہے وہ یہی حضرت ملا علی قاری ہیں جن کا قول اوپر ذکر ہو چکا کہ مجازی نبوت کے ادّعا سے کفر لازم نہیں آتا اور وہ انکی دوسری کتاب مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صہ ۵۶۴ مصری میں اس طرح ہے "فَالْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَحْدُثُ نَبِیٌّ لِاَنَّہٗ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ السَّابِقِیْنَ" پس معنے لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے یہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا کیونکہ حضورؐ پہلے انبیاء کے خاتم ہیں اس حوالے کے متعلق

پہلا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ گو ملا علی قاری ہی کا ایک حوالہ اس امر کی دلیل میں پیش کیا جا چکا ہے کہ مجازی نبوت ہو سکتی ہے۔ لیکن علاوہ اس حوالہ کے اس دوسرے حوالہ میں بھی سابقین کا لفظ دلیل ہے اس امر کی کہ یہاں پہلے نبیوں کے دوبارہ آجانے کا ذکر ہے جسکی نفی کی جا رہی ہے۔ اگر بعد کے کسی نبی کے نہ آنے کا ذکر ہوتا۔ تو پھر سابقین کا لفظ لانے کی ضرورت نہ تھی۔

دوسرا جواب لیکن بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ انکی مراد اس حوالہ میں آئندہ نبی کی نفی ہے کہ آئندہ نبی نہیں ہوگا تو بھی میں عرض کرتا ہوں کہ آئندہ کے ہر نبی کی نفی پھر بھی مراد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ محدث ملا علی قاری کی ایک تیسری کتاب کا حوالہ یہ ہے کہ جس میں انھوں نے تصریح کی ہے کہ آئندہ کیسی نبوت نہ ہوگی؟ چنانچہ فرماتے ہیں:۔ "اِذِ الْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَاْتِیْ نَبِیٌّ یَنْسَخُ مِلَّتَہٗ وَلَمْ یَکُنْ مِّنْ اُمَّتِہٖ"
(موضوعات کبیر صہ ۵۹)

یعنی خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں کہ آیندہ کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت اور شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت سے نہ ہو۔

جب انھوں نے آئندہ ایسے نبی ہی کی نفی کی ہے جو شریعت لانے والا یا شریعت میں تبدیلی کرنے والا ہو تو یہ مرقاۃ کا حوالہ خود واضح ہو گیا کہ یہاں پر بھی نبی سے مراد شرعی نبی ہے نہ ہر ایک قسم کا نبی۔

شق ثامن

فتاوی فقہیہ کی حقیقت۔

اس شق میں میں چند فتاوی بیان کرتا ہوں جن سے یہ امر بروز روشن کی طرح ثابت ہو گا کہ علماء کے فتاوی کفر کی کیا حقیقت ہے! اور ان کا کیا اثر ہے۔ ان فتاوی کو ماننے اور ان پر عمل کرنے سے امت محمدیہ کا کونسا حصہ مسلمان رہ جاتا ہے! مثلاً لکھا ہے:۔

(۱) جو شخص کہے میں نے خدا تعالیٰ کو خواب میں دیکھا وہ کافر ہے۔ البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۲۰

(۲) جو شخص کہے کہ ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے وہ کافر ہے۔ 〃 〃 〃 صفحہ ۱۲۱

(۳) جو شخص کسی کافر کی تبجیل کرے یعنی تعظیمی سلام کرے وہ کافر ہے۔ الاشباہ والنظائر مع شرح حموی مصطفائی صفحہ ۱۷۵

(۴) اگر کسی کافر نے کسی مسلمان کو کہا کہ مجھ پر اسلام پیش کرو تو وہ شخص اگر اسے کہے کہ مولوی صاحب کے پاس جاؤ تو وہ کافر ہے۔ شرح فقہ اکبر مصری صفحہ ۱۶۰

(۵) جو شخص (بطور ڈرامہ) اپنے آپ کو معلم بنائے اور ہاتھ میں بید لے کر بچوں کو مارے وہ کافر ہے۔ (البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۲۲)

(۶) جو شخص حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے (البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۲۱)

(۷) جس شخص سے کوئی دوسرا شخص خدا کا واسطہ دیکر کوئی کام کرائے یا کچھ مانگے اور وہ نہ دے یا کام نہ کرے وہ کافر ہے۔ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۴۷)

(۸) جو شخص کسی ذمی کی ٹوپی اپنے سر پر رکھے اور اسکی غرض گرمی و سردی دور کرنا نہ ہو وہ کافر ہے

(البحر الرائق جلد ۵ صفحہ ۱۳۶)

ان فتاوی پر غور کیا جاوے اور عمل کیا جائے۔ تو ماننا پڑتا ہے کہ مندرجہ ذیل مقدس و بزرگ ہستیاں اور سلف صالحین (معاذ اللہ) سب کافر تھے۔ اور موجودہ مسلمانوں کا کثیر حصہ بھی کافر ہے کیونکہ

(۱) سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جنکی یہ مشہور حدیث ہے کہ رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ صُوْرَۃِ شَابٍّ اَمْرَدَ ... (مشکوۃ و الیواقیت والجواہر جلد ۱ صفحہ ۱۶۳) یعنی میں نے اپنے رب کو ایک نوجوان

بے ریش کی شکل میں دیکھا جسکے سر کے بال کانوں کی لوتک تھے۔

(۲) تمام وہ صوفیا و اولیاء کرام جنھوں نے خدا دیکھنے کی تصریح کی۔

(۳) تمام وہ محدثین جنھوں نے اپنی صحاح وسنن ومسانید وغیرہ میں باب باندھا اَلْاِیْمَانُ یَزِیْدُ وَیَنْقُصُ کہ ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے۔ مثلاً حضرت امام بخاری و مسلم وغیرہما۔

(۴) وہ تمام مسلمان جو ملازم یا دوکاندار ہونے کی وجہ سے ہندو افسروں یا انگریز افسروں یا گاہکوں کو تعظیمی سلام کرتے ہیں۔

(۵) تمام وہ مسلمان جو خود کسی ہندو عیسائی یا اور غیر مذاہب پر اسلام نہ پیش کر سکیں اور اپنے مولوی صاحب کے پاس لے آویں۔

(۶) وہ مسلمان طلباء جو ڈرامہ کرتے وقت اُستاد کا پارٹ ادا کریں۔

(۷) تمام شیعہ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت سے انکار کرتے ہیں

(۸) تمام وہ مسلمان جن سے سائل لوگ خدا کا واسطہ دے کر پیسہ یا روٹی یا کپڑا مانگتے ہیں اور وہ نہیں دیتے۔

(۹) تمام وہ مسلمان جو کسی دوسرے کا کوئی اور کام بھی نہیں کرتے جو اُس نے خدا کا واسطہ دے کر کرنے کو کہا ہو۔

(۱۰) تمام وہ مسلمان جو ہیٹ لگاتے یا گاندھی ٹوپی پہنتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ اِن علماء کے فتاویٰ سے کسی کو کافر کہا جائے تو پھر اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ مذکورہ بالا فتاویٰ کی بناء پر کتنا حصہ اُمت کا کافر ہوتا ہے اور کتنے لوگوں کے نکاح فسخ ہو کر اُن کی اولادیں ولد الحرام بنتی ہیں۔

"آیت خاتم النّبیّین کے صحیح معنے"

اس قدر تفصیل کے ساتھ عرض کر دینے کے بعد کہ "خاتم النّبیین" کے جو معنے ہمارے مخالفین لیتے ہیں وہ غلط ہیں اور اس لئے ضروریات دین میں سے نہیں ہو سکتے اور اسی طرح ہمارے مخالفین ان معنے کی تائید میں جو حوالجات مفسرین وغیرہ کے پیش کرتے ہیں انکی حقیقت بھی وہ نہیں ہے جو وہ ظاہر کرنی چاہتے ہیں۔ اور اگر وہ حقیقت متصور بھی قرار دی جائے تو بھی وہ حوالجات بعض لوگوں کے انفرادی آراء ہونے کی وجہ سے

بے ریش کی شکل میں دیکھا جسکے سر کے بال کانوں کی لو تک تھے۔

(۲) تمام وہ صوفیا و اولیاء کرام جنہوں نے خدا دیکھنے کی تصریح کی۔

(۳) تمام وہ محدثین جنہوں نے اپنی صحاح وسنن ومسانید وغیرہ میں باب باندھا اَلْاِیْمَانُ یَزِیْدُ وَیَنْقُصُ کہ ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے۔ مثلاً حضرت امام بخاری ومسلم وغیرہما۔

(۴) وہ تمام مسلمان جو ملازم یا دوکاندار ہونے کی وجہ سے ہندو افسروں یا انگریز افسروں یا گاہکوں کو تعظیمی سلام کرتے ہیں۔

(۵) تمام وہ مسلمان جو خود کسی ہندو عیسائی یا اور غیر مذاہب پر اسلام نہ پیش کر سکیں اور اپنے مولوی صاحب کے پاس لے آویں۔

(۶) وہ مسلمان طلباء جو ڈرامہ کرتے وقت استاد کا پارٹ ادا کریں۔

(۷) تمام شیعہ جو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت سے انکار کرتے ہیں

(۸) تمام وہ مسلمان جن سے سائل لوگ خدا کا واسطہ دے کر پیسہ یا روٹی یا کپڑا مانگتے ہیں اور وہ نہیں دیتے۔

(۹) تمام وہ مسلمان جو کسی دوسرے کا کوئی اور کام بھی نہیں کرتے جو اس نے خدا کا واسطہ دے کر کرنے کو کہا ہو۔

(۱۰) تمام وہ مسلمان جو ہیٹ لگاتے یا گاندھی ٹوپی پہنتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ ان علماء کے فتاویٰ سے کسی کو کافر کہا جائے تو پھر اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کہ مذکورہ بالا فتاویٰ کی بناء پر کتنا حصہ امت کا کافر ہوتا ہے اور کتنے لوگوں کے نکاح فسخ ہو کر ان کی اولادیں ولد الحرام بنتی ہیں۔

"آیت خاتم النّبیّین کے صحیح معنے"

اس قدر تفصیل کے ساتھ عرض کر دینے کے بعد کہ "خاتم النّبیین" کے جو معنے ہمارے مخالفین لیتے ہیں وہ غلط ہیں اور اس لئے ضروریات دین میں سے نہیں ہو سکتے اور اسی طرح ہمارے مخالفین ان معنے کی تائید میں جو حوالجات مفسرین وغیرہ کے پیش کرتے ہیں انکی حقیقت بھی وہ نہیں ہے جو وہ ظاہر کرنی چاہتے ہیں۔ اور اگر وہ حقیقت متصور بھی قرار دی جائے تو بھی وہ حوالجات بعض لوگوں کے انفرادی آراء ہونے کی وجہ سے

ایسی وقعت نہیں رکھتے کہ انکے انکار سے کوئی کافر قرار دیا جائے خاصکر ایسی حالت میں جبکہ ان معنے کا انکار کرنے والا اپنے پاس دیگر بزرگان سلف و آئمہ کرام و مجددین و محدثین و اولیاء پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ معانی بھی اپنی تائید میں رکھتا ہو پھر ایسے کو کیونکر کافر کہا جا سکتا ہے۔

اب میں اس ساتویں عنوان میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ آیت خاتم النبیین کا صحیح مطلب کیا ہے؟

یہ آیت سورۂ احزاب کے پانچویں رکوع کی ہے اور تاریخی طور پر ثابت ہے کہ ۵ھ ہجری میں حضرت زینب کے نکاح مبارک پر مخالفوں کے اعتراضات اور تبنیٰ کی رسم کو غیر صحیح قرار دینے کے لئے اُتری تھی۔ (فتح البیان جلد ۷ ص ۲۴۹) اس سورت کے شروع میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ۔ یعنی یہ نبی زیادہ شفیق ہے مومنوں پر خود مومنوں کے نفوس سے بھی اور اُسکی بیویاں انکی مائیں ہیں۔ اس آیت میں بحکم اَلْكِنَايَةُ اَبْلَغُ مِنَ الصَّرِيْحِ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بوجہ نبی ہونے کے واضح طور پر مومنوں کا باپ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے بزرگانِ سلف نے کہا ہے کہ ہر نبی اپنی اُمت کا باپ ہوتا ہے۔ مثلاً

(۱) وَقَالَ مُجَاهِدٌ كُلُّ نَبِيٍّ اَبُوْ اُمَّتِهٖ وَلِذٰلِكَ صَارَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةً فتح البیان جلد ۷ ص ۲۵۱) یعنی مجاہد تابعی کہتے ہیں کہ ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے اور اسی وجہ سے سب مومن آپس میں بھائی ہوتے ہیں (۲) قَالَ النَّسَفِيُّ وَكُلُّ رَسُوْلٍ اَبُوْ اُمَّتِهٖ فِيْمَا يَرْجِعُ اِلٰى وُجُوْبِ التَّوْقِيْرِ وَالتَّعْظِيْمِ لَهٗ عَلَيْهِمْ وَوُجُوْبِ الشَّفَقَةِ وَالنَّصِيْحَةِ لَهُمْ عَلَيْهِ (فتح البیان جلد ۷ ص ۲۸۶) نسفی نے کہا ہے کہ ہر رسول اپنی امت کا باپ ہوتا ہے بسبب اسکے کہ واجب ہے اُنپر توقیر و تعظیم کرنی اُس نبی اور رسول کی۔ اور اُس پر بھی واجب ہے اپنی اُمت کی خیر خواہی و شفقت۔ چنانچہ بعض قرأتوں میں نوصاف طور پر وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ کے الفاظ بھی ساتھ لکھے ہیں۔ مثلاً وَفِيْ قِرَاءَةِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ (فتح البیان جلد ۷ ص ۲۵۱) کہ ابن مسعود کی قراءۃ میں اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ کے ساتھ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ کے الفاظ بھی مروی ہیں (۳) وَعَنْ بَجَالَةَ قَالَ مَرَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِغُلَامٍ وَهُوَ يَقْرَءُ فِي الْمُصْحَفِ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ۔ فتح البیان جلد ۷ ص ۲۵۲) یعنی بجالہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب ایک نوجوان کے

پاس سے گزرے اور وہ نوجوان قرآن میں وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھٰتُھُمْ کے ساتھ وَھُوَ اَبٌ لَّھُمْ بھی پڑھ رہا تھا۔

حاصل کلام یہ کہ اس شروع کی آیت میں خدا تعالےٰ نے بلحاظ نبی ہونے کے آپکی بیویوں کو مومنوں کی مائیں قرار دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں کا باپ۔ پھر حضرت زینب کے نکاح پر مخالفوں کا اعتراض دُور کرنے کے لئے **اوّل** تو یہ فرمایا۔ کہ وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَ کُمْ اَبْنَآءَ کُمْ۔ خدا تعالیٰ نے تمہارے مُنہ بولے بیٹوں کو حقیقی بیٹے نہیں بنایا۔ ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاھِکُمْ یہ صرف تمہارے مُنہ کی بات ہے اور پھر فرمایا مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ اس کلام سے دو شبھے اور اعتراض پیدا ہوتے تھے **اوّل** یہ کہ شروع سورت میں تو بلحاظ نبی ہونے کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمت کا باپ قرار دیا تھا۔ اب اس آیت میں باپ ہونے کی نفی کر دی تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوت کی نفی سے نبوت کی نفی بھی ہو گئی؟ جیسے شہاب میں درج ہے کہ اَنَّہٗ لَمَّا نَفِیَتْ اَبُوَّتُہٗ مَعَ اِشْتِھَارِ اَنَّ کُلَّ رَسُوْلٍ اَبٌ لِاُمَّتِہٖ رُبَّمَا یُوْھِمُ نَفْیَ رِسَالَتِہٖ فَاسْتَدْرَکَ ذٰلِکَ (شہاب علی البیضاوی جلد ۷ صفحہ ۱۷۵) یعنی نفی ابوت سے نفی نبوت کا شک پڑتا تھا اس لئے اس کو دُور فرمایا۔

دوئم یہ کہ مکی زندگی میں سورۃ کوثر کو نازل کر کے بتایا تھا اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ یعنی آپ کا دشمن مقطوع النسل ہے۔ اب اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نرینہ کی نفی کی تو کیا آپ پر بھی اس حالت کے چسپاں ہونے کا احتمال ہے؟ (معاذ اللہ)

پس ان دو شبھوں کو دُور کرنے کے لئے فرمایا وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ لہذا وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا جملہ مقام مدح میں اور اس شک کو دُور کرنے کے لئے ہے جو پہلے کلام وَمَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ سے پیدا ہوا تھا گو مجھے یہ ضرورت نہیں کہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے مقام مدح میں وارد ہونیکے حوالے دُوں کیونکہ سب مسلمان اس کو توصیفی و تعریفی اور مدح کا جملہ مانتے ہیں اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اپنی مدح میں قرار دیا اور بار بار اس کا ذکر بھی فرمایا اور یہ کیسے مانا جا سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں جو فرمایا وہ معاذ اللہ رسول پاک

کی شان اقدس کے خلاف ہو (حاشا و کلا) قرآن کریم میں جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہو وہ سب مقام مدح میں ہو تاہم میں دیوبندی مخالفین کے مسلمہ بزرگ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کا ایک حوالہ لکھتا ہوں وہ فرماتے ہیں "پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟" (تحذیر الناس ص ۳)

غرضیکہ اس امر سے کسی کو انکار نہیں کہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" میں "وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ" مقام مدح میں ہے۔

باقی رہا یہ امر کہ پہلے کلام سے جو شبہ پیدا ہوتا تھا۔ اس کے ازالہ کے لئے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ آیا ہو اسکے واسطے میں دو حوالے پیش کرتا ہوں۔

(۱) وَلٰكِنْ لِلْاِسْتِدْرَاكِ وَ مَعْنَى الْاِسْتِدْرَاكِ دَفْعُ تَوَهُّمٍ مِنَ الْكَلَامِ الْمُتَقَدِّمِ تَتَوَسَّطُ بَيْنَ كَلَامَيْنِ مُتَغَايِرَيْنِ نَفْيًا وَّاِثْبَاتًا مَعْنًى (شرح جامی) یعنی لٰکِنْ کا حرف استدراک کے لئے ہوتا ہے اور استدراک کے معنے ہیں اس وہم و شک کو دور کر دینا جو پہلے کلام سے پیدا ہوتا ہو یہ حرف لٰکِنْ ایسے کلاموں کے درمیان میں آتا ہے، جو نفی و اثبات کے لحاظ سے آپس میں مختلف ہوں۔

(۲)[۱] وَلٰكِنْ خفیفہ ہو یا ثقیلہ ہو دونوں استدراک کے لئے ہیں اور استدراک کے معنی ہیں اس وہم کا دور کر دینا جو کلام سابق سے پیدا ہوتا ہو اور اسکی شرط یہ ہو کہ پہلے اور پچھلے کلام میں نفی و اثبات کا اختلاف ہو خواہ معنوی طور پر ہی ہو۔

ان دونوں حوالوں سے ثابت ہو گیا کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ سے واقعی کوئی شبہ پیدا ہوتا ہے جس کے دور کرنے کے لئے وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ فرمایا گیا ہے۔ سو دونوں شبہے میں پہلے بیان کر آیا ہوں جن کو دور کرنے کے لئے لٰکِنْ کا حرف لاکر اس آیت میں دو اضافی جملے زائد کر دیئے۔ ایک رَسُوْلَ اللّٰهِ کا جملہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اظہار کیا اور بتا دیا کہ حضور کی نبوت و رسالت ویسی ہی قائم ہے کیونکہ ابوت روحانی آپ کو حاصل ہے۔ دوسرا جملہ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا جس سے ظاہر کیا۔ کہ آپ صرف رسول ہی نہیں بلکہ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ بھی ہیں۔ یعنی بلحاظ افاضہ اور کمالات قدسیہ کے آپ دوسرے انبیاء کے برابر نہیں بلکہ ان سے افضل و برتر و بے نظیر ہیں۔ اب جائے غور ہے کہ چونکہ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ یہاں مقام مدح میں واقع ہوا ہے اس لئے خاتم النبیین کے وہ معنے کرنے ضروری ہونگے جن سے حضور کی فضیلت ثابت ہو۔ سو اگر خاتم النبیین کے یہ معنے ہوں

[۱] وَلٰكِنْ خفيفة و ثقيلة للاستدراك وهو دفع توهم ناشئ عن الكلام السابق وشرطه ... الاختلاف كيفا ولو معنىً - (مسلم الثبوت)

کہ آپ آخری نبی ہیں اور سب سے آخر میں آئے ہیں۔ تو یہ کوئی فضیلت کی بات نہیں چنانچہ فریق مخالف کے مسلم بزرگ مولانا محمد قاسم صاحب بھی لکھتے ہیں۔ "اہل فہم پر روشن ہو گا۔ کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمانا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔" (تحذیر الناس ص۳)

جب یہ ثابت ہو گیا کہ بلحاظ سیاق و سباق اس جگہ وہ معنے ہونے چاہئیں جو مدح کے مظہر ہوں اور آخری کے معنے میں نہ ہوں۔ کیونکہ اہل فہم کے نزدیک آخری ہونا کچھ فضیلت نہیں رکھتا۔ تو اب یہ تحقیق لازم آئی کہ زبان عربی کی رو سے "خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ" کے کیا معنی ہیں اس تحقیق کی طرف توجہ کرنے پر آسانی سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ خَاتَمَ (بفتح تا) جو قرآن پاک میں آیا ہے زبان عربی کے لحاظ سے دو معنے رکھتا ہے۔ (۱) انگوٹھی جو عام مشہور و معروف بھی ہیں۔ اور احادیث میں بھی کثرت سے آئے ہیں چنانچہ یہ واقعہ تو حدیث کی ہر کتاب میں ہے کہ ایک صحابی جو ایک عورت سے نکاح کرنے کے خواہشمند تھے۔ مگر مہر کے لئے انکے پاس کچھ نہ تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ تلاش کر کے لاؤ وَلَوْ خَاتَمًا مِّنْ حَدِیْدٍ۔ یعنی خواہ لوہے کی انگوٹھی ہو۔ (مشکوٰۃ کتاب النکاح باب الصداق) اس لحاظ سے گویا خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے معنے ہوئے نبیوں کی انگوٹھی۔ اب ہم کو دیکھنا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبیوں کی انگوٹھی کیوں فرمایا اس میں وجہ شبہ کیا ہے۔ جسکی بناء پر ایسا کہا گیا۔ سو غرض ہو کہ انگوٹھی سے دو فائدے ہوتے ہیں:۔

(اول) یہ کہ وہ ہاتھ کے لئے زینت کا کام دیتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے لئے زینت کا باعث ہیں چنانچہ اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے تفسیر فتح البیان جلد ۷ ص۲۸۶ میں لکھا ہے۔ اِنَّہٗ صَارَ کَالْخَاتَمِ لَھُمُ الَّذِیْ یَخْتِمُوْنَ بِہٖ وَیَتَزَیَّنُوْنَ بِکَوْنِہٖ مِنْھُمْ (یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان انبیاء کے لئے انگوٹھی ہیں یعنی وہ انبیاء آپ کے ذریعہ خوبصورتی حاصل کرتے ہیں۔ اس لحاظ سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان میں سے ہیں۔ اور مجمع البحرین میں بھی لکھا ہے خَاتَمٌ بِمَعْنَی الزِّیْنَۃِ مَاخُوْذٌ مِّنَ الْخَاتَمِ الَّذِیْ ھُوَ زِیْنَۃٌ لِّلَابِسِہٖ۔ یعنی خاتم کے معنے زینت کے ہیں اور اس خاتم (انگوٹھی) سے ماخوذ ہیں جو پہننے والے کے لئے موجب زینت ہوتی ہے۔

دوسرا کام انگوٹھی کا یہ ہوتا ہے کہ وہ انگلی کو گھیر لیتی ہے اور احاطہ کر لیتی ہے اس لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کی انگوٹھی ہیں یعنی آپ نے تمام انبیاء کے کمالات کا احاطہ کر لیا ہے اب کوئی کمال کسی نبی کا

ایسا نہیں جو آپ میں نہ ہو آپ جامع جمیع کمالات ہیں۔ غرض خاتم کے معنے انگوٹھی ہیں جو لغوی معنی ہیں اس انگوٹھی کے دونوں کاموں۔ زینت اور احاطہ کی وجہ سے جو معنے ثابت ہوئے وہ دونوں معنے حضورؐ کی تفضیلت اور مدح کا باعث ہیں اور تمام مسلمان اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ انبیاءؑ کو حضورؐ کے میر مجلس ہونے سے زینت اور خوبصورتی حاصل ہوتی ہے اور نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کے کمالات کا احاطہ کر لیا ہے۔

(۲) دوسرے معنے خاتم کے عربی زبان کی رُو سے مُہر کے ہیں یعنی وہ آلہ جسکے ذریعہ سے کسی دوسری چیز پر مُہر ثبت کی جائے۔ جیسے لکھا ہے اَلْخَاتَمُ اِسْمُ الْاٰلَۃِ لِمَا یُخْتَمُ بِہِ الشَّیْءُ کَالطَّابِعِ لِمَا یُطْبَعُ بِہٖ (روح المعانی جلد ۷، ص۵۹) یعنی لفظ خاتم اسم آلہ ہے اس چیز پر بولا جاتا ہے جسکے ذریعہ دوسری چیز پر مُہر لگائی جائے جیسے طابع کا لفظ ہے کہ اسی چیز پر بولا جاتا ہے جسکے ذریعہ چیز طبع کی جائے۔ اس معنے کی رو سے خاتم النبیین کے یہ معنی ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کی مُہر ہیں۔ اب ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ مُہر کیا کام دیتی ہے؟ اور مُہر کے کس کام کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبیوں کی مُہر کہا گیا ہے؟ سو عرض ہے کہ مُہر اپنے اندر دو حقیقتیں رکھتی ہے۔ (اوّل) مُہر تصدیق کے لئے ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ کَتَبَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کِتَابًا اَوْ اَرَادَ اَنْ یَّکْتُبَ فَقِیْلَ لَہٗ اِنَّھُمْ لَا یَقْرَءُوْنَ کِتَابًا اِلَّا مَخْتُوْمًا فَاتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّۃٍ وَ نَقْشُہٗ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی بَیَاضِہٖ فِیْ یَدِہٖ (بخاری جلد ۱ مصری ص۱۵)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کیطرف تبلیغی خطوط لکھنے چاہے تو صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ وہ لوگ خط کو بغیر مہر کے قبول نہیں کرتے۔ سو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مہر بنائی اور اسپر یہ نقش کیا "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" اور وہ مُہر لگا کر اپنے خطوط مبارک بھیجے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مُہر تصدیق کے لئے ہوتی ہے۔ چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد طاہر گجراتیؒ نے اپنی لغت کی کتاب مجمع بحار الانوار میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَخَوَاتِمَہٗ کے یہ معنے لکھے ہیں اَیِ الْقُرْاٰنُ خُتِمَتْ بِہِ الْکُتُبُ السَّمَاوِیَّۃُ وَھُوَ مُحِیْطٌ عَلٰی سَائِرِھَا وَ مُصَدِّقٌ لَّھَا۔ (مجمع البحار جلد ا ص۳۲۹) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جامع کلمات اور اُنکے خواتم دیئے گئے ہیں یعنی خواتم سے مراد قرآن شریف ہے کہ جس کے ساتھ کتب سماویہ ختم کی گئیں۔ بایں طور کہ ان سب پر وہ محیط ہے۔ اور ان کا مصدق ہے۔ اس حوالہ میں صاحب مجمع البحار نے ختم کی تصریح کر دی ہے کہ مُہر تصدیق اور دلیل کے معنوں میں ہوتی ہے۔ چنانچہ انہی معنی سے قرآن پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

شان ہیں مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ یا مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ وغیرہ فرمایا گیا ہے پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ مہر کا کام تصدیق ہے تو معلوم ہو گیا کہ حضور کا "خاتم النبیین" ہونا با یں معنے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کے خاتم یعنی مصدق ہیں اب یہ حقیقت ایسی ہے اور یہ لغوی معنے ایسے ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کیونکہ نہ صرف ایمانی طور پر بلکہ واقعیت کے لحاظ سے بھی صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ایسی ہے جو تمام نبیوں کی صداقت ظاہر کرنے والی ہے۔ چنانچہ مولانا آل حسن صاحب مشہور مناظر اسلام اپنی کتاب استفسار بر حاشیہ ازالۃ الاوہام ص ۳۷۹ میں فرماتے ہیں "از انجملہ اگلے سب انبیاء بنی اسرائیل پر ایمان لانیکی بسبب فقدان اسناد اور ثبوت تحریف کے کوئی سبیل باقی نہیں رہی بجز تصدیق حضرت خاتم النبیین کے"

دنیا کی کوئی کتاب دنیا کا کوئی انسان گذشتہ انبیاء کی نبوت و رسالت اور صداقت ثابت نہیں کر سکتا بجز رسول خدا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ دور کیوں جائیں حضور سے پہلے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں لیکن اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم یا تصدیق علیحدہ کر لی جائے اور صرف انجیل یا عیسائیوں اور یہودیوں کے خیالات لے لئے جاویں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت تو کجا۔ معمولی انسانیت و آدمیت و شرافت ثابت ہونی بھی محال ہے کیونکہ یہودی آپ کی پیدائش کو ناجائز اور وفات کو لعنتی قرار دیتے ہیں عیسائی پیدائش کے لحاظ سے بھی ابن اللہ اور نہ مرنے کے لحاظ سے بھی ابن اللہ قرار دیتے ہیں اور ان میں سے جو مرنے کے قائل ہیں وہ بھی لعنتی موت کے قائل ہو کر پھر جی اٹھنے اور آسمان پر چلے جانے کے قائل ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا خدا پکارتے ہیں حقیقی شان نبوت یا حقیقی شان طہارت تو صرف رسول پاک سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرمائی ہے۔ آئیندہ انبیاء کی صداقت بایں طور ظاہر فرمائی کہ آئیندہ وہی سچا نبی سمجھا جاوے گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور ماتحتی میں آوے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عملدر آمد کرتا ہو اور دوسرے لوگوں کو بھی اسی شریعت کی طرف بلاتا ہو۔ سو اب بجز حضور کی متابعت کے کوئی کمال یا کوئی قرب کا راستہ نہیں مل سکتا چنانچہ انہی معنوں کی رو سے حضرت محدث ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ اِذِ الْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَاْتِیْ نَبِیٌّ یَنْسَخُ مِلَّتَہٗ وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِہٖ" (موضوعات کبیر ص ۵۹) کہ خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں کہ کوئی نبی ایسا نہیں آئے گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرے اور یا آپ کی امت سے نہ ہو یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں خاتم بمعنے مہر

ہونے کے یعنی آپ نبیوں کے مصدق ہیں خواہ پہلے نبی ہوں یا پچھلے۔ اور یہ معنے "نبیوں کی مہر" کے ایسے واضح اور مسلم الثبوت ہیں کہ ہمارے وہ مخالف بھی جو حضرت عیسیٰؑ کو زندہ مانتے ہیں حالانکہ وہ فوت ہو چکے ہیں جب کبھی بھی اپنے خیال سے ان کو آسمان سے اُتارتے ہیں تو یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جب وہ آئینگے تو اسی شریعت پر چلنے والے ہونگے گویا ان کی صداقت نہی ثابت ہوگی جب کہ وہ مذہب اسلام کے پابند ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر تصدیق ان کو حاصل ہو۔

دوسری وجہ شبہ مُہر کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے یہ ہے کہ مہر کا دوسرا کام یہ ہوتا ہے کہ جیسی مُہر ہوتی ہو ویسی ہی نقش کی چیزیں بنتی ہیں مثلاً ٹکٹوں کی مُہر سے ٹکٹ بنیں گے۔ اور روپوں کی مہر سے روپے بنیں گے پونڈ کی مُہر سے پونڈ بنے گا۔ نوٹ کی مُہر سے نوٹ۔ اس وجہ شبہ کے لحاظ سے خاتم النبیین کے معنے یہ ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کی مُہر ہیں یعنی حضورؐ کا افاضہ روحانی آپ کی قوت قدسیہ آپ کی غلامی ومتابعت روحانی طور پر نبی تراش ہو کہ آپ کے وجود باجود سے آئندہ نبی ہوا کریں گے اور یہ درجہ کسی نبی کو عطا نہیں ہوا کہ محض اسکی غلامی اور متابعت اور اسکی بابرکت توجہ سے کوئی دوسرا نبی بن گیا ہو۔ حاصل کلام یہ کہ خاتم کے معنے اگر مُہر کے کئے جاویں تو بھی وجہ شبہ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہی دو ایسے معنے ہو سکتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ثابت کرتے ہیں نہ کوئی اور معنے کیونکہ اور کسی معنے سے مدح اور فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔

تیسرے معنے ان دونوں عام اور کثیر الاستعمال معنے کے سوا محاورہ کے لحاظ سے ایک اور معنی بھی ہیں یعنی کمالات کے لحاظ سے ایسا ہو تا کہ دوسرا اس قسم کا نہ ہو مثلاً (۱) ایک شاعر اپنے اُستاد کی وفات پر اسکے مرثیہ میں کہتا ہے۔

فُجِعَ الْقَرِيضُ بِخَاتَمِ الشُّعَرَاءِ ۔۔۔ وَغَدِيْرِ رَوْضَتِهَا حَبِيْبِ الطَّائِي

(وفیات الاعیان لابن خلکان جلد ۱ ص ۱۲۳ مصری)

یعنی اشعار کو تکلیف پہنچائی گئی خاتم الشعراء کی وفات سے جو شعراء اور اشعار کے باغ کا تالاب تھا کہ انکو اس (تالاب) سے پانی پہنچتا تھا۔ یعنی ابو تمام حبیب طائی۔ اس شعر میں خاتم الشعراء سے یہ مفہوم مراد نہیں لیا گیا کہ آئندہ کوئی شاعر نہیں ہوگا۔ بلکہ یہی مراد ہے کہ اس جیسا شاعر اب نہیں ہوگا۔

چنانچہ انہی معنوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔

(۳) ختمہائے کانبیاء بگذاشتند	آں بدینِ احمدی برداشتند
قفلہائے ناکشادہ ماندہ بود	از کفِ انا فتحنا بر کشود
بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود	مثل او نے بود نے خواہند بود
چونکہ در صنعت بُرد استاد دست	نے تو گوئی ختم صنعت بر تو ہست

(مثنوی دفتر ششم)

مطلب صاف ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ان معنوں میں ہیں کہ آپ جیسا نہ کوئی پہلے ہوا اور نہ آئندہ ہوگا اور جو جو خامیاں اور نقائص پہلے سے چلے آتے تھے وہ آپؐ نے دور فرما دیئے اور تمام راز ہائے سربستہ آپؐ نے بے نقاب کر دیئے اس لئے آپؐ بلحاظ کمالات کے خاتم ہوئے پھر اسی لفظ خاتم کو اپنی فارسی زبان کے لحاظ سے اور مبرہن کیا کہ جب کوئی کاریگر کسی صنعت میں کمال پیدا کر لے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اب صنعت کا وجود باقی نہیں رہا بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب اس درجہ اس مرتبہ اس شان کا صنّاع نہیں ہوگا۔

(۳) انہی معنوں میں حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں۔ بِكَ تُخْتَمُ الْوِلَايَةُ (مقالہ ۴ فتوح الغیب) یعنی راہ سلوک میں فانی عن الارادہ ہونیکے بعد تو ایسا ہو جائے گا کہ تجھ پر ولایت ختم کی جائے گی یعنی تو اپنے ہمعصروں میں فقید المثال اور اعلیٰ مقام پر ہوگا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تیرے بعد آئندہ ولایت ختم ہوگی۔

(۴) اور انوری شاعر نے اپنے قطعہ میں مزید اسکی تشریح کر دی ہے وہ کہتے ہیں۔

مادرِ گیتی نہ زادہ زیر چرخِ چنبری	بادشاہے چوں غیاث الدین گدا چوں انوری
بر تو سلطانیت ختم و بر منِ مسکیں سخن	چوں شجاعت بر علی بر مصطفیٰ پیغمبری

(۵) اسی طرح ختم کے لفظ کو فقید المثال یا بے نظیر کے معنے میں حسرت موہانی نے بھی استعمال کیا ہے۔

اس ناز نین پہ ختم ہیں سب شیوہ ہائے ناز	جسکو بنا کے خود بھی ہے نازاں خدائے ناز

پھر ایک دوسرے شعر میں کہتے ہیں۔

ختم تھا جس پہ کبھی اندازِ حسن و دلبری	آہ اب لاؤں کہاں سے وہ نگاہِ التفات

(۶) نہ صرف اسی پر بس ہے بلکہ تمام اردو بول چال میں کسی اچھے تقار انسان کو کہتے ہیں کہ اسپر

تقرر کرنا ختم ہوگیا یا سخاوت کے متعلق کہتے ہیں کہ حاتم پر سخاوت ختم ہوگئی یا یوسفؑ پر حسن ختم ہوگیا
اسکے معنی یہ نہیں ہوتے کہ اب سخاوت یا حسن باقی ہی نہیں رہا اور کسی کو مل ہی نہیں سکتا بلکہ صرف
یہ معنے ہوتے ہیں کہ حاتم جیسا سخی اور یوسفؑ جیسا حسین اب نہیں ہوگا۔

الغرض خاتم یا ختم ہونے کا محاورہ عربی زبان میں تو تھا ہی اس معنے میں کہ ویسا نہیں ہوگا
مگر یہ محاورہ ترقی کرتے کرتے لفظ خاتم اور ختم کے ساتھ فارسی اور اُردو میں بھی جگہ پاگیا بلکہ عام
بول چال میں بھی انہیں معنوں میں استعمال ہونے لگا۔

چوتھے معنے جو خاتم کے کئے جاتے ہیں وہ آخر کے ہیں یہ معنے نہ لغت کے ہیں نہ محاورہ عرب کے
بلکہ محض خیالی اور تاویلی ہیں انکے متعلق میں عرض کرتا ہوں۔

کہ اوّل تو یہ اصل معنے نہیں بلکہ لازم معنے ہیں جو خود قرار دیئے گئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ کوئی
لغت والا خاتم (بفتح تار) کے معنے ہرگز آخر نہیں لکھتا اور نہ کوئی محاورہ ہی ایسا پایا جاتا ہے
جن لوگوں نے اسکو آخر کے معنے میں لیا ہے انہیں لوگوں نے یہ بھی تصریح کردی ہے کہ یہ لازم معنے
یا تاویل کے لحاظ سے ہیں نہ کہ اصل معنے مثلاً (۱) تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے "قَالَ اَبُوْعُبَیْدَۃَ
اَلْوَجْہُ الْکَسْرُ لِاَنَّ التَّاوِیْلَ اَنَّہٗ خَتَمَہُمْ فَہُوَ خَاتِمُہُمْ (جلد ۷ ص ۲۸۶) یعنی ابوعبیدہ کہتے ہیں۔
کہ یہاں اصل وجہ زیر ہے کیونکہ تاویل یہ ہے کہ آپ نے ان انبیاء کو ختم کیا اور آپ ان کے خاتم ٹھہرے۔

(۲) پھر شہاب علی البیضاوی جلد ۷ ص ۱۷۵ میں لکھا ہے "وَقَوْلُہٗ اَوْ خَتَمُوْا بِہٖ عَلٰی قِرَاءَۃِ الْفَتْحِ
لِاَنَّہٗ اِسْمُ اٰلَۃٍ لِمَا یُخْتَمُ بِہٖ کَالطَّابَعِ لِمَا یُطْبَعُ بِہٖ وَالْقَالَبِ) وَاِنْ کَانَ مَآلُ مَعْنَاہُ الْاٰخِرَ اَیْضًا"
کہ فتح کی قراءۃ کی رو سے جو قرآن میں آئی ہے خاتم کا لفظ اسم آلہ ہے جسکے معنے مہر لگانے والی چیز کے ہیں
(طابع اور قالب کی طرح) اگرچہ انجام کار تاویل کے لحاظ سے اسکے معنے آخر کے بھی ہیں۔ (۳) پھر روح المعانی میں
لکھا ہے وَالْخَاتَمُ اِسْمُ اٰلَۃٍ لِمَا یُخْتَمُ بِہٖ کَالطَّابَعِ لِمَا یُطْبَعُ بِہٖ فَمَعْنٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ الَّذِیْ
خُتِمَ النَّبِیُّوْنَ بِہٖ وَمَآلُہٗ اٰخِرُ النَّبِیِّیْنَ (روح المعانی جلد ۷ ص ۱۵۹ طبع اوّل) کہ خاتم اسم آلہ ہے
اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ساتھ مہر لگائی جاوے جیسے طابع اسکو کہتے ہیں جسکے ساتھ طبع کیا
جاوے پس خاتم النبیین کے یہ معنے ہوئے کہ وہ شخص جسکے ذریعہ نبیوں کو مہر لگائی گئی۔ اور انجام کار
تاویل اسکی یہ ہے کہ آخر النبیین۔ الغرض جو شخص بھی خاتم النبیین کے معنے آخر النبیین کرتا ہے
وہ تاویل کے لحاظ سے کرتا ہے نہ کہ اصل معنے کے لحاظ سے۔ اور یہ تاویل بھی ان لوگوں کی محض
بے ثبوت ہے کیونکہ انھوں نے قطعاً کوئی مثال یا نظیر یا وجہ پیش نہیں کی کہ ہم کیوں تاویل کرتے ہیں

کیا یہ جائے غور نہیں کہ جب یہی لوگ خاتم کو بفتح تا پڑھتے ہیں پھر اسکو اسم آلہ قرار دیتے ہیں اور اسم آلہ کے لحاظ سے اصل معنے بھی کرتے ہیں اور اسم آلہ کی مثالیں بھی دیتے ہیں کبھی قالب کی کبھی طابع کی۔ مگر جب تاویل کے ساتھ اسکے معنے کرنا چاہتے ہیں تو کوئی ایک بھی مثال نہیں پیش کرتے۔ اسکی اصل وجہ یہی ہے کہ تاویل اپنے ایک غلط عقیدہ کی وجہ سے کرتے ہیں نہ کسی قرینہ یا مثال کی وجہ سے۔

دوئم۔ بفرض محال اگر مان بھی لیا جاوے کہ یہاں خاتم النبیین کے معنی بجائے اصل اور حقیقی معنی کے تاویلی اور لازمی ہیں تو بھی تاویل کے معنی آخری کرتے وقت وہی حقیقت مقدم ہوگی جو حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرمائی ہے یعنی شرعی آخری نبی مثلاً فرمایا (۱) اِنِّیْ آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَمَسْجِدِیْ ھٰذَا آخِرُ الْمَسَاجِدِ (مسلم جلد ا کتاب الحج) یعنی میں انبیاء کا آخر ہوں جیسے کہ میری یہ مسجد تمام مساجد سے آخری ہے یعنی اب نئے قبلہ والی مسجد نہ ہوگی۔ (۲) یا فرمایا اَنَا آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنْتُمْ آخِرُ الْاُمَمِ کہ میں انبیاء کا آخر ہوں اور تم امتوں سے آخری امت ہو۔ اب نئی امت بنانے والا کوئی نبی نہ آئے گا۔

غرض جن معنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو آخر کے لحاظ سے ظاہر فرمایا ہے یعنی شرعی نبی۔ وہی معنی مقدم ہونگے نہ کہ تاویلی معنی یعنی ایسا آخر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تصریح اور نہ قرآن شریف کے بیان فرمودہ مقام مدح کے خلاف ہو کیونکہ زمانہ کے لحاظ سے آخر ہونا تو کوئی فضیلت کی بات نہیں ہے۔

خلاصہ جواب وجہ تکفیر اوّل کا یہ ہے

کہ اوّل تو احمدی جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونیکی منکر ہی نہیں۔ دوئم۔ مخالف مولوی صاحبان خاتم النبیین کے جو معنے مراد لیتے ہیں انکی زبان عربی اور کتب لغت اور زبان عرب سے کوئی تائید نہیں ہوتی وہ معنی علماء و آئمہ و محدثین و مجددین کی تصریحات کے خلاف ہیں یہاں تک کہ ہمارے مخالفین کے مسلمہ مقتداؤں کی تصریح اور خود انکی عملی حالت اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور سید الاولین و الآخرین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات کے بھی خلاف ہیں۔ اس لیے وہ معنی تو درست بھی نہیں ہیں چہ جائیکہ ضروریات دین میں سے قرار دیئے جائیں۔

سوئم۔ غرض خاتم النبیین کے وہ معنی جو مخالف بیان کرتے ہیں کسی طرح ضروریاتِ دین میں سے نہیں ہیں اگر ہوتے تو حضرت خواجہ غلام فرید صاحب قدس سرہٗ جیسے باخبر و وسیع النظر علامہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق کبھی یہ نہ فرماتے کہ "از عقائد اہل سنت وجماعت وضروریات دین ہرگز منکر نیست"۔

چہارم۔ یہ کہ ہمارے مخالف مولوی صاحبان اپنے ان غلط معنے کی تائید میں بعض آیات سے جو استدلال کرتے ہیں وہ استدلال بھی محض غلط ہے۔ ان آیات کا وہ مطلب نہیں ہے نہ ان سے وہ استدلال ہو سکتا ہے۔

پنجم۔ یہ کہ ان غلط معنے کی تائید میں بعض احادیث سے جو استدلال کیا جاتا ہے وہ بھی قطعاً باطل ہے اور نہ صرف سلف صالحین کی تصریحات کے خلاف ہے بلکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات کے بھی خلاف۔

ششم۔ مفسروں کے بعض اقوال جو ہمارے مخالفین نے اپنی تائید میں پیش کئے ہیں ان سے ان کو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچتا۔

اوّل اس لئے کہ مفسرین کا قول شرعی حجت نہیں۔

دوئم۔ ان کے اقوال کا وہ مطلب بھی نہیں ہے۔

سوئم۔ اگر ہو بھی تو اس کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ بزرگانِ سلف اور ائمہ کرام فرما چکے ہیں۔

چہارم۔ خود ہمارے مخالف مولوی صاحبان بھی مفسرین کے تمام اقوال کو قبول نہیں کرتے بلکہ مفسرین کی درج کی ہوئی حدیثوں کو بھی نہیں مانتے صرف انہی اقوال کو مانتے ہیں جو ان کو پسند ہوں۔

پنجم۔ اس لئے کہ اگر مفسرین کے معنے بالکل صحیح مان لئے جاویں تو ان کا حاصل صرف یہ ہے کہ شرعی رسول نہیں آسکتے۔ نہ کہ ہر قسم کے نبی۔

ششم۔ یہ کہ اگر ان لوگوں کے فتاوی کو دیکھا جاوے تو امت مسلمہ سے کوئی بھی مسلمان ثابت نہ ہو سکے گا۔

ہفتم۔ میں نے یہ عنوان قرار دیا ہے کہ خاتم النبیین کا صحیح مفہوم سیاق و سباق لغت اور احادیث کی رو سے کیا ہے۔ ان سات عنوانوں سے میں نے ظاہر کر دیا ہے کہ یہ وجہ تکفیر کسی صورت میں بھی ہم پر عائد نہیں ہوتی +

دوسری وجہ تکفیر کا رد

دوسری وجہ تکفیر ہمارے خلاف یہ پیش کیجاتی ہے کہ چونکہ مرزا صاحب نے شریعت لانے کا دعویٰ کیا ہے اس لئے وہ اور انکے ماننے والے دونوں کافر ہوگئے۔

اس غلط الزام کے متعلق پہلے میں اصولی طور پر ایک بات عرض کر دینی چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ کسی چیز کا دعویٰ یا کسی چیز کا انکار کرتے وقت ہمیشہ صاف سہل اور صریح عبارت لکھی جایا کرتی ہے جو "ہے" یا "نہیں" کے ساتھ ہوتی ہے۔ مثلاً میرا ایسا دعویٰ ہے یا میں ایسا مانتا ہوں۔ یا میرا یہ ایمان ہے۔ یا میں یہ نہیں مانتا۔ مجھے یہ منظور نہیں۔ یا میں ایسا نہیں کر سکتا۔

پس جب کسی کی طرف کوئی دعویٰ منسوب کیا جائے تو اس کا صاف الفاظ میں دکھانا ضروری ہے نہ یہ کہ اسکی عبارت سے اسکے منشاء کے خلاف معنی لیکر ان اپنے معنی کی بابت کہا جائے کہ یہ مدعی کا دعویٰ ہے۔ یا اسکی عبارت کے متفرق مقامات کے فقروں سے جو نتیجہ خود نکالا جائے اس کا نام مدعی کا دعویٰ رکھ دیا جائے کیونکہ یہ تو بالکل ہی خلاف انصاف ہے اور اس طریقہ سے کسی پر الزام قائم کیا جانا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

یہ ایک اصل ہے جو کسی کے نزدیک بھی قابلِ ردّ و انکار نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ امر خاص طور پر لائق توجہ ہے کہ ہمارے مخالف مولوی صاحبان نے اس وجہ تکفیر میں ایک عبارت بھی ایسی پیش نہیں کی ہے۔ جو انکے مدعا پر نص ہو۔ یعنی حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کے الفاظ میں کہیں یہ نہیں دکھایا گیا ہے کہ میں صاحب شریعت نبی ہوں۔ یا میرا دعویٰ تشریعی نبی ہونے کا ہے۔ بلکہ آپ کے بعض فقرات سے آپ کے خلاف منشا معنی نکالے ہیں۔ یا چند متفرق مقامات کے فقروں سے علیحدہ علیحدہ معنی لیکر اور پھر انہیں ملا کر ایک نتیجہ نکالا ہے۔ اور پھر اس غلط اور باطل نتیجہ کی بنا پر حضرت اقدسؑ کو تشریعی نبوت کا مدعی قرار دیا ہے۔

قبل اسکے کہ میں ان حوالجات پر ایک ایک کر کے نظر کروں۔ مندرجہ ذیل عنوانوں پر حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کی چند تصریحات پیش کرتا ہوں:-

(۱) کیا حضرت مرزا صاحب علیہ السلام نے قرآن شریف کے بعد کسی اور شریعت کا نزول جائز قرار دیا ہے؟

حضرت اقدس فرماتے ہیں

(۱) "بل الحدیث یدل علی ان النبوۃ التامۃ الکاملۃ الجامعۃ لجمیع کمالات الوحی قد انقطعت" یعنی

حدیث وضاحت کر رہی ہے کہ نبوت تامہ جو شریعت کی وحی کی حامل ہو وہ منقطع ہو چکی ہے (توضیح مرام ص۱۹) اور فرماتے ہیں

(۲) "اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے۔ اور ایک شعشہ یا نقطہ اسکی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کم ہو سکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کے تبدیل یا تغییر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے۔" (ازالہ اوہام ص۵۸-۵۹) اور فرماتے ہیں۔

(۳) "قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا۔" (نشان آسمانی ص۳۰ طبع دوم)

(۴) "آمَنْتُ بِکِتَابِ اللّٰہِ وَاَشْھَدُ اَنَّ خِلَافَہٗ زَنْدَقَۃٌ وَمَنْ تَفَوَّہَ بِکَلِمَۃٍ لَیْسَ لَہٗ اَصْلٌ صَحِیْحٌ فِی الشَّرْعِ مُلْھَمًا کَانَ اَوْ مُجْتَھِدًا فَبِہِ الشَّیَاطِیْنُ مُتَلَاعِبَۃٌ وَآمَنْتُ بِاَنَّ نَبِیَّنَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنَّ کِتَابَنَا الْقُرْآنُ کَرِیْمٌ وَسِیْلَۃُ الْاِھْتِدَاءِ لَا نَبِیَّ لَنَا نَقْتَدِیْ بِہٖ اِلَّا الْمُصْطَفٰی وَلَا کِتَابَ لَنَا نَتَّبِعُہٗ اِلَّا الْفُرْقَانُ الْمُھَیْمِنُ عَلَی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی" (آئینہ کمالات ص۲۱)

یعنی میں قرآن شریف پر ایمان لاتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اسکے خلاف جو کچھ ہے وہ زندقہ اور الحاد ہے۔ اور جو شخص کوئی ایسی بات کہے جس کا کوئی اصل شرع میں نہ ہو۔ خواہ کہنے والا ملہم ہو یا مجتہد پس یقیناً اس سے شیطان کھیلتا ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور ہماری کتاب قرآن کریم ہے جو ہدایت کا ذریعہ ہے۔ نہ ہمارا کوئی اور نبی ہے جسکی ہم پیروی کریں بجز حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اور نہ ہماری کوئی کتاب ہے جسکی ہم متابعت کریں بجز فرقان حمید کے جو تمام پہلی کتب پر نگہبان و محافظ ہے۔ اور فرماتے ہیں

(۵) "وَمَنْ قَالَ بَعْدَ رَسُوْلِنَا وَسَیِّدِنَا اِنِّیْ نَبِیٌّ اَوْ رَسُوْلٌ عَلٰی وَجْہِ الْحَقِیْقَۃِ وَالْاِفْتِرَاءِ وَتَرَکَ الْقُرْآنَ وَاَحْکَامَ الشَّرِیْعَۃِ الْغَرَّاءِ فَھُوَ کَافِرٌ کَذَّابٌ۔" (انجام آتھم حاشیہ ص۲۷)

یعنی جو شخص قرآن شریف کو چھوڑ کر اور اس شریعت غرا کے احکام کو ترک کرکے نبوت کا دعوی کرے تو وہ کافر کذاب ہے۔ اور فرماتے ہیں

(۶) "اِشْھَدُوْا اَنَّا نَتَمَسَّکُ بِکِتَابِ اللّٰہِ الْقُرْآنِ۔ وَنَتَّبِعُ اَقْوَالَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَنْبَعِ الْحَقِّ وَالْعِرْفَانِ وَنَقْبَلُ مَا انْعَقَدَ عَلَیْہِ الْاِجْمَاعُ بِذٰلِکَ الزَّمَانِ۔ لَا نَزِیْدُ عَلَیْھَا وَلَا نَنْقُصُ مِنْھَا وَعَلَیْھَا نَحْیٰی وَعَلَیْھَا نَمُوْتُ۔ وَمَنْ زَادَ عَلٰی ھٰذِہِ الشَّرِیْعَۃِ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ اَوْ نَقَصَ مِنْھَا اَوْ کَفَرَ بِعَقِیْدَۃٍ اِجْمَاعِیَّۃٍ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلَائِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔" (انجام آتھم ص۱۴۴)

یعنی اے لوگو تم گواہ رہو کہ ہم قرآن شریف کو ہی مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی پیروی کرتے ہیں جو حق و عرفان کے چشمہ ہیں اور ہم اُن تمام باتوں کو قبول کرتے ہیں جن پر اس وقت (بزمانہ صحابہ کرام) اجماع ہوا۔ ہم اُن میں کمی بیشی بالکل نہیں کرتے۔ ہم انہیں باتوں پر زندہ رہنا اور انہیں پر مرنا چاہتے ہیں۔ اور جو شخص بھی اس شریعت پر ایک ذرہ بھر زیادتی کرے یا اس میں کمی کرے یا کسی اجماعی عقیدہ کا انکار کرے اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

اور فرماتے ہیں

(۷) "قرآن شریف پر شریعت ختم ہو گئی مگر وحی ختم نہیں ہوئی۔" (حاشیہ کشتی نوح ص ۲۱) اور فرماتے ہیں

(۸) "اور یاد رہے کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے۔ اور بعد اسکے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہے جو صاحب شریعت ہو۔ یا بلا واسطہ متابعت آنحضرت صلعم وحی پا سکتا ہو بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے۔" (ریویو بر مباحثہ چکڑالوی و بٹالوی) اور فرماتے ہیں

(۹) "خاتم القرآن اکمل وطر الشریعۃ ولا یعطون الا فہم القرآن۔" (مواہب الرحمٰن ص ۶۶)

یعنی قرآن کریم نے شریعت کی تکمیل کر دی ہے۔ اب اولیاء امت کو صرف فہم قرآن عطا ہوگا۔ اور فرماتے ہیں

(۱۰) "یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مسدود ہے۔ اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے۔ یا اسکی پیروی معطل کرے۔ بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے۔" (الوصیت ص ۱۲ حاشیہ)

(۱۱) "ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے۔ اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو بلاشبہ وہ بے دین اور مردود ہے۔" (چشمہ معرفت حاشیہ ص ۳۲۴) اور فرماتے ہیں

(۱۲) "خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے۔ اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے۔ اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے۔" (چشمہ معرفت ص ۳۲۴-۳۲۵)

(۱۳) "اور کسی کو مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے۔"

(اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بحوالہ حقیقۃ النبوۃ ص ۲۷) اور فرماتے ہیں

(۱۴) "نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالےٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو۔ یہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری شریعت لائے۔ کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد کسی پر نبی کے لفظ کا اطلاق بھی جائز نہیں جبتک اسکو امتی بھی نہ کہا جائے جسکے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اُسنے آنحضرتؐ کی پیروی سے پایا ہے نہ براہِ راست" (تجلیات الٰہیہ حاشیہ ص۹)

ان تمام حوالجات سے ظاہر ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام قرآن شریف کو آخری کتاب شریعت مانتے ہیں اور قرآن شریف کے بعد کسی اور شریعت کے ہرگز قائل نہیں ہیں۔ اور جو قائل ہو اسکو اور نئی شریعت لانے والے بلکہ اس شریعت محمدیہ میں ذراسی بھی کمی زیادتی یا تبدل و تغییر کرنے والے کو مردود۔ کذاب۔ کافر۔ بے دین اور ملحد اور لعنتی قرار دیتے ہیں۔

(۲) کیا حضرت مرزا صاحب علیہ السلام تشریعی نبوت کے مدعی تھے؟

میں اس دوسرے عنوان میں یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے نہ صرف دوسری شریعت کے جواز سے ہی انکار کیا ہے۔ بلکہ بڑی صراحت کے ساتھ اپنے شرعی نبی ہونے سے بھی بار بار انکار ہی فرمایا ہے۔ مثلاً فرماتے ہیں:۔

(۱) "میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسولِ مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اسکے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔"
(ایک غلطی کا ازالہ۔ بحوالہ حقیقۃ النبوۃ ص۲۶۴) اور فرماتے ہیں

(۲) ع "من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب" (ازالہ اوہام ص۱۸۷)

"اور میرا یہ قول کہ ع من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب اسکے معنی صرف اسقدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔" (ایک غلطی کا ازالہ ص۸) اور فرماتے ہیں۔

(۳) "میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے حاصل ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸)

(۴) "ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے۔ اور نئی کتاب لائے ایسے دعوے کو تو ہم کفر سمجھتے ہیں" (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء۔ بحوالہ حقیقۃ النبوۃ ص۲۷۲) اور فرماتے ہیں

(۵) "یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جسکے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں

یعنی اے لوگو تم گواہ رہو کہ ہم قرآن شریف کو ہی مضبوط پکڑے ہوئے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی پیروی کرتے ہیں جو حق و عرفان کے چشمہ ہیں اور ہم اُن تمام باتوں کو قبول کرتے ہیں جن پر اس وقت (بزمانہ صحابہ کرام) اجماع ہوا۔ ہم اُن میں کمی بیشی بالکل نہیں کرتے۔ ہم انہیں باتوں پر زندہ رہنا اور انہیں پر مرنا چاہتے ہیں۔ اور جو شخص بھی اس شریعت پر ایک ذرہ بھر زیادتی کرے یا اس میں کمی کرے یا کسی اجماعی عقیدہ کا انکار کرے اس پر خدا اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔

اور فرماتے ہیں

(۷) "قرآن شریف پر شریعت ختم ہو گئی۔ مگر وحی ختم نہیں ہوئی" (حاشیہ کشتی نوح صفحہ ۲۱) اور فرماتے ہیں

(۸) "اور یاد رہے کہ ہمارا یہ ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے۔ اور بعد اس کے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہے جو صاحب شریعت ہو یا بلاواسطہ متابعت آنحضرت صلعم وحی پا سکتا ہو بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے" (ریویو بر مباحثہ چکڑالوی و بٹالوی) اور فرماتے ہیں

(۹) "خَاتَمُ الْقُرْآنِ اَکْمَلَ وَطْرَ الشَّرِیْعَةِ وَلَا یُعْطَوْنَ اِلَّا فَهْمَ الْقُرْآنِ" (مواہب الرحمٰن صفحہ ۶۶)

یعنی قرآن کریم نے شریعت کی تکمیل کر دی ہے۔ اب اولیاء امت کو صرف فہم قرآن عطا ہوگا۔ اور فرماتے ہیں

(۱۰) "یہ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مسدود ہے۔ اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے۔ یا اسکی پیروی معطل کرے۔ بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے" (الوصیت صفحہ ۱۲ حاشیہ)

(۱۱) "ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے۔ اور اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو بلاشبہ وہ بے دین اور مردود ہے" (چشمہ معرفت حاشیہ صفحہ ۳۲۴) اور فرماتے ہیں

(۱۲) "خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے۔ اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے۔ اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴-۳۲۵)

(۱۳) "اور کسی کو مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے"

(اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بحوالہ حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۷) اور فرماتے ہیں

(۱۴) "نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو۔ یہ نہیں کہ وہ کوئی دوسری شریعت لائے۔ کیونکہ شریعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا۔ اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعتِ اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے۔ بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے۔ اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں۔ کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے" (اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بحوالہ حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۷)

ان حوالجات نے بڑی صفائی و عمدگی سے ظاہر کر دیا ہے کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب نے ابتدا سے لیکر انتہا تک تشریعی نبوت کا دعویٰ کبھی نہیں کیا۔ بلکہ آپ ہمیشہ اس کو اپنی ذات پر مخالفین کا الزام و اتہام قرار دیتے اور اپنی کتابوں میں بڑے شد و مد سے اس کا رد فرماتے رہے ہیں۔

جب مخالف علماء نے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کی طرف تشریعی نبوت کا دعویٰ منسوب کیا تھا۔ تو ان کا فرض تھا کہ وہ آپکی تحریروں سے صاف الفاظ میں یہ دعویٰ دکھلاتے لیکن نہ صرف یہی کہ آپکی تحریروں میں وہ یہ دعویٰ نہیں دکھا سکے بلکہ برخلاف اسکے ہمنے آپکی تحریروں سے نہایت صاف الفاظ میں یہ دکھا دیا ہے کہ آپ کو تشریعی نبوت کے دعوے سے قطعی انکار ہے۔ اور آپ اس کو مخالفین و معاندین کا الزام و اتہام قرار دیتے ہیں اور آپ نے ایسے دعویٰ کو کفر اور ایسے مدعی کو جا بجا کافر لکھا ہے تو ایسی حالت میں حضرت اقدس کی کسی عبارت یا بعض فقرات سے اینچ تان کر آپکی منشاء کے خلاف ایک مطلب نکالنا اور محض اپنے نکالے ہوئے غلط مطلب کی بنا پر آپ کی طرف تشریعی نبوت کا دعویٰ منسوب کرنا کس طرح قابلِ التفات ہو سکتا ہے؟

مندرجۂ بالا دونوں عنوانوں نے نہایت صفائی سے واضح کر دیا ہے کہ ہمارے مخالف علماء کا حضرت اقدس کی کسی عبارت سے تشریعی نبوت کا دعویٰ نکالنا تفسیر القول بمالا یرضٰی بہ قائلہ ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔ اگر کوئی عبارت مبہم ہو۔ تو مصنف زیادہ حقدار ہے کہ اپنی عبارت کا مطلب بیان کرے۔ اور انصاف یہی ہے کہ جو کچھ وہ بیان کرے اسی کو ترجیح دی جائے کہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان۔ مشہور و مقبول مقولہ ہے۔

(۳) ان فقرات کا صحیح مطلب جنسے شرعی نبوت کے دعویٰ کا استنباط کیا جاتا ہے۔

مَیں اس عنوان کے ذیل میں ان حوالجات پر ایک ایک کر کے نظر کرونگا جنسے اپنے تائے نبوت تشریعی کا دعویٰ نکالا جاتا ہے :-

حوالہ اولیٰ میں اربعین ع۴ ص۶ کی عبارت مندرجہ ذیل پیش کیگئی ہے۔

"اور اگر کہو کہ صاحب الشریعت افترار کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری تو اوّل تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے۔ خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اسکے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جسنے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی اُمت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رُو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِکَ اَزْکٰی لَهُمْ۔ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ اور اس پر ۲۳ برس کی مدت بھی گذر گئی۔ اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے۔ اور اگر یہ کہو۔ کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو۔ تو یہ بھی باطل ہے۔ کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفار احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔"

اس عبارت سے یہ استنباط کیا گیا ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے معاذ اللہ تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے لیکن یہ استدلال قطعاً باطل ہے اور اسکے بطلان کے بہت سے وجوہ ہیں منجملہ ان کے

وجہ اوّل وہ تصریحات ہیں جو میں پہلے عنوانوں میں عرض کر آیا ہوں جن میں حضرت اقدس نے اپنے مخالفین و معاندین کے اس الزام کی کہ آپ نے نبوت تشریعی کا دعویٰ کیا ہے بڑے زور شور سے تردید کی ہے اور نہایت صراحت سے بتایا ہے کہ مَینے کبھی نبوت تشریعی کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور میرے نزدیک ایسا دعویٰ کفر اور اس کا مدعی کافر ہے۔ اور ان تصریحات میں سے کامل دس حوالے ایسے ہیں جو اربعین کے اس حوالے سے بعد کے ہیں جس سے تشریعی نبوت کا دعویٰ نکالا جاتا ہے مثلاً

عنوانِ اوّل کے ذیل میں جو تصریحی حوالجات ہیں اُن میں سے حوالہ ۷ و ۸ سنہ ۱۹۰۲ء کے ہیں۔ اور حوالہ ۹ سنہ ۱۹۰۳ء کا۔ اور حوالہ ۱۰ سنہ ۱۹۰۵ء کا۔ اور حوالہ ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ سنہ ۱۹۰۸ء کے۔

اور عنوان دوئم کے تمام تصریحی حوالجات اربعین کے حوالے سے بعد کے ہیں۔ کیونکہ اربعین سنہ ۱۹۰۰ء کی مطبوعہ ہے۔ اور وہ حوالجات سنہ ۱۹۰۱ء سے لیکر سنہ ۱۹۰۸ء تک کے ہیں۔

اگر اربعین میں تشریعی نبوت کا دعویٰ ہوتا۔ تو کیا یہ ممکن تھا کہ اسکے بعد تشریعی نبوت کا اس طریقہ سے انکار کیا جاتا کہ میں نے کبھی تشریعی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا؟ اور میں ہمیشہ سے اپنی ہر کتاب میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ مجھے تشریعی نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں۔ اور میں تشریعی نبوت کے مدعی کو کافر سمجھتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا

یہ بات حق پسند اصحاب کیلئے خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ اربعین سے پہلے کے جو حوالے نبوت تشریعی سے انکار کرنے کے متعلق ہیں۔ اور جن میں سے بعض عنوان اوّل کے ذیل میں آگئے ہیں۔ ان کے بعد اگر صرف وہی ایک حوالہ ملتا جو اربعین میں سے لیا گیا ہے اور جس سے تشریعی نبوت کا دعویٰ نکالا جاتا ہے۔ تو بھی یہ نہیں مانا جا سکتا تھا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کیونکہ اس حوالے کا یہ مقصود ہرگز نہیں ہے کہ میں تشریعی نبی ہوں لیکن ایسی حالت میں جبکہ اس اربعین کے حوالے کے بعد بھی ایسے حوالجات موجود ہیں جن میں بڑی وضاحت وصراحت سے تشریعی نبوت کے دعوے کا انکار ہے تو کس طرح مانا جا سکتا ہے کہ آپؑ نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کیا یہ عقل میں آنیکی بات ہے کہ اربعین سے پہلے بھی اس امر کا بار بار اقرار ہو کہ شریعت ختم ہو گئی۔ اور قرآن شریف کے بعد کوئی شریعت نہیں آ سکتی۔ اور آنحضرتؐ کے بعد تشریعی نبوت کا دعویٰ کرنے والا کافر ہے۔ اور اربعین کے بعد بھی ایسے حوالجات بکثرت موجود ہوں اور اربعین میں تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا گیا ہو۔ استغفر اللہ۔

اگر اربعین کا حوالہ مبہم اور ذوالوجوہ ہوتا تو بھی اسکی بعد کی کتب کے ان حوالوں کی وجہ سے جن میں نبوت تشریعی کا کھلا کھلا انکار ہے یہ نہیں مانا جا سکتا تھا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب تشریعی نبوت کے مدعی ہیں۔ لیکن جب اربعین کے اسی حوالے میں تشریعی نبوت کا انکار موجود ہے جیسا کہ ابھی وجہ دوئم میں ظاہر ہوگا تو پھر حضرت اقدس پر تشریعی نبوت کا الزام کس طرح عائد ہو سکتا ہے

وجہ دوئم | اس امر کے بطلان کی کہ اربعین کے حوالے میں نبوت تشریعی کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ خود اربعین کے حوالے کی وہ عبارت ہے جو بالقصد ترک کر دیگئی ہے۔ ہمارے مخالف علما نے اربعین کے

حوالے میں سے جتنی عبارت نقل کی ہے اس عبارت کے بعد ہی حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ "غرض یہ سب خیالات فضول اور کوتاہ اندیشیاں ہیں ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے"

یہ ہے وہ عبارت جو ہمارے فریق مخالف نے حوالہ پیش کرنے وقت ترک کردی ہے۔ اگر اربعین کے حوالے کی عبارت میں حضرت اقدس نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہوتا اور اس عبارت سے آپ کا یہ مقصود ہوتا۔ کہ میرا تشریعی نبی ہونا تسلیم کیا جائے۔ نہیں، نہیں، بلکہ اس عبارت کی تحریر کے وقت آپکے قلب کے کسی گوشہ میں آن واحد کے لئے بھی یہ خدشہ گزرا ہوتا کہ میں تشریعی نبی ہوں تو آپ بغیر کسی فرق کے اس عبارت کے بعد اور اس سے بالکل ہی ملحق یہ عبارت تحریر فرما سکتے تھے؟ کہ "یہ سب خیالات فضول اور کوتاہ اندیشیاں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے" کیا عقل اسکو تسلیم کر سکتی ہے کہ جس عبارت کا خاتمہ اس اقرار پر ہوا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء اور قرآن شریف کے خاتم کتب سماوی ہونے پہ ہمارا ایمان ہے۔ اس عبارت میں یہ دعویٰ ہو گا کہ میں تشریعی نبی ہوں۔ معاذ اللہ۔ ہمارے مخالف علماء کا اربعین کی عبارت نقل کرتے وقت آخر کے اقرار کو چھوڑ دینا اور اپنی قطع و برید کی ہوئی عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اس میں تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ یہ بڑی زبردست دلیل ہے اس امر کی کہ ان کی یہ کارروائی نادانستگی یا کسی غلط فہمی کیوجہ سے نہیں ہے بلکہ دیدہ دانستہ ہے۔ اور اس سے انکی نیتوں کا حال اچھی طرح ظاہر ہے۔

درحقیقت حضرت اقدس نے اربعین کی مندرجہ بالا عبارت میں مخالفین کے خیالات باطلہ کا رد کیا ہے اور ان کو فضول و لغو اور کوتاہ اندیشیاں قرار دیا ہے۔ اور بالآخر نبوت تشریعی کے آنحضرت پر ختم ہو جانے۔ اور قرآن شریف کے آخری کتاب شریعت ہونے پر اپنا ایمان ظاہر فرمایا ہے۔ لیکن اللہ ری ناانصافی کہ مخالف علماء نے اسی عبارت کی بناء پر تشریعی نبوت کے دعوے کا الزام لگایا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام نے آیت لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ الایہ سے استدلال کیا ہے کہ نبوت کا ذبہ کا مدعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ نبوت کے برابر زمانہ نہیں پا سکتا۔ یعنی دعویٰ کرنے کے بعد ۲۳ سال تک جو حضور کا زمانہ نبوت ہے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس کے خلاف مخالفوں نے چند عذرات پیش کئے جن میں سب سے

بڑا عذر یہ تھا کہ اس آیت شریفہ سے تشریعی نبوت کے جھوٹے مدعی کا ہلاک ہو جانا اور ۲۳ سال کا زمانہ حیات نہ پانا ثابت ہوتا ہے۔ نہ کہ غیر تشریعی نبوت کے مدعی کا۔ اور چونکہ آپ تشریعی نبوت کے مدعی نہیں ہیں بلکہ آپ کا دعویٰ غیر تشریعی۔ اور غیر مستقل۔ ظلی و بروزی نبوت کا ہے۔ اس لئے آپکے دعوے پر اس آیت سے استدلال نہیں ہو سکتا۔

آپ نے مخالفین کے عذرات کو رد کرتے ہوئے انکے مذکورہ عذر کے متعلق یہ ظاہر فرمایا کہ تمہارا سب سے بڑا عذر کہ صاحب شریعت افترار کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ کہ ہر مدعی محض فضول اور کوتہ اندیشی اور بہر صورت تمہارے لئے مضر ہے۔ اول اسواسطے کہ اس آیت میں صاحب الشریعت کی کوئی قید نہیں۔ خواہ تشریعی نبوت کا مدعی ہو یا غیر تشریعی کا۔ کاذب ہونیکی حالت میں ۲۳ سال کا زمانہ ہرگز نہیں پائے گا۔ بلکہ اس سے پہلے جلد ہی ہلاک ہو جائے گا۔

دوسرے اس واسطے کہ تم لوگ تشریعی نبی کی تعریف یہ کرتے ہو کہ اسکی وحی میں امر و نہی ہوں تو اس سے بھی تم ملزم ہوگے کہ یہ تعریف ایک رنگ میں مجھ پر بھی صادق آتی ہے۔

تیسرے اس واسطے کہ اگر اس سے بچ کر کہدو کہ شریعت جدیدہ لانیوالا جھوٹا مدعی ہلاک ہوتا ہے اور شریعت جدیدہ وہ ہوتی ہے جس میں بالکل نئے احکام ہوں۔ تو پھر قرآن شریف کو شریعت جدیدہ کہنے سے ہاتھ اٹھاؤ کیونکہ اس میں بھی بعض احکام وہی ہیں جو پہلی شریعتوں میں تھے۔ اور خدا کی تصریح ہے کہ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُوْلٰى۔

چوتھے اس لئے کہ اگر اس سے بھی بچو اور کہو کہ شریعت سے مکمل شریعت مراد ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ مکمل شریعت لانے کا مدعی نبوت اگر مفتری علی اللہ ہو تو ہلاک ہوتا ہے۔ تو یہ بھی غلط ہے۔ کہ اس صورت میں سنت۔ حدیث اور اجتہاد کی گنجائش نہ رہنی چاہیئے۔ اور سب کچھ قرآن شریف سے ثابت ہونا چاہیئے

ان چاروں عذرات کو غلط ثابت کرنے کے بعد اصولی طور پر آپ نے یہ فرمایا کہ یہ سب خیالات فضول اور کوتاہ اندیشیاں ہیں یعنی نہ تو جھوٹا دعویٰ کر کے ہلاک ہونے کے لئے مدعی شریعت ہونے کی شرط ہے اور نہ صاحب الشریعت کہلانے کے لئے۔ مدعی نبوت کی وحی میں امر و نہی ہونا کافی ہے نہ شریعت سے مراد شریعت جدیدہ ہے نہ شریعت جدیدہ سے مکمل استیفا امر و نہی والی شریعت مراد ہے۔ اور پھر آخر میں قرآن شریف کے بعد نزول شریعت کے امکان کو باطل قرار دینے کے لئے صاف فرما دیا کہ "ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔" مگر باینہمہ علمائے مخالفین یہ اتہام لگاتے ہیں کہ (حضرت اقدس) مرزا صاحب نے تشریعی نبوت کا

دعویٰ کیا ہے۔ خدا کا کچھ خوف نہیں کیا۔

ع اُس آنکھ سے ڈریئے جو خدا سے نہ ڈری آنکھ

حوالہ نمبر ہیں اسی اربعین ۴ صلے کے حاشیہ کی عبارت ذیل پیش کی گئی ہے:-

"چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا ہے جیسا کہ الہام الٰہی کی یہ عبارت ہے۔ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔ یعنی اس تعلیم اور تجدید کی کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں۔ وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ یہ خدا کا ہاتھ ہے جو انکے ہاتھوں پر ہے۔ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے مدارِ نجات ٹھہرایا۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سُنے۔"

اس حوالے سے استدلال تو کچھ کیا نہیں جاتا۔ صرف یہ کہا جاتا ہے کہ اس سے بھی شریعت کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے۔

جواب اول اس کا یہی ہے کہ اس حوالہ میں کوئی فقرہ بلکہ کوئی لفظ ایسا موجود نہیں ہے جس سے نئی شریعت کا دعویٰ پایا جاتا ہو۔ اگر مخالف علماء نے اس سے کچھ استدلال بھی کیا ہوتا تو ظاہر ہو جاتا کہ وہ اس سے کس طرح تشریعی نبوت کا دعویٰ نکال لیتے ہیں۔ موجودہ حالت میں تو جہاں تک خیال کیا جاتا ہے یہی معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ حضرت اقدس ؑ نے اپنی وحی کی بابت فرمایا ہے کہ وہ مدارِ نجات ہے اس لئے مخالف علماء نے یہ نتیجہ نکال لیا ہے کہ آپ کو تشریعی نبوت کا دعویٰ ہے۔ حالانکہ یہ استدلال نہایت ہی ضعیف بلکہ غلط اور باطل اور بالکل ہی سفسطہ اور مغالطہ ہے۔ کیونکہ حضرت اقدس ؑ کی متعدد عبارات و تحریرات کے کھلے کھلے منطوق سے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ ؑ نے تشریعی نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا ہے۔ بلکہ آپ ؑ اس دعوے کو نہایت نفرت اور بیزاری کی نظر سے دیکھتے اور شدید ارتداد و کفر کا موجب سمجھتے ہیں۔ دوسری کتابوں یا دوسرے مقامات کی عبارتوں کا تو ذکر ہی کیا۔ اسی عبارت میں جس کا یہ حاشیہ ہے تصریح موجود ہے جو کہ وجہ دوم میں بیان کر آیا ہوں۔ کہ "قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے" تو اب اس حاشیہ کی عبارت میں سے مدارِ نجات کے الفاظ سے یہ استدلال کس طرح کیا جا سکتا ہے۔ مذکورہ تصریح کی موجودگی میں تو اس استدلال کا احتمال ہی

نہیں رہتا۔

جواب دوئم | دوسرے یہ بھی لائق توجہ ہی کہ کسی مامور من اللہ کا اپنی وحی یا اپنی تعلیم یا اپنی بیعت کی بابت یہ کہنا کہ وہ مدارِ نجات ہی اسبات کا ہرگز مترادف نہیں ہی کہ وہ تشریعی نبوت کا مدعی ہی۔ بلکہ غایت کار اس کا یہ مطلب ہوتا ہی کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کی طرف سے ہونے کا مدعی ہی اور خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہی اسلئے اس کا ماننا ضروری ہی اگر اس کا ماننا اور نہ ماننا دونوں برابر ہوتے یعنی ماننے سے نجات کا دروازہ نہ کُھلتا اور نہ ماننے سے بند نہ ہوتا تو پھر اس کا مبعوث کیا جانا بیکار تھا۔

جو امام یا مامور بھی خدا کی طرف سے مبعوث ہوتا ہی اسکی تعلیم اور اسکی اطاعت ہی اس کے اہل زمانہ کے لئے مدارِ نجات ہوتی ہی نہ کہ اسکے مخالفین کی خود ساختہ تجاویز۔ ہمارے مخالف علما کے مسلم مقتدا و پیشوا جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ نے جنہیں نواب صدیق حسن خان نے حجج الکرامہ ص ۱۳۹ میں مجدد صدی سیز دہم قرار دیا ہی اپنی مشہور کتاب منصب امامت میں اسپر مفصل کلام کیا ہی کہ بغیر اطاعت امام وقت کوئی عبادت قبول نہیں ہو سکتی۔ اور بڑی صفائی سے ظاہر کیا ہی کہ خواہ کوئی کیسی ہی عبادات بجا لائے مگر نجات کے لئے کافی نہیں۔ تاوقتیکہ امام وقت کی اطاعت نہ کرے۔ اور اپنے اس بیان کے ثبوت میں حدیث مَنْ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃً الْجَاھِلِیَّۃِ۔ پیش کی ہی یعنی جس نے امامِ وقت کو نہیں مانا وہ جاہلیت کی موت مریگا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

> از انجملہ توقف نجاتِ اخروی است بر طاعت او یعنی چنانکہ اگر کسے ہزار وجہ در معرفت الٰہیہ و تہذیب نفس جدو جہد تمام و سعی مالا کلام بجا آورد تا وقتیکہ ایمان بالرسل ندارد ہرگز نجاتِ اخروی بدست نخواہد آورد و خلاص از غضب جبار و درکات نار نخواہد یافت ہمچنیں ہر چند عبادات شرعیہ و طاعاتِ دینیہ بجا آرد۔ و جدو جہد تمام در امتثال احکامِ اسلام بروئے کار آرد اما تاوقتیکہ در طاعتِ امامِ وقت گردن ننہد و اقرار بامامت او نکند ہرگز عبادات مذکورہ در آخرت کار آمدنی نیست واز داروگیر رب قدیر خلاص یافتنی نہ مَنْ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃً الْجَاھِلِیَّۃِ (نکتہ ثالث منصب امامت ۹۲)

کیا اس سے یہ تسلیم کیا جائے گا کہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اس امر کے قائل تھے کہ اس امت میں جو

امامِ وقت ہوگا وہ صاحبِ شریعت ہوگا۔ اور اسی لئے انہوں نے نجات امامِ وقت کی فرمانبرداری و طاعت پر منحصر سمجھی ہے؟ استغفر اللہ۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ بات وہی ہے جو میں اوپر بیان کرچکا ہوں۔ کہ جب خدا کسی کو مبعوث کرتا ہے۔ نبی۔ رسول یا مامور بناتا ہے تو اسکی تعلیم پر عمل کرنا ہی مدارِ نجات ہوتا ہے کیونکہ اس زمانے میں صحیح تعلیم وہی ہوتی ہے جو مامور من اللہ پیش کرتا ہے نہ وہ جو اس زمانے کے دوسرے لوگ پیش کریں۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان لانے کیلئے تشریعی نبیوں کی تخصیص نہیں کیگئی۔ بلکہ تشریعی و غیر تشریعی سب نبیوں پر ایمان لانا ضروری ٹھہرایا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ غیر تشریعی نبیوں کی تعلیم بھی مدارِ نجات ہوتی ہے۔ اگر نہ ہوتی تو ان پر ایمان لانے اور آنکی اطاعت کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

خلاصہ یہ کہ کسی مامور کی تعلیم کے مدارِ نجات ہونے پر اس کا صاحبِ شریعت ہونا ہرگز لازم نہیں آتا۔ اور اگر آتا ہے تو پھر امام مہدی علیہ السلام کو بھی صاحبِ شریعت ماننا پڑے گا کیونکہ اُنکی تعلیم اور اُنکی بیعت و اطاعت کے مدارِ نجات ہونے سے تو ہمارے مخالف علماء کو بھی انکار کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ اور انکی آمد کے قائلین میں سے ایک بھی ایسا نہیں جو انکی تعلیم و بیعت و اطاعت کو مدارِ نجات نہ قرار دیتا ہو۔ بعض بزرگانِ سلف نے تو انکو بعض انبیاء سے بھی افضل بتایا ہے۔ جیسا کہ وجہ تکفیر ۲۷ کے جواب میں مذکور ہوگا۔

جواب سوئم | حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اپنے آقا و مولا حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں الہام و وحی اور مسیحیت و مہدویت اور رسالت و نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اسی ضمن میں فرمایا ہے کہ میری تعلیم کو خدا نے بذریعہ الہام مدارِ نجات قرار دیا ہے لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ آپؑ کے مخالفین جو بہت سے فرقوں میں منقسم ہیں باوجود ان دعووں میں سے کسی ایک کے بھی مدعی نہ ہونے کے اپنے اپنے خیالات کو مدارِ نجات قرار دے رہے ہیں اور اپنے ہمخیالوں کے سوا باقی کو ناری و جہنمی کہتے ہیں۔ اور ہر فرقہ اس خیال سے کہ حدیث میں امت محمدیہ کے ۷۳ فرقے ہوجانے کی خبر کے ساتھ یہ بھی آیا ہے کہ وہ سب ناری ہونگے۔ مگر ایک ناجی۔ اپنے آپکو ناجی اور باقی کو ناری سمجھ رہا ہے۔ لیکن تعجب کہ باوجود اپنے خیالات کو مدارِ نجات قرار دینے کے نہ تو ہر فرقہ اپنے آپکو صاحبِ شریعت بتاتا ہے اور نہ مخالف علماء ہی اس کو صاحبِ شریعت ٹھہراتے ہیں۔

جواب چہارم | حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اپنی وحی یا

اپنی بیعت یا اپنی تعلیم کو مدار نجات قرار دیا ہے۔ اس سے آپ کی تشریعی نبوت کا استدلال صحیح نہیں سمجھا جا سکتا۔ کیونکہ دوسری جگہ آپ نے اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ میری وحی قرآن کے مطابق ہے یا قرآن کے تابع ہے اور اسلام کی حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں:۔

(۱) وَكُلُّ مَا فُهِّمْتُ مِنْ عَوِيصَاتِ الْقُرْآنِ أَوْ أُلْهِمْتُ مِنَ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ فَقَبِلْتُهٗ عَلٰى شَرِيطَةِ الصِّحَّةِ وَالصَّوَابِ وَالتَّمَسُّنِ وَقَدْ كُشِفَ عَلَيَّ أَنَّهٗ صَحِيحٌ خَالِصٌ يُوَافِقُ الشَّرِيعَةَ لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَا لُبْسَ وَلَا شَكَّ وَلَا شُبْهَةَ۔ (آئینہ کمالات اسلام ص۲۱)

یعنی جو کچھ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی مفصلات اور دقائق کی تفہیم ہوئی ہے یا خدا تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ مجھ پر بطور الہام نازل ہوا ہے اُسے میں نے بشرط صحت و صواب ہی قبول کیا ہے اور مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ سب وحی و الہام وغیرہ بالکل صحیح اور خالص شریعت کے موافق ہے بلاشک و شبہ اور بلا ریب و التباس۔

(۲) پھر چشمہ معرفت ص۳۲۵ میں فرماتے ہیں۔ "اور لعنت ہے اُس شخص پر جو آنحضرت کے فیض سے علیحدہ ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے۔ مگر یہ نبوت آنحضرت صلعم کی نبوت ہے نہ کوئی نئی نبوت۔ اور اس کا مقصد بھی یہی ہے۔ کہ اسلام کی حقانیت دنیا پر ظاہر کی جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی دکھلائی جائے۔"

(۳) اور ازالہ اوہام جلد ۲ ص۲۴۲ میں فرماتے ہیں:۔ "جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۳۹ میں جو ایک الہام اس عاجز کا درج ہے وہ اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے اور وہ یہ ہے كُلُّ بَرَكَةٍ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔ یعنی ہر ایک برکت جو اس عاجز پر بہ پیرایہ الہام و کشف وغیرہ نازل ہو رہی ہے۔ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل سے اور اُن کی توسط سے ہے۔"

(۴) پھر آپ آئینہ کمالات اسلام ص۲۷۶ میں فرماتے ہیں:۔ "اور مجھے دکھلایا گیا اور بتلایا گیا۔ اور سمجھایا گیا ہے کہ دنیا میں فقط اسلام ہی حق ہے۔ اور میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ سب کچھ بہ برکت پیروی حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو ملا ہے۔"

(۵) پھر آپ ضرورۃ الامام کے آخر میں ایک نظم کے اندر فرماتے ہیں:۔ ؎

یک قدم دوری ازاں عالیجناب نزد ما کفر است و خسران و تباب

(۱۱) اور پھر آپ کشتی نوح صفحہ ۲۴ پر اپنی جماعت کو یوں فرماتے ہیں:۔ "سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے ۷۰۰ حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اسکے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو۔ اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اسپر مقدم رکھتے ہیں۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہ پائی جاتی ہو۔"

غرض اس قسم کی تصریحات بیسیوں قسم کی ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ بھی آپ کو قرآن سکھایا ہے۔ اور آپ کی وحی کوئی الگ چیز نہیں بلکہ قرآن کریم کے مطابق و موافق ہے اور اسکی خادم ہے۔

پس سیدنا حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنی وحی اور اپنی تعلیم اور اپنی بیعت کو مدارِ نجات قرار دینے کا صرف یہ مطلب ہے کہ اب قرآن کریم کا صحیح مفہوم آپ ہی کے ذریعہ معلوم ہو سکتا ہے اور اسپر صحیح رنگ میں عمل بھی آپ کے ذریعہ سے۔ اب کسی اور جگہ سے قرآن شریف کی صحیح تعلیم حاصل نہیں ہو سکتی۔ اسکے حصول کا طریقہ و ذریعہ آپ کی بیعت و فرمانبرداری ہے اور یہ مدارج و مراتب کے فرق کے ساتھ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے اور اللہ تعالےٰ ہر زمانے میں کسی نہ کسی کو فہم قرآن عطا کئے جانیکے لئے خاص کرتا رہا ہے اور اس کو جو کچھ ملا وہ دوسروں کو نہیں ملا۔

چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں:۔

من ز قرآن مغز را برداشتیم   استخوان پیش سگاں انداختیم

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپکی تعلیم شریعت محمدیہ سے کوئی علیحدہ تعلیم نہیں ہے اور وہ مدارِ نجات اسی وجہ سے ہے کہ اصل شریعت محمدیہ کے مطابق ہے

اسکی ایسی مثال ہے جیسے موجودہ وائسرائے اعلان کرے کہ اے باشندگانِ ہندوستان تمہارا گورنمنٹ برطانیہ سے عمدہ تعلقات رکھنے کا دعوےٰ اب اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ میرے

احکام کی تعمیل کرو۔ اور گورنمنٹ بھی اسی صورت میں تم سے خوش ہو سکتی ہے کہ تم میرے فرمانبردار ہو۔ تمہاری فلاح و بہبودی اب میرے قوانین و احکام کی تعمیل پر موقوف ہے بجز اسکے ہرگز ممکن نہیں۔ کیونکہ میں گورنمنٹ کی طرف سے تمہاری طرف وائسرائے بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

کیا وائسرائے کے اس اعلان سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہو سکتا ہے کہ وائسرائے کے احکام گورنمنٹ کے احکام کے خلاف ہیں اگر نہیں۔ اور ہرگز نہیں۔ تو پھر حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف شریعت اسلامیہ ہونے کا نتیجہ نکالنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

حوالہ ثالثہ دعوی نبوت تشریعی کے الزام میں یہ پیش کیا گیا ہے۔

"میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ۔ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ اور اس پر ۲۳ برس کی مدت بھی گزر گئی۔ اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتا ہے اور نہی بھی" متواتر ہونے کا دعوی کیا گیا ہے۔ اور ایسی وحی کے مدعی کی بابت جسمیں امر بھی ہو اور نہی بھی۔ الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۴۳ میں بحوالہ فتوحات مکیہ لکھا ہے کہ جو کوئی اوامر اور نواہی کے نزول کا دعوی کرے خواہ ہماری شریعت کے موافق ہوں یا مخالف۔ اگر وہ مکلف ہوگا تو ہم اسکی گردن اڑا دیں گے۔

جواب اول میں حوالہ اولی کے جوابات میں مفصل عرض کر آیا ہوں کہ اس عبارت میں حضرت اقدس کو جس وحی کا دعوی ہے خود آپ کے نزدیک اس کا کیا مطلب ہے۔ یہاں صرف وہی عبارت پیش کرتا ہوں جو اس عبارت کے بعد ہی درج ہے۔ اور وہ یہ ہے:-

"ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا۔ کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو۔ جھوٹی گواہی نہ دو۔ زنا نہ کرو۔ خون نہ کرو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیان شریعت ہے۔ جو مسیح موعود کا بھی کام ہے"

اس عبارت میں آپ نے تصریح فرما دی ہے کہ میری وحی کے اوامر و نواہی وہی ہیں جو قرآن اور شریعت اسلامیہ کے اوامر و نواہی ہیں نہ کچھ اور۔ اور وہ اوامر و نواہی بیان شریعت کے طور پر ہیں نہ کہ جدید شریعت کے رنگ میں۔ اور اس بیان شریعت کی تائید خود صاحب الیواقیت والجواہر کے کلام سے ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

تَنقَسِمُ النُّبُوَّةُ الْبَشَرِ يَتَّرُ عَلٰى قِسْمَيْنِ الْقِسْمُ الْاَوَّلُ مِنَ اللّٰهِ اِلٰى عَبْدِهٖ مِنْ غَيْرِ رُوْحٍ مَلَكِيٍّ بَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ بَيْنَ عَبْدِهٖ بَلْ اَخْبَارَاتٌ اِلٰهِيَّةٌ يَجِدُهَا فِيْ نَفْسِهٖ مِنَ الْغَيْبِ اَوْ فِيْ تَجَلِّيَاتٍ وَلَا يَتَعَلَّقُ بِذٰلِكَ الْاَخْبَارِ حُكْمُ تَحْلِيْلٍ اَوْ تَحْرِيْمٍ بَلْ تَعْرِيْفٌ بِمَعَانِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ اَوْ بِصِدْقِ حُكْمٍ مَشْرُوْعٍ ثَابِتٍ اَنَّهٗ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى اَوْ تَعْرِيْفٌ بِفَسَادِ حُكْمٍ قَدْ ثَبَتَ بِالنَّقْلِ صِحَّتُهٗ وَنَحْوُ ذٰلِكَ

یعنی اللہ تعالےٰ کا اپنے بندوں کو غیب کی خبریں دینا اس امت میں جاری ہی لیکن ان خبروں میں تحلیل و تحریم نہیں ہوتی بلکہ کتاب و سنت کے معانی بتائے جاتے ہیں۔ یا ایسے حکم مشروع کا جو ثابت ہی۔ خدا کی طرف سے ہونا بتایا جاتا ہی۔ یا کسی حکم کے جو نقل سے ثابت ہو درست نہ ہونے کا علم دیا جاتا ہی۔ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۲۸)

صاحب یواقیت کی اس تصریح نے صفائی سے ظاہر کر دیا کہ انکی پہلی عبارت کا وہ مطلب نہیں تھا جو ہمارے مخالف علما نے ظاہر کیا ہی۔ اور اس وحی کے نزول کا جس میں بیان شریعت ہو انکو خود اقرار ہی۔ اور حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی میں بیان شریعت ہی نہ کہ شریعت جدیدہ۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور نہ ایسی وحی منقطع ہوئی ہی۔

ایسی تصریح کے ہوتے ہوئے آپ کو جدید شریعت یا مستقل شریعت کا مدعی قرار دینا یقیناً صحیح نہیں۔ بلکہ محض غلط الزام اور سراسر اتہام ہی۔ جو ہرگز قابل توجہ نہیں۔

جواب دوئم فتوحات مکیہ کی جو عبارت پیش کیگئی ہی اس کا یہ مطلب نہیں جو سمجھا گیا ہی کہ جو شخص بھی قرآنی اوامر و نواہی کے نزول کا دعویٰ کرے۔ خواہ وہ دعویٰ بیان شریعت کے رنگ میں ہی وہ گردن زدنی ہی کیونکہ خود شیخ اکبر کی تصریح موجود ہی کہ ایسی وحی اور الہام منقطع نہیں بلکہ قرآن کریم کا نزول بھی ذوقی طور پر ممنوع نہیں ہی۔

چنانچہ فرماتے ہیں۔

اَمَّا الْاِلْقَاءُ بِغَيْرِ التَّشْرِيْعِ فَلَيْسَ بِمَحْجُوْرٍ وَلَا التَّعْرِيْفَاتُ الْاِلٰهِيَّةُ بِصِحَّةِ الْحُكْمِ الْمُقَرَّرِ اَوْ فَسَادِهٖ وَكَذٰلِكَ تَنَزُّلُ الْقُرْاٰنِ عَلٰى قُلُوْبِ الْاَوْلِيَاءِ مَا انْقَطَعَ مَعَ كَوْنِهٖ مَحْفُوْظًا لَهُمْ وَلٰكِنْ لَهُمْ ذَوْقُ الْاِنْزَالِ وَهٰذَا لِبَعْضِهِمْ۔ (فتوحات مکیہ جلد ۲ ص ۲۸۶)

یعنی غیر شرعی الہام ممنوع نہیں ہی اور نہ ایسا الہام ممنوع ہی جسکے ساتھ خدا تعالےٰ کسی پہلے ثابت حکم کی تعریف فرما دے یا کسی حکم کے عدم تعمیل کی خرابی ظاہر فرما دے۔ یہ دونوں قسم کے الہام منقطع نہیں ہیں۔ ایسا ہی قرآن کریم کا نزول اولیاء کے قلوب پر ہونا منقطع نہیں ہوا

باوجودیکہ قرآن کریم اپنی اصلی صورت میں محفوظ ہے لیکن اولیاء کو نزول قرآنی کا ذوق عطا کرنے کے لئے ایسا کیا جاتا ہے اور ایسی شان بعض کو عطا کی جاتی ہے۔

ایسی واضح تصریح اور صاف دعوے کے ہوتے ہوئے شیخ اکبر کے اس کلام کا وہ مطلب ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔ جو مخالفین نے قرار دیا ہے۔ بلکہ یہ ساری غلطی اس حوالے کے نہ سمجھنے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اس حوالے کا صرف اتنا مطلب ہے۔ کہ جو ان اوامر و نواہی کے نزول کا بغیر افاضہ حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے باستقلال دعویٰ کرے گا۔ وہ گردن زدنی ہے اور انہیں معنی کی تائید انکے اور دیگر صوفیاء کرام کے کلام سے بھی ہوتی ہے۔

اوّل۔ یہی امام فرماتے ہیں:۔ وَفِينَا مَنْ يَأْخُذُهُ عَنِ اللهِ فَيَكُونُ خَلِيفَةً عَنِ اللهِ بِعَيْنِ ذَالِكَ الْحُكْمِ فَتَكُونُ الْمَادَّةُ مِنْ حَيْثُ كَانَتِ الْمَادَّةُ لِرَسُوْلِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ فِي الظَّاهِرِ مُتَّبِعٌ لِعَدَمِ مُخَالَفَتِهٖ فِي الْحُكْمِ۔ (فصوص الحکم ص۱۹۳ و ۱۹۴ کانپوری)

یعنی ہم اہل کشف میں بعض ایسے بھی ہیں جو انھیں احکام قرآنیہ کو براہ راست خدا تعالےٰ کی طرف سے بطور وحی حاصل کرتے ہیں۔ وہ ان احکام میں خدا تعالےٰ کے نائب ہوتے ہیں۔ مادہ وہی ہوتا ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا۔ ایسے اہل کشف بھی آنحضرت صلی اللہ کے متبع ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ احکام شریعت محمدیہ کے خلاف نہیں ہوتے۔

دوم۔ پھر یہی شیخ اکبر حضرت امام مہدیؑ کے لئے تصریح کرتے ہیں۔ اِنَّہٗ یَحْکُمُ بِمَا اَلْقٰی اِلَیْہِ مَلَکُ الْاِلْھَامِ مِنَ الشَّرِیْعَۃِ وَذَالِکَ اَنَّہٗ یُلْہِمُہُ الشَّرْعَ الْمُحَمَّدِیَّ فَیَحْکُمُ بِہٖ۔

یعنی مہدی علیہ السلام اس وحی کے ساتھ حکم کریں گے۔ جو فرشتہ وحی والہام ان کیطرف شرعی وحی میں سے کچھ القا کرے گا۔ اور یہ ایسے ہوگا۔ کہ وہ فرشتہ انھیں شرع محمدی ہی کا الہام کریگا پس امام مہدی اسی شریعت پر فیصلہ کریں گے۔

سوئم:۔ خود انہیں حضرت شیخ اکبرؒ نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ جلد ۲ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا یہ قول درج فرمایا ہے کہ میں نے قرآن کریم کو اس ذوق شوق سے پڑھا۔ کہ وہ مجھ پر بھی الہاماً

چہارم:۔ حضرت سید عبدالقادر رضی اللہ عنہ اپنی کتاب فتوح الغیب کے مقالہ ۲۲ میں فرماتے ہیں کہ "فَحِيْنَئِذٍ تَكُوْنُ وَارِثُ كُلِّ رَسُوْلٍ وَّنَبِيٍّ وَصِدِّيْقٍ" یعنی اے سالک تو فانی عن الارادہ ہو جانے کے وقت خدا تعالیٰ کی خاص فضلوں کا جاذب ہو جانے پر ہر رسول اور نبی کا بھی وارث ہو جائیگا۔ جس طرح خدا تعالیٰ نے ان کو مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف فرمایا ہے۔ تو بھی اس سے مشرف کیا جائیگا۔

پنجم :- پھر امام عبدالوہاب شعرانی "الیواقیت الجواہر جلد ۲ ص" میں تصریح فرماتے ہیں :-
کہ مسیح علیہ السلام جب آئیں گے تو "یلھم بشرع محمد" کہ انھیں شریعت محمدیہ بذریعہ الہام سکھائی جائے گی۔

ششم :- پھر حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح فرماتے ہیں :-
ہمچنانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام آں علوم را از وحی حاصل میکرد۔ ایں بزرگواراں بطریق الہام آں علوم را از اصل اخذ میکنند۔ علماء ایں علوم را از شرائع اخذ کردہ بطریق اجمال آوردہ اند ہماں علوم چنانکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام را حاصل بود تفصیلاً و کشفاً ایشاں را نیز بہماں وجوہ حاصل میشود۔ اصالت و تبعیت درمیان است۔ بایں قسم کمال از اولیاء کمل بعضے ایشاں را بعد از قرون متطاولہ واز منۂ متباعدہ انتخاب میفرمایند۔ (مکتوبات جلد ۲ ص)

یعنی جیسے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وہ علوم شرعیہ وحی پاک کے ذریعہ حاصل کئے ویسے ہی یہ بزرگانِ ملت۔ اولیاء کرام۔ الہام خاص سے وہ علوم اصل سرچشمہ یعنی خدا تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں ہاں۔ اصل اور ظل کا فرق درمیان ضرور ہے۔

پس یہ حوالجات اور تصریحات اس امر کا بیّن ثبوت ہیں۔ کہ شیخ اکبرؒ کا یہ فرمانا کہ جو اوامر و نواہی کے نزول کا دعویٰ کرے گا۔ وہ گردن زدنی ہے۔ اس سے مراد صرف یہ ہے۔ کہ بالاستقلال یعنی بغیر افاضہ روحانیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسا دعویٰ لغو و باطل ہے۔

اس کے سوا حضرت شیخ اکبرؒ کے قول مذکور کی اور کوئی مراد نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اگر وہ مراد لی جائے۔ جو مخالفین نے لی ہے۔ تو حضرت شیخ موصوف کے وہ کئی قول جو میں اوپر بیان کرچکا ہوں۔ اور جن بصراحت میرے خیال کی تصدیق و تائید ہوتی ہے۔ خود شیخ اکبر ہی کے اس قول کے خلاف نہیں ٹھیریں گے۔ بلکہ حضرت عبدالوہاب شعرانی اور حضرت مجدد الف ثانی حتیٰ کہ غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ارشاد مبارک کے بھی خلاف ٹھیریں گے۔

جواب سوئم اس حوالہ کا یہ ہے کہ اسکی رُو سے ثابت ہے کہ ۲۳ برس سے برابر حضرت اقدس بانی مرزا صاحب علیہ السلام کو ایسی وحی ہوتی تھی جس میں امر بھی تھے اور نہی بھی۔ لیکن آپ نے اس سے تشریعی نبوۃ نہیں سمجھی اور نہ تشریعی نبوۃ کا دعویٰ کیا۔ بلکہ برخلاف اسکے اس حوالے کی عبارت کے آخر میں بھی ظاہر فرمایا کہ آخری شریعت قرآن شریف ہے اور اسپر اپنا ایمان ظاہر فرمایا۔ اور جب خود آپ نے اپنے الہامات کا یہ مطلب نہیں سمجھا کہ میں تشریعی نبی ہوں اور میری وحی تشریعی وحی ہے تو پھر کسی اور کو

یہ حق کہاں پہنچتا ہے۔ کہ وہ آپکی وحی کو تشریعی وحی اور آپکی نبوت کو تشریعی نبوت قرار دے۔

حوالہ رابعہ فریق مخالف نے یہ پیش کیا ہے کہ مرزا صاحب تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰ التقطیع کلاں کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ "یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف اُن نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جسقدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا"

یہ حوالہ پیش کرنے کے بعد کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسمیں تو اپنے نہ ماننے والوں کو کافر نہ کہنے کی تصریح کی ہے ظاہر کیا گیا ہے کہ اسکے بعد کی کتابوں میں اپنے نہ ماننے والوں کو جابجا کافر کہا ہے۔ اور چونکہ اس حوالے میں اپنے منکروں کو کافر نہ کہنے کی وجہ بتائی تھی کہ خدا کیطرف سے شریعت اور احکام جدیدہ ہی لاتے والوں کی یہ شان ہے کہ اپنے منکروں کو کافر کہیں۔ انکے سوا کسی ملہم یا محدث کا یہ کام نہیں ہے اور اسکے بعد آپ نے اپنے منکروں کو کافر کہا۔ اسلئے ثابت ہوا کہ آپ کو شریعت یا احکام جدیدہ لانے ہی کا دعویٰ تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ اپنے منکرین کو تریاق القلوب کی تصریح کے خلاف کافر نہ کہتے۔

جواب اوّل تریاق القلوب کی عبارت میں صاحبِ شریعت اور احکام جدیدہ لانیوالے انبیاء اور محدث وملہم کے انکار کا حکم درج ہے۔ لیکن اس قسم کے تشریعی نبی کے انکار کا حکم درج نہیں جس قسم کے نبی ہونے کا حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دعویٰ تھا۔ لہذا یہ دونوں عبارتیں ملائی نہیں جاسکتیں۔ اور نہ ان کو ملاکر کوئی نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کیونکہ یہ دو نو عبارتیں آپس میں مخالف نہیں ہیں۔

جواب دوئم حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام نے جہاں اپنے نہ ماننے والوں کو کافر کہا ہے۔ وہاں وجہ ظاہر کردی ہے۔ کہ کیوں ایسے لوگ کافر ہیں۔ آیا محض آپکی ذات کے انکار سے یا کسی اور وجہ سے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :- (۱) "علاوہ اسکے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے"۔ (حقیقۃ الوحی ۱۶۳)

(۲) پھر فرماتے ہیں :- "اور میں دیکھتا ہوں کہ جسقدر لوگ میرے پر ایمان نہیں لاتے۔ وہ سب کے سب ایسے ہیں کہ اُن تمام لوگوں کو وہ مومن جانتے ہیں جنہوں نے مجھ کو کافر ٹھہرایا ہے۔ پس میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا۔ لیکن جنمیں خود انہیں کے ہاتھ سے اُنکی وجہ کفر پیدا ہوگئی ہے۔ انکو کیونکر

مومن کہہ سکتا ہوں۔" (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۱۶۵)

(۳) اور فرماتے ہیں:۔ "یہ ایک شریعت کا مسئلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا آخر کافر ہو جاتا ہے پھر جبکہ قریباً دو سو مولویوں نے مجھے کافر ٹھہرایا۔ اور میرے پر کفر کا فتویٰ لکھا گیا اور انھیں کے فتویٰ سے یہ بات ثابت ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اور کافر کو مومن کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔ تو اب اسبات کا سہل علاج ہے۔ کہ اگر دوسرے لوگوں میں تخم دیانت اور ایمان ہے۔ اور وہ منافق نہیں ہیں۔ تو انکو چاہیئے۔ کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شائع کر دیں کہ یہ سب کافر ہیں۔ کیونکہ انھوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا۔ تب میں اُن کو مُسلمان سمجھ لونگا۔ بشرطیکہ اُن میں کوئی نفاق کا شائبہ نہ پایا جائے۔ اور خدا کے کھُلے کھُلے معجزات کے مکذّب نہ ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔ ۔

اگر یہ مسئلہ صحیح نہیں ہے۔ کہ کسی کو کافر کہنے سے انسان خود کافر ہو جاتا ہے تو اپنے مولویوں کا فتویٰ مجھے دکھلا دیں۔ میں قبول کر لوں گا۔ اور اگر کافر ہو جاتا ہے تو دو سو مولویوں کے کفر کی نسبت نام بنام ایک اشتہار شائع کر دیں۔ بعد اسکے حرام ہوگا کہ میں انکے اسلام میں شک کروں۔ بشرطیکہ کوئی نفاق کی سیرت اُن میں نہ پائی جائے۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۶۴ و ۱۶۵)

(۴) "شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے۔ اسلئے ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مواخذہ سے بری ہے۔ اور کافر منکر کو ہی کہتے ہیں۔ کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے اور کفر دو قسم پر ہے (اول) ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا (دوم) دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا۔ اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جسکے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے۔ اور پہلے نبیوں کی کتابوں میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے۔ کافر ہے۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۷۹)

ان حوالوں نے بتا دیا کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کے مخالف لوگ کچھ تو حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ پر کفر کا فتویٰ لگانے کی وجہ سے بروئے حدیث کافر ہوئے۔ کہ انھوں نے ایک مسلمان کو کافر کہا۔ اور کچھ اس لئے کہ ان لوگوں نے اپنے ان

مولویوں سے بیزاری اور علیحدگی نہیں کی۔ جو حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ اور بعض لوگ اس لئے کافر ہیں کہ انھوں نے خدا اور اسکے رسول سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا انکار کیا۔ اور حکم نہ مانا۔ نہ اس لئے کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام شرعی نبی تھے۔

جواب سوئم حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام نے جن وجوہ سے اپنے منکروں کو کافر کہا ہے۔ وہی وجوہ آپکی طرف منسوب ہو سکتے ہیں نہ وہ جو آپؑ کے مخالف آپکی طرف منسوب کریں۔ اور آپؑ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ میرے منکر اس لئے کہ میں تشریعی نبی ہوں کافر ہیں۔

پس جب آپؑ نے یہ نہیں فرمایا تو دوسروں کا یہ کہنا کہ آپؑ نے تشریعی نبوت کا مدعی ہونیکی وجہ سے اپنے منکروں کو کافر کہا ہے کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟

یہاں یہ خدشہ پیدا ہو سکتا ہے کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کا پہلا خیال کیوں بدل گیا؟ تو جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی نقصان نہیں نہ یہ کوئی قابل اعتراض امر ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے حالات میں بکثرت اسکے نظائر موجود ہیں۔ حتی کہ حضرت سید الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں بھی کہ بوجہ وحی الٰہی اس قسم کے مسائل میں آپکے فتاویٰ مبارکہ بدلتے رہے ہیں۔ مثلاً نماز میں بیت المقدس کیطرف منہ کرنا۔ پھر ۱۶ ماہ کے بعد مکہ کیطرف منہ کر لینا۔ قبرستان میں جانیکی ممانعت اور پھر اجازت۔ جیسا کہ فرمایا کُنْتُ نَہَیْتُکُمْ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْھَا ایسا ہی ایک وقت حضرت موسیٰؑ و یونسؑ پر اپنے آپ کو فضیلت دینے کی ممانعت۔ اور پھر ان پر فضیلت کا اظہار اور یہ ارشاد کہ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ اور لَوْ کَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ لَمَا وَسِعَھُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔ یعنی میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ اور یہ فخر کی غرض سے نہیں۔ اور اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو بجز میری اتباع کے انہیں کوئی چارہ نہ تھا۔

حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خیالات میں بھی تبدیلی بوجہ وحی الٰہی ہوئی ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:۔ "میرے کلام میں کچھ تناقض نہیں۔ میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کی پیروی کرنے والا ہوں۔ جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا۔ میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا۔ اور جب مجھ کو اسکی طرف سے علم ہوا تو میں نے اسکے مخالف کہا۔ میں انسان ہوں مجھے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں۔ بات یہی ہے۔ جو شخص چاہے قبول کرے یا نہ کرے۔ (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰)

حوالہ خامسہ "سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا" (دافع البلاء ص۱)

اس حوالے سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اس میں مرزا صاحب نے رسول ہونیکا دعویٰ کیا ہے اور چونکہ رسول شرعی نبی کو کہتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ آپ کا دعویٰ تشریعی نبوت کا تھا۔

جواب یہ کتاب دافع البلاء ۱۹۰۲ء کی مطبوعہ ہے۔ مگر اسکے شائع ہونے سے پہلے ہی حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام اپنے الہامات کے الفاظ نبی و رسول کی تشریح و توضیح بیان فرما چکے ہیں۔ تا عام لوگوں کو مغالطہ نہ ہو۔ مثلاً:۔

(۱) ان الہامات کا جن میں نبی یا رسول کے الفاظ تھے ذکر کرکے فرمایا:۔ "یہ الفاظ بطور استعارہ ہیں جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کیلئے نبی کا لفظ آیا ہے ظاہر ہے کہ جسکو خدا تعالیٰ بھیجتا ہے۔ وہ اس کا فرستادہ ہی ہوتا ہے۔ اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں۔ اور جو غیب کی خبر خدا سے پاکر دیوے اسکو عربی میں نبی کہتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح کے معنے الگ ہیں۔ اس جگہ محض لغوی معنی مراد ہیں"۔

(اربعین ۲ ص۱۸ ۱۹ حاشیہ مطبوعہ ستمبر ۱۹۰۰ء)

اس میں صاف ظاہر کر دیا ہے کہ میرے الہامات یا میرے دعوے میں نبی و رسول کے الفاظ اس اسلامی اصطلاح کے لحاظ نہ سمجھے جائیں وہ لغوی رنگ میں ہیں۔ اور پھر اس پر بس نہ کرکے وہ اسلامی اصطلاح بھی واضح کر دی ہوئی ہے۔ مثلاً فرمایا

(۲) "چونکہ اسلام کی اصطلاح میں نبی یا رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں یا بعض احکام شریعتِ سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے اور براہِ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے خدا تعالےٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ اس جگہ بھی یہی معنی نہ سمجھ لیں۔ کیونکہ ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور ہمارا کوئی رسول بجز محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نہیں۔ اور ہمارا کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے۔ اور ہم اسبات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے"۔ (الحکم جلد ۳ ۲۹ ۱۸۹۹ء بحوالہ حقیقۃ النبوۃ ص۱۲۵)

ان دونوں حوالوں نے ظاہر کر دیا کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام نے جہاں جہاں اپنے آپ کو رسول کہا ہے۔ وہ ان معنوں میں نہیں کہا ہے جو عام مسلمانوں کے خیال میں اسلامی اصطلاح کے مطابق سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ لغوی معنی میں یعنی بلحاظ فرستادہ ہونے اور غیب کی خبریں کثرت سے پانے والے کے کہا ہے۔

(۳) ان دونوں حوالوں کے علاوہ آپ نے بطور قاعدہ کلیہ کے بھی اپنی رسالت کی تشریح فرمادی اور صاف الفاظ میں بتلادیا ہے۔ کہ "جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں"

ایک خاص بات

ہمارے مخالفین نے لفظ رسول کی بابت حوالہ زیر بحث دافع البلاء ص۱۱ سے پیش کر کے اور اسکے ساتھ ہی اس لفظ رسول کی اسلامی اصطلاح بھی بتاکر جو یہ اعتراض کیا ہے کہ مرزا صاحب نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے کیونکہ رسول سے صاحب شریعت نبی مراد ہوتا ہے۔ اس اعتراض نے اُن تمام حوالجات کا مطلب اچھی طرح ظاہر کر دیا جو انھوں نے ہمارے خلاف پیش کئے تھے اور جن کا مضمون یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ رسالت کفر ہے۔ اور ایسا مدعی کشتنی و گردن زدنی ہے کیونکہ جب ہمارے مخالفین کو یہ تسلیم ہے کہ اسلامی اصطلاح میں رسول سے مُراد تشریعی نبی ہوتا ہے تو معلوم ہو گیا کہ ان حوالجات میں بھی جو فریق مخالف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے رسول نہ ہوسکنے اور دعویٰ رسالت کے ناجائز ہونے کی تائید میں پیش کئے تھے رسول سے مراد تشریعی نبی تھا اور جن حوالجات میں مدعی نبوت کو کشتنی و گردن زدنی بتایا گیا ہے۔ ان میں بھی رسول سے تشریعی نبی ہی مُراد ہے۔ نہ کہ غیر تشریعی و ظلی و بروزی نبی۔ حاصل کلام یہ کہ خود فریق مخالف کے اقرار سے ثابت ہو گیا۔ کہ اس نے ہماری تکفیر کی وجہ اوّل میں جو حوالے پیش کئے تھے وہ سراسر مغالطہ دہی پر مبنی تھے۔ ورنہ درحقیقت وہ ہمارے مقابلہ میں پیش نہیں کئے جاسکتے تھے۔ کیونکہ ہم بھی ایسے شخص کو جو تشریعی نبوت کا مدعی ہو کافر سمجھتے ہیں اور حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان معنی میں رسول ہونے کا ہرگز دعویٰ نہیں جو ہمارے مخالفین کے پیشکردہ حوالجات میں مراد لئے گئے ہیں۔ یعنی تشریعی نبی۔

حوالہ سادسہ

"خدا تعالےٰ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب اور متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیئے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔" (تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۲۷ مطبوعہ سنہ ۱۹۰۰ء نیز اربعین ۳ حاشیہ صفحہ ۲۸)

اس حوالہ سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ چونکہ مرزا صاحب نے اپنے مریدوں کو دوسرے مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا ہے۔ اور یہ نیا حکم ہے۔ جو مرزا صاحب نے بخیال خود خدا کے حکم سے اپنی امت کے لئے جاری کیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کو تشریعی نبوت کا دعویٰ تھا۔

جواب اس حکم کو نیا بتانا قلت تدبر کی وجہ سے ہے۔ ورنہ یہ حکم ہرگز نیا نہیں۔ بلکہ شریعت محمدیہ ہی کا

حکم ہی۔ جو قرآن و حدیث میں موجود تھا۔ مگر مسلمانوں کے ذاتی دنیوی اختلافات کی بنا پر راہ افراط اختیار کر لینے سے اس حکم پر ایک پردہ سا پڑ گیا تھا۔ یعنی بات بات میں ایک دوسرے کے پیچھے نماز ترک کر دینے سے یہ خیال عام ہو گیا تھا کہ نماز ذاتی اختلاف کی وجہ سے ہی ترک کیجاتی ہی مذھبی طور پر اس کا کوئی حکم نہیں ہی۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اور احکام شریعت محمدیہ کیطرح اس کو بھی تازہ فرمادیا۔ اور جو پردہ مسلمانوں کے غلط عمل درآمد کی وجہ سے پڑ گیا تھا وہ اٹھا دیا یہ یہ ایک حقیقت مسلمہ ہی۔ کہ قرآن شریف نے زیادہ معزز اسی کو قرار دیا ہی جو زیادہ متقی ہو۔ اور متقی وہی ہی جو زیادہ عامل بالقرآن ہو۔ اور قرآن شریف میں مومنوں کو یہ دعا سکھائی گئی ہی کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ یعنی ہم کو ایسے لوگوں کا جو متقی ہوں۔ امام بنا۔ اور اس دعا کے سکھانے سے ظاہر ہی کہ خدا تعالیٰ ایسے امام کا کتنا متقی اور عامل بالقرآن ہونا چاہتا ہی۔ جب قرآن شریف ہی سے امام الصلوٰۃ کے لئے یہ ضروری ہوا کہ وہ اپنے مقتدیوں سے اعلیٰ درجہ رکھنے والا ہو۔ تو پھر غیر متقی امام کی امامت خلاف منشاء الٰہی ہونے سے کہاں جائز رہی۔ یہی وجہ ہی کہ سیدنا و سید الکل حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے احادیث مبارکہ میں تصریح فرمادی ہی کہ امام وہ ہونا چاہیئے جو مقتدیوں سے افضل ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ کا ایک مستقل باب باندھا ہی کہ اہل علم و اہل فضیلت ہی امام ہونے کے زیادہ حقدار ہیں۔ ایسا ہی ایک اور ترجمۃ الباب میں غلام اور نوکر کی امامت کی صحت کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد نبوی درج کیا ہی يَؤُمُّهُمْ اَقْرَءُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ (بخاری جلد اول کتاب الصلوٰۃ) یعنی نمازیوں کا امام وہ ہوا کرے جو ان سب میں کتاب اللہ کا زیادہ واقف اور عامل ہو۔ چنانچہ صحیح بخاری کے باب اَهْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ کے حاشیہ پر علامہ سندھی تحریر فرماتے ہیں:۔ وَيَحْتَمِلُ اَنَّ مُرَادَهٗ بَيَانُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَوْلٰى بِالْاِمَامَةِ مِنْ اَهْلِ الْقِرَاءَةِ كَمَا قَالَ الْجُمْهُوْرُ اَنَّ الْاَعْلَمَ اَوْلٰى مِنَ الْاَقْرَءِ (بخاری جلد اول) یعنی امام بخاری کی اس باب کے باندھنے سے یہ مراد ہی کہ اہل علم ہی امامت کے زیادہ مناسب ہیں بہ نسبت قاریوں کے۔ جیسا کہ جمہور اہل اسلام نے کہا ہی کہ جو علم کے لحاظ سے زیادہ ہو وہی شخص امامت کے لئے زیادہ مناسب ہی بہ نسبت محض قاری یا حافظ قرآن کے۔

اس بارے میں اس قدر تصریحات قویہ اور ایسی وضاحت کے ساتھ جمہور کی شہادات متفقہ موجود ہیں کہ کسی کے لئے گنجائش انکار نہیں ہی۔

پس جب قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں موجود ہی کہ امام وہی ہونا چاہیئے جو دینی رنگ میں دوسروں سے افضل ہو۔ تو پھر حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کے اس حکم کو بنا حکم شرعی کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہی؟

اس موقعہ پر یہ خدشہ پیش کیا جا سکتا ہی کہ کیا مرزا صاحب کے ماننے والوں کو آپ کے نہ ماننے والوں پر فضیلت حاصل ہو جاتی ہی جو آپ کا معتقد دوسروں کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا؟ تو اس کا جواب یہ ہی کہ یہاں حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کی ذات کا سوال نہیں۔ بلکہ مامور من اللہ مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم الشان شخصیت کا سوال ہی یعنی سوال یہ نہیں ہی کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو ماننے والا انکے نہ ماننے والے سے افضل ہی یا نہیں۔ بلکہ سوال یہ ہی کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبول کر لینے والا قبول نہ کرنے والے سے افضل ہی یا نہیں۔ اور جب اس لحاظ سے غور کیا جائے گا تو نہایت آسانی سے سمجھ میں آ جائے گا کہ کسی مدعی صادق کو مان لینے والا اسکے نہ ماننے والے سے ضرور افضل ہوتا ہی۔

جب یہ اصل قرآن و حدیث اور عقل و نقل کے مطابق ہوا۔ اور حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کے ماننے والے جو آپ کو از روئے قرآن و حدیث صادق سمجھ کر ایمان لائے ہیں آپ کے نہ ماننے والوں سے افضل ہوئے تو آپ کے مخالفوں اور دشمنوں کے پیچھے اُن کی نماز کس طرح درست ہو سکتی ہی۔

وہ لوگ جو جماعتِ احمدیہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ ایسا حکم کیوں دیا گیا۔ میں انکی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے لئے وہ فرض کر لیں کہ مہدی منتظر اور مسیح موعود دنیا میں آ گئے ہیں اور انھوں نے اُن کو مسیح موعود و مہدی معہود مان لیا ہی تو کیا وہ اسکے بعد ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنی گوارا کر لیں گے جنھوں نے انکے مسلمہ مسیح موعود و مہدی معہود کو نہ مانا ہو بلکہ اُن کا انکار اور تکفیر کی ہو ہرگز نہیں۔ نماز پڑھنی تو کجا وہ تو ایسے لوگوں کا زندہ رہ سکنا بھی نہیں مانتے۔

اس مقام پر مجھے اس رنگ میں بھی تعجب آتا ہی کہ ہمارے مخالفین آپس میں تو معمولی معمولی اختلافات کی بنا پر ایک دوسرے کی امامت کو ناجائز قرار دیتے اور اپنے ہم خیالوں کو اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکتے ہیں۔ لیکن ہم سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیا کریں جنھوں نے نہ صرف اس شخص کو جس کو ہم نے از روئے قرآن و حدیث مہدی معہود و مسیح موعود مانا ہی قبول نہیں کیا

اور مسیح موعود نہیں مانا۔ بلکہ مرتد و کافر بھی قرار دیا ہے۔

ایسے چند حوالے ملاحظہ ہوں جن میں ہمارے مخالف فریق کے چیدہ اکابر نے اپنے خلاف عقیدہ رکھنے والوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت کی ہے۔

(۱) تمام دیوبندی حضرات کے واجب التعظیم بزرگ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سے سوال ہوا کہ "جمعہ کی نماز جامع مسجد میں باوجودیکہ امام بدعقیدہ ہو۔ پڑھے یا دوسری جگہ پڑھے" آپ نے اس کا جواب دیا کہ "جس کے عقیدے درست ہوں۔ اسکے پیچھے نماز پڑھنی چاہیئے"۔

(فتاویٰ رشیدیہ صـ ۱۵۷)

اس عبارت میں امام مسجد کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا فتویٰ اس کا عقیدہ درست نہ ہونیکی وجہ سے دیا گیا ہے۔

(۲) الفتح المبین میں جو ۵۲۴ صفحہ کی بسوط کتاب ہے۔ ہندوستان کے مشہور و معروف عالم مولوی نذیر حسین محدث دہلوی اور انکے تمام معتقدین کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے۔ "لامذہب غیر مقلدین اہلسنت والجماعت سے خارج ہیں۔ تو اہلسنت کی نماز لامذہبوں کے پیچھے نہیں ہوتی۔ اور بالکل غیر جائز و نادرست ہے" (صفحہ ۴۵۸)

اور لکھا ہے۔ "اس فرقہ لامذہب کو اہلسنت والجماعت سے خارج سمجھنا اور انکے پیچھے نماز پڑھنا اور بسبب فتنہ و فساد کے اُن کو مساجد میں آنے نہ دینا بجا و درست ہے" (صفحہ ...)

دو سَو علماء کے دستخط اور مہریں اس فتویٰ پر ثبت ہیں۔ ہمارے مخالف دیوبندی مولویوں کے مقتدا و پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی مہر بھی اس فتوے کو زینت بخش رہی ہے۔

(۳) اسی کتاب کے صـ ۱۵۸ پر ہے کہ "جبکہ شافعی المذہب متعصب کے پیچھے اقتدا جائز نہ ہوئی جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری و جامع الرموز میں مرقوم ہے کہ "اِنَّمَا الْاِقْتِدَاءُ بِالشَّافِعِیِّ فَلَا بَأْسَ بِہٖ اِذَا لَمْ یَتَعَصَّبْ اَیْ لَمْ یُبْغِضِ الْحَنَفِیَّ" (یعنی شافعی کے پیچھے اقتدا کرنا مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ متعصب نہ ہو۔ یعنی حنفیوں سے بغض و عداوت نہ رکھتا ہو) پس ان غیر مقلدین لامذہب کے پیچھے بطریق اولیٰ جائز نہ ہوئی"۔

اسپر دو سو علماء کے مہر و دستخط ہیں۔ جن میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی شامل ہیں۔

(۴) رسالہ جامع الشواہد تو اسی فتوے کے بارہ میں ہے کہ "غیر مقلدین بے شک خارج اہلسنت و جماعت ہیں ... ... انکی امامت جائز نہیں"۔

اس پر بھی علماء کی بیسیوں مہریں اور دستخط ہیں۔ اور ہمارے مخالف دیوبندی مولویوں کے پیر و مرشد مولوی گنگوہی صاحب کی مہر بھی معہ مولوی محمد یعقوب صاحب دیوبندی اور مولوی محمود الحسن صاحب دیوبندی وغیرہم کے رونق بخش فتویٰ ہی ہے۔

(۵) دیوبندی مولویوں اور اُنکے ہم خیالوں پر جن علمائے ہند و عرب نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اُن کا تو ذکر ہی کیا۔ جنہوں نے فتویٰ نہیں دیا ہے۔ وہ بھی انکے پیچھے نماز ناجائز قرار دیتے ہیں چنانچہ کتاب نماز ص۲۴ میں جو حنفیوں کی انجمن ہدایت الاسلام دہلی کیطرف سے نکلی ہے لکھا ہے۔ کہ (۱) مجنون دائمی (۲) مدہوش (۳) نابالغ (۴) عورت (۵) خنثیٰ (۶) معذور (۷) مسبوق (۸) لاحق (۹) بدعتی جیسے رافضی۔ قدری غیر مقلد اور وہ مقلد جو خدا کے جھوٹ بول سکنے کے معتقد ہیں۔ وغیرہ۔ (نعوذ باللہ) کے پیچھے نماز نہیں ہوتی" خدا کے جھوٹ بول سکنے کا عقیدہ رکھنے والوں سے اہلسنت کے نزدیک خصوصیت سے دیوبندی حضرات مراد ہیں کیونکہ امکان کذب باری ان کا ایک مشہور اور معرکۃ الآرا عقیدہ ہے اہلسنت کے ساتھ عرصہ دراز سے اس عقیدہ کی بنا پر اُن کا جھگڑا چلا آتا ہے جواب تک ختم نہیں ہوا۔ فریقین کیطرف سے بیشمار اشتہار اور بہت سے رسالجات اسکے متعلق نکل چکے ہیں۔

الغرض دوسرے فرقوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی ممانعت کا حکم دینے سے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کے مدعی نبوت تشریعیہ ہونے کا نتیجہ نکالنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا کیونکہ عموماً ہر فرقہ کے علماء اور خصوصاً دیوبندی مولویوں کے پیر و مرشد جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی اس معاملہ میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔

حوالہ سابعہ انوار خلافت کے حوالے سے یہ پیش کیا گیا ہے۔ کہ احمدی لوگ کسی دوسرے مسلمان کو رشتہ ناطہ دینا جائز نہیں سمجھتے۔ اگر کوئی احمدی شخص اپنی لڑکی کسی غیر احمدی کو دیدے تو وہ جماعت سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ اور جب تک توبہ نہ کرے احمدی نہیں سمجھا جاتا۔ یہ حکم بھی ایسا ہی جسکی کوئی اصل شریعت اسلامیہ میں نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے اپنے مریدوں کے لئے نئی شریعت جاری کی ہے۔

جواب یہ حکم بھی حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تشریعی نبی ثابت نہیں کرتا۔ کیونکہ آپ کا یہ حکم بالکل شریعت اسلامیہ کے مطابق ہے کوئی نیا اور علیحدہ حکم نہیں ہے۔ قرآن شریف نے رشتہ و ناطہ کرنے میں پسندیدگی شرط قرار

دی ہے جیسے فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ میں طَابَ کے لفظ سے ظاہر ہے۔

پس جب رفیقۂ حیات کے تلاش کرنے میں پسندیدگی شرط ہے۔ تو اپنی لڑکی یا بہن یا بھتیجی کا کسی غیر سے نکاح کرنے وقت پسندیدگی بدرجۂ اولیٰ ضروری ہوئی۔ اسی لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں تشریح اور تصریح فرمادی ہے۔ کہ عورتوں کی پسندیدگی میں دینداری اور تقویٰ کو مقدم کرنا چاہیئے۔ چنانچہ مشہور حدیث ہے اور حدیث کی ہر کتاب میں مل سکتی ہے کہ تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ عَلٰى اَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ۔ (بخاری ۳ کتاب النکاح) یعنی عورت کے نکاح میں عموماً چار باتیں مدنظر ہوتی ہیں (۱) مال و دولت۔ کہ وہ مالدار ہے۔ (۲) اس کا حسب نسب۔ کہ بڑے حسب نسب والی ہے (۳) اسکی خوبصورتی۔ اور (۴) اس کا دین۔ مگر اے مومن تو دینداری کو مدنظر رکھ۔ اور دیندار عورت حاصل کر۔

پس جب رفیقۂ حیات کے لئے یہ حکم ہے کہ اس کے انتخاب میں اسکی دینداری دیگر اوصاف کی نسبت زیادہ ملحوظ و مدنظر رکھنی چاہیئے۔ تو اپنے داماد اور بہنوئی تلاش کرنے میں یہ امر بدرجہ اولیٰ قابل لحاظ چاہیئے۔ چنانچہ اسکی مزید تشریح ایک اور حدیث میں فرمائی گئی ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا خَطَبَ اِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ (الحدیث مشکوٰۃ کتاب النکاح) یعنی ابوہریرۃؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا۔ جب تم سے کوئی ایسا شخص خطبہ کرے جس کے دین اور اخلاق تمہیں پسندیدہ ہوں تو نکاح کر دیا کرو۔ جب حضورؐ نے یہ تصریح فرمادی کہ تم اپنی لڑکیوں یا بہنوں کا نکاح ایسے آدمیوں سے کیا کرو جنکے دین کو تم پسند کرتے ہو۔ پھر نہ صرف دین و تقویٰ کو مدنظر رکھنا ضروری قرار دیا بلکہ یہ بھی فرمایا کہ وَخُلُقَهٗ۔ یعنی صرف ظاہری نماز روزہ وغیرہ تک تمہارا خیال محدود نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ نماز و روزے کے گہرے اثر کا بھی جس کا ظہور عام اخلاق کے ذریعہ ہوتا ہے۔ لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دین کے لحاظ سے تو ایک شخص اچھا ہو مگر نشست و برخاست۔ گفت و شنید۔ رسم و راہ وغیرہ کے لحاظ سے اچھا نہ ہو۔ تم کو اس کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ جب قرآن کریم و احادیث شریفہ میں ایسے احکام موجود ہیں تو حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کے (شادی و نکاح کے متعلق) یہ حکم دینے سے آپؑ کو مدعی نبوت تشریعی کس طرح کہا جا سکتا ہے؟

حوالہ ثامنہ لوح الہدیٰ اشتہار سے یہ دیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی جماعت کو چندہ دینے کا حکم دے کر یہ کہا ہے کہ جو احمدی تین ماہ تک چندہ نہ دیگا وہ جماعت سے خارج ہے یعنی کافر و مرتد ہے۔ چونکہ یہ حکم بالکل نیا ہے جس کا کوئی اصل شریعت اسلامیہ میں نہیں ہے لہذا معلوم ہوا

کہ مرزا صاحب تشریعی نبوت کے مدعی ہیں۔

جواب بہ بالکل غلط اور قطعاً بہتان ہے کہ چندہ نہ دینے والا کافر و مرتد قرار دیا جاتا ہے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کافر و مرتد کے الفاظ ہرگز نہیں فرمائے اور نہ جماعت سے خارج کر دینے کا یہ مطلب ہے کہ وہ کافر و مرتد ہو جاتا ہے۔ جماعت کے نظام سے چندہ نہ دینے والا اس لئے علیحدہ کیا جاتا ہے۔ کہ بیعت کرنے سے پہلے اُسے شرائط بیعت سنائی اور پڑھائی جاتی ہیں جن شرائط میں یہ موجود ہے کہ "قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کریگا اور قَالَ اللّٰہُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دیگا۔ اور دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔ اور حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام اور اُنکے خلفاء کرام سے عقد اخوت محض للہ باقرار اطاعت در معروف باندھ کر اُس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا۔"

ان شرطوں کے پڑھ یا سُن لینے کے بعد بیعت کرنے کے وقت وہ یہ اقرار اور عہد بھی کرتا ہے کہ "دین کو دنیا پر مقدم رکھونگا۔ اسلام کے سب حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرتا رہونگا۔ اور جو نیک کام آپ مجھے بتائیں گے اُن میں آپ کا ہر طرح فرمانبردار رہوں گا۔" مگر بعد میں وہ چندہ نہ دینے والا شرائط بیعت بجا نہیں لاتا۔ اور اُن اقراروں اور عہدوں کو پورا نہیں کرتا اور باوجود سمجھانے اور بتانے کے کم از کم مقدار انفاق فی سبیل اللہ کی جو ممکن ہو سکتی ہے ایک پیسہ یا دو پیسہ بھی وہ دین اسلام کے لئے خرچ نہیں کرتا تو وہ منافق ہے۔ اول اس لئے کہ اس نے وہ عہد جو بیعت کرتے وقت کیا تھا کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا اور اسلام کے سب حکموں پر عمل کرونگا توڑ دیا۔ اور عہد توڑنے والا احادیث کی رُو سے منافق ہوتا ہے۔ **دوئم**۔ اس لئے کہ اُس نے باوجود استطاعت کے قرآن و حدیث کے صریح احکام کی خلاف ورزی کی۔ حالانکہ اُسے سمجھایا گیا اور تین ماہ تک مہلت دیگئی تھی۔ اور چونکہ قرآن کریم نے خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والوں کی سخت سزا بتائی ہے انہیں منافق قرار دیا اور جہنمی بتایا ہے اس لئے ایسا انسان جماعت میں رہنے کے ہرگز قابل نہیں ہے۔

اس جگہ نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم و احادیث کی رو سے انفاق فی سبیل اللہ کی تاکید اور انفاق فی سبیل اللہ نہ کرنے کی تحریر و تنبیہ کے چند احکام بیان کر دوں تا معلوم ہو جائے کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کا یہ حکم نیا نہیں ہے بلکہ شریعت اسلامیہ کے مطابق ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ کی تاکید

(۱) شروع سورہ بقرہ میں الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ کی آیت میں متقی کی تعریف میں یہ ضروری قرار دیا ہو کہ وہ خدا کے دیئے ہیں سے راہ خدا میں خرچ کریں۔ تبھی وہ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ کے مصداق ہوں گے۔

(۲) سورہ بقرہ ع۲۲ میں وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ فرما کر انفاق فی سبیل اللہ کی شرط ضروری قرار دی ہو جس کے نتیجے میں اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (یعنی وہی سچے مومن اور متقی ہیں) کا خطاب عنایت ہوا ہو۔

(۳) سورہ بقرہ ع۳۷ میں حکم دیا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ یعنی اپنی پاکیزہ کمائی سے راہ خدا میں خرچ کیا کرو۔

(۴) سورہ توبہ ع۸ میں انفاق فی سبیل اللہ کے مواضع و محل کی تفصیل بتاتے ہوئے فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ فرمایا یعنی خدا تعالیٰ کیطرف سے یہ فریضہ تم پر مقرر ہو کہ تم انفاق فی سبیل اللہ کرو۔

(۵) تمام قرآن شریف میں جہاں جہاں جہاد بالنفس کا ذکر آیا ہو یا جہاں بھی یہ ذکر ہو کہ خدا تعالیٰ نے مومنوں سے انکی جانیں خرید لی ہیں۔ اُن سب مقامات پر انکے اموال کا بھی ذکر آیا ہو۔ کہ جس طرح خدا کی راہ میں جانیں خرچ کرتے ہو اُسی طرح خدا کی راہ میں اپنے اموال بھی خرچ کرو۔

انفاق فی سبیل اللہ نہ کرنیکی سزا

(۶) سورہ توبہ کے رکوع ۵ میں فرمایا وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ یعنی جو لوگ باوجود استطاعت کے خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں دردناک عذاب کی خبر دیدو۔

(۷) اسی سورۃ کے رکوع ۷ میں بعض منافقین کا چندہ قبول کرنے سے منع فرمایا اور وجہ یہ بتائی کہ وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ۔ یعنی مجبوری اور ناپسندیدگی دل سے خرچ کرتے ہیں۔

معلوم ہوا خدا کی راہ میں دلی صفائی سے خرچ نہ کرنا بھی منافقانہ روش ہے اس لئے ایسے لوگوں کا چندہ قبول نہ کرنا چاہیئے۔

(۸) اسی سورۃ کے رکوع ۹ میں منافق کا کام وَيَقْبِضُونَ اَيْدِيَهُمْ سے ظاہر کیا۔ یعنی خدا تعالے کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اور اسکی سزا یہ بتائی ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔

(۹) اسی سورۃ کے رکوع ۱۰ میں جن منافقوں سے جہاد کا حکم دیا ہے انکی تعریف اور اس جہاد کی وجہ یہ بتائی ہے۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۝ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ۔ یعنی ان لوگوں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ خدا تعالے کے دیئے میں سے ہم انفاق فی سبیل اللہ کریں گے۔ لیکن جب انکو استطاعت حاصل ہوئی تو بجائے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے بخل کرنے لگ گئے۔ پس خدا تعالے نے انکے دلوں میں قیامت تک کے لئے نفاق ڈال دیا۔

چنانچہ احادیث و تفاسیر میں یہ واقعہ عام مندرج ہے کہ ثعلبہ بن حاطب صحابی نے صدقہ سے انکار کیا تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے صدقہ لینا بند کر دیا۔ اور پھر نہ حضرت ابوبکرؓ نے اس سے صدقہ لیا۔ اور نہ حضرت عمرؓ و عثمانؓ نے وہ خود صدقہ لاکر پیش کرتا تھا مگر کوئی قبول نہ کرتا تھا بازاروں اور گلیوں میں افسوس کرتا رہتا تھا آخر اسی حالت میں فوت ہو گیا۔ پھر حدیث میں یہ بھی تصریح آئی ہے کہ اَلصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ یعنی انفاق فی سبیل اللہ ایمان کا زبردست ثبوت ہے۔

ان آیات اور حدیث سے نہایت واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ فریضۃ اللہ ہے علامت ایمان ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ نہ کرنے سے انسان منافق ہو کر عذاب شدید کا مورد بنتا ہے۔ اور خدا تعالے کے حکم سے نظام جماعت سے خارج کیا جاتا ہے اگر وہ انفاق فی سبیل اللہ کرنا بھی چاہے تو قبول نہیں کیا جاتا۔

(۱۰) اسی سورۃ توبہ ع ۱۱ میں ان لوگوں کے حق میں جنہوں نے جہاد بالمال والنفس میں سستی دکھائی اور ایک غزوہ میں شامل نہ ہوئے تھے سزا کے طور پر یہ حکم نازل ہوا تھا کہ اگر وہ بعد میں کسی دوسرے غزوہ کے وقت تیرے ساتھ شامل ہونا چاہیں تو شامل نہ کرنا۔ اور لَنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ

اَوَّلَ مَرَّۃٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخَالِفِیْنَ یعنی کہدینا کہ ہرگز نہ نکلو میرے ساتھ کسی لڑائی کے لئے اور ہرگز قتال نہ کرو کسی دشمن سے میرے ساتھ ملکر۔ تم نے جب پہلے انکار کر دیا اب بھی فاسدوں اور بگڑنے والوں سے ہو جاؤ۔

یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ جہاد بالمال والنفس میں کمزوری دکھانے والوں اور ساتھ نہ شامل ہونے والوں کو آئندہ کے لئے نظام جماعت سے خارج کیا جاسکتا ہے پس ان احکام و تصریحات کے ہوتے ہوئے کیسے کہا جاسکتا ہے کہ مرزا صاحب کا یہ حکم خلاف شریعت ہے۔

تیسری وجہ تکفیر کا رد

تیسری وجہ تکفیر جو جماعت احمدیہ کے متعلق پیش کیجاتی ہے وہ یہ ہے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ادعائے نبوت کفر ہے اور بانی سلسلہ احمدیہ نے دعویٰ نبوت کیا ہے اس لئے وہ کافر ہیں۔

جواب اول مجھے اس کے جواب میں پہلے یہ عرض کرنا ہے کہ کسی امر کو موجب کفر قرار دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کا موجب کفر ہونا نص صریح سے ثابت ہو۔ نہ یہ کہ کسی آیت کے غلط مطلب سے نتیجہ کے طور پر نکالا جائے لیکن یہ امر خصوصیت سے قابل توجہ ہے کہ ہمارے مخالف علماء ایک آیت بھی ایسی پیش نہیں کر سکتے ہیں جس میں بصراحت یہ بیان ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کفر ہے۔ بلکہ انھوں نے آیت وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا غلط مطلب لے کر یہ نتیجہ نکالا ہے۔ اس لئے ان کا دعویٰ نبوت کو کفر قرار دینا قطعاً قابل التفات نہیں۔

جواب دوم دوسرا جواب یہ ہے کہ ہمارے مخالف علماء نے آیت وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا یہ غلط مطلب لیا ہے کہ خاتم النبیین اور ختم نبوت مترادف ہیں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا اور ختم نبوت ایک معنی رکھتے ہیں اور ختم نبوت ضروریات دین سے ہے۔ اور اب جو مدعی نبوۃ ہوگا اُسے لامحالہ خاتم النبیین اور ختم نبوت کا انکار کر دینا پڑے گا۔ اور ختم نبوۃ کا منکر خواہ قولی انکار کرے خواہ حالی۔ بہر حال کافر ہے۔

مخالفین کے اس طرز عمل سے معلوم ہوا۔ کہ دعویٰ نبوۃ مطلقہ کفر نہیں ہے۔ بلکہ انکار ختم نبوت لازم آنے کی وجہ سے موجب کفر ہے۔ اور میں ختم نبوت کے انکار کے جواب میں تفصیل سے عرض کر چکا

ہوں۔ کہ آیت وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا وہ مطلب نہیں ہے جو مخالف علماء لیتے ہیں نیز یعنی نہ تو خاتم النبیین اور ختم نبوت مترادف ہیں۔ اور نہ اس دعویٰ نبوت سے جو حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کیا ہے خاتم النبیین یا ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے۔

پس جو جواب ختم نبوت کے انکار میں تفصیل کے ساتھ میں عرض کر چکا ہوں وہی اس وجہ تکفیر کا بھی جواب ہے۔

جواب سوئم یہ دیکھنا چاہیئے کہ از روئے قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دروازہ نبوت ہر صورت اور ہر پہلو سے مسدود ہے یا کسی صورت اور کسی پہلو سے کھلا بھی ہے اگر یہ ثابت ہو کہ ہر صورت اور ہر پہلو سے مسدود ہے تو یہ کہنا کہ اب دعویٰ نبوت کفر ہے بالکل درست ہوگا۔ لیکن اگر یہ ثابت ہو کہ کسی صورت اور کسی پہلو سے دروازہ نبوت کھلا بھی ہے تو دعویٰ نبوت کو کفر اور اس دعوے کی وجہ سے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کافر قرار دینا قطعاً باطل ہوگا۔

اگرچہ قرآن شریف میں ایسی بہت سی آیات موجود ہیں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غیر تشریعی نبوت کے دروازہ کا کھلا ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن میں اس موقعہ پر صرف آٹھ ہی آیتیں پیش کرنی چاہتا ہوں۔

"امکان نبوت از روئے قرآن کریم"

پہلی آیت اللہ تعالیٰ ام القرآن سورہ فاتحہ میں فرماتا ہے۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ یعنی اے خدا ہمیں اس راستہ پر چلا جو ان لوگوں کا ہے جن پر تو نے انعام کیا مطلب یہ کہ ہمیں بھی منعم علیہم لوگوں میں سے بنا۔ اور سورہ نساء رکوع ۹ میں فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ۔ یعنی منعم علیہ لوگ انبیاء ہیں۔ صدیق ہیں۔ شہدا ہیں صالحین ہیں۔

پہلی آیت شریفہ میں تو نبی کریم کے امتیوں کو یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ اے رب العالمین۔ رحمٰن و رحیم۔ مالک یوم الدین تو ہم پر وہ نعمتیں نازل فرما جو تو نے ہم سے پہلی امتوں کے انعام یافتہ گروہ پر نازل فرمائی تھیں۔ اور دوسری آیت کریمہ میں یہ بتایا کہ وہ انعام یافتہ گروہ چار ہیں۔ انبیاء و صدیقین۔ شہداء اور صالحین۔

ماحصل دونوں آیتوں کا یہ ٹھہرا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ہوں۔ کہ آیت وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا وہ مطلب نہیں ہے جو مخالف علماء لیتے ہیں نہ یعنی نہ تو خاتم النبیین اور ختم نبوت مترادف ہیں۔ اور نہ اس دعوٰی نبوت سے جو حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے کیا ہے خاتم النبیین یا ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے۔

پس جو جواب ختم نبوت کے انکار میں تفصیل کے ساتھ میں عرض کر چکا ہوں وہی اس وجہ تکفیر کا بھی جواب ہے۔

جواب سوئم یہ دیکھنا چاہیئے کہ از روئے قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دروازہ نبوت ہر صورت اور ہر پہلو سے مسدود ہے یا کسی صورت اور کسی پہلو سے کھلا بھی ہے اگر یہ ثابت ہو کہ ہر صورت اور ہر پہلو سے مسدود ہے تو یہ کہنا کہ اب دعوٰی نبوت کفر ہے بالکل درست ہو گا۔ لیکن اگر یہ ثابت ہو کہ کسی صورت اور کسی پہلو سے دروازہ نبوت کھلا بھی ہے تو دعوٰی نبوت کو کفر اور اس دعوے کی وجہ سے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کافر قرار دینا قطعاً باطل ہو گا۔

اگرچہ قرآن شریف میں ایسی بہت سی آیات موجود ہیں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غیر تشریعی نبوت کے دروازہ کا کھلا ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن میں اس موقعہ پر صرف آٹھ ہی آیتیں پیش کرنی چاہتا ہوں۔

"امکان نبوت از روئے قرآن کریم"

پہلی آیت اللہ تعالیٰ ام القرآن سورہ فاتحہ میں فرماتا ہے۔ اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ یعنی اے خدا ہمیں اس راستہ پر چلا جو ان لوگوں کا ہے جن پر تو نے انعام کیا مطلب یہ کہ ہمیں بھی منعم علیہم لوگوں میں سے بنا۔ اور سورہ نساء رکوع ۹ میں فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ۔ یعنی منعم علیہ لوگ انبیاء ہیں۔ صدیق ہیں۔ شہداء ہیں صالحین ہیں۔

پہلی آیت شریفہ میں تو نبی کریم کے امتیوں کو یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ اے رب العالمین۔ رحمٰن و رحیم۔ مالک یوم الدین تو ہم پر وہ نعمتیں نازل فرما جو تو نے ہم سے پہلی امتوں کے انعام یافتہ گروہ پر نازل فرمائی تھیں۔ اور دوسری آیت کریمہ میں یہ بتایا کہ وہ انعام یافتہ گروہ چار ہیں۔ انبیاء وصدیقین۔ شہداء اور صالحین۔

ماحصل دونوں آیتوں کا یہ ٹھہرا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

امتیوں کو خود یہ تعلیم دیتا ہی کہ تم مجھ سے پانچوں وقت نماز کی ہر رکعت میں اپنے اندر اسی طرح انبیاء و صدیقین اور شہدار و صالحین کے پیدا ہونیکی دعا کیا کرو جس طرح کہ اگلی امتوں میں وہ پیدا کئے گئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے خود یہ دعا سکھانے سے ظاہر ہی کہ امت محمدیہ میں انبیاء و صدیقین اور شہدار و صالحین کی پیدائش بند نہیں ہوئی۔ بلکہ وہ حسب ضرورت پیدا ہوتے رہیں گے۔ اگر انکی پیدائش بند کر دیگئی ہوتی تو اللہ تعالیٰ خود انکے پیدا ہونے کی دعا کیوں سکھاتا۔

ہمارے مخالف علمار اس امر کے قائل ہیں کہ اس امت میں صدیق و شہید اور صالحین تو بکثرت ہو چکے۔ اور آیندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ لیکن یہ نہیں مانتے کہ اس امت میں کوئی نبی بھی ہو سکتا ہی۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ نبی تو نہ آجتک کوئی ہوا ہی اور نہ آیندہ ہو سکتا ہی۔ حالانکہ جن چار قسم کے انعامات عطا کئے جانیکی بابت اللہ تعالےٰ نے دعا سکھائی ہی ان میں سے تین قسم کے انعاموں کا اس امت کو عطا کیا جانا ماننا اور ایک قسم کے انعام عطا ہونے کے متعلق یہ کہدینا کہ وہ انعام نہ اس امت پر کبھی ہوا اور نہ آیندہ ہوگا۔ کسی معقول وجہ پر مبنی نہیں ہو سکتا۔

دوسری آیت وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ (بقرہ ع ۱۵) یعنی جب امتحان لیا۔ ابراہیم کا اسکے رب نے چند باتوں کے متعلق۔ اور وہ اسنے پوری کر دیں تو خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم میں تجھے لوگوں کا امام بناتا ہوں۔ آپنے عرض کی کہ یہ نبوت و امامت کا سلسلہ میری اولاد میں بھی ہوگا تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ نہیں پہنچے گا۔ میرا یہ عہد ظالموں کو۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے دو باتیں ظاہر فرمائی ہیں:۔ اوّل یہ کہ عہد نبوت ابراہیمی نسل کے ساتھ ضرور پورا ہوتا رہے گا۔ دوسری یہ کہ جب نسل ابراہیم ظالم ہو جائیگی تو نبوت اس سے چھین جائے گی۔

اس آیت شریفہ کی رو سے امت محمدیہ کے ساتھ بھی عہد نبوت کا پورا ہونا اور اس میں بھی انعام نبوت کا جاری رہنا ضروری تھا۔ کیونکہ امت محمدیہ بھی ابراہیمی نسل سے ہی۔ اور اگر اس امت کے ساتھ عہد نبوت کے پورا ہونے اور انعام نبوت کے جاری رہنے کے لئے اور کوئی وجہ نہ بھی ہوتی۔ تو اس کا ابراہیمی نسل سے ہونا ہی کافی تھا۔ لیکن صرف یہی نہیں کہ یہ امت ابراہیمی نسل سے ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ میں اس امت کو خیر الامم یعنی سب امتوں سے بہتر امت ہونے کا خطاب عطا فرمایا ہی۔ اسلئے اور بھی ضروری ہوا کہ عہد نبوت اسکے ساتھ پورا ہو اور انعام نبوت اس میں جاری رہے۔ اب باوجود اسکے کہ امت محمدیہ ابراہیمی نسل سے

بھی ہے اور باوجود اسکے کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو تمام اُمتوں سے بہتر امت بھی قرار دیا ہے۔
اگر یہ کہا جائے کہ امت محمدیہ سے عہد نبوت کا پورا کیا جانا ضروری نہیں بلکہ امت محمدیہ انعام نبوت سے محروم کردی گئی ہے تو نہ صرف یہ کہ امت محمدیہ کی نسل ابراہیمی سے علیحدگی و بے تعلقی لازم آئے گی۔ بلکہ یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ وہ ظالم بھی ہو چکی ہے اور خیر امت نہیں رہی۔ اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ لہٰذا امت محمدیہ کا انعام نبوت سے محروم ہو جانا بھی غلط۔ بلکہ اس کے لئے انعام نبوت کا جاری ہونا ثابت۔

تیسری آیت وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ (آل عمران ع ۹) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے نبیوں سے عہد لیا کہ میں نے تم کو کتاب و حکمت دی۔ پھر اگر تمہاری موجودگی میں کوئی رسول آئے جو تمہاری تصدیق کرے تو تم ضرور مان لینا۔ اور اسکی مدد کرنا۔ چونکہ یہ مسلمہ امر ہے کہ نبی کے کام میں اسکی امت شریک ہوتی ہے۔ اس لئے ہر نبی سے عہد لینے کا یہ مطلب ہے کہ نبی کی معرفت اسکی امت سے عہد لیا گیا۔ کہ جب کوئی دوسرا رسول آئے تو اس پر ایمان لے آنا۔ اور اسکی مدد کرنا۔

اس آیت کے فقرے "ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ" میں رَسُوْلٌ کا لفظ نکرہ ہے۔ اور اس سے ہر رسول مراد ہے یعنی آدم علیہ السلام سے حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق اور حضرت نوح علیہ السلام سے حضرت ہود علیہ السلام کے متعلق اور حضرت ہود علیہ السلام سے حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نبی کریم سیدنا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عہد لیا گیا۔ اب اگر یہ ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی وہی عہد لیا گیا ہے تو لازماً ماننا پڑیگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی ضرور آئے گا۔ ورنہ حضورؐ سے وہی عہد لینے کے کیا معنی؟
اور جب اس غرض سے قرآن شریف دیکھا جائے تو سورہ احزاب کے پہلے رکوع کی ایک مشہور آیت میں وہ عہد لیا جانا ان الفاظ میں موجود ہے۔ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَھُمْ وَمِنْکَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ وَاَخَذْنَا مِنْھُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا۔ یعنی ہمنے تمام نبیوں سے عہد لیا۔ اور آپؐ سے بھی ہم وہ عہد لیتے ہیں۔ اور نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ سب سے ہمنے پختہ عہد لیا تھا۔ اس آیت میں چند اولوالعزم انبیاءؑ کے نام لے کر تصریح فرما دی کہ جو عہد ہم نے تمام نبیوں سے لیا وہی عہد ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بھی لیا۔ اب یا تو اس عہد کے سوا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے از روئے قرآن شریف نبیوں سے کوئی اور عہد لیا جانا ثابت کیا جائے یا یہ ماننا پڑے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

بھی وہی عہد لیا گیا ہی جو اور نبیوں سے لیا گیا تھا۔ یعنی اپنے بعد آنے والے رسول کی رسالت کا اقرار

چوتھی آیت وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (نساء ع)

یعنی جو شخص اطاعت کرے گا خدا تعالیٰ کی۔ اور اس کے رسول کی۔ وہ (اطاعت کرنیوالے) ان میں سے بنجائیں گے جنپر خدا تعالیٰ نے انعام کیا۔ یعنی نبیوں میں سے۔ صدیقوں میں سے۔ شہداء میں سے۔ اور صلحاء امت میں سے۔ اور یہی اعلیٰ درجہ کی رفاقت ہی۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے صاف طور پر بطور وعدہ ظاہر فرمایا ہو کہ ہمارے اس رسول اعظم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے یہ درجے ملیں گے اور یہ منعم علیہ لوگ نبی صدیق۔ شہید اور صالح بنیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کے بعد جس طرح آپؐ کے امتی آپؐ کی پیروی و فرمانبرداری سے صدیق و شہید اور صالح بنیں گے اسی طرح کامل و مکمل افراد امت میں سے حسب ضرورت نبی بھی بنیں گے اگر ایسا نہ ہوتا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی و اتباع میں حضورؐ کے وسیلہ و فیضان سے بھی انعام نبوت ملنا ممکن نہ ہوتا تو حضورؐ کی امت کے لئے صرف تین ہی درجوں کے ملنے کا ذکر کیا جاتا۔ چوتھے درجے یعنی نبوت کے ملنے کا ذکر قرآن شریف میں نہ آتا لیکن تین درجوں کا نہیں بلکہ چار درجوں کے ملنے کا ذکر ہی تو کوئی وجہ نہیں ہو کہ تین درجوں کا ملنا یعنی امت محمدیہ میں صدیقوں۔ شہیدوں اور صالحوں کا ہونا تو مانا جائے۔ مگر چوتھے درجے کا ملنا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں اور کامل متبعین میں سے نبیوں کا ہونا نہ مانا جائے اور اگر یہ نہ مانا جائے گا تو پھر باقی تین درجوں کے ملنے کا بھی انکار لازم آئے گا۔ کیونکہ یہ سب الفاظ یعنی نبیین و صدیقین و شہداء و صالحین بوجہ معطوف و معطوف علیہ ہونے کے ایک ہی حکم میں ہیں۔ بعض لوگ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں مَعَ کا لفظ ہی جو صرف معیت ثابت کرتا ہی نہ کہ ویسا ہی بنجانا یعنی اس امت کے انعام پانے والے لوگ قیامت میں گذشتہ انبیاء کرامؑ کے ساتھ رکھے جائینگے نہ یہ کہ وہ بھی نبی بن جائینگے۔ سو اس اعتراض کا جواب وہی ہی جو میں اوپر ذکر کر چکا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے ان چاروں الفاظ کو حرف عاطف کے ساتھ ایک ہی حکم میں کر دیا ہی اگر انبیاء کے لئے یہ تجویز کریں کہ اُمت کے لوگ نبی تو نہ بن سکیں گے البتہ ان کا حشر قیامت میں پہلی امتوں کے نبیوں کے ساتھ ہوگا وبس۔ تو پھر یہی بات باقی تین درجوں صالح۔ شہید۔ صدیق میں بھی ماننی پڑتی ہی کیونکہ چاروں الفاظ معطوف معطوف علیہ ہونے کی وجہ سے ایک ہی حکم میں ہیں۔ لہٰذا اس اعتراض سے یہ لازم آئیگا کہ امت محمدیہ میں سے نہ تو

کوئی نبی ہو نہ صدیق نہ شہید نہ صالح - بلکہ صرف اگلے جہان میں ہی پہلی امت کے صلحاء و شہداء اور صدیقین اور نبیوں کی رفاقت ہو۔ اور چونکہ یہ نتیجہ امت محمدیہ کے مناقب کے خلاف ہے لہذا اعتراض جس سے یہ غلط بات لازم آتی تھی خود ہی باطل ہو گیا۔

پانچویں آیت

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (آل عمران ع ۱۸)

یعنی ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو اسی حالت میں رہنے دے جس میں وہ ہیں بغیر اچھے برے میں امتیاز کر بیکے۔ اور ممکن نہیں کہ اللہ تم سب کو غیب پر مطلع کرتا رہے لیکن خدا تعالیٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے گا چنتا رہے گا پس خدا تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتے رہو۔ کیونکہ اگر ایمان لاؤ گے اور تقویٰ کرو گے۔ تو تمہیں اجر عظیم ملیگا۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں امت محمدیہ کے مومنوں کے لئے کئی باتیں فرمائی ہیں۔ پہلی یہ کہ ایمان کا دعویٰ کرنے والے اس حالت میں نہیں رہنے دئیے جائیں گے کہ صرف دعویٰ سے ہی مومن سمجھ لئے جائیں۔ دوسری یہ کہ مختلف امتحانوں کے ساتھ اچھے برے میں امتیاز کر دیا جائیگا تا حقیقی مومن اور ادعائی مومن میں فرق ہو جائے۔ تیسری یہ کہ علاوہ اور امتحانوں کے ایک امتحان یہ بھی ہو گا کہ خدا تعالیٰ رسول مبعوث کیا کرے گا۔ اور ان پر غیب ظاہر کرے گا۔ پھر جو مان لیگا۔ وہ اپنے دعویٰ ایمان میں سچا سمجھا جائے گا۔ چوتھی یہ کہ امت محمدیہ کی آزمائش اس طریق سے بھی ہوا کریگی کہ اس میں نبی آئیں گے اس لئے یاد رکھو کہ آئندہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا ہو گا۔ اس آیت میں ان چاروں باتوں کے ذریعہ صاف تصریح فرما دی ہے کہ آئندہ امت میں سے ادعائی ایمان والوں کا پتہ لگانے کے لئے خدا تعالیٰ غیر تشریعی امتی رسولوں کو مبعوث کیا کرے گا۔ یہ استدلال میں ہی نہیں کرتا۔ بلکہ ہم سے پہلے بھی بعض لوگوں نے کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ اس آیت سے آئندہ نبوت کا وجود لازم آتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابوحیان اپنی تفسیر البحر المحیط جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ و ۱۲۷ میں تصریح کرتے ہیں کہ "ظاہر الآیۃ هُوَ مَا فَسَّرْنَاهُ مِنْ اَنَّهُ تَعَالٰى هُوَ الَّذِيْ يَمِيْزُ بَيْنَ الْخَبِيْثِ وَالطَّيِّبِ اَخْبَرَ اَنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ تُمَيِّزُوْنَ اَنْتُمْ ذٰلِكَ لِاَنَّهُ تَعَالٰى لَمْ يُطْلِعْكُمْ عَلٰى مَا اَكَنَّتْهُ الْقُلُوْبُ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالنِّفَاقِ وَلٰكِنَّهُ تَعَالٰى يَخْتَارُ مِنْ رُسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ فَيُطْلِعُهُ عَلٰى ذٰلِكَ تَسْتَطْلِعُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ جِهَةِ الرَّسُوْلِ بِاِخْبَارِهٖ لَكُمْ عَنْ ذٰلِكَ بِوَحْيِ اللّٰهِ" یعنی اس آیت کا ظاہری مطلب تو وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ جو خبیث و طیب میں امتیاز و فرق کرنے والا ہے مومنوں کو خبر دیتا ہے کہ تمہیں اپنے میں سے خبیث و طیب کا

علم نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا تعالےٰ نے تمہیں آپس میں ایک دوسرے کے ایمان و نفاق والی قلبی کیفیت سے مطلع نہیں کیا۔ ہاں اس کام کے لئے خدا تعالےٰ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہیگا پسند کیا کرے گا۔ اور پھر اُس رسول کو خبیث و طیب سے واقف کرے گا۔ اور اے مومنو تمہیں پھر اس رسول کے ذریعہ اطلاع ہوا کریگی۔

چھٹی آیت سورہ انعام کے دسویں رکوع میں نام بنام ۱۸ نبیوں کا مفصل ذکر فرمانے کے بعد وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ میں باقی انبیاء کا مجملاً ذکر کیا ہے۔ اور پھر آیندہ کے متعلق بصیغہ استقبال پیشگوئی فرمائی ہے کہ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ " یہ خدا تعالیٰ کی ہدایت ہے اور وہ ایسی ہی ہدایت دیا کرے گا جسکو چاہے گا۔ اپنے بندوں میں سے "

یہ آیت آئندہ نبوت و رسالت کی نہایت زبردست دلیل ہے کہ خدا تعالےٰ نے گذشتہ نبیوں کا مفصلاً و مجملاً دونوں طرح ذکر کرنے کے بعد آئندہ کے لئے وعدہ دیدیا ہے کہ ایسی ہدایت ہم دیا کریں گے۔ اگر آیندہ نبوت و رسالت بند ہوتی تو خدا تعالیٰ استقبالیہ فقرہ کا ذکر کیوں کرتا اور پہلی ہدایتوں کیطرف اشارہ کرکے ویسی ہی ہدایت کا آیندہ کے لئے وعدہ کیوں فرماتا؟

ساتویں آیت وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الآیہ (نور ع ۷) یعنی اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے تمہارے مومنوں اور نیک عمل کرنے والوں سے کہ وہ انکو ضرور خلیفہ بنائے گا۔ ویسے ہی جیسے اُس نے خلیفے بنائے تھے وہ لوگ جو ان مومنوں سے پہلے تھے۔ خدا تعالےٰ نے اس آیت میں نہایت واضح اور صریح الفاظ میں پیشگوئی اور وعدہ فرمایا ہے۔ کہ اُمت محمدیہ میں ویسے ہی روحانی و جسمانی خلیفے ہوتے رہیں گے جیسے کہ پہلی امتوں میں ہوتے رہے ہیں۔ اب قرآن پاک سے دیکھنا چاہیئے کہ پہلی اُمتوں میں کیسے خلفاء ہوتے رہے۔ تا وعدہ کے مطابق ویسے ہی خلیفوں کا اس اُمت میں بھی یقین کیا جا سکے۔ تو قرآن شریف کی آیت (۱) اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً (بقرہ ع ۴) میں حضرت آدمؑ کے متعلق خلیفہ کا لفظ آیا ہے اور آیت شریفہ (۲) يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ (ص ع ۲) میں حضرت داؤدؑ کے خلیفہ ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ اور یہ دونوں نبی پہلی امتوں میں ہوئے ہیں۔ لہذا ماننا پڑتا ہے کہ ایسے ہی خلفاء اس امت محمدیہ میں بھی ہونگے۔ کیونکہ جب ایک طرف یہ وعدہ الٰہی ہے کہ اس امت میں بھی پہلی امتوں کی طرح خلیفے ہونگے اور دوسری

طرف خدا تعالےٰ نے ان آیتوں میں خود ہی خلفا کی تبیین و تشریح کر دی ہے تو ثابت ہوا کہ حضرت آدمؑ و حضرت داؤدؑ و دیگر انبیاءؑ کی طرح غیر تشریعی انبیاء امتِ محمدیہ میں بھی ضرور ہونگے۔ ورنہ خدا تعالےٰ کا وعدہ غلط ہوتا ہے۔ (معاذ اللہ)

آٹھویں آیت قرآن شریف جہنمیوں کے ذکر میں فرماتا ہے کہ جہنم کے محافظ جہنمیوں سے سوال کریں گے کہ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَتْلُوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ رَبِّکُمْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا قَالُوْا بَلٰی (زمر ع) یعنی کیا تمہارے پاس رسول نہیں آیا کرتے تھے جو تم پر تمہارے رب کے احکام پڑھتے اور تمہیں اس دن کے دیکھنے سے ڈراتے ہوں (کہ تم انکی باتیں مانکر عذاب الٰہی سے بچ جاتے) تو جہنمی کہیں گے۔ ہاں آتے رہے تھے۔ اسی مضمون کو سورہ مومن ع۵ میں یوں فرمایا ہے۔ اَوَلَمْ تَکُ تَاْتِیْکُمْ رُسُلُکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ۔ یعنی کیا تمہارے پاس رسول نہ آتے تھے کھلے کھلے دلائل لے کر۔ پھر سورہ ملک میں اور وضاحت فرمائی۔ کُلَّمَآ اُلْقِیَ فِیْھَا فَوْجٌ سَاَلَھُمْ خَزَنَتُھَآ اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ قَالُوْا بَلٰی یعنی جب کبھی جہنم میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اسکے محافظ پوچھیں گے۔ کیا تمہارے پاس کوئی نذیر نہ آیا تھا۔ جہنمی جواب دینگے کہ ہاں آیا تھا۔

ان تینوں آیتوں میں بالتصریح یہ بتایا گیا ہے کہ جہنمی لوگوں سے یہ پوچھا جائے گا کہ کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے۔ اور وہ لوگ اقرار کریں گے کہ ہاں آئے تھے۔ اور حدیث میں یہ آیا ہے اور ہمارے مخالفین کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ امتِ محمدیہ میں ۷۳ فرقے ہو جائیں گے۔ ان میں سے ۷۲ فرقے تو جہنمی ہونگے اور ایک جنتی۔ پس۔ ان جہنمیوں سے بھی (جو امت محمدیہ کے ہونگے) رسول اور نذیر کی آمد کا سوال ہونا ضروری ہے۔ اور جب سوال ہونا ضروری تو انکی آمد بھی ضروری۔

امکانِ نبوت از روئے احادیث

ان چند آیات قرآنیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا امکان ثابت کر کے میں چند احادیث بھی پیش کرتا ہوں۔ جنسے اسی مضمون کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔

پہلی حدیث عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم لِلْعَبَّاسِ فِیْکُمُ النُّبُوَّۃُ وَالْمَمْلَکَۃُ اَخْرَجَہُ الْبَزَّارُ وَ اَبُوْنُعَیْم وَ ابْنُ عَدِیٍّ وَ ابْنُ عَسَاکِرَ بحوالہ حجج الکرامہ ۱۹۷ و کنز العمال جلد ۶ ۱۷۹

یعنی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں نبوت بھی ہوگی اور بادشاہت بھی ہوگی۔ اس حدیث کی روایت یوں بھی آئی ہے کہ اَلْخِلَافَۃُ فِیْکُمْ وَالنُّبُوَّۃُ (ابصار)

طرف خدا تعالےٰ نے ان آیتوں میں خود ہی خلفا کی تبیین و تشریح کر دی ہے تو ثابت ہوا کہ حضرت آدمؑ و حضرت داؤدؑ و دیگر انبیائے کی طرح غیر تشریعی انبیاء امت محمدیہ میں بھی ضرور ہونگے۔ ورنہ خدا تعالےٰ کا وعدہ غلط ہوتا ہے۔ (معاذ اللہ)

آٹھویں آیت قرآن شریف جہنمیوں کے ذکر میں فرماتا ہے کہ جہنم کے محافظ جہنمیوں سے سوال کریں گے کہ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَتْلُوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ رَبِّکُمْ وَیُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا قَالُوْا بَلٰی (زمر ع) یعنی کیا تمہارے پاس رسول نہیں آیا کرتے تھے جو تم پر تمہارے رب کے احکام پڑھتے اور تمہیں اس دن کے دیکھنے سے ڈراتے ہوں (کہ تم انکی باتیں مانکر عذاب الٰہی سے بچ جاتے) تو جہنمی کہیں گے۔ ہاں آتے رہے تھے۔ اسی مضمون کو سورہ مومن ع ۵ میں یوں فرمایا ہے۔ اَوَلَمْ تَکُ تَاْتِیْکُمْ رُسُلُکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ۔ یعنی کیا تمہارے پاس رسول نہ آتے تھے کھلے کھلے دلائل لے کر۔ پھر سورہ ملک میں اور وضاحت فرمائی۔ کُلَّمَآ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَھُمْ خَزَنَتُھَآ اَلَمْ یَاْتِکُمْ نَذِیْرٌ قَالُوْا بَلٰی یعنی جب کبھی جہنم میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اسکے محافظ پوچھیں گے۔ کیا تمہارے پاس کوئی نذیر نہ آیا تھا۔ جہنمی جواب دینگے کہ ہاں آیا تھا۔

ان تینوں آیتوں میں بالتصریح یہ بتایا گیا ہے کہ جہنمی لوگوں سے یہ پوچھا جائے گا کہ کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے۔ اور وہ لوگ اقرار کریں گے کہ ہاں آئے تھے۔ اور حدیث میں یہ آیا ہے اور ہمارے مخالفین کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ امت محمدیہ میں ۷۳ فرقے ہو جائیں گے۔ ان میں سے ۷۲ فرقے تو جہنمی ہونگے اور ایک جنتی۔ پس۔ ان جہنمیوں سے بھی (جو امت محمدیہ کے ہونگے) رسول اور نذیر کی آمد کا سوال ہونا ضروری ہے۔ اور جب سوال ہونا ضروری تو انکی آمد بھی ضروری۔

امکانِ نبوت ازروئے احادیث

ان چند آیات قرآنیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا امکان ثابت کر کے میں چند احادیث بھی پیش کرتا ہوں۔ جنسے اسی مضمون کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔

پہلی حدیث عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم لِلْعَبَّاسِ فِیْکُمُ النُّبُوَّۃُ وَالْمَمْلَکَۃُ اَخْرَجَہُ الْبَزَّارُ وَ اَبُوْ نُعَیْمٍ وَ ابْنُ عَدِیٍّ وَ ابْنُ عَسَاکِرَ۔ بحوالہ حجج الکرامہ ۱۹۷ و کنز العمال جلد ۶ ۱۷۹

یعنی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں نبوت بھی ہوگی اور بادشاہت بھی ہوگی۔ اس حدیث کی روایت یوں بھی آئی ہے کہ اَلْخِلَافَۃُ فِیْکُمْ وَالنُّبُوَّۃُ (ابصار)

یعنی تم میں خلافت ہوگی اور نبوت بھی۔

اب جائے غور ہے کہ اگر نبوت بکلی بند ہوتی تو اسکی بشارت کیوں دی جاتی۔

دوسری حدیث

عَنْ حُذَیْفَةَ۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَکُوْنُ النُّبُوَّۃُ فِیْکُمْ مَا شَاءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ مَا شَاءَ اللّٰہُ اَنْ تَکُوْنَ ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا عَاضًا فَیَکُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا جَبْرِیَّۃً فَیَکُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰہُ اَنْ یَکُوْنَ ثُمَّ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنْھَاجِ نُبُوَّۃٍ (مشکوٰۃ آخر کتاب الرقاق) یعنی حذیفہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں نبوت رہے گی جب تک خدا چاہے گا۔ پھر خدا تعالیٰ اسکو اُٹھالیگا پھر خلافت ہوگی اس نبوت کے طریق پر جب تک خدا چاہے گا۔ پھر اس کو بھی خدا تعالیٰ اُٹھالے گا۔ پھر سخت بادشاہت ہوگی جب تک خدا چاہے گا پھر اُسے بھی خدا تعالیٰ اُٹھالے گا۔ پھر جبر اور زبردستی کی بادشاہت ہوگی۔ جب تک خدا تعالےٰ چاہے گا۔ پھر اُسے بھی خدا تعالےٰ اُٹھالے گا۔ پھر خلافت ہوگی عام نبوت کے طریق پر۔

اس میں نہایت واضح اور بیّن الفاظ میں آئندہ زمانہ کا نقشہ کھینچ دیا ہے کہ پہلے نبوت محمدیہ پھر خلافت جو منہاج نبوت پر ہوگی۔ اور بفضلہ خلافت راشدہ کے وجود میں پوری ہوچکی۔ پھر سخت بادشاہت جو دولت بنی امیہ و دولت عباسیہ کے رنگ میں ظاہر ہوچکی۔ پھر جبر اور زبردستی کی بادشاہت جو عام طوائف الملوکی اور عام بادشاہتوں کے وجود میں ظاہر ہو چکی۔ پھر اسکے بعد عام نبوت کے طریق پر خلافت ہوگی۔ جو بالضرور ہونی چاہیئے۔

غور کرنے کا مقام ہے۔ اگر نبوت بکلی بند ہوتی تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کیوں ایسی نبوت کی بشارت فرماتے۔ بالخصوص ایسے واقعات و تغیرات زمانے کی موجودگی میں۔ جو خود وقوع پذیر ہوکر آپ اپنی صداقت پر مہر لگا رہے ہیں اور انکار کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑتے۔

تیسری حدیث

عَنْ عِکْرِمَۃَ ابْنِ الْاَکْوَعِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدِیْ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۳۸)

اس حدیث کی ایک روایت یوں بھی آئی ہے کہ اَبُوْبَکْرٍ اَفْضَلُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ (کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق صفحہ ۲) یعنی فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت ابوبکر میرے سوا تمام امت میں بہتر ہیں سوا اسکے کہ کوئی نبی ہو۔

اس حدیث میں بھی آئندہ نبوت کی بالوضاحت تصریح موجود ہے۔ کیونکہ اگر آئندہ کوئی نبوت

نہیں تھی تو پھر اس اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ کے استثنا کی کیا ضرورت تھی۔ اس صورت میں تو یہ کلام بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ اور بے معنی کلام سیدنا حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے جو افصح العرب والعجم تھے قطعاً ناممکن ہے۔

چوتھی حدیث عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمَرُ سَیِّدَا کُھُوْلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ

(ترمذی وابن ماجہ) یعنی فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ابوبکرؓ و عمرؓ سردار ہونگے جنت کے تمام ادھیڑ عمر والوں کے۔ خواہ وہ پہلے لوگوں میں سے ہوں۔ خواہ بعد کے لوگوں میں سے سوا نبیوں اور رسولوں کے۔

اس حدیث میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے کہ بعد کے آنے والے لوگوں میں سے سوا نبیوں اور رسولوں کے باقی تمام ادھیڑ عمر والوں سے ابوبکرؓ و عمرؓ افضل ہیں۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ آئندہ نبوت و رسالت ضرور ہوگی۔ اگر آئندہ نبوت و رسالت نہیں تھی تو پھر اس استثنا کو آخرین کے بعد بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ پھر تو استثنا مذکور اولین کے ساتھ ہونا چاہیئے تھا۔ اور آخرین کا لفظ بالکل آخر میں۔ لیکن ایسا نہیں۔ بلکہ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ کا استثنا اولین و آخرین دونوں الفاظ کے بعد رکھا گیا جو ظاہر کرتا ہے کہ یہ استثنا دونوں میں سے ہے نہ ایک میں سے۔

پانچویں حدیث عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَلَسَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ عَلَیْہِمْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ .... اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَی اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ (مشکوٰۃ کتاب الفضائل) یعنی حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فضیلتیں بیان فرماتے ہوئے منجملہ دیگر فضائل کے یہ بھی بیان فرمایا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت معزز ہوں۔ تمام پہلوں اور پچھلوں سے۔ اور میں کوئی بیجا فخر نہیں کرتا۔

اس حدیث میں آئندہ نبیوں کے وجود کو تسلیم کر کے ان سے فضیلت کا اظہار فرمایا ہے۔ ورنہ اگر الآخرین سے صرف اُمتی لوگ مراد ہوتے۔ تو ان سب سے اکرم ہونے کو تمام دنیا جانتی ہے کہ نبی ہمیشہ اپنی امت سے افضل و اکرم ہوتا ہے۔ اسکے اظہار کی ضرورت ہی نہیں تھی نیز اگر اُمتی لوگوں سے فضیلت کا اظہار مراد ہو۔ تو پھر حضرت ابوبکرؓ بھی افضل ہیں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی خصوصیت نہیں رہتی۔ علاوہ اسکے اگر آخرین سے مراد عام مومن ہیں۔ تو اولین سے بھی عام مومن مراد ہونگے۔ اور ایک یہودی و عیسائی کہے گا۔ کہ ہمارے نبیوں سے افضل نہیں۔ بلکہ ہمارے عام مومنوں سے افضل ہونے کا اظہار ہے۔ ایسے معنے کرنے میں تو کوئی فضیلت نہیں

رہتی۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا اظہار فضیلت صرف اس صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ اولین و آخرین سے انبیاء مراد لئے جائیں نہ کہ عام مومن۔

خلاصہ اس دوسرے جواب کا یہ ہے۔ کہ چونکہ قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ سے بالوضاحت آئندہ زمانہ کی نبوت کا امکان بلکہ وجود بطور پیشگوئی ثابت ہے۔ اس لئے نہ تو کسی ایسے مدعی نبوت کو جو قرآن کریم کی اطاعت اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کرتا ہو۔ اس دعویٰ کی وجہ سے کافر کہا جا سکتا ہے۔ اور نہ ایسے مدعی نبوت کے ماننے والوں کو۔

اجماع کی بحث

یہ امر واضح طور پر ظاہر کر دینے کے بعد کہ قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت موجود نہیں ہے۔ جو نبوت کو کلی اور بلا شرط بند کرتی ہو۔ بلکہ برعکس اسکے کئی آیتیں اور حدیثیں موجود ہیں۔ جو ایک قسم کی نبوت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں جائز قرار دیتی ہیں۔ میں یہ بھی بیان کرنا چاہتا ہوں کہ اجماع امت اس بارہ میں کیا ہے۔ گو اس اجماع کی حقیقت "ختم نبوت" کے انکار کے جواب میں بخوبی واضح ہو چکی ہے۔ کہ صحابہ کرام۔ تابعین۔ تبع تابعین، یا مجددین، محدثین، اور اولیاء و صلحاء امت کے نزدیک کس قسم کی نبوت، منقطع و ممتنع ہے۔ اور کس قسم کی نبوت باقی اور جائز ہے۔ لیکن اس لحاظ سے کہ مخالفین دعویٰ نبوت کو ناجائز قرار دینے کے لئے خواہ مخواہ اجماع کو پیش کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ اجماع کا منکر کافر ہے۔ اس لئے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اجماع کیا چیز ہے؟ اسکی اقسام کیا ہیں، اور کونسا اجماع ایسا ہے جس کا منکر کافر ہے۔ اور پھر یہ بھی کہ آیا کوئی اجماع انقطاع نبوت پر ہوا بھی ہے یا نہیں۔

اجماع کی تعریف

اجماع کی تعریفیں عموماً یہ بیان کی جاتی ہیں کہ (۱) اِتِّفَاقُ الْمُجْتَهِدِيْنَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فِيْ عَصْرٍ عَلٰى اَمْرٍ شَرْعِيٍّ (مسلم الثبوت جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ مصری)

(۲) اِتِّفَاقُ مُجْتَهِدِيْنَ صَالِحِيْنَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ عَصْرٍ وَاحِدٍ عَلٰى اَمْرٍ قَوْلِيٍّ اَوْ فِعْلِيٍّ۔ (نور الانوار) (۳) هُوَ الْاِتِّفَاقُ فِيْ كُلِّ عَصْرٍ عَلٰى اَمْرٍ مِنَ الْاُمُوْرِ مِنْ جَمِيْعِ مَنْ هُوَ اَهْلُهٗ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ يَشْمَلُ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِيْ اَمْرٍ يُحْتَاجُ فِيْهِ اِلَى الرَّأْيِ (قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار)

یعنی اس امت کے مجتہدین کا ایک ہی زمانے میں کسی شرعی معاملہ پر اتفاق کر لینے کا نام اجماع ہے۔ اس سے معلوم ہوا

کہ اجماع کے لئے تین شرطیں ضروری ہیں۔ اوّل یہ کہ اتفاق و اجماع کرنے والے عام لوگ نہ ہوں بلکہ اہل الرائے۔ اہل علم۔ اہل فتویٰ۔ اور اہل اجتہاد ہوں یعنی اجماع کے لئے محض مومن و متقی ہونا کافی نہیں، بلکہ قوت استدلالیہ و استنباطیہ شرط ہے۔ جو اجتہاد کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ چنانچہ منار میں لکھا ہے۔ ”وَاَھْلُ الْاِجْمَاعِ مَنْ کَانَ مُجْتَہِدًا صَالِحًا“ یعنی اجماع و اتفاق کرنے کے اہل وہی ہیں جو مجتہد اور صالح الاعمال و النیت ہوں۔

دوسری یہ کہ اس زمانہ کے وہ تمام مجتہد جو مشہور بین الناس ہوں سب کے سب ایک امر پر متفق ہوں۔ ایسا نہیں کہ دو، چار، اکٹھے ہو گئے۔ اور کسی بات پر اتفاق کر لیا۔ یا کسی زمانہ میں ایک دو نے کوئی بات کہدی اور بعد والوں نے اسکو اجماع قرار دیدیا۔ چنانچہ نور الانوار میں لکھا ہے۔ ”لَابُدَّ فِیْہِ مِنْ اِتِّفَاقِ الْکُلِّ مِنَ الْخَوَاصِ وَالْعَوَامِ حَتّٰی لَوْ خَالَفَ وَاحِدٌ مِّنْھُمْ لَمْ یَکُنْ اِجْمَاعًا“ یعنی اجماع میں تمام خواص و عوام کا اتفاق ہونا ضروری ہے۔ کہ کسی کو مخالفت کی گنجائش نہ رہے۔ ورنہ اگر ایک نے بھی مخالفت کی تو اجماع نہ ہوگا۔

تیسری۔ یہ کہ ان مجتہدین کا زمانہ ایک ہی ہو۔ کہ وہ آپس میں مل سکیں۔ بحث و تمحیص کر سکیں۔ اور ایک دوسرے کے اختلاف آراء اور دلائل تحریری و تقریری معلوم کر سکیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔ ”وَالشَّرْطُ اِجْتِمَاعُ الْکُلِّ وَخِلَافُ الْوَاحِدِ مَانِعٌ کَخِلَافِ الْاَکْثَرِ“ (نور الانوار) ان تعریفات اور شروط کو مدنظر رکھنے پر بجز صحابہ کرامؓ کے امت محمدیہ کا کوئی سا اجماع بھی ممکن الوقوع نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ انھیں شروط مذکورہ کی بناء پر مختلف آئمہ کرام نے انعقاد اجماع کیلئے تحدید کی ہے۔

مثلاً (۱) حضرت امام مالکؒ نے اجماع کے لئے صرف اہل مدینہ کو مخصوص فرمایا ہے (۲) اور امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ اجماع اسی صورت میں اجماع مانا جا سکتا ہے جبکہ اس اجماع کا انعقاد کرنے والے سب کے سب اس اجماع کی صحت کا عقیدہ رکھتے کی حالت میں فوت ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی ہو۔ تو اجماع نہ سمجھا جائے گا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ بعد میں اسکی رائے بدل جائے۔ (۳) اور حضرت شیخ محی الدینؒ ابن عربی نے فرمایا ہے کہ صرف صحابہ ہی کا اجماع اجماع کہلا سکتا ہے۔ (نور الانوار) (۴) اور امام احمدؒ بن حنبل نے تو ان شروط کی بناء پر اجماع کو ممکن ہی خیال نہ فرما کر یہ تصریح فرما دی ہے۔ کہ ”مَنِ ادَّعَی الْاِجْمَاعَ فَھُوَ کَاذِبٌ“ (مسلم الثبوت جلد ۲ صفحہ ۱۲۶ مصری) یعنی اصل تعریف کی رو سے کسی اجماع کا ثابت کرنا حقیقی معنوں میں ناممکن ہے۔ اور جو ایسا دعویٰ کرے کہ حقیقی معنوں میں کسی امر پر کبھی اجماع ہو ا ہے تو وہ کاذب ہے۔

جب اس قسم کا اجماع ثابت ہی نہ ہوا۔ تو پھر اسکے حجت ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ خود بخود ہی صاف ہو گیا کہ کہاں تک معرض بحث میں آسکتا ہے۔ بالخصوص اس وقت جبکہ احناف اور اصولیین کے نزدیک حضرت انسؓ و حضرت ابو ہریرۃؓ بھی مجتہد نہیں ہیں۔ گو وہ عادل ہیں۔ ثقہ ہیں اور صحابی بھی ہیں۔ مگر وہ مجتہد نہیں مانے جاتے۔ جیسے اصول شاشی میں لکھا ہے۔ اَلْقِسْمُ الثَّانِیْ مِنَ الرُّوَاۃِ هُمُ الْمَعْرُوْفُوْنَ بِالْحِفْظِ وَالْعَدَالَۃِ دُوْنَ الْاِجْتِهَادِ وَالْفَتْوٰی کَاَنَسٍ وَاَبِیْ هُرَیْرَۃَ یعنی دوسری قسم راویوں کی وہ ہے جو بلحاظ حافظہ و عدالت مشہور ہے سوا اجتہاد اور فتوٰی کے جیسے کہ انسؓ اور ابو ہریرۃؓ

اس حوالہ نے یہ بات واضح کر دی کہ کسی عالم کا یہ کہدینا کہ میری رائے یہ ہے مجھے اس کا خلاف معلوم نہیں۔ اسکو اجماع نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اول تو اس کہنے والے کا مجتہد ہونا ضروری ہے۔ دوم اسکے ساتھ اور تمام مجتہدین کا متفق ہونا ضروری ہے۔ جب حنفیوں کے نزدیک حضرت انسؓ و حضرت ابو ہریرۃؓ کی رائے کو بھی اجتہاد و فتوٰی کا درجہ نہیں دیا جا سکتا تو بعد کے لوگوں میں کسی کے قول کو اجتہاد قرار دینا کتنا مشکل ہو گا۔

اجماع کی اقسام

اجماع کی ایک تقسیم بلحاظ مرتبہ اور شان کے اول صدی۔ دوسری صدی اور تیسری صدی کی نسبت سے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ بموجب ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جتنی وقعت پہلی صدی کو ہے دوسری کو نہیں۔ اور جتنی دوسری کو ہے۔ اتنی تیسری کو نہیں۔ اور تیسری صدی گذرنے کے بعد کا زمانہ تو بحکم نبی صلے اللہ علیہ وسلم ثُمَّ یَفْشُوا الْکَذِبُ (مشکوٰۃ) فیج اعوج کا زمانہ ہے۔

ایک تقسیم اجماع کی قولی اور فعلی دو طرح ہو سکتی ہے۔ قول کے لحاظ سے یوں کہ سب مجتہدین زمانہ متفقہ طور پر کہدیں کہ ہم اس امر پر اتفاق کرتے ہیں۔ اور فعل کے لحاظ سے اس طرح کہ متفقہ طور پر کوئی کام کر کے دکھائیں۔ اور ایک قسم اجماع کی یہ ہے کہ بعض مجتہد صریحًا اپنی رائے بیان کر دیں اور بعض کچھ نہ کہیں بلکہ بالکل خاموش رہیں اور سمجھ لیا جائے کہ اجماع ہو گیا۔

ان اقسام میں سے صرف ایک قسم ایسی ہے جس کا منکر کافر ہے اور اسکے الفاظ یہ ہیں۔ اِجْمَاعُ الصَّحَابَۃِ نَصًّا مِثْلُ اَنْ یَّقُوْلُوْا جَمِیْعًا اَجْمَعْنَا عَلٰی کَذَا فَاِنَّہٗ مِثْلُ الْاٰیَۃِ وَالْخَبَرِ الْمُتَوَاتِرِ حَتّٰی یَکْفُرَ جَاحِدُہٗ وَمِنْہُ الْاِجْمَاعُ عَلٰی خِلَافَۃِ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ثُمَّ الَّذِیْ نَصَّ الْبَعْضُ وَسَکَتَ الْبَاقُوْنَ مِنَ الصَّحَابَۃِ وَهُوَ الْمُسَمّٰی بِالْاِجْمَاعِ السُّکُوْتِیِّ وَلَا یَکْفُرُ جَاحِدُہٗ۔ (نور الانوار)

یعنی صحابہ کا اجماع جو نص کے طور پر ہو یعنی وہ سب کے سب یہ کہدیں کہ ہم اسبات پر اجماع کرتے ہیں۔ یا ہم اسبات پر متفق ہیں۔

ایسا اجماع بھی قرآنی آیت اور خبر متواتر کی طرح یقینی ہوتا ہے۔ اور ایسے اجماع کا منکر کافر ہوتا ہے اور ایسی ہی اقسام میں سے وہ اجماع بھی ہے جو صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت پر کیا تھا۔ لیکن ایسے اجماع کو جس میں بعض کی تصریح اور بعض صحابہ خاموش رہیں۔ اجماع سکوتی کہتے ہیں جس کا منکر کافر نہیں ہوتا۔

اس حوالے سے صحابہ کے اجماع کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی۔ اور اس کا حکم بھی واضح ہو گیا گویا۔ اگر کسی مسئلے میں تمام صحابہ بالاتفاق صاف لفظوں میں کہدیں کہ ہم فلاں بات پر اجماع کرتے ہیں۔ یا اپنے حال سے اور اپنے فعل سے ظاہر کر دیں کہ ہمیں فلاں بات سے کلی اتفاق ہے تو پھر ایسا اجماع یقینی ہوگا۔ ورنہ اگر بعض صحابہ کی تصریح ہو اور بعض خاموش ہوں تو وہ اجماع یقینی نہیں اور نہ اس کا منکر کافر ہے۔

جب صحابہ کرامؓ کے اجماع کے منکر کو بھی اسی وقت کافر کہہ سکتے ہیں جبکہ صحابہ کرامؓ نے بالاتفاق اپنا اجماع بیان کیا ہو اور اجماع سکوتی کے انکار پر کسی کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ تو بعد کے زمانے کا اجماع سکوتی کیا وقعت رکھتا ہے کہ اسکے منکر کو کافر کہا جائے۔

یہ امر قابل توجہ ہے کہ ہمارے مخالفین کے ہاتھ میں کوئی ایک حوالہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں اس امر پر تمام صحابہ کرامؓ کا قولی یا فعلی اجماع یقینی طور پر درج ہو۔ کہ مدعی نبوت کافر ہے یا دعوٰی نبوت کفر ہے یا نبوت منقطع ہو گئی ہے۔ اور جب ایک حوالہ بھی ایسا موجود نہیں ہے تو محض اجماع کا نام لے دینے سے کیا ہو سکتا ہے۔ بالخصوص ایسے وقت جبکہ نبوت کے جواز میں بعض صحابہؓ و اولیاء کرام کی تصریح موجود ہو۔

ہمارے مخالفین کا یہ کہنا کہ فلاں عالم نے لکھا ہے کہ "اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ سب متفق ہیں"۔ یہ بھی ایک قسم کا اجماع ہوتا ہے۔ یہ محض ناواقفیت کی دلیل ہے۔ وہ اجماع ہرگز نہیں ہوتا۔ چنانچہ ارشاد الفحول ص۸۲ میں درج ہے۔ وَزَعَمَ قَوْمٌ اَنَّ الْعَالِمَ اِذَا قَالَ لَا اَعْلَمُ خِلَافًا فَهُوَ اِجْمَاعٌ هُوَ قَوْلٌ فَاسِدٌ۔ یعنی بعض لوگوں کا یہ خیال کہ ایک عالم جب کہدے کہ مجھے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں سب متفق ہی معلوم ہوتے ہیں۔ تو وہ اجماع سمجھا جائے گا۔ صحیح نہیں ہے بلکہ محض قول فاسد ہے۔ چنانچہ اس دعوے کی تردید میں مصنف ارشاد الفحول کئی مثالیں بھی دیتے ہیں کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک عالم ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے ایسا کہہ دیتا ہے کہ اس میں کسی کا خلاف نہیں۔ حالانکہ اسی مسئلہ میں ویسی ہی شخصیت کا عالم مخالف ہوتا ہے۔ مگر اس کہنے والے کو علم نہیں ہوتا۔ جیسے امام شافعیؒ کا کہنا۔ اور امام مالکؒ کا مخالف ہونا۔ یا امام مالکؒ کا یہ فرمانا کہ فلاں مسئلہ میں کوئی مخالف نہیں۔

حالانکہ مشہور اختلاف اسی مسئلہ میں چلا آتا ہے۔ وَغَیْرِ ذٰلِکَ مِنَ الْمَسَائِلِ۔
غرض جبکہ قرون اولیٰ میں کسی شخص کا ایسا دعویٰ کرنا اجماع نہیں کہلا سکتا۔ تو بعد کے زمانے میں کسی عالم کا یہ کہنا کہ ہمارے پیش کردہ مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں کس طرح اجماع کہلا سکتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کا مدعیانِ نبوت سے قتال

ہمارے مخالفین جب صحابہ کرام کے اجماع کو ثابت کرنے سے عاجز رہ جاتے ہیں اور کوئی ایک حوالہ بھی پیش نہیں کر سکتے۔ تو پھر اس جنگ کے واقعہ کو پیش کرتے ہیں۔ جو حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے زمانہ خلافت میں مسیلمہ کذاب سے ہوئی اور کہہ دیتے ہیں کہ وہ اس لئے تھی۔ کہ صحابہ کرامؓ نے اجماع کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو دعویٰ نبوت کرے اُسے قتل کرنا چاہیئے۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ اور ایک حوالہ بھی ایسا نہیں ملتا جس میں تصریح ہو کہ صحابہ کرامؓ نے مسیلمہ کذاب سے جنگ اس لئے کی تھی کہ وہ مدعی نبوت تھا۔ یہ کہنا کہ یہ جنگ صحابہؓ کے اس اجماع کی وجہ سے ہوئی تھی کہ مدعی نبوت واجب القتل ہے نہ صرف حدیث بلکہ تاریخ سے بھی ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

مسیلمہ کذاب احادیث سے ثابت ہے کہ مسیلمہ کذاب اپنی قوم کے کثیر لوگوں کو ساتھ لیکر مدینہ میں آیا۔ اور لوگوں سے کہنے لگا کہ اگر آنحضرتؐ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنانا منظور فرمائیں تو میں آپکی اتباع کر لونگا۔ چنانچہ لکھا ہے۔ اَنَّ مُسَیْلِمَۃَ الْکَذَّابَ قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ فَنَزَلَ فِیْ دَارِ بِنْتِ الْحَارِثِ وَکَانَ تَحْتَہٗ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ کُرَیْزٍ وَھِیَ اُمُّ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَامِرٍ فَاَتَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم وَمَعَہٗ ثَابِتُ ابْنُ قَیْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَھُوَ الَّذِیْ یُقَالُ لَہٗ خَطِیْبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِیْ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَضِیْبٌ فَوَقَفَ عَلَیْہِ فَکَلَّمَہٗ فَقَالَ لَہٗ مُسَیْلِمَۃُ اِنْ شِئْتَ خَلَّیْتَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْاَمْرِ ثُمَّ جَعَلْتَہٗ لَنَا بَعْدَکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ سَاَلْتَنِیْ ھٰذَا الْقَضِیْبَ مَا اَعْطَیْتُکَہٗ" یعنی مسیلمہ کذاب مدینہ آیا اور اپنی بیوی بنت الحارث ام عبد اللہ بن عامر کے مکان میں اُترا اور ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع ثابت ابن قیس ابن شماس اسکے پاس تشریف لائے اور آپ کے دست مبارک میں ایک کھجور کی شاخ تھی۔ آپ نے اسکے پاس کھڑے ہو کر گفتگو کی تو مسیلمہ کذاب نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو اس معاملہ کو ہم پر چھوڑ دیں یعنی خلافت اپنے بعد ہمارے سپرد کر دیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو مجھ سے یہ کھجور کی لکڑی بھی مانگے تو میں نہ دونگا۔

(بخاری جلد ۳ قصہ اسود عنسی)

حالانکہ مشہور اختلاف اسی مسئلہ میں چلا آتا ہے۔ وَغَیْرُ ذٰلِکَ مِنَ الْمَسَائِلِ۔

غرض جبکہ قرون اولیٰ میں کسی شخص کا ایسا دعویٰ کرنا اجماع نہیں کہلا سکتا۔ تو بعد کے زمانے میں کسی عالم کا یہ کہنا کہ ہمارے پیش کردہ مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں کس طرح اجماع کہلا سکتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کا مدعیانِ نبوت سے قتال

ہمارے مخالفین جب صحابہ کرام کے اجماع کو ثابت کرنے سے عاجز رہ جاتے ہیں اور کوئی ایک حوالہ بھی پیش نہیں کر سکتے۔ تو پھر اس جنگ کے واقعہ کو پیش کرتے ہیں۔ جو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے زمانہ خلافت میں مسیلمہ کذاب سے ہوئی اور کہہ دیتے ہیں کہ وہ اس لئے تھی۔ کہ صحابہ کرامؓ نے اجماع کیا تھا کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو دعویٰ نبوت کرے اُسے قتل کرنا چاہیئے۔ حالانکہ یہ محض غلط ہے۔ اور ایک حوالہ بھی ایسا نہیں ملتا جس میں تصریح ہو کہ صحابہ کرامؓ نے مسیلمہ کذاب سے جنگ اس لئے کی تھی کہ وہ مدعی نبوت تھا۔ یہ کہنا کہ یہ جنگ صحابہؓ کے اس اجماع کی وجہ سے ہوئی تھی کہ مدعی نبوت واجب القتل ہے نہ صرف حدیث بلکہ تاریخ سے بھی ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

مسیلمہ کذاب

احادیث سے ثابت ہے کہ مسیلمہ کذاب اپنی قوم کے کثیر لوگوں کو ساتھ لیکر مدینہ میں آیا۔ اور لوگوں سے کہنے لگا کہ اگر آنحضرتؐ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنانا منظور فرمائیں تو میں آپکی اتباع کر لونگا۔ چنانچہ لکھا ہے۔ "اَنَّ مُسَیْلِمَۃَ الْکَذَّابَ قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ فَنَزَلَ فِیْ دَارِ بِنْتِ الْحَارِثِ وَکَانَ تَحْتَہٗ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ کُرَیْزٍ وَھِیَ اُمُّ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَامِرٍ فَاَتَاہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم وَمَعَہٗ ثَابِتُ ابْنُ قَیْسِ بْنِ شَمَّاسٍ وَھُوَ الَّذِیْ یُقَالُ لَہٗ خَطِیْبُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَفِیْ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَضِیْبٌ فَوَقَفَ عَلَیْہِ فَکَلَّمَہٗ، فَقَالَ لَہٗ مُسَیْلِمَۃُ اِنْ شِئْتَ خَلَّیْتَ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْاَمْرِ ثُمَّ جَعَلْتَہٗ لَنَا بَعْدَکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ سَاَلْتَنِیْ ھٰذَا الْقَضِیْبَ مَا اَعْطَیْتُکَہٗ" یعنی

مسیلمہ کذاب مدینہ آیا اور اپنی بیوی بنت الحارث ام عبداللہ بن عامر کے مکان میں اُترا اور ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع ثابت ابن قیس ابن شماس اسکے پاس تشریف لائے اور آپ کے دست مبارک میں ایک کھجور کی شاخ تھی۔ آپ نے اسکے پاس کھڑے ہو کر گفتگو کی تو مسیلمہ کذاب نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو اس معاملہ کو ہم پر چھوڑ دیں یعنی خلافت اپنے بعد ہمارے سپرد کر دیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو مجھ سے یہ کھجور کی لکڑی بھی مانگے تو میں نہ دونگا۔

(بخاری جلد ۳ قصہ اسود عنسی)

اس پر وہ چلا گیا اور اس نے حضورؐ کی خدمت مبارک میں خط لکھا کہ مِنْ مُسَیْلِمَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔
اِلٰی مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ سَلَامٌ عَلَیْکَ فَاِنِّیْ قَدْ اُشْرِکْتُ فِی الْاَمْرِ مَعَکَ وَاِنَّ لَنَا نِصْفَ الْاَرْضِ وَلِقُرَیْشٍ نِصْفُ الْاَرْضِ وَلٰکِنَّ قُرَیْشًا قَوْمٌ یَعْتَدُوْنَ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۷۴۹ و حجج الکرامہ صفحہ ۲۳۴)

یعنی مسیلمہ جو اللہ کا رسول ہے اسکی طرف سے محمدؐ کی طرف جو اللہ کا رسول ہو سلامتی ہو آپ پر۔ پس تحقیق میں بھی اس امر نبوت میں آپ کے ساتھ شریک کیا گیا ہوں۔ پس آدھا ملک ہمارا اور آدھا قریش کا ہونا چاہیئے۔ مگر قریش زیادتی کرنے والی قوم ہے۔ اس خط میں اس نے نہ صرف اپنے دعویٰ نبوت ہی کا اظہار کیا ہے بلکہ اپنی باغیانہ سپرٹ اور ملک کو آدھا آدھا بانٹ لینے کی درخواست یا دھمکی بھی دی ہے۔ مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے باوجود اسکے دعویٰ نبوت کے اسے کچھ نہیں کہا اور نہ صحابہ کرامؓ کو اسکے قتل کا کوئی حکم دیا۔ اگر جواب دیا تو یہی کہ:۔ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۷۵) کہ زمین خدا تعالیٰ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہے گا اس کا وارث کرے گا۔ اور انجام تو متقیوں ہی کا اچھا ہونا ہے۔

محض دعویٰ نبوت کی وجہ سے کسی کو قتل کرانیکی بات اس لحاظ سے بھی محض غلط ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ابن صیاد کا ایک دفعہ امتحان لیا تو ابن الصیاد نے صاف طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے آپ رسول اللہ مانتے ہیں۔ اسپر آپ نے صرف اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ کہہ کر خاموشی اختیار کی اور اسکے متعلق کچھ فتویٰ نہ دیا۔ اور نہ صحابہ کرامؓ کو اسے قتل کرنے کا ارشاد فرمایا۔ حالانکہ بعض احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ نے قسم کھا کر اُسے دجال قرار دیا۔ اور حضور صلعم سے اسکے قتل کرنے کی اجازت بھی مانگی۔

ان دونوں عظیم الشان باتوں سے اگر قطع نظر کی جائے یا کسی کو بے خبری ہو تو تاریخی شواہد واضح طور پر اس امر کے مثبت ہیں کہ صحابہ کرامؓ کا اسکے ساتھ جنگ کرنا اسکی باغیانہ شرارتوں کے جواب میں دفاعی طور پر تھا۔ نہ اسکے دعویٰ نبوت کی وجہ سے۔ مثلاً:۔

(۱) حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مقبوضہ علاقہ حجر و یمامہ سے حضور کے مقرر کردہ والی ثمامہ بن اثال کو اس نے نکال دیا اور خود اس علاقہ کا والی بن گیا۔ (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

(۲) بنو حنیفہ (یعنی مسیلمہ کذاب کی قوم) نے (بنو عامر) مسلمانوں پر غارتگری کی (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۷۳۰)

(۳) مکہ کے مقابل پر ان لوگوں نے حرم بنائی۔ بعض قبائل کو اس میں داخل کر لیا۔ اور یہ شیوہ بنا لیا کہ اردگرد کے قبائل پر غارتگری کر کے پھر اس حرم میں آجاتے۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۹۳۲)

(۴) خود مسیلمہ کذاب کو دعویٰ نبوت کے بعد دو مدنی صحابی ملے۔ حبیبؓ بن زید۔ اور عبداللہ بن وہب الاسلمی۔ اس نے ان دونوں کو پکڑ کر اپنی نبوت منوانی چاہی عبداللہ بن وہب تو مرتد ہو گیا۔ مگر حبیبؓ بن مزید نے انکار کیا۔ تو مسیلمہ نے اس کا عضو عضو کاٹ کر آگ میں ڈالکر جھلسا دیا۔ (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۱۴۲)

(۵) سجاح باغیہ عورت جو مسلمانوں سے لڑتے آئی تھی اور جس نے اکثر قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا مسیلمہ کذاب بھی اس سے مل گیا۔ اور اس نے صاف الفاظ میں کہا کہ:۔ آکُلُ بِقَوْمِیْ وَقَوْمِكِ الْعَرَبَ۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۹۱۵) یعنی میں اپنی قوم اور تیری قوم دونوں کی مدد سے تمام عرب کو کھا جاؤں گا)

اسکے ان مسلسل دعاوی اور پیہم شرارتوں کے بعد مسلمان مقتولوں کا بدلہ اور اپنے مقبوضات واپس لینے اور دیگر مسلمانوں کی عزت و آبرو بچانے کے لئے یہ جنگ کی گئی تھی۔ اب باوجود ان حالات کے ہمارے مخالفین کا یہ کہنا کہ وہ صرف دعوٰی نبوت کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا۔ جہاں تک اپنے اندر صداقت رکھتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔

طلیحہ بن خویلد اسدی

مسیلمہ کذاب کی طرح طلیحہ بن خویلد اسدی کے ساتھ بھی اس لئے لڑائی نہیں ہوئی کہ وہ مرتد ہو گیا یا اس نے دعوٰی نبوت کیا تھا۔ بلکہ اسکے متعلق بھی تاریخی شواہد مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) طلیحہ نے مرتد ہو کر مقام سمیرا پر لشکر جمع کیا کہ مدینہ پر چھاپہ ماریں۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۷۳)

(۲) مقام ذی القصہ میں جو قبائل فزارہ۔ غطفان۔ طے۔ ثعلبہ۔ بنو کنانہ مسلمانوں کے خلاف جمع ہوئے تھے۔ انکی سرداری کے لئے اپنے بھائی کو بھیجا۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۷۳)

(۳) رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہی عرب کے جو قبائل مرتد ہوئے تھے ان میں سے بعض نے اپنے اندر رہنے والے مسلمانوں کو تہ تیغ کر دیا۔ مثلاً۔ بنو عبس و بنو ذبیان جنکی سرداری خود طلیحہ اور اسکے بھائی نے کی تھی۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۷۷)

اور ان قبائل نے مقام ابرق پر اجتماع کیا اور شرارت کر کے مدینہ منورہ پر چھاپہ مارا۔ ابن خلدون جلد ۹ صفحہ ۶۵ وطبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۷۳

(۴) مذکورہ قبائل کے علاوہ بنو فزارہ نے خارجہ بن حصن کی قیادت میں مدینہ پر چھاپا مارا۔ ان کو بھی جب شکست ہوئی تو طلیحہ سے آملے۔ (خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۲۷)

(۵) عیینہ بن حصن جو مسلمانوں کیطرف سے صدقات و جزیہ وغیرہ لینے پر مقرر تھا۔ مرتد ہو گیا

(۴) خود مسیلمہ کذاب کو دعویٰ نبوت کے بعد دو مدنی صحابی ملے۔ حبیبؓ بن زید۔ اور عبداللہ بن وہب الاسلمی۔ اس نے ان دونوں کو پکڑ کر اپنی نبوت منوانی چاہی۔ عبداللہ بن وہب تو مرتد ہو گیا۔ مگر حبیبؓ بن مزید نے انکار کیا۔ تو مسیلمہ نے اس کا عضو عضو کاٹ کر آگ میں ڈال کر جھلسا دیا۔ (تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۴۲)

(۵) سجاح باغیہ عورت جو مسلمانوں سے لڑتے آئی تھی اور جس نے اکثر قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا مسیلمہ کذاب بھی اس سے مل گیا۔ اور اس نے صاف الفاظ میں کہا کہ:۔ آکُلُ بِقَوْمِی وَقَوْمِكِ الْعَرَبَ۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۹۱۵) یعنی میں اپنی قوم اور تیری قوم دونوں کی مدد سے تمام عرب کو کھا جاؤں گا)

اسکے ان مسلسل وعاوی اور پیہم شرارتوں کے بعد مسلمان مقتولوں کا بدلہ اور اپنے مقبوضات واپس لینے اور دیگر مسلمانوں کی عزت و آبرو بچانے کے لئے یہ جنگ کی گئی تھی۔ اب باوجود ان حالات کے ہمارے مخالفین کا یہ کہنا کہ وہ صرف دعویٰ نبوت کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا۔ جہاں تک اپنے اندر صداقت رکھتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔

طلیحہ بن خویلد اسدی

مسیلمہ کذاب کی طرح طلیحہ بن خویلد اسدی کے ساتھ بھی اس لئے لڑائی نہیں ہوئی کہ وہ مرتد ہو گیا یا اس نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ بلکہ اسکے متعلق بھی تاریخی شواہد مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) طلیحہ نے مرتد ہو کر مقام سمیرا پر لشکر جمع کیا کہ مدینہ پر چھاپہ ماریں۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۷۳)

(۲) مقام ذی القصہ میں جو قبائل فزارہ۔ غطفان۔ طے۔ ثعلبہ۔ بنو کنانہ مسلمانوں کے خلاف جمع ہوئے تھے۔ انکی سرداری کے لئے اپنے بھائی کو بھیجا۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۷۳)

(۳) رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہی عرب کے جو قبائل مرتد ہوئے تھے ان میں سے بعض نے اپنے اندر رہنے والے مسلمانوں کو تہ تیغ کر دیا۔ مثلاً۔ بنو عبس و بنو ذبیان جنکی سرداری خود طلیحہ اور اسکے بھائی نے کی تھی۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۷۷)

اور ان قبائل نے مقام ابرق پر اجتماع کیا اور شرارت کر کے مدینہ منورہ پر چھاپہ مارا۔

ابن خلدون جلد ۹ صفحہ ۶۵ طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۷۳

(۴) مذکورہ قبائل کے علاوہ بنو فزارہ نے خارجہ بن محصن کی قیادت میں مدینہ پر چھاپا مارا۔ ان کو بھی جب شکست ہوئی تو طلیحہ سے آملے۔ (خمیس جلد ۲ صفحہ ۲۲۷)

(۵) عیینہ بن حصن جو مسلمانوں کیطرف سے صدقات و جزیہ وغیرہ لینے پر مقرر تھا۔ مرتد ہو گیا

اس نے نہ اپنا صدقہ بھیجا اور نہ دوسرے قبائل کو بھیجنے دیا۔ یہ شخص بھی اسکے ساتھ شامل ہوگیا اور اس نے مسلمانوں کا مال قبضہ میں کرکے اسی کی مدد سے مسلمانوں کے خلاف زور آزمائی کی۔

(خمیس جلد ۲ ص ۲۳)

(۶) ان تمام قبائل نے مسلمانوں کے ساتھ اس قدر درندگی برتی کہ الامان۔ چنانچہ حضرت خالدؓ بن ولید جب انپر غالب آئے تو حضرت خالدؓ نے ایسے مظالم کرنے والوں کو مسلمانوں کے سپرد کردینے کی شرط پر ان قبائل کو معافی دی۔ چنانچہ لکھا ہے۔ وَلَمْ يَقْبَلْ خَالِدٌ بَعْدَ هَزِيمَتِهِمْ مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَسَدٍ وَغَطَفَانَ وَلَا هَوَازِنَ وَلَا سُلَيْمٍ وَلَا طَيٍّ إِلَّا أَنْ يَأْتُوهُ بِالَّذِينَ حَرَّقُوا وَمَثَّلُوا وَعَدَوْا عَلَى أَهْلِ الْإِسْلَامِ فِي حَالِ رِدَّتِهِمْ (طبری جلد ۴ ص ۱۹۰ و ابن خلدون جلد ۲)

(۷) جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو لشکر دے کر روانہ کیا تو انہوں نے عکاشہؓ بن محصن و ثابتؓ بن اقرم۔ دو جلیل القدر اور بہادر صحابیوں کو بطور مقدمۃ الجیش بھیجا تو طلیحہ اور اسکے بھائی نے انکو قتل کردیا۔ اور جب مسلمانوں کا لشکر پہنچا تو اس نے ان دونوں بزرگ صحابیوں کی لاشیں روندی ہوئی پائیں۔ (طبری جلد ۴ ص ۱۸۸۵ و خمیس جلد ۲ ص ۲۳)

ان تمام روشن حقائق اور بین شہادات تاریخیہ کی موجودگی میں کیسے کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کا ان سے مقابلہ و مقاتلہ محض دعویٰ نبوت کی وجہ سے تھا۔

اسود عنسی

دونوں مقدم الذکر باغیوں کیطرح یہ اسود عنسی بھی محض باغی تھا۔ اور اس کی شرارتوں اور باغیانہ کوششوں کی وجہ سے اسپر چڑھائی کی گئی تھی نہ کہ اس کے دعویٰ نبوت کی وجہ سے۔ کیونکہ اس کے مندرجہ ذیل جرم تاریخ سے ثابت ہیں۔

(۱) اسود عنسی نے علم بغاوت بلند کیا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو عاملین صدقات مقرر تھے ان کو تنگ کیا اور صدقات واپس کردینے کی دھمکی دی۔ (طبری جلد ۴ ص ۱۸۵۴)

ابھی عمال اس فتنہ کی وجہ سے تردد میں تھے کہ اس نے قبائل مذحج و نجران کو لے کر صنعاء شہر کے والی شہر بن باذان پر (جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف سے مقرر تھا) حملہ کردیا۔

(طبری جلد ۴ ص ۱۸۵۴ و کامل جلد ۲ ص ۱۴۸)

(۲) مسلمانوں کو قتل کیا۔ بدامنی پھیلائی۔ لوٹ مار کی۔ اور والی کو قتل کردیا۔ (طبری جلد ۴ ص ۱۸۵۵)

(۳) شہر بن باذان کی مسلمان بیوی کو جبراً اپنے نکاح میں لیا۔ (ایضاً)

(۴) بنو نجران جو پہلے ہی باغی ہو چکے تھے اور جنہوں نے اپنے افسروں اور صدقات کے

وصول کرنے والے دو صحابہ عمروؓ بن حزم اور خالدؓ بن سعید کو علاقہ سے نکال دیا تھا۔ اس اسود عنسی نے انکی قیادت بلکہ بادشاہت منظور کر لی۔ (کامل جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کا علم ہوا تو حضور پُر نور نے وبرؓ بن یحنس کے ہاتھ حضرت معاذؓ بن جبل کو خط بھیجا کہ اس کا مقابلہ کرو۔ چنانچہ انہوں نے مقابلہ کیا۔ اور شہرؓ بن باذان کی بیوی کی مدد سے جو اسود عنسی کے قبضہ میں تھی اسکو قتل کیا۔

ان تمام حقائق کی بنا پر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان مدعیانِ نبوت سے انکے دعاوی نبوت کی وجہ سے جنگ کی گئی تھی؟ یا اُن کی ان شرارتوں اور باغیانہ مفاسد اور سخت جور و ظلم و تعدی اور قتل و غارات کے بدلے میں۔

جواب چہارم اگرچہ حقیقت بالکل بر عکس ہے لیکن اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ وہ جنگیں اسی لئے تھیں کہ ان لوگوں نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔ تو بھی ان واقعات سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا۔ کہ ہر مدعی نبوت سے قتال کا حکم ہے۔ بلکہ غایت کار یہ ثابت ہوگا کہ جیسی نبوت کا دعویٰ ان مدعیوں کیطرف سے ہوا تھا۔ ویسی نبوت کا دعویٰ کرنے والے سے قتال کا حکم ہے یعنی مدعی نبوت تشریعی یا مستقلہ سے نہ اس مدعی کے ساتھ جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و غلامی میں ظلی و بروزی نبوت کا دعویٰ ہو۔ کیونکہ مسیلمہ کذاب وغیرہ کی نبوت مخالفانہ اور اسلام کی شریعت کے مقابل پر تھی۔ جیسے کہ انکے حالات سے ثابت ہوتا ہے۔

”مسلمان بادشاہوں کے فیصلے“

ہمارے مخالف مولوی صاحبان نبوت کے دعویٰ کو کفر ثابت کرنے کے لئے اجماع کی بحث میں تائیدی طور پر بعض مسلمان بادشاہوں کے بعض فیصلے بھی پیش کرتے ہیں:۔

اوّل میں اُنکے متعلق یہ عرض کرتا ہوں کہ اسلام ”بادشاہوں کے فیصلے“ کا نام نہیں ہے۔ نہ قرآن کریم نے بادشاہوں کے فیصلوں کو قابل اعتقاد اور ذریعہ نجات قرار دیا ہے۔ اور نہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں یہ حکم فرمایا ہے۔ کہ مسلمان بادشاہوں کے فیصلے جزو اسلام سمجھے جائیں۔ اور انکی اتباع کی جائے۔

پس ایسے بادشاہوں کے فیصلہ جات ہمارے خلاف کیسے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اور وہ کیسے مستند ہو سکتے ہیں۔ بالخصوص ایسے بادشاہوں کے جنکی بادشاہت کے متعلق میں

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح بیان کر چکا ہوں۔ کہ خلفاء راشدین کے بعد کاٹنے والی بادشاہت ہوگی۔ (بحوالہ مشکوٰۃ۔ آخر کتاب الرقاق)

دوئم کیا ثبوت ہے کہ جو فیصلے بادشاہوں کیطرف منسوب کیے جاتے ہیں وہ بادشاہوں نے محض دعویٰ نبوت کی وجہ سے دیئے تھے۔ کوئی اور وجہ اسکے ساتھ شامل نہیں تھی خلفائے راشدین کیطرف منسوب کردہ واقعات کی جب تاریخی طور پر تحقیقات کی گئی ہے تو ان کا مدعیان نبوت سے مقابلہ کرنا بھی محض دعویٰ نبوت کی وجہ سے ثابت نہیں ہوا بلکہ اسکے اور وجوہ ظاہر ہوئے ہیں۔ اسی طرح بادشاہوں کے فیصلوں کے متعلق بھی ہو سکتا ہے کہ انکی وجہ بھی صرف دعوئی نبوت نہ ہو بلکہ اور امور ہوں۔ اس خیال کی تقویت و تائید ان واقعات سے بھی ہوتی ہے جو ہمارے مخالفین نے پیش کئے ہیں۔ مثلاً المحاسن والمساوی سے مامون الرشید کے وقت کے ایک مدعی نبوت کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس میں اس جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دن وہ مدعی نبوت بادشاہ سے ملنے آیا۔ اور درباریوں میں سے ایک معزز و ممتاز شخص نے پوچھا کہ اپنی نبوت کی آپ کے پاس کیا دلیل ہے۔ تو اس نے کہا۔ کہ اپنی والدہ کو میرے پاس لاؤ۔ میں اسکے ساتھ صحبت کرونگا تو وہ حاملہ ہو جائے گی اور اسی وقت تیری طرح ایک جوان بیٹا جنے گی۔ دربار شاہی میں اس کذاب کا ایسی دریدہ دہنی اور بے باکی سے کلام کرنا اسکی متمردانہ و باغیانہ ذہنیت کا صفائی سے اظہار کر رہا ہے۔

الغرض نہ تو قرآن کریم و احادیث سے دعوئی نبوت کرنے والے کی یہ سزا ثابت ہوتی ہے نہ اجماع امت سے اور نہ بادشاہوں کے فیصلجات سے۔

سوئم اگر بادشاہوں کے ایسے فیصلے دین کا جزو ہیں اور ان پر اعتقاد رکھنا ضروری اور ان پر عملدرآمد موجب ثواب اور نجات ابدی ہے تو پھر ان بادشاہوں کے اور فیصلوں اور کارہائے نمایاں کے متعلق کیا کیا جائے گا؟ کیا یہ وہی بادشاہ تو نہیں ہیں جن میں سے کسی نے آئمہ و فقہاء و محدثین کو ملک سے نکالا۔ کسی نے جیلخانہ میں ڈالا کسی نے دُرّے لگوائے۔ کسی نے سر کٹوائے۔

(۲) بادشاہت کی خاطر ہر جائز و ناجائز کو جائز کر لیا۔ اپنے عزیزوں اور بھائیوں تک کو قتل کر دیا۔

(۳) اپنے مطلب کو پورا کرنے کے لئے طرح طرح کے حیلے تراش لئے۔ اور مذہب میں

قسما قسم کے فتنے ایجاد کئے۔ ملاحظہ ہوں تواریخ)

(۱۳) کیا اسی مامون الرشید بادشاہ کا واقعہ تو ہمارے سامنے پیش نہیں کیا جاتا جس نے موسیٰ رضا کی امامت کا اقرار کیا (شیعہ بنا) اپنے بھائی (ابن الرشید) کو قتل کیا۔ امام احمدؒ بن حنبل کو اذیت دلوا کر اندھا کیا۔ اور خلق قرآن جیسا تباہ کرنے والا مسئلہ ایجاد کیا۔ وغیرہ ذالک (تاریخ الخلفاء)

خلاصہ کلام یہ کہ ان بادشاہوں کے فیصلوں کو مدار اعتقاد بنانے سے دنیا کی ہدایت نہ صرف جائز بلکہ ضروری التسلیم ہو جاویگی۔ کیونکہ تاریخ ثابت کرتی ہے کہ ان میں طرح طرح کے نقائص تھے۔

"متقدمین نے کس قسم کی نبوت کے دعویٰ کو کفر قرار دیا"

میں اس وجہ تکفیر کا جواب مکمل کرتے ہوئے آخر میں پھر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جسقدر حوالجات اس قسم کے بھی ہمارے خلاف پیش کئے جاتے ہیں کہ فلاں عالم نے دعویٰ نبوت کو کفر قرار دیا اور فلاں مفسر نے مدعی نبوت کو کافر لکھا ہے۔ ان اکثر حوالجات کے متعلق مفصل طور پر ظاہر کر دیا گیا ہے کہ ان میں تشریعی و مستقل نبوت کے مدعی کو کافر قرار دیا ہے نہ کہ غیر تشریعی ظلی و بروزی نبوت کے مدعی کو۔ جیسا کہ انکے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ کے دعویٰ نبوت کو مثال میں پیش کرنے سے ظاہر ہے۔ اب میں ایک خاص حوالہ پیش کرتا ہوں جس سے ثابت ہے کہ وہ کونسی نبوت ہے جو فتویٰ کفر سے مستثنیٰ ہے۔ مثلاً

امام ابن حزمؒ اندلسی نے اپنی کتاب الفصل بین الملل والنحل جلد ۴ صفحہ ۱۸۰ میں ان بڑی بڑی باتوں کا باب باندھا ہے جو کسی کو کفر تک پہنچاتی ہیں۔ اس باب میں ایسے فرقوں کا ذکر کیا ہے جو کسی نہ کسی اپنے بزرگ کو نبی سمجھتے ہیں پھر اسکے بعد یہ محاکمہ کرتے ہیں کہ ھٰذا مع سماعھم قَوْلَ اللهِ تَعَالیٰ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَقَوْلَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ فَکَیْفَ یَسْتَجِیْزُ مُسْلِمٌ اَنْ یُّثْبِتَ بَعْدَہٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ نَبِیًّا فِی الْاَرْضِ حَاشَا مَا اسْتَثْنَاہُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْاٰثَارِ الْمُسْنَدَۃِ الثَّابِتَۃِ فِیْ نُزُوْلِ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ

یعنی خدا تعالیٰ کا ارشاد ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین سن لینے اور آنحضرتؐ کا ارشاد لا نبی بعدی معلوم ہو جانے کے بعد ایک مسلمان کیسے جائز رکھ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کو جائز قرار دے سوائے اس نبی کے جسے خود نبی کریم صلعم نے احادیث میں مستثنیٰ کر دیا ہے یعنی کہ عیسیٰ موعود آئیں گے۔ یہ وہ حوالہ ہے

قسما قسم کے فتنے ایجاد کئے۔ ملاحظہ ہوں تواریخ)

(۴) کیا اسی ماموں الرشید بادشاہ کا واقعہ تو ہمارے سامنے پیش نہیں کیا جاتا جس نے موسیٰ رضا کی امامت کا اقرار کیا (شیعہ بنا) اپنے بھائی (ابن الرشید) کو قتل کیا۔ امام احمد بن حنبل کو اذیت دلوا کر اندھا کیا۔ اور خلق قرآن جیسا تباہ کرنے والا مسئلہ ایجاد کیا۔ وغیرہ ذالک (تاریخ الخلفاء)

خلاصہ کلام یہ کہ ان بادشاہوں کے فیصلوں کو مدار اعتقاد بنانے سے دنیا کی بربادی نہ صرف جائز بلکہ ضروری التسلیم ہو جاویگی۔ کیونکہ تاریخ ثابت کرتی ہے کہ ان میں طرح طرح کے نقائص تھے۔

"متقدمین نے کس قسم کی نبوت کے دعویٰ کو کفر قرار دیا"

میں اس وجہ تکفیر کا جواب مکمل کرتے ہوئے آخر میں پھر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جسقدر حوالجات اس قسم کے بھی ہمارے خلاف پیش کئے جاتے ہیں کہ فلاں عالم نے دعویٰ نبوت کو کفر قرار دیا اور فلاں مفسر نے مدعی نبوت کو کافر لکھا ہے۔ ان اکثر حوالجات کے متعلق مفصل طور پر ظاہر کر دیا گیا ہے کہ ان میں تشریعی و مستقل نبوت کے مدعی کو کافر قرار دیا ہے نہ کہ غیر تشریعی ظلی و بروزی نبوت کے مدعی کو۔ جیسا کہ انکے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ کے دعویٰ نبوت کو مثال میں پیش کرنے سے ظاہر ہے۔ اب میں ایک خاص حوالہ پیش کرتا ہوں جس سے ثابت ہے کہ وہ کونسی نبوت ہے جو فتویٰ کفر سے مستثنیٰ ہے۔ مثلاً

امام ابن حزم اندلسی نے اپنی کتاب الفصل بین الملل والنحل جلد ۴ صفحہ ۱۸۰ میں ان بڑی بڑی باتوں کا باب باندھا ہے جو کسی کو کفر تک پہنچاتی ہیں۔ اس باب میں ایسے فرقوں کا ذکر کیا ہے جو کسی نہ کسی اپنے بزرگ کو نبی سمجھتے ہیں پھر اسکے بعد یہ محاکمہ کرتے ہیں کہ ھٰذا مع سماعہم قول اللہ تعالیٰ وَلٰكِن رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وقول رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لَا نَبِيَّ بَعْدِي فَكَيْفَ يَسْتَجِيْزُ مُسْلِمٌ اَنْ يُّثْبِتَ بَعْدَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَبِيًّا فِي الْاَرْضِ حَاشَا مَا اسْتَثْنَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاٰثَارِ الْمُسْنَدَةِ الثَّابِتَةِ فِي نُزُوْلِ عِيْسَى بْنِ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

یعنی خدا تعالیٰ کا ارشاد ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین سن لینے اور آنحضرت کا ارشاد لانبی بعدی معلوم ہو جانے کے بعد ایک مسلمان کیسے جائز رکھ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کو جائز قرار دے سوائے اُس نبی کے جسے خود نبی کریم صلعم نے احادیث میں مستثنیٰ کر دیا ہے یعنی کہ عیسیٰ موعود آئیں گے۔ یہ وہ حوالہ ہے

جو فریق مخالف نے پیش کیا ہے۔ مگر اس حوالہ میں بھی ایسے نبی کا استثناء موجود ہے جسکے آنے کا وعدہ آنحضرت صلعم سے مذکور ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی نبی اور کوئی نبوت ایسی بھی ہے۔ جس پر فتوئی کفر عائد نہیں ہوتا اور یہی ہمارا ایمان ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہِ راست نبی اللہ بننا چاہے تو وہ ملحد و بے دین ہے اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا۔ اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا۔ پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے اور اُسکے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں۔" (انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۲۷ و ۲۸)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مسیلمہ کذاب کیطرح نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہمارے نزدیک بھی کافر ہے۔ نہ ہر ایک نبی جیسا کہ امام ابن حزمؒ نے تصریح فرمائی ہے۔

"ظل اور بروز"

حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام نے اپنی نبوت کو سمجھانے اور لوگوں کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے "ظل" اور "بروز" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ بعض لوگ اسکو خود ساختہ اصطلاح قرار دیکر ہنسی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ سو اول میں وہ تشریح بیان کرتا ہوں۔ جو حضرت مرزا صاحبؑ نے بیان فرمائی ہے۔ پھر میں اسکی تائید کتب صوفیاء سے بیان کرونگا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

(۱) "ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۹)

(۲) "ظلی نبوت جسکے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہیگی" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸)

(۳) "اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے۔ نہ کہ اصلی نبوت۔ اسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ہے۔ ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے۔ تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۵۰)

(۴) "اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۳ حاشیہ)

جو فریق مخالف نے پیش کیا ہے۔ مگر اس حوالہ میں بھی ایسے نبی کا استثناء موجود ہے جسکے آنے کا وعدہ آنحضرت صلعم سے مذکور ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کوئی نبی اور کوئی نبوت ایسی بھی ہے۔ جس پر فتویٰ کفر عائد نہیں ہوتا اور یہی ہمارا ایمان ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جُدا ہو کر آپ ہی براہِ راست نبی اللہ بننا چاہے تو وہ ملحد و بے دین ہے اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی نیا کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا۔ اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا۔ پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے اور اُسکے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں۔" (انجام آتھم حاشیہ صـ۲۷و۲۸)

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ مسیلمہ کذاب کیطرح نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہمارے نزدیک بھی کافر ہے۔ نہ ہر ایک نبی جیسا کہ امام ابن حزمؒ نے تصریح فرمائی ہے۔

"ظل اور بروز"

حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام نے اپنی نبوت کو سمجھانے اور لوگوں کو غلط فہمی سے بچانے کے لئے "ظل" اور "بروز" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ بعض لوگ اسکو خود ساختہ اصطلاح قرار دیکر ہنسی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ سو اول میں وہ تشریح بیان کرتا ہوں۔ جو حضرت مرزا صاحبؑ نے بیان فرمائی ہے۔ پھر میں اسکی تائید کتب صوفیاء سے بیان کرونگا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

(۱) "ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر ملتا ہے" (ازالہ اوہام صـ۵۹)

(۲) "ظلی نبوت جسکے معنے ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہیگی" (حقیقۃ الوحی صـ۲۸)

(۳) "اور میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے۔ نہ کہ اصلی نبوت۔ اسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ہے۔ ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے۔ تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صـ۱۵۰)

(۴) "اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔"
(ایک غلطی کا ازالہ صـ۳ حاشیہ)

اس آخری حوالے نے ظل اور بروز دونوں کو واضح کر دیا کہ ان سے محض فنا فی الرسول والی شان مراد ہے نہ کچھ اور۔

یہی ظل اور بروز وغیرہ کی اصطلاح پہلے صوفیاء کرام بھی استعمال کرتے آئے ہیں۔ چنانچہ

اوّل۔ اقتباس الانوار ص۵۲ پر لکھا ہے (بحوالہ ایام الصلح ص۱۳۸)

"و روحانیت کُمّل گاہے برار باب ریاضت چناں تصرف مے فرماید کہ فاعل افعالِ شاں مے گردد و ایں مرتبہ را صوفیاء بروز مے گویند...... و در شرح فصوص الحکم مے نویسد۔ یعنی بغرض بیان کردن نظیر بروز مے گوید۔ کہ محمد بود کہ بصورت آدم در مبداء ظہور نمود۔ یعنی بطور بروز در ابتداء عالم روحانیت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم در آدم متجلی شد۔ و ہم او باشد کہ در آخر بصورت خاتم ظاہر گردد یعنی در خاتم الولایت کہ مہدی است۔ نیز روحانیت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم بروز و ظہور خواہد کرد و تصرفہا خواہد نمود و ایں را بروزات کُمّل گویند نہ تناسخ۔ و بعضے برآنند۔ کہ روح عیسٰی در مہدی بروز کند و نزول عبارت ازہمیں بروز است۔ مطابق ایں حدیث لا مہدی الا عیسٰی بن مریم"!!

دوئم۔ خزائن اسرار الکلم مقدمہ شرح فصوص الحکم مصنفہ شاہ محمد مبارک علی حیدر آبادی مطبوعہ کانپور ص۴۷ پر لکھا ہے "اٹھارواں مراقبہ مسئلہ بروز اور تمثل کے بیان میں۔ بعض ناواقفی سے اسکو بھی تناسخ کہتے ہیں۔ واضح ہو کہ بروز عبارت ہے تعلق اور تمثل روحی سے بجائے دیگر۔ اور ایسا ہی حکم بروز ادریس علیہ السلام کا بنام الیاس علیہ السلام کے اور نزول عیسٰی کا آسمان سے۔ ...... اور یہ (بروز) کبھی بسبب غلبہ کسی ایک صفت کے ہوتا ہے اور کبھی بغلبہ جمیع صفات کمالیہ کے اس صورت میں کمال اتحاد مظہر کا بارز کے ساتھ ہوگا اور یہ قسم اعلیٰ مرتبہ بروز کا ہے"۔

اس حوالے نے نہ صرف بروز کے مسئلے کی تشریح کی۔ بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ ہمارے مخالف مولوی صاحبان بروز کے مسئلے سے تناسخ ماننے کا جو اعتراض حضرت مرزا صاحب علیہ السلام پر کرتے ہیں وہ بھی محض ناواقفیت اور کم مائیگی علم کا نتیجہ ہے۔ پہلے بزرگوں نے یہ اعتراض حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ سے بالکل دُور کر دیا ہے۔

سوئم۔ "کُمّل تابعان انبیاء بجہت کمال متابعت و فرط محبت بلکہ محض عنایت و موہبت جمیع کمالات انبیاء متبوعہ خود را جذب مے نمایند و بکلیت برنگ ایشاں منصبغ مے گردند حتٰی کہ فرق نمے ماند درمیان متبوعان و تابعان الا بالاصالتہ و التبعیتہ و الاولیتہ و الآخریتہ.....

تعینات مبادی جمیع انبیاء وارباب ایشاں ازمقام اصل است ومبادی تعینات امتیاں ازاعالی و اسافل وارباب ایشاں ازمقامات ظلال آں اصل علی تفاوت الدرجات فکیف یتصور المساواۃ بین الاصل والظل۔" (مکتوبات امام ربانی جلد ۱ مکتوب ۲۴۸)

چہارم "والبروز ان یفیض روح من ارواح الکمل علی کامل کما یفیض علیہ التجلیات وھو یصیر مظھرہ ویقول انا ھو۔" (اشارات فریدی حصہ دوم ص۱۱۰)

پنجم "حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالیٰ فرمودند کہ حقیقت حال آنست کہ بروز دو قسم است یکے بطریق مظہریت و دوم بطریق غیر مظہریت۔ پس آنکہ بطریق غیر مظہریت است آنجا یک روح میباشد" (اشارات فریدی "ص۱۱۱)

ششم "حضور خواجہ ابقاہ اللہ بقائبہ فرمودند کہ از حضرت آدم صفی اللہ تا خاتم الولایت امام مہدی حضور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بارز اند پس اول بار در آدم علیہ السلام بروز کردہ اند اول قطب حضرت آدم علیہ السلام شدہ است دوم بار در حضرت شیث علیہ السلام بروز کردہ اند این چنیں در سائر انبیاء و رسل صلوات اللہ علیہم بروز فرمودہ آمدہ اند تا کہ بجسد عنصری خود تعلق گرفتہ جلوہ گری ساختہ دائرہ نبوت را ختم کردہ اند بعد ازاں در حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بروز کردہ اند بعد ازاں در حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بروز نمودہ اند بعد ازاں در حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بروز ساختہ بعد ازاں در حضرت علی رضی اللہ عنہ بروز فرمودہ اند بعد ازاں در دیگر مشائخ نوبت بنوبت بروز کردہ آمدہ اند و خواہند آمد تا آنکہ در امام مہدی علیہ السلام بروز خواہند فرمود پس حضرت آدم تا مہدی ہمہ انبیاء و کمل اولیاء کہ قطب مدار شدہ اند ہم مظاہر روح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہستند و روح محمدی در اوشاں بروز و ظہور فرمودہ است" (اشارات فریدی حصہ دوم ص۱۱۲)

چوتھی وجہ تکفیر کا رد

چوتھی وجہ تکفیر ہمارے مخالفین یہ پیش کیا کرتے ہیں کہ چونکہ جماعت احمدیہ کے بانی و امام و مقتدا مرزا غلام احمد صاحب نے وحی کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اسے کتب سابقہ اور قرآن کریم کی وحی کے برابر قرار دیا ہے اور ایسی وحی لازم نبوت اور پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لئے اس وحی کا ادعا کفر ہے۔ کیونکہ ایسی وحی بند ہے۔ اور پیغمبروں کے سوا دوسروں کے لئے کشف و الہام کا طریق ہے نہ کہ وحی کا۔

میں اس وجہ تکفیر کا جواب کئی عنوانوں کے ذیل میں عرض کرتا ہوں :-

(۱) کیا وحی صرف پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے؟

(۲) کیا امت محمدیہ میں وحی غیر تشریعی بھی بند ہے؟ جو ادعاء وحی غیر تشریعی کو کفر قرار دیا جاسکے۔

(۳) قرآن کریم سے بقاء وحی کا ثبوت۔

(۴) احادیث سے باب وحی کا مفتوح ہونا۔

(۵) بزرگان سلف کے اقوال سے بقاء وحی کا ثبوت۔

(۶) کیا حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے اپنی وحی کو قرآنی وحی کے برابر ٹھہرایا ہے؟

۱۔ "کیا وحی صرف پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے؟"

ہمارے مخالفین دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ غیر پیغمبر کو نہیں ہو سکتی۔ لیکن جب کبھی اُن سے کہا جاتا ہے۔ کہ کوئی قرآنی یا حدیثی دلیل پیش کرو۔ جس میں اس امر کی تصریح ہو کہ وحی صرف انبیاء سے ہی مخصوص ہے۔ تو ایسی ایک آیت یا ایک حدیث بھی پیش نہیں کر سکتے۔ اور کیونکر پیش کر سکتے ہیں جبکہ قرآن شریف اس خیال کے بالکل خلاف اور صاف اور واضح الفاظ میں تصریح کرتا ہے۔ کہ وحی صرف انبیاء ہی سے مخصوص نہیں۔ غیر انبیاء کو بھی ہوئی اور ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آیات مندرجہ ذیل سے ثابت ہے۔

پہلی آیت وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ۔ (شوریٰ ع ۵) یعنی کسی بشر کے لئے ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اس سے کلام کرے۔ مگر وحی کے ذریعہ یا پس پردہ۔ یا کوئی فرشتہ رسول کر کے بھیجے تو وہ فرشتہ خدا کے حکم سے جیسے چاہے وحی کرے۔

اس آیت کریمہ میں خدا تعالےٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ وحی جسکے یہ تین طریقے بیان کئے گئے ہیں نبیوں ہی کو ہوا کرتی ہے۔ اور انہیں کے ساتھ خاص ہے۔ غیر نبی کو نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ فرمایا کہ وہ وحی بشر کو ہوتی ہے۔ نہایت صفائی کے ساتھ اس خیال کو کہ وحی انبیاء کے ساتھ خاص ہے رد کر دیا ہے۔ کیونکہ بشر کا لفظ نبی۔ غیر نبی۔ دونوں سے یکساں تعلق رکھتا ہے۔ اگر وحی انبیاء کے ساتھ خاص ہوتی۔ تو اس آیت شریفہ میں لفظ بشر کو استعمال نہ کیا جاتا۔ بلکہ لفظ نبی استعمال کیا جاتا۔

میں اس وجہ تکفیر کا جواب کئی عنوانوں کے ذیل میں عرض کرتا ہوں :-

(۱) کیا وحی صرف پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے ؟

(۲) کیا امت محمدیہ میں وحی غیر تشریعی بھی بند ہے ؟ جو ادعا وحی غیر تشریعی کو کفر قرار دیا جاسکے۔

(۳) قرآن کریم سے بقاء وحی کا ثبوت۔

(۴) احادیث سے باب وحی کا مفتوح ہونا۔

(۵) بزرگان سلف کے اقوال سے بقاء وحی کا ثبوت۔

(۶) کیا حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے اپنی وحی کو قرآنی وحی کے برابر ٹھہرایا ہے ؟

”۱۔ کیا وحی صرف پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے ؟“

ہمارے مخالفین دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ غیر پیغمبر کو نہیں ہوسکتی۔ لیکن جب کبھی اُن سے کہا جاتا ہے۔ کہ کوئی قرآنی یا حدیثی دلیل پیش کرو۔ جس میں اس امر کی تصریح ہو کہ وحی صرف انبیاء سے ہی مخصوص ہے۔ تو ایسی ایک آیت یا ایک حدیث بھی پیش نہیں کرسکتے۔ اور کیونکر پیش کرسکتے ہیں جبکہ قرآن شریف اس خیال کے بالکل خلاف اور صاف اور واضح الفاظ میں تصریح کرتا ہے۔ کہ وحی صرف انبیاء ہی سے مخصوص نہیں۔ غیر انبیاء کو بھی ہوئی اور ہوسکتی ہے۔ چنانچہ آیات مندرجہ ذیل سے ثابت ہے۔

پہلی آیت وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ۔ (شوریٰ ع ۵) یعنی کسی بشر کے لئے ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اس سے کلام کرے۔ مگر وحی کے ذریعہ یا پس پردہ۔ یا کوئی فرشتہ رسول کرکے بھیجے تو وہ فرشتہ خدا کے حکم سے جیسے چاہے وحی کرے۔

اس آیت کریمہ میں خدا تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ وحی جس کے یہ تین طریقے بیان کئے گئے ہیں نبیوں ہی کو ہوا کرتی ہے۔ اور انہیں کے ساتھ خاص ہے۔ غیر نبی کو نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ فرمایا کہ وہ وحی بشر کو ہوتی ہے۔ نہایت صفائی کے ساتھ اس خیال کو کہ وحی انبیاء کے ساتھ خاص ہے رد کر دیا ہے۔ کیونکہ بشر کا لفظ نبی۔ غیر نبی۔ دونوں سے یکساں تعلق رکھتا ہے۔ اگر وحی انبیاء کے ساتھ خاص ہوتی۔ تو اس آیت شریفہ میں لفظ بشر کو استعمال نہ کیا جاتا۔ بلکہ لفظ نبی استعمال کیا جاتا۔

لفظ بشر کے استعمال نے پوری وضاحت سے ظاہر کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نزول وحی کو انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں کیا ہے اور جب وحی انبیاء کے ساتھ مخصوص نہیں کی تو کسی شخص کا اسکو صرف نبیوں سے مخصوص کرنا ایسی زیادتی ہے۔ جو کسی صورت میں بھی قابلِ التفات نہیں ہو سکتی۔ اگر یہی زیادتی ہر شخص اپنے اپنے عقیدہ کے متعلق کرنے لگے تو پھر تو قرآن کریم سے امان اٹھ جائے گا۔

دوسری آیت وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (قصص ع) یعنی ہم نے موسیٰ کی والدہ کی طرف وحی کی کہ موسیٰ کو دودھ پلاتی رہو۔ جب تمہیں اس کے متعلق خوف ہو تو اس کو دریا میں بہا دینا اور نہ ڈرنا اور نہ غم کرنا۔ ہم ضرور اسکو تیرے پاس لوٹا لائیں گے۔ اور پھر اُسے رسول بھی بنائیں گے۔

یہ کیسی یقینی اور قطعی وحی ہے جو والدہ موسیٰ علیہ السلام کیطرف ہوئی۔ حالانکہ ہمارے مخالفوں کو بھی تسلیم ہے کہ وہ نبی اور رسول نہیں تھیں۔ اس واقعہ کو خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ پر اپنے انعامات متواترہ بیان کرتے ہوئے خاص انعام کے رنگ میں ظاہر فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ۝ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى (طٰہٰ ع) یعنی اے موسیٰ ہم نے اور بھی تم پر احسان کیا ہے جب ہم نے تیری ماں کیطرف وحی کی جو خاص وحی تھی۔

باوجودیکہ یہ وحی حضرت موسیٰ کی والدہ کیطرف ہے۔ جو کسی کے نزدیک بھی نبیہ نہیں ہیں لیکن جہاں اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ کلام فرمانے کا ذکر فرماتا ہے۔ تو لفظ وحی سے ہی فرماتا ہے اور یہ وحی ہے بھی ایسی قطعی و یقینی جو بالکل نبیوں کی وحی کے ہمرنگ اور اسی کیطرح باعظمت و جلال پیشگوئی بلکہ کئی پیشگوئیوں پر مشتمل ہے۔ اور یہ نہایت زبردست دلیل ہے اس امر کی کہ وحی نبیوں کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ غیر نبی کو بھی ہوتی ہے۔ اور معمولی اور عام وحی نہیں بلکہ نہایت زبردست و عظیم الشان وحی بھی۔

تیسری آیت وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ (آل عمران ع۵) یعنی کئی فرشتوں نے آکر کہا۔ اے مریم یقیناً خدا تعالیٰ نے تجھے برگزیدہ کیا ہے اور تجھے پاک ٹھہرایا ہے۔ اور تمہیں تمام جہان کی عورتوں پر فضیلت دی ہے۔

اے مریم تو خدا تعالیٰ کی عبادت کر اور اسکی عام و خاص اطاعت میں لگی رہ۔

یہ آیت شریفہ حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق ہے جو نہ رسول تھیں نہ نبی۔ اور اس میں نہ صرف ایک فرشتہ بلکہ کئی فرشتوں کے آپ کے پاس آکر خدا تعالیٰ کے عظیم الشان کلام پہنچانے کا ذکر ہے۔

چوتھی آیت

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ (آل عمران ع ۵)

یعنی فرشتوں نے حضرت مریم سے کہا کہ خدا تعالیٰ آپ کو ایک کلمہ کی بشارت دیتا ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اور اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے جو پیدا ہوگا۔ اور دنیا و آخرت میں وجیہہ ہوگا۔ اور خدا کے مقرب بندوں میں سے ہوگا۔ اس آیت میں بھی بتایا گیا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی عظیم الشان بشارت بصورت وحی کئی فرشتوں کے ذریعہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش اور آئندہ نبوت وغیرہ کے متعلق حضرت مریم کو دی گئی۔ یہ پیشگوئی بھی اپنے اندر بڑا جلال اور بڑی شان رکھتی ہے۔ اور بلحاظ اپنے وقوع اور شان کے بالکل نبیوں کی پیشگوئیوں کے ہمرنگ ہے۔

ایک اور موقعہ پر یہی پیشگوئی اس رنگ میں ظاہر فرمائی گئی ہے:۔

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ قَالَتْ اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝ (مریم ع ۲) یعنی مریم کے واقعہ کو یاد کر جب وہ اپنے رشتہ داروں سے شرقی مکان میں علیحدہ ہوئیں۔ پھر وہ اُن سے پردہ میں آئیں۔ تو ہم نے اپنے روح الامین کو انکی طرف بھیجا۔ جو بشری تمثل میں انکے پاس آیا۔ انھوں نے کہا میں خدا کے نام کا واسطہ دیکر پناہ میں آنا چاہتی ہوں۔ تجھ سے۔ اگر تو متقی ہے۔ اس نے کہا میں آپ کے خدا کا رسول ہوں۔ کہ آپ کو بشارت دوں ایک پاک لڑکے کی۔

اس آیت میں صاف تصریح ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے حکم سے رُوح الامین یعنی جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں متشکل ہو کر مریمؑ کے پاس آئے اور انکے سوال کرنے پر گویا ہوئے کہ میں تمہارے رب کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں۔

پہلی آیتوں میں تو عام فرشتوں کے حضرت مریم پر وحی لانے کا بیان تھا۔ اور ان آیتوں میں خاص جبریل علیہ السلام کے وحی لانے کا ذکر ہے۔ اور یہ وحی بھی اپنے یقینی و قطعی ہونے میں

ایسی عظمت وشان رکھتی ہی جیسی کہ نبیوں کی وحی۔

پانچویں آیت

وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ (مائدہ ع ۱۵)

یعنی ہم نے وحی کی حواریوں کیطرف کہ مجھ پر بھی ایمان لاؤ اور میرے اس رسول حضرت عیسٰی پر بھی۔

یہ آیت شریفہ حضرت عیسٰیؑ کے حواریوں کے حق میں ہی۔ اور اس میں صاف لفظوں کے ساتھ انپر وحی بھیجے جانے کا ذکر ہی۔ حالانکہ حواریوں کو ہمارے مخالفین علماء بھی نبی نہیں مانتے کیا اس سے بڑھ کر کسی اور دلیل کی ضرورت ہی کہ وحی انبیاء کے ساتھ خاص نہیں۔ بلکہ غیر انبیاء کو بھی ہوتی ہی۔ اگر کوئی شخص حواریوں کو حضرت عیسٰی کا رسول بھی مانے تو بھی اس واقعہ کے بعد ہی وہ پیغمبر بنائے گئے ہونگے۔ نہ کہ اس وقت کی وحی سے پہلے۔ کیونکہ یہ ابتدائی وحی ہی۔ جو اُن کو ہوئی۔ کہ میرے رسول حضرت عیسٰی کو مان لو۔ کیونکہ اس وحی کے جواب میں وہ کہتے ہیں قَالُوْا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ۔ پس یہ وحی انکو اس حالت میں ہوئی تھی جبکہ وہ حضرت عیسٰیؑ کیطرف سے رسول نہیں بنائے گئے تھے بلکہ اس وقت تک انھوں نے انکو مانا بھی نہیں تھا۔

چھٹی آیت

وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤی ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ (ہود ع ۷)، یعنی جب خدا تعالیٰ کے فرشتے حضرت ابراہیم کی طرف آئے۔ اور انھوں نے بشارت دی اور گفتگو کی۔ تو اس وقت انکی بیوی حضرت سارہ بھی کھڑی تھیں وہ ہنس دیں۔ تو خدا تعالیٰ فرماتا ہی، ہم نے اس کو بشارت دی اسحٰق کی۔ اور پھر اسحٰق کے بعد یعقوب کی۔ پھر اس نے کہا ہائے تعجب کیا میں جنونگی۔ حالانکہ میں بوڑھی ہوگئی۔ اور یہ میرے خاوند بھی بوڑھے ہوگئے۔ یقیناً یہ بات تو بڑی عجیب ہی۔ تو ان فرشتوں نے کہا کیا آپ تعجب کرتی ہیں اللہ تعالیٰ کی اس خاص بشارت سے۔ رحمت ہو خدا تعالیٰ کی۔ اور برکتیں ہوں اسکی آپ پر۔ اے گھر والی۔ وہ خدا بڑی تعریفوں اور بزرگی والا ہی۔

اس آیت نے نہایت صاف اور واضح الفاظ میں ظاہر کر دیا ہی کہ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ حضرت سارہؓ سے کلام کیا۔ اور ایسا کلام جو انکی زندگی میں بلکہ انکی زندگی کے بعد بھی پورا ہوا۔ یعنی بڑھاپے میں بیٹا ملا۔ اور پھر اسکی نسل چلی۔ اور پوتا ملا۔

ہمارے مخالف مولوی نہ تو بی بی سارہؓ کو رسول سمجھتے ہیں اور نہ نبی۔ لیکن فرشتوں کے ذریعہ اُن پر خدا کا کلام نازل ہونا یا یوں کہیئے کہ نزول وحی الٰہی ہونا قرآن شریف سے ثابت ہی اگر وحی انبیاء کے ساتھ مخصوص ہی۔ تو بی بی سارہؓ پر نزول وحی کیسا؟

ساتویں آیت

قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا۔ (سورہ کہف ع۱۱)

یعنی ہم نے کہا۔ اے ذو القرنین خواہ تو انکو عذاب دے خواہ انپر احسان کرے۔

اس آیت شریفہ میں خداتعالیٰ اس وحی کا ذکر فرماتا ہی۔ جو اس نے حضرت ذو القرنین پر اپنے ماتحتوں سے برتاؤ کرنے کے متعلق نازل فرمائی ہی۔ اور ہمارے مخالف علماء کو اقرار ہی کہ حضرت ذو القرنین نہ رسول تھے۔ نہ نبی۔

اس موقعہ پر یہ کہدینا بھی ضروری ہی کہ اس کلام الٰہی سے جو ذو القرنین پر نازل ہوا۔ الہام مراد نہیں لیا جا سکتا۔ کیونکہ الہام کی بابت تو ہمارے مخالف علماء کہتے ہیں کہ وہ ظنی ہوتا ہی۔ اور ملہم کی ذات کے سوا کسی اور پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اس لئے کسی الہام کی بناء پر کسی کے متعلق کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ لیکن ذو القرنین پر جو کلام الٰہی نازل ہوا ہی۔ اس میں انکو دوسروں کے لئے حکم لگانے کا اختیار دیا گیا ہی کہ چاہے انکو سزا دو اور چاہے انپر احسان کرو۔ پس یہ عام الہام نہیں۔ بلکہ خاص وحی الٰہی ہی جو ظنی نہیں۔ بلکہ یقینی و قطعی اور دوسروں کے متعلق ہی۔ جسکی بناء پر ذو القرنین نے اس قوم میں اعلان عام کر دیا کہ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ یُرَدُّ اِلٰی رَبِّهٖ فَیُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ نِ الْحُسْنٰی وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا یُسْرًا ۝ (کہف ع۱۱) یعنی جو ظلم کرے گا۔ اسے ہم سزا دیں گے۔ پھر وہ اپنے رب کیطرف لوٹایا جائے گا۔ وہ بھی اسے دردناک عذاب دیگا۔ لیکن جو ایمان لائے گا۔ اور اچھے عمل کرے گا۔ اُسے اچھا بدلہ ملے گا۔ اور ہم بھی اس کے لئے آسانی پیدا کریں گے۔

ان سات آیتوں سے نہایت وضاحت و صراحت کے ساتھ ثابت ہی کہ وحی غیر نبی کو بھی ہوتی ہی۔ اور ایسی ہوتی ہی جس میں اوامر و نواہی بھی ہوتے ہیں۔ اور عظیم الشان پیشگوئیاں بھی اور وہ پیشگوئیاں اُسکی ذات خاص کے متعلق بھی ہوتی ہیں۔ اور دوسروں کے متعلق بھی۔ وہ کلام اور وہ وحی ایسی ہوتی ہی کہ دوسرے فرشتوں کے ذریعہ بھی نازل ہوتی ہی۔ اور خاص حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ بھی۔

پس ان واضح الدلالت آیتوں کی موجودگی میں ہمارے مخالفین کا یہ کہنا کہ وحی صرف نبیوں

اور رسولوں سے مخصوص ہے۔ غیر نبی کو نہیں ہوتی۔ محض باطل اور خلاف قرآن ہے۔

۲۔ کیا امت محمدیہ میں وحی غیر تشریعی بھی بند ہے جو ادعاء وحی غیر تشریعی کو کفر قرار دیا جاسکے"

ہمارے مخالف مولوی صاحبان یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ باب وحی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسدود ہے۔ اس لئے آپ کے بعد ادعائے وحی کفر ہے نہ کہ آپ سے پہلے۔ لیکن اس دعوے کے ثبوت میں بھی جب کوئی ایسی آیت یا حدیث طلب کی جاتی ہے کہ آیندہ حضرت جبریل نہیں آئیں گے یا وحی نازل نہیں ہوگی۔ یا آیندہ وحی منقطع ہے۔ تو ایسی آیت یا حدیث ایک بھی پیش نہیں کرتے۔ بلکہ استدلالی رنگ میں کبھی تو یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ نبوت منقطع ہے لہذا اب وحی نہیں آسکتی۔ اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور خود حضور پر نزول وحی کا ذکر تو قرآن شریف میں موجود ہے۔ لیکن حضور کے بعد نزول وحی کا ذکر موجود نہیں جیسے سورہ بقرہ رکوع اول کی آیت وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ٥ اس لئے معلوم ہوا کہ آپ کے بعد وحی کا دروازہ بند ہے۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط اور نا قابل التفات ہیں۔ پہلی اس لئے کہ اول تو ہر قسم کی نبوت منقطع نہیں جیسا کہ میں بالوضاحت ظاہر کر چکا ہوں کہ شریعت والی اور مستقل اور بلا واسطہ نبوت منقطع ہوئی ہے۔ نہ کہ غیر تشریعی وغیر مستقل اور بالواسطہ نبوت بھی۔ اور اگر بالفرض ہر قسم کی نبوت بھی منقطع مان لیجائے تو اس کے منقطع مان لینے سے تمام وحی کا انقطاع لازم نہیں آتا۔ کیونکہ غیر نبی کو بھی وحی ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے۔

دوسری بات کے غلط ہونے کی کئی وجہیں ہیں۔ اول یہ کہ قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غیر تشریعی و ظلی نبوت باقی ہے۔ اور جب یہ ثابت ہے۔ تو اس مضمون کی آیتوں کے موجود ہوتے ہوئے یہ کس طرح کہا جاتا ہے۔ کہ سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نزول وحی کا قرآن شریف میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ وحی نبوت کے علاوہ عام وحی کا ذکر بھی قرآن شریف میں موجود ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

اور رسولوں سے مخصوص ہے۔ غیر نبی کو نہیں ہوتی۔ محض باطل اور خلاف قرآن ہے۔

۷۔ "کیا امت محمدیہ میں وحی غیر تشریعی بھی بند ہے جو ادعاء وحی غیر تشریعی کو کفر قرار دیا جاسکے"

ہمارے مخالف مولوی صاحبان یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں کہ باب وحی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسدود ہے۔ اس لئے آپؐ کے بعد ادعائے وحی کفر ہے نہ کہ آپؐ سے پہلے۔ لیکن اس دعوے کے ثبوت میں بھی جب کوئی ایسی آیت یا حدیث طلب کی جاتی ہے کہ آئندہ حضرت جبریل نہیں آئیں گے یا وحی نازل نہیں ہوگی۔ یا آئندہ وحی منقطع ہے۔ تو ایسی آیت یا حدیث ایک بھی پیش نہیں کرتے۔ بلکہ استدلالی رنگ میں کبھی تو یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ نبوت منقطع ہے لہٰذا اب وحی نہیں آسکتی۔ اور کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور خود حضورؐ پر نزول وحی کا ذکر تو قرآن شریف میں موجود ہے۔ لیکن حضورؐ کے بعد نزول وحی کا ذکر موجود نہیں جیسے سورہ بقرہ رکوع اول کی آیت وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اس لئے معلوم ہوا کہ آپؐ کے بعد وحی کا دروازہ بند ہے۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط اور ناقابل التفات ہیں۔ پہلی اس لئے کہ اول تو ہر قسم کی نبوت منقطع نہیں جیسا کہ میں بالوضاحت ظاہر کر چکا ہوں کہ شریعت والی اور مستقل اور بلاواسطہ نبوت منقطع ہوئی ہے۔ نہ کہ غیر تشریعی و غیر مستقل اور بالواسطہ نبوت بھی۔ اور اگر بالفرض ہر قسم کی نبوت بھی منقطع مان لیجائے تو اس کے منقطع مان لینے سے تمام وحی کا انقطاع لازم نہیں آتا۔ کیونکہ غیر نبی کو بھی وحی ہونا قرآن شریف سے ثابت ہے۔

دوسری بات کے غلط ہونے کی کئی وجہیں ہیں۔ اول یہ کہ قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غیر تشریعی و ظلی نبوت باقی ہے۔ اور جب یہ ثابت ہے۔ تو اس مضمون کی آیتوں کے موجود ہوتے ہوئے یہ کس طرح کہا جاتا ہے۔ کہ سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نزول وحی کا قرآن شریف میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ وحی نبوت کے علاوہ عام وحی کا ذکر بھی قرآن شریف میں موجود ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

تیسری وجہ مذکورہ بالا استدلال کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ ایک آیت میں تو کیا اگر سارے قرآن شریف میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نزول وحی کا ذکر نہ ہوتا۔ تو بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی الہٰی کا دروازہ بند ہے جب تک کہ اس کے بند ہونے کے متعلق کوئی آیت قطعیہ بیّنہ نہ دکھائی جائی۔ کیونکہ معمولی علم و فہم والے بھی اس سے ناواقف نہیں ہیں کہ عدم ذکر سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔ مخالف تو کہہ رہے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی الہٰی کا دروازہ کھلا تھا تو آیت مذکورہ بالا میں اس وحی کا ذکر ہونا بھی ضروری تھا اور میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں تو کیا سارے قرآن شریف میں بھی اس ذکر کا مطالبہ کیوں؟ دیکھنا تو یہ چاہیئے کہ قرآن شریف میں وحی الہٰی کے بند ہونے کی بھی کوئی آیت ہے یا نہیں اگر نہیں ہے تو بقائے وحی کے واسطے اتنا ہی کافی ہے لیکن اگر بقائے وحی کی آیت ہی دیکھنی ہے تو اس ایک ہی آیت کی تخصیص کس لئے سارا قرآن شریف کیوں ترک کیا جاتا ہے؟ بڑی عجیب بات ہے کہ جن آیات میں بقائے وحی کے ذکر کا موقع تھا وہ تو دیکھی نہیں جاتیں اور جس آیت میں اس ذکر کا بالکل موقع نہیں تھا اسکی بابت اصرار ہے کہ اس میں یہ ذکر کیوں نہیں ہے میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں یہ ذکر اس لئے نہیں ہے کہ اس میں اس ذکر کا موقع نہیں ہے۔ اس لئے کہ آیت مذکورہ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ میں جن وحیوں کا ذکر ہے ان میں مستقل شریعت والی اور شریعت سابقہ میں قدرے ترمیم کرنے والی وحیاں بھی شامل تھیں اور دین کامل ہو جانے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شریعت والی۔ یا شریعت سابقہ میں کچھ ترمیم کرنے والی وحی کا سلسلہ ختم ہوچکا تھا اور اب ایسی وحی نہیں ہوسکتی تھی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اس موقعہ پر ان دونوں مذکورہ بالا وحیوں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ سے پہلے نبیوں کی وحیوں کا ذکر کرنے کے بعد حضورؐ کے بعد نازل ہونے والی وحی کا ذکر نہیں فرمایا ہے تاکسی کو یہ دھوکہ نہ ہو کہ آیندہ بھی شریعت والی یا شریعت سابقہ میں قدرے ترمیم کرنے والی وحی آسکتی ہے جیسی کہ پہلے آتی تھی۔

چنانچہ اس قسم کی ایک دوسری آیت وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ کی تفسیر نے بھی جو اکابر بزرگان دین نے کی ہے ہمارے بیان کی تائید ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ آیت شریفہ مذکورہ میں وحی شرعیہ و مستقلہ ہی کا ذکر ہے اور وحی کی یہی قسمیں بند قرار دیگئی ہیں نہ کہ وحی غیر تشریعی و غیر مستقل بھی۔ چنانچہ امام عبدالوہاب شعرانی بحوالہ فتوحات مکیہ اپنی کتاب الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۹۴ میں فرماتے ہیں:۔ "اِنَّهٗ لَمْ يَجِیْءْ لَنَا خَبَرُ الٰہِیِّ اَنَّ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَحیٔ تَشْرِیع اَبَدًا اِنَّمَا لَنَا وَحیُ الْاِلْہَامِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ

یعنی ہمارے پاس کوئی خبر الٰہی ایسی نہیں آئی جس سے معلوم ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی وحی تشریعی نازل ہوگی۔ بلکہ اب صرف وحی الہام ہوگی۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ اس آیت وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ میں فرماتا ہے۔

۳۔ قرآن کریم سے بقاء وحی کا ثبوت

اب میں فریق مخالف کے اس دعویٰ کو باطل کرنے کے لئے کہ آیندہ وحی نہیں ہوگی قرآن کریم سے اس امر کا ثبوت پیش کرتا ہوں کہ آیندہ وحی ضرور ہوگی۔ پس کسی مدعی وحی کو محض اس لئے کافر نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ وحی کا دعویٰ کرتا ہے۔

پہلی آیت اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ (حٰم سجدہ ع ۴) یعنی خدا تعالیٰ قانون کے طور پر بشارت دیتا ہے کہ یقیناً وہ لوگ جو اللہ کو اپنا رب بتائیں گے۔ پھر اس پر استقامت اختیار کریں گے۔ ان پر فرشتے نازل ہونگے جو ان سے یہ کہیں گے کہ اے مومنو۔ خوف نہ کرو۔ اور غم نہ کھاؤ۔ بلکہ خوشی مناؤ۔ اس جنت کی جس کا تم کو وعدہ دیا جاتا ہے۔ اور وہ فرشتے کہیں گے کہ اے مومنو ہم تمہارے ساتھی ہیں۔ اس دنیا میں اور اگلی دنیا میں بھی۔

کیسی واضح آیت ہے جو اپنا مفہوم خود بیان کر رہی ہے۔ کہ مستقیم الحال مومنوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے فرشتے بشارتیں سنایا کریں گے۔

دوسری آیت رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ (مومن ۲) یعنی خدا تعالےٰ بڑے درجات والا اور صاحب عرش ہے۔ وہ نازل کریگا اپنا کلام اپنے حکم سے جس بندے پر چاہے گا۔ تا وہ بندہ دوسروں کو بھی قیامت سے ڈرائے ✝ اس آیت میں خدا تعالےٰ نے اپنی دو صفات رفیع الدرجات۔ اور ذو العرش کا ذکر کرکے وعدہ دیا ہے۔ کہ ہم اپنا کلام آیندہ بھی ایسے بندوں پر نازل کیا کریں گے۔ جو دوسروں کی ہدایت کا باعث ہونگے۔

اس آیت میں صاف طور پر روح نازل کرنے کا وعدہ ہے۔ اب روح سے خواہ کچھ مراد لی جائے بہر حال مطلب واضح ہے۔ کیونکہ اگر روح سے جبریل مراد ہو۔ جیسے فَاَرْسَلْنَا اِلَیْہَا رُوْحَنَا میں

وَحیُ تَشْرِیعٍ اَبَدًا اِنَّمَا لَنَا وَحْیُ الْاِلْہَامِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ
یعنی ہمارے پاس کوئی خبر الٰہی ایسی نہیں آئی جس سے معلوم ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی وحی تشریعی نازل ہوگی۔ بلکہ اب صرف وحی الہام ہوگی۔ جیساکہ خدا تعالیٰ اس آیت وَلَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ میں فرماتا ہے۔

۳۔ قرآن کریم سے بقاء وحی کا ثبوت

اب میں فریق مخالف کے اس دعوٰی کو باطل کرنے کے لئے کہ آیندہ وحی نہیں ہوگی قرآن کریم سے اس امر کا ثبوت پیش کرتا ہوں کہ آیندہ وحی ضرور ہوگی۔ پس کسی مدعی وحی کو محض اس لئے کافر نہیں کہا جاسکتا۔ کہ وہ وحی کا دعوٰی کرتا ہے۔

پہلی آیت اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ (حٰم سجدہ ع ۴) یعنی خدا تعالیٰ قانون کے طور پر بشارت دیتا ہے کہ یقیناً وہ لوگ جو اللہ کو اپنا رب بنائیں گے۔ پھر اس پر استقامت اختیار کریں گے۔ اُن پر فرشتے نازل ہونگے جو ان سے یہ کہیں گے کہ اے مومنو۔ خوف نہ کرو۔ اور غم نہ کھاؤ۔ بلکہ خوشی مناؤ۔ اس جنت کی جس کا تم کو وعدہ دیا جاتا ہے۔ اور وہ فرشتے کہیں گے کہ اے مومنو ہم تمہارے ساتھی ہیں۔ اس دنیا میں اور اگلی دنیا میں بھی۔

کیسی واضح آیت ہے جو اپنا مفہوم خود بیان کر رہی ہے۔ کہ مستقیم الحال مومنوں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے فرشتے بشارتیں سنایا کریں گے۔

دوسری آیت رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ (مومن ۲) یعنی خدا تعالے بڑے درجات والا اور صاحب عرش ہے۔ وہ نازل کریگا اپنا کلام اپنے حکم سے جس بندے پر چاہے گا۔ تا وہ بندہ دوسروں کو بھی قیامت سے ڈرائے + اس آیت میں خدا تعالے نے اپنی دو صفات رفیع الدرجات۔ اور ذوالعرش کا ذکر کر کے وعدہ دیا ہے۔ کہ ہم اپنا کلام آیندہ بھی ایسے بندوں پر نازل کیا کریں گے۔ جو دوسروں کی ہدایت کا باعث ہونگے۔

اس آیت میں صاف طور پر روح نازل کرنے کا وعدہ ہے۔ اب روح سے خواہ کچھ مراد لی جائے بہرحال مطلب واضح ہے۔ کیونکہ اگر روح سے جبریل مراد ہو۔ جیسے فَاَرْسَلْنَا اِلَیْہَا رُوْحَنَا میں ہے

توجبرئیل کا نازل ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر رُوح سے مراد کلام الہٰی ہو جیسے اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ میں ہے۔ اور جلالین میں بھی رُوح کا ترجمہ کلام الہٰی کیا گیا ہے۔ تو پھر اس سے کلام الہٰی کے آیندہ نازل ہونے کا وعدہ ظاہر ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے حجج الکرامہ ص۱۳۵ پر تحریر کیا ہے۔ " گویم طیبی در حاشیہ کشاف زیر قولہ تعالیٰ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ گفتہ ایں آیت افادہ استمرار وحی از لدن آدم علیہ السلام تا انتہاز من رسول خدا صلعم میکند و اتصالش تا قیام ساعت است"

تیسری آیت یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ (نحل ۱) یعنی خدا تعالیٰ اتارتا رہے گا فرشتوں کو اپنا کلام دے کر۔ جس پر چاہے گا اپنے بندوں میں سے۔ کہ اے میرے بندو۔ تم لوگوں کو ڈراؤ۔ کہ کوئی معبود نہیں سوا میرے۔ پس میرا تقویٰ کرو۔

یہ آیت بھی نہایت صفائی سے ظاہر کر رہی ہے۔ کہ آیندہ فرشتے کلام الہٰی لیکر نازل ہوا کریں گے۔

چوتھی آیت کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (آل عمران ع۱۲) یعنی تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدہ کے لئے پیدا کی گئی ہو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی رہو۔

اس آیت میں صاف الفاظ کے ساتھ امت محمدیہ کو خیر امت کا خطاب دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی مسلم ہے کہ پہلی امتوں میں وحی کا سلسلہ جاری تھا۔ اب اگر اس امت میں وحی الہٰی کا سلسلہ نہ ہو تو ثابت ہو گا۔ کہ یہ امت خیر امت ہرگز نہیں ہے۔ لیکن چونکہ قرآن شریف نے اس کو خیر امت قرار دیا ہے۔ لہذا خیر امت ہونے کا زبردست تقاضا ہے۔ کہ اس امت پر انعام نزول کلام الہٰی اور امتوں سے بہت زیادہ ہو۔ نہ یہ کہ وہ اس انعام سے بالکل محروم کر دی جائے۔ جیسا کہ مخالف علماء کہہ رہے ہیں۔

پانچویں آیت اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَلَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا۔ (اعراف ع۱۸) یعنی مشرکین اس بات پر غور نہیں کرتے کہ ان کا معبود بچھڑا نہ اُن سے کلام کرتا ہے۔ اور نہ انھیں اپنے قرب کی راہ بتاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت اور اس کے بعد والی آیات میں معبودانِ باطلہ کے بطلان کا

زیادہ سے زیادہ اظہار فرمانے کے لئے مشرکین کو انکے بتوں کے غیر متکلم اور اپنے متکلم ہونے کیطرف توجہ دلائی ہے اور انکے عدم تکلم کو انکی موت اور بطالت اور اپنے تکلم کو اپنی حیات اور صداقت کے لئے بطور ثبوت قرار دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے تکلم کا انکار اسکی حیات و صداقت کا انکار ہے۔ ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنتُمْ صَامِتُونَ (اعراف آخر) یعنی اگر تم ان معبودانِ باطلہ سے ہدایت کا طریق چاہو تو وہ تمہاری بات کا کوئی جواب نہیں دیں گے۔ یکساں ہے تمہارے لئے خواہ تم انکو پکارو خواہ چپ رہو۔

پھر فرمایا۔ لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ یعنی خدا تعالیٰ کو پکارنا ہی صحیح ہے۔ کیونکہ وہ لوگ جو اس کے سوا کسی اور کو پکارتے ہیں وہ معبودان پکارنے والوں کی کسی بات کا جواب نہیں دے سکتے۔

اور فرماتا ہے أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا (طہ ع) یعنی کیا وہ بت پرست یہ نہیں دیکھتے کہ ان کا وہ معبود انکی کسی بات کا ذرہ بھی جواب نہیں دیتا۔ پھر فرمایا إِن تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ (فاطر ۲) کہ اے مشرکو اگر تم اپنے معبودوں کو پکارو گے تو وہ تمہاری دعا نہیں سنیں گے۔ اور اگر انھوں نے تمہارے خیال میں سن بھی لی۔ تو جواب ہرگز نہ دیں گے۔

ان پانچوں آیتوں میں خدا تعالےٰ نے بار بار اس طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ معبود برحق کا اپنے بندوں سے کلام کرنا ضروری ہے۔ جب صورت حال یہ ہے تو کیا یہ امر خیال میں آسکتا ہے کہ جس خدا نے کلام نہ کرنے کو معبودانِ باطلہ کے بطلان پر بطور دلیل بیان کیا ہے۔ تیرہ سو برس سے وہ خود بھی کلام ترک کر چکا ہے۔ اور اسکی بھی نعوذ باللہ وہی حالت ہو گئی ہے جو معبودانِ باطلہ کی اس نے بیان کی تھی کہ اپنے عاشقوں اور عابدوں کی التجا و فریاد پر ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتا اور انھیں کچھ بھی جواب نہیں دیتا کہ اس پر اسکی موجودگی ثابت ہو۔

چھٹی آیت

کون اس حقیقت کا انکار کرسکتا ہے کہ خدا تعالےٰ اپنے آپ کو دنیا کا محبوب بنانا چاہتا ہے۔ اور دنیا کو اپنا عاشق۔ یہی راز مذہب کی جان ہے۔ اس لئے فرمایا۔ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ۔ کہ اے ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تم اعلان کرو کہ اے مومنو اگر تم خدا تعالےٰ کے سچے عاشق بننا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ۔ خدا تعالےٰ تمہارا عاشق ہو جائے گا۔

(آل عمران ع ۴)

جب مذہب کا راز یہی ٹھہرا اور ہماری زندگی کا مقصد ہی معرفت الٰہی اور فنا فی اللہ ہونا قرار پایا۔ یعنی خدا تعالیٰ کا عاشق بننا۔ تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا اپنے طالبانِ صادق سے کلام نہ کرے۔ کہ بڑا ذریعہ عشق تو کلام ہی ہے۔ ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد | بسا کیں دولت از گفتار خیزد

لیکن اگر دیدار اسکے وراء الوراء ہونیکی وجہ سے نہ ہو سکا اور کلام اس نے کیا نہیں۔ تو اس کا عاشق بننے کے لئے ذریعہ کونسا رہا۔ اور وہ کونسی چیز ہے جسکے لئے کوئی طرح طرح کی صعوبتیں اور کلفتیں گوارا کرے گا۔ ؎

گر نہ دیدار میسر ہو نہ گفتار نصیب | کوچہ عشق میں جا کر کوئی کیا لے پیارے

ساتویں آیت

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (البقرہ ع ۲۳) یعنی جب تم سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو کہدو میں قریب ہوں۔ میں تمہاری پکار کا ضرور جواب دونگا۔ جب کوئی مجھے پکارے گا۔

اس آیت میں بھی خدا تعالےٰ نے خاص کلام کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور صاف طور پر ظاہر فرمایا ہے کہ جو مجھے پکارے گا۔ میں اسکو جواب دُونگا۔

آٹھویں آیت

تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ (سورہ قدر) یعنی ہر سال ماہ رمضان کی لیلۃ القدر میں ملائکہ اور رُوح کا نزول ہوتا ہے۔ اگر رُوح سے روح الامین مراد ہو تو جبریل کا اُترنا ثابت ہے جس کا کام خدا تعالیٰ کی وحی لانا ہے۔ اور اگر رُوح سے کلام الٰہی مراد ہو تو کلام الٰہی کا نزول ثابت ہوگا۔ بہر حال دونوں لحاظ سے یہ آیت اللہ تعالیٰ کی وحی کا نزول ثابت کرتی ہے۔ بعض مفسرین نے بھی یہی بیان کیا ہے۔ مثلاً

(۱) حضرت امام فخرالدین رازی نے بعض مفسرین کے چند اقوال درج کرنے کے بعد تصریح کی ہے "وَالْأَصَحُّ أَنَّ الرُّوحَ هٰهُنَا جِبْرِيلُ" (تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۶۳۲) یعنی صحیح بات یہی ہے کہ اس آیت میں رُوح سے مراد جبرئیل ہیں۔

(۲) سید محمود آلوسی مصنف رُوح المعانی لکھتے ہیں "وَالرُّوحُ عِنْدَ الْجُمْهُورِ هُوَ جِبْرِيلُ وَخُصَّ بِالذِّكْرِ لِزِيَادَةِ شَرَفِهِ مَعَ أَنَّهُ النَّازِلُ بِالذِّكْرِ" (جلد ۹ ص ۴۳۳) یعنی جمہور اہل اسلام کے نزدیک رُوح سے اس جگہ جبرئیل ہی مراد ہے۔ اور جبریل کو خاص طور پر بوجہ زیادہ شرف کے علیحدہ ذکر کیا گیا۔ کہ وہ ذکر الٰہی کے ساتھ نازل ہوتے ہیں۔

۴۔ احادیث سے باب وحی کا مفتوح ہونا

(۱) احادیث میں آنیوالے مسیح کے متعلق صاف الفاظ میں لکھا ہے۔ "اَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی عِیْسٰی" (کتاب المسلم باب الفتن) یعنی اس وقت کے عیسیٰ موعود کو خدا تعالیٰ وحی کرے گا نیز مشکوٰۃ کتاب الفتن

(۲) عمومیت کے لحاظ سے بھی فرمایا:۔ لَقَدْ کَانَ فِیْمَنْ قَبْلَکُمْ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ رِجَالٌ یُکَلَّمُوْنَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّکُوْنُوْا اَنْبِیَاءَ فَاِنْ یَّکُ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْھُمْ اَحَدٌ فَعُمَرُ (بخاری کتاب الفضائل فضائل عمرؓ) یعنی تم میں سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے آدمی ہوا کرتے تھے جنسے خدا تعالیٰ کلام کرتا تھا حالانکہ وہ نبی نہ ہوتے تھے۔ پس میری امت میں بھی ایسے آدمی ہونگے۔ ان میں ایک عمرؓ بھی ہیں۔

(۳) اس حدیث کی دوسری روایت میں "محدث" کا لفظ آیا ہے۔ جو ترمذی وغیرہ کتابوں میں آئی ہے۔ اور اس حدیث کی بعض اور روایتوں میں محدث کی تشریح بھی آئی ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ کَیْفَ مُحَدَّثٌ۔ حضور محدث کون ہوتا ہے۔ تو حضور صلعم نے جواب میں فرمایا تَکَلَّمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ عَلٰی لِسَانِہٖ۔ فرشتے جس سے کلام کریں۔ (تاریخ الخلفاء بحوالہ طبرانی)

(۴) عام تاریخی واقعہ ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے غسل دینے کے لئے وحی ہوئی۔ احادیث میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۳۱ مشکوٰۃ باب الکرامات)

۵۔ بزرگان سلف کے اقوال سے بقاء وحی کا ثبوت

قرآن وحدیث سے وحی الٰہی کا اجرا ثابت کرنے کے بعد میں سلف صالحین کے اقوال و ارشادات کی رُو سے بھی ثابت کرتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کا دروازہ کُھلا ہے۔

(۱) شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی قرآن شریف کی آیت وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ الخ کی تفسیر میں تینوں اقسام وحی کا ذکر کرکے فرماتے ہیں۔ وَھٰذَا کُلُّہٗ مَوْجُوْدٌ فِیْ رِجَالِ اللّٰہِ مِنَ الْاَوْلِیَاءِ (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۶ مصری) یعنی یہ تینوں قسم کی وحی اولیاء اللہ کے خواص میں موجود ہے۔

(۲) مولانا رومؒ جنکی جلالت شان محتاج بیان نہیں اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں:۔

حلق نفس از وسوسہ خالی شود　　　جہان وحی اجلالی شود (دفتر سوم مطبوعہ کانپور صفحہ ۱۵)

یعنی انسانی نفس جب شیطانی وساوس سے خالی ہوتا ہے تو جناب الٰہی کی وحی کا مورد بنتا ہے۔

۴۔ احادیث سے باب وحی کا مفتوح ہونا

(۱) احادیث میں آنیوالے مسیح کے متعلق صاف الفاظ میں لکھا ہے۔ "اَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی عِیْسٰی" (کتاب المسلم باب الفتن)، یعنی اس وقت کے عیسیٰ موعود کو خدا تعالیٰ وحی کریگا نیز مشکوٰۃ کتاب الفتن

(۲) عمومیت کے لحاظ سے بھی فرمایا:۔ لَقَدْ کَانَ فِیْمَنْ قَبْلَکُمْ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ رِجَالٌ یُکَلَّمُوْنَ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّکُوْنُوْا اَنْبِیَاءَ فَاِنْ یَّکُ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْهُمْ اَحَدٌ فَعُمَرُ (بخاری کتاب الفضائل فضائل عمرؓ) یعنی تم میں سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے آدمی ہوا کرتے تھے جنسے خدا تعالیٰ کلام کرتا تھا۔ حالانکہ وہ نبی نہ ہوتے تھے۔ پس میری امت میں بھی ایسے آدمی ہونگے۔ ان میں ایک عمرؓ بھی ہیں۔

(۳) اس حدیث کی دوسری روایت میں "محدث" کا لفظ آیا ہے۔ جو ترمذی وغیرہ کتابوں میں آئی ہے۔ اور اس حدیث کی بعض اور روایتوں میں محدث کی تشریح بھی آئی ہے کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کی یا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ مُحَدَّثٌ۔ حضور محدث کون ہوتا ہے۔ تو حضور صلعم نے جواب میں فرمایا تَکَلَّمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ عَلٰی لِسَانِہٖ۔ فرشتے جس سے کلام کریں۔ (تاریخ الخلفاء بحوالہ طبرانی)

(۴) عام تاریخی واقعہ ہے۔ کہ صحابہ کرامؓ کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے غسل دینے کے لئے وحی ہوئی۔ احادیث میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ (طبری جلد ۴ صفحہ ۱۸۳۱ مشکوٰۃ باب الکرامات)

۵۔ بزرگان سلف کے اقوال سے بقاء وحی کا ثبوت

قرآن و حدیث سے وحی الٰہی کا اجرا ثابت کرنے کے بعد میں سلف صالحین کے اقوال و ارشادات کی رُو سے بھی ثابت کرتا ہوں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کا دروازہ کھلا ہے۔

(۱) شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی قرآن شریف کی آیت وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَهُ اللّٰہُ الٰی کی تفسیر میں تینوں اقسام وحی کا ذکر کرکے فرماتے ہیں۔ وَھٰذَا کُلُّہٗ مَوْجُوْدٌ فِیْ رِجَالِ اللّٰہِ مِنَ الْاَوْلِیَاءِ (فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۲ مصری) یعنی یہ تینوں قسم کی وحی اولیاء اللہ کے خواص میں موجود ہے۔

(۲) مولانا رومؒ جنکی جلالت شان محتاج بیان نہیں اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں:۔ ؎

حلق نفس از وسوسہ خالی شود — جہان وحی اجلالی شود (دفتر سوم صفحہ ۱۵ مطبوعہ کانپور)

یعنی انسانی نفس جب شیطانی وساوس سے خالی ہوتا ہے تو جناب الٰہی کی وحی کا مورد بنتا ہے۔

(۳) یہی مولانا رومؒ فرماتے ہیں :-

نے نجوم است و نہ رمل است و نہ خواب | وحی حق واللہ اعلم بالصواب (دفتر چہارم ۱۵)
از پئے رو پوش عامہ در بیان | وحی دل گویند آں را صوفیان

یعنی وہ بات جو اوپر کہی گئی ہے۔ نجوم و رمل اور خواب سے نہیں کہی گئی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ کہ اسکی وحی سے کہی گئی ہے۔ عام لوگوں سے چھپانے کے لئے صوفی اس وحی الٰہی کو وحی دل کہدیا کرتے ہیں۔

اس حوالے سے یہ ثابت ہوا کہ صوفی لوگ جسے وحی دل کہتے ہیں وہ حقیقتاً وحی الٰہی ہی ہوتی ہے۔ اور صوفیوں کا اسکو وحی دل کہدینا عامۃ الناس کو اس فتنہ سے بچانے کے لئے ہوتا ہے۔ کہ وہ لفظ وحی سے وحی نبوت نہ سمجھ لیں جس کے ساتھ انکے خیال میں شریعت ضروری ہے۔

(۴) تمام دیوبندی مولویوں کے مسلمہ ولی و شہید جناب مولانا اسمٰعیل صاحب دہلویؒ فرماتے ہیں :-

"باید دانست کہ از انجملہ الہام است۔ ہمیں الہام کہ بانبیاء اللہ ثابت است۔ آنرا وحی گویند و اگر بغیر ایشاں ثابت مے شود او را تحدیث مے گویند و گاہے در کتاب اللہ مطلق الہام را خواہ بانبیاء اللہ ثابت است خواہ باولیاء اللہ وحی نامند۔" (منصب امامت۔ ص ۲۱)

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شہید کی اس عبارت سے کئی باتیں ثابت ہیں۔ اوّل یہ کہ خدا کی نعمتوں سے ایک نعمت الہام بھی ہے۔ دوئم۔ یہ کہ وحی الہام جو انبیاء اللہ کے لئے ثابت ہے اسی کو وحی کہتے ہیں۔ سوئم۔ یہ کہ اگر انبیاء کے سوا دوسروں کو وہی الہام ہو تو اسے تحدیث کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یعنی صوفیاء کی اصطلاح یہ ہے۔ ورنہ نفس شے میں فرق نہیں۔ چہارم یہ کہ کبھی مطلق الہام الٰہی کو خواہ وہ انبیاء کو ہو اور خواہ اولیاء کو۔ قرآن مجید کی رو سے وحی کہتے ہیں پنجم۔ یہ کہ اولیاء پر وحی آنے کی پیشگوئی قرآن شریف میں موجود ہے۔ ان تمام امور کا خلاصہ یہ ہوا کہ مولوی اسمٰعیل صاحبؒ کے نزدیک اولیاء پر وحی آنے کا ذکر قرآن شریف سے ثابت ہے۔

مولوی اسمٰعیل صاحبؒ کے متعلق نواب صدیق حسن خان نے تصریح فرمائی ہے کہ وہ تیرہویں صدی کے مجدد ہیں۔ (حجج الکرامۃ ص ۱۳۹)

(۵) بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ نبی اور ولی کی وحیوں میں صرف اتنا فرق ہے۔ کہ نبی پر بواسطہ ملک کلام نازل ہوتا ہے۔ اور ولی پر بغیر واسطہ ملک۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اس عقیدہ کی تغلیط کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"اِنَّ الْکَلَامَ فِی الْفَرْقِ بَیْنَہُمَا اِنَّمَا ھُوَ فِی کَیْفِیَّۃِ مَا یَنْزِلُ بِہِ الْمَلَکُ لَا فِی نُزُوْلِ الْمَلَکِ"
(الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۸۵ مصری)

یعنی دونوں وحیوں میں بلحاظ کیفیت یعنی بلحاظ کثرت و قلت وغیرہ فرق ہوتا ہے۔ نہ کہ فرشتے کے نزول میں۔ فرشتہ کا نزول دونوں ہی پر ہوتا ہے۔

(۶) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ اپنے مکتوبات ۵۱ جلد سوم میں فرماتے ہیں:-

"اِعْلَمْ اَیُّھَا الْاَخُ الصِّدِّیْقُ اَنَّ کَلَامَہٗ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی مَعَ الْبَشَرِ قَدْ یَکُوْنُ شِفَاھًا وَذٰلِکَ لِاَفْرَادٍ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَقَدْ یَکُوْنُ ذٰلِکَ لِبَعْضِ الْکُمَّلِ مِنْ مُتَابِعِیْھِمْ بِالتَّبَعِیَّۃِ وَالْوِرَاثَۃِ اَیْضًا فَاِذَا کَثُرَ ھٰذَا الْقِسْمُ مِنَ الْکَلَامِ مَعَ وَاحِدٍ مِنْھُمْ یُسَمّٰی مُحَدَّثًا کَمَا کَانَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرُؓ وَھٰذَا غَیْرُ الْاِلْھَامِ وَغَیْرُ الْاِلْقَاءِ فِی الرَّوْعِ وَغَیْرُ الْکَلَامِ الَّذِیْ مَعَ الْمَلَکِ اِنَّمَا یُخَاطَبُ بِھٰذَا الْاِنْسَانُ الْکَامِلُ"۔ یعنی اے محترم بھائی تو جان لے کہ خدا تعالیٰ کا انسان سے مکالمہ کبھی تو بالمشافہ ہوتا ہے۔ اور وہ اکثر انبیاء کرامؑ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسا کلام انبیاء علیہم السلام کے کامل فرمانبرداروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ جو انبیاء علیہم السلام کی پیروی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ پس جب ایسا کلام کثرت کے ساتھ ان کاملوں میں سے کسی کے ساتھ ہو تو اسے محدث کہتے ہیں جیسے حضرت عمرؓ تھے اور یہ کلام الہام اور القاء فی الروع کے علاوہ ہوتا ہے۔ اور اس کلام سے بھی علاوہ ہوتا ہے جو فرشتہ کے ذریعہ ہو۔ ایسے کلام سے صرف انسان کامل ہی مخاطب ہوتا ہے۔

(۷) امام عبدالوہاب شعرانی تصریح کرتے ہیں کہ وہ وحی جو متضمن بر شریعت ہو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بند ہے۔ نہ کہ عام وحی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:- "فَاِنَّ الْوَحْیَ الْمُتَضَمِّنَ لِلتَّشْرِیْعِ قَدْ اُغْلِقَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" (الکبریت الاحمر برحاشیہ الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص۔) یعنی وہ وحی جو شریعت کی حامل ہو اس کا دروازہ بعد محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بند ہو گیا ہے۔ اگر ان کے نزدیک تشریعی اور غیر تشریعی دونوں قسم کی وحی بند ہوتی تو صرف تشریعی وحی کے بند ہونے کا ذکر کافی نہ سمجھتے بلکہ غیر تشریعی وحی کے بند ہو جانے کا بھی ضرور ذکر فرما دیتے۔

ان سات حوالوں سے روز روشن کیطرح ظاہر ہے کہ آیات قرآنیہ و احادیث شریفہ کے علاوہ بزرگان سلف کے اقوال بھی ایسے موجود ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد من کل الوجوہ باب وحی مسدود نہیں ہوا۔ بلکہ حضورؐ کی امت کے لئے وحی غیر تشریعی کا سلسلہ تا قیام قیامت باقی ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ ہمارے مخالف مولویوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی تشریعی کی طرح وحی غیر تشریعی کو بھی ختم قرار دیکر مدعی نبوت غیر تشریعی کو کافر بتانا از روئے آیات قرآنیہ

واحادیث نبویہ واقوال اکابر علماؤ صلحائے امت قطعاً لغو و باطل ہی۔

۶۔ "کیا حضرت اقدسؑ نے اپنی وحی کو قرآنی وحی کے برابر ٹھیرایا ہے"

مخالف مولویوں نے جماعت احمدیہ کی تکفیر کرنے کے وقت ادعائے وحی کو کفر قرار دینے کے ضمن میں ایک وجہ کفر یہ بھی ظاہر کی ہو کہ مرزا صاحب نے اپنی وحی کو درجہ و مرتبہ میں قرانی وحی کے برابر ٹھہرایا ہے۔

مجھے اسکے متعلق یہ کہنا ہو کہ مخالف مولویوں کا یہ بالکل ہی بہتان وافترا ہی حضرت اقدسؑ نے کہیں ایسا نہیں فرمایا کہ میری وحی درجہ و مرتبہ میں قرآنی وحی کے برابر ہو بلکہ جا بجا اس امر کی تصریح کی ہو کہ قرآنی وحی تمام وحیوں سے ارفع و اعلیٰ وافضل واکمل ہو۔ مخالف مولویوں کو اس افترا پردازی پر اس لئے مجبور ہونا پڑا کہ بغیر اس کے حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کے دعویٰ وحی کو کفر قرار دینا خود انکی نظر میں بھی ہیچ و پوچ تھا، چونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ امت محمدیہ کے لئے وحی غیر تشریعی کا دروازہ بند نہیں ہو اور از روئے احکام شریعت غیر تشریعی وحی کے مدعی کو کافر قرار نہیں دیا جا سکتا اس لئے انھوں نے حضرت اقدس کے دعوےٰ وحی کے ساتھ بعض ایسی باتیں بھی شامل کیں جنکی بنا پر آپؑ کے دعوے کو کفریہ دعویٰ قرار دینا لے اصل و بے حقیقت نہ رہے۔ چنانچہ کبھی تو انھوں نے یہ کہا کہ آپؑ کا دعویٰ تشریعی وحی کا تھا اور کبھی یہ کہا کہ آپ تو اپنی وحی کے قرآنی وحی سے مساوی ہونیکے مدعی تھے تا جو لوگ مجرد دعویٰ وحی کی بنا پر فتویٰ کفر کے ساتھ اتفاق نہ کریں انکو دعویٰ وحی تشریعی اور دعویٰ مساوات وحی قرآنی کی وجہ سے فتویٰ کفر کے ساتھ اتفاق کرنا پڑے حالانکہ جس طرح ان کا حضرت اقدسؑ کے اصل دعویٰ وحی کو کفر قرار دینا درحقیقت لغو و باطل تھا اسی طرح اسکی تائید کے لئے جو دو مذکورہ بالا باتیں انھوں نے پیش کی ہیں وہ بھی لغو و باطل ہیں۔ پہلی کی لغویت اوپر ظاہر ہو چکی ہو اور دوسری کی ذیل میں ظاہر ہو گی۔

یہ بڑی عجیب اور خاص دلچسپی پیدا کر دینے والی بات ہو کہ مخالف مولوی حضرت اقدسؑ کیطرف جو دعویٰ منسوب کرتے ہیں آپکی تحریروں کے الفاظ میں اُسے نہیں دکھاتے بلکہ ان کے خود ساختہ اور غلط مطلب کے ذریعہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ تشریعی وحی کا دعویٰ آپؑ کیطرف منسوب کرنے کے بعد بھی یہی طرز اختیار کی تھی اور اپنی وحی کے قرآنی وحی سے مساوی ہونے کا دعویٰ آپؑ کیطرف منسوب کرنے کے بعد بھی یہی طرز اختیار کی ہو اُس دعوے کے منسوب کرنے کی صحت کے ثبوت میں بھی آپکی عبارتوں کے صریح الفاظ پیش نہیں کئے گئے بلکہ انکے خود ساختہ اور غلط معنی کی بنا پر یہ یقین

واحادیث نبویہ واقوال اکابر علماء وصلحائے امت قطعاً لغو وباطل ہے۔

۶۔ "کیا حضرت اقدسؑ نے اپنی وحی کو قرآنی وحی کے برابر ٹھیرایا ہے"

مخالف مولویوں نے جماعت احمدیہ کی تکفیر کرنے کے وقت ادعائے وحی کو کفر قرار دینے کے ضمن میں ایک وجہ کفر یہ بھی ظاہر کی ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی وحی کو درجہ و مرتبہ میں قرآنی وحی کے برابر ٹھہرایا ہے۔

مجھے اسکے متعلق یہ کہنا ہے کہ مخالف مولویوں کا یہ بالکل ہی بہتان وافترا ہے حضرت اقدسؑ نے کہیں ایسا نہیں فرمایا کہ میری وحی درجہ و مرتبہ میں قرآنی وحی کے برابر ہے بلکہ جابجا اس امر کی تصریح کی ہے کہ قرآنی وحی تمام وحیوں سے ارفع واعلیٰ وافضل واکمل ہے۔ مخالف مولویوں کو اس افترا پردازی پر اس لئے مجبور ہونا پڑا کہ بغیر اس کے حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کے دعوٰی وحی کو کفر قرار دینا خود انکی نظر میں بھی ہیچ و پوچ تھا، چونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ امت محمدیہ کے لئے وحی غیر تشریعی کا دروازہ بند نہیں ہے اور ازروئے احکام شریعت غیر تشریعی وحی کے مدعی کو کافر قرار نہیں دیا جاسکتا اس لئے انھوں نے حضرت اقدس کے دعوٰی وحی کے ساتھ بعض ایسی باتیں بھی شامل کیں جنکی بناپر آپؑ کے دعوے کو کفریہ دعوٰی قرار دینا اصل وجہ حقیقت رہے ہے۔ چنانچہ کبھی تو انھوں نے یہ کہا کہ آپؑ کا دعوٰی تشریعی وحی کا تھا اور کبھی یہ کہا کہ آپ تو اپنی وحی کے قرآنی وحی سے مساوی ہونیکے مدعی تھے تا جو لوگ مجرد دعوٰی وحی کی بناپر فتوٰی کفر کے ساتھ اتفاق نہ کریں انکو دعوٰی وحی تشریعی اور دعوٰی مساوات وحی قرآنی کی وجہ سے فتوٰی کفر کے ساتھ اتفاق کرنا پڑے حالانکہ جس طرح ان کا حضرت اقدسؑ کے اصل دعوٰی وحی کو کفر قرار دینا درحقیقت لغو وباطل تھا اسی طرح اسکی تائید کے لئے جو دو مذکورہ بالا باتیں انھوں نے پیش کی ہیں وہ بھی لغو وباطل ہیں۔ پہلی کی لغویت اوپر ظاہر ہوچکی ہے اور دوسری کی ذیل میں ظاہر ہوگی۔

یہ بڑی عجیب اور خاص دلچسپی پیدا کردینے والی بات ہے کہ مخالف مولوی حضرت اقدسؑ کیطرف جو دعوٰی منسوب کرتے ہیں آپکی تحریروں کے الفاظ میں اُسے نہیں دکھاتے بلکہ ان کے خود ساختہ اور غلط مطلب کے ذریعہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ تشریعی وحی کا دعوٰی آپؑ کیطرف منسوب کرنے کے بعد بھی یہی طرز اختیار کی تھی اور اپنی وحی کے قرآنی وحی سے مساوی ہونے کا دعوٰی آپؑ کیطرف منسوب کرنے کے بعد بھی یہی طرز اختیار کی ہے اُس دعوے کے منسوب کرنے کی صحت کے ثبوت میں بھی آپکی عبارتوں کے صریح الفاظ پیش نہیں کئے بلکہ انکے خود ساختہ اور غلط معنی کی بناپر یہ یقین

دلانا چاہا تھا کہ آپؑ نے تشریعی وحی کا دعویٰ کیا ہے، اور اس دعوے کے ثبوت کے لئے بھی آپؑ کی عبارتوں کے صریح الفاظ پیش نہیں کئے بلکہ چند حوالجات کے خود ساختہ و غلط معنی لیکر اُنکی بناء پر یہ باور کرانا چاہا ہے کہ آپؑ نے اپنی وحی کے درجہ میں قرآنی وحی سے مساوی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ چنانچہ

پہلا حوالہ یہ پیش کیا ہے کہ "میں خدا تعالیٰ کی تئیس ۲۳ برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں، میں اُسکی پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ اُن تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔" (حقیقۃ الوحی ص۱۵۰)

اس حوالہ میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ہے جس سے یہ شبہ پیدا ہو سکے کہ آپؑ نے اپنی وحی کو قرآنی وحی کے برابر قرار دیا ہے، بلکہ اس میں صرف اس امر کا اظہار ہے کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ اپنی وحی کے خدا تعالےٰ کی طرف سے ہونے پر بھی ویسا ہی ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ اپنے سے پہلے کی تمام وحیوں کے خدا تعالیٰ کیطرف سے ہوتے پر، لیکن دونوں وحیوں کے خدا تعالےٰ کی طرف سے ہونے پر ایمان رکھنا اور بات ہے اور دونوں کو درجہ میں برابر قرار دینا اور بات۔ یہ ایمان رکھنے سے کہ دونوں وحیاں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ دونوں کا درجہ میں برابر ہونا یا برابر سمجھنا لازم نہیں آتا۔ تمام خدا پرست ایمان رکھتے ہیں کہ ذرات ہوں یا لعل وگہر نجوم ہوں یا شمس وقمر سب خدا کی طرف سے ہیں لیکن کیا اس ایمان رکھنے سے ان سب چیزوں کو درجہ ومرتبہ میں برابر سمجھنا بھی لازم آتا ہے نہیں اور ہرگز نہیں

دوسرا حوالہ یہ پیش کیا ہے کہ "میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر۔ اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۱۱)

اس حوالے میں بھی کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہو کہ آپؑ نے اپنی وحی اور قرآنی وحی کے درجہ میں برابر ہونے کا دعویٰ کیا ہے بلکہ اس میں بھی وہی بات کی گئی ہے جو پہلے حوالے میں کہی گئی تھی یعنی یہ کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ اپنے وحی کے خدا تعالیٰ کا کلام ہونے پر اسی طرح یقین وایمان ظاہر کیا ہے جس طرح خدا کی اور کتابوں اور قرآنی وحی کے خدا تعالےٰ کا کلام ہونے پر اور دونوں وحیوں کے خدا کا کلام ہونے پر یقین وایمان ظاہر کرنے سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ آپؑ کے نزدیک آپؑ کی وحی درجہ میں قرآنی وحی کے برابر ہے۔ آپؑ کا دونوں وحیوں کو درجہ اور مرتبہ میں برابر سمجھنا تو اسی حالت میں مانا جا سکتا تھا جبکہ آپؑ نے ایسا ظاہر بھی کیا ہوتا لیکن جب آپؑ نے

ایسا ظاہر نہیں کیا ہے تو یہ مانا بھی نہیں جا سکتا کہ آپؑ اپنی وحی اور قرآنی وحی کو درجہ میں یکساں سمجھتے تھے

تیسرا حوالہ یہ پیش کیا گیا ہے کہ "مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افترا کرنا لعنتوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اُس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر قسم کھا سکتا ہوں۔ کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اُسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا" (ایک غلطی کا ازالہ مندرجہ حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۶۴)

پہلے دونوں حوالوں کی طرح اس تیسرے حوالے میں بھی کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے اشارۃً بھی یہ نکلتا ہو کہ آپؑ اپنی وحی اور قرآنی وحی کے درجہ میں برابر ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں بلکہ اُن دونوں حوالوں کی طرح اس میں بھی آپؑ نے یہی امر ظاہر فرمایا ہے کہ مجھے اپنی وحی کے بھی اُسی خدا کی طرف سے اور اُسی کا کلام ہونے پر یقین ہے جس نے حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ غرض ان تینوں حوالوں میں یقین و ایمان صرف اسی ایک بات پر ظاہر کیا گیا ہے کہ میری وحی اور قرآنی وحی دونوں خدا ہی کی طرف سے اور اسی کا کلام ہیں نہ اس امر پر۔ کہ دونوں وحیاں درجہ و مرتبہ میں برابر ہیں اور جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں دو یا کئی چیزوں کے متعلق خدا کی طرف سے ہونے کا یقین و ایمان رکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان سب کے درجہ و مرتبہ میں برابر ہونے پر بھی ایمان ہے۔ تمام بادشاہوں کے بھی خدا کی طرف سے بادشاہ ہونے کا یقین کیا جاتا ہے اور تمام ولیوں اور نبیوں کے بھی خدا ہی کی طرف سے ہونے کا۔ مگر ایسا یقین کرنے سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ وہ سب بادشاہ اور ولی و نبی درجہ میں یکساں اور برابر قرار دیئے گئے ہیں۔

ہمارے مخالف مولویوں کے مسلمہ ولی و شہید مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ نے اپنی مشہور کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ ۴۳ میں لکھا ہے "اولیاؤ انبیاء، امام و امام زادے پیر و شہید۔ یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر انکو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے ہم کو اُن کی فرمانبرداری کا حکم ہے ہم اُنکے چھوٹے ہیں"

لیکن کیا ہمارے مخالف مولوی اپنے مقتدا و رہنما مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ کے اس قول کا یہی مطلب لیتے ہیں کہ انھوں نے اولیاؤ انبیاء اور امام زادوں کو درجہ و مرتبہ کے لحاظ سے اپنے برابر قرار دیا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ مطلب لیتے ہیں کہ سب کو انسان اور بندے ہونے کے لحاظ سے

اپنا بھائی کہا ہی نہ کہ درجہ میں برابر ہونے کی وجہ سے۔ پھر باوجود اس کے اُنھوں نے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اُن حوالجات سے جن میں آپ نے اپنی وحی اور قرآنی وحی دونوں کے خدا تعالےٰ کی طرف سے ہونے پر ایمان ظاہر کیا ہی یہ نتیجہ کس طرح نکال لیا کہ آپ نے اپنی وحی اور قرآنی وحی کے درجہ میں برابر ہونے کا دعویٰ کیا ہی، نتیجہ تو یہ نکالنا چاہیئے تھا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے اپنی وحی اور قرآنی وحی دونوں کو خدا کیطرف سے بتایا ہی۔ یہ نہ کہ درجہ و مرتبہ میں دونوں کو مساوی قرار دیا ہی اگرچہ جو کچھ بیان کیا گیا ہی اسی سے بخوبی حضرت اقدس کا مقصود ظاہر ہی لیکن میں ایک حوالہ بھی اس کے متعلق پیش کئے دیتا ہوں تا آپ ہی کے الفاظ سے آپ کا مقصود ظاہر ہو جائے اور نیز معلوم ہو جائے کہ آپ تمام وحیوں میں خدا کیطرف سے ہونے کے لحاظ سے تو کوئی فرق نہیں کرتے ہاں درجہ و مرتبہ کے لحاظ سے ضرور فرق کرتے ہیں اور سب وحیوں کو درجہ اور مرتبہ میں یکساں نہیں سمجھتے ہیں۔

حضرت اقدس فرماتے ہیں "کلام الٰہی سے مُراد وہی کلام ہی کہ جو زمانے کے لئے تازہ طور پر اُترتا ہی اور اپنی طبعی خاصیت سے ملہم اور اس کے ہم نشینوں پر ثابت کرتا ہی کہ میں یقینی طور پر خدا کا کلام ہوں اور ایسا ملہم طبعاً اس میں اور خدا کے دوسرے کلمات میں جو پہلے نبیوں پر نازل ہوئے من حیث الوحی کچھ فرق نہیں سمجھتا گو دوسرے وجوہ سے کچھ فرق ہو" (نزول المسیح ۱۱۲)

اس حوالے نے بات بالکل صاف کر دی کہ ملہم اپنی وحی اور دوسرے نبیوں کی وحی میں وحی خدا ہونے کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں کیا کرتا نہ کہ درجہ و مرتبہ کے لحاظ سے بھی کیونکہ درجہ کے لحاظ سے تو فرق ہوتا ہی۔

بیان بالا نے بخوبی ظاہر کر دیا ہی۔ کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارتوں میں اپنی وحی اور قرآنی وحی کے درجہ میں برابر ہونے کا دعویٰ تو کیا اشارہ تک بھی نہیں تھا مگر ہمارے مخالف مولویوں نے جو ایک مشہور درسگاہ کے چیدہ اور منتخب صاحب علم و فضل ہونیکا دعویٰ رکھتے ہیں خواہ مخواہ یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہی کہ آپ نے اپنی اور قرآنی وحی کے ہم رتبہ ہونے کا دعویٰ کیا ہی۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا۔

اب میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ صرف یہی نہیں کہ ان حوالجات میں اُس دعوے کا نام و نشان بھی نہیں ہی جو مخالف مولویوں نے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کی طرف منسوب کیا ہی بلکہ آپکی تصانیف میں اس کے خلاف جابجا یہ مضامین موجود ہیں کہ قرآنی وحی تمام وحیوں سے افضل ہی۔

نہ اُس سے پہلے اس جیسی جامع و کامل وحی کسی پر نازل ہوئی اور نہ آئندہ کسی پر نازل ہوگی۔ مندرجہ
ذیل حوالجات سے جو بطور نمونہ ہیں بڑی صفائی سے یہ امر ثابت ہے۔

حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

(۱) ”انسان کامل جو سب کاملین سے اکمل اور مظہر اتم مراتب اُلوہیت اور حقیقی طور پر درجہ سوم قرب سے
ممتاز ہے وہ درحقیقت تمام بنی آدم میں سے ایک ہی ہے جو حضرت سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں باقی
سب رسل و غیر رسل اس سے مراتب میں کم ہیں۔ ہاں بعض طبائع ظلی طور پر حسب اندازہ دائرہ استعداد اپنے کے
اُس کمال کو پاتے ہیں مگر حقیقی و اتم و اکمل و اشد و اجلیٰ و اصفیٰ و ارفع و اعلیٰ طور پر کمال مرتبہ ثالثہ اسی کو
حاصل ہے“ (سرمہ چشم آریہ حاشیہ ۲۲۲) ..... ”جس قدر مختلف استعدادیں قوس بشریت میں داخل ہیں ان میں سے صرف
ایک ہی ایسی استعداد ہے جو سب استعدادات کی نسبت بلند تر و کامل تر ہے اور ثبوت اس بات کا جو صاحب
اس استعداد کامل کا اصلی و حقیقی طور پر جناب سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
ان پیشگوئیوں سے ہو سکتا ہے جن میں سے بعض کو ہم نے اسی حاشیہ میں لکھ دیا ہے اور نیز ایک عمدہ
ثبوت اس بات کا قرآن شریف سے بھی مل سکتا ہے کیوں کہ کمالیت وحی حسب کمالیت مورد وحی
ہوا کرتی ہے جسقدر کسی مورد وحی کی استعداد بلند ہوتی ہے، جوہر فطرت مصفّیٰ ہوتا ہے۔ جذبات محبت نمایاں
ہوتے ہیں۔ اور حرکت شوقیہ میں تیزی اور گرمی ہوتی ہے، اور وفا اور صدق میں قیام اور استحکام ہوتا ہے
اسی قدر اسکی وحی میں کمال ہوتا ہے۔ اب ہماری طرف سے یہ دعویٰ ہے جسکو ہم بمقابل ہر ایک فریق کے
ثابت کرنے کو تیار ہیں کہ وحی قرآنی اپنی تعلیم اور اپنے معارف اور برکات اور علوم میں ہر ایک
وحی سے اقویٰ و اعلیٰ ہے“ حاشیہ ۲۲۴ و ۲۲۵ ”فی الحقیقت قرآن شریف اپنے معارف اور حکمتوں اور
پُر برکت تاثیروں اور بلاغتوں میں اس حد تک پہنچا ہوا ہے جس تک پہنچنے سے انسانی طاقتیں
عاجز ہیں اور جس کا مقابلہ کوئی بشر نہیں کر سکتا اور نہ کوئی دوسری کتاب کر سکتی ہے“ (سرمہ چشم آریہ حاشیہ ۲۲۸)

اس عبارت میں نہایت صفائی سے فرمایا گیا ہے کہ جسقدر استعدادیں قوس بشریت میں داخل
ہیں ان میں سے بلند تر و کامل تر استعداد صرف ایک ہی ہے یعنی استعداد و قابلیت حضور سرور کائنات و
موجودات۔ اور درجہ سوم قرب جس سے بڑھ کر انسان کے لئے اور کوئی درجہ نہیں ہے اور کمال مرتبہ
ثالثہ جس سے زیادہ بشر کے لئے کوئی کمال نہیں ہے وہ بھی تمام بنی آدم میں سے صرف ایک ہی فرد
مقدس یعنی حضور انور سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے اور چونکہ حضور کی استعداد علاوہ
تمام بنی آدم سے بلند و بالا اور ارفع و اعلیٰ ہے۔ اس لئے جو وحی آپ پر نازل ہوئی ہے یعنی قرآن کریم

وہ بھی اپنے علوم کاملۂ الٰہیہ و معارف و برکات نامتناہیہ و جامعیت حقائق عالیہ میں تمام وحیوں سے اقویٰ و اعلیٰ ہے اور کوئی وحی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(۲) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس۔ ”وَ اَمَّا عَقَائِدُنَا الَّتِیْ ثَبَّتَنَا اللّٰہُ عَلَیْھَا فَاعْلَمْ یَا اَخِیْ اِنَّا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ رَبًّا وَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَ اٰمَنَّا بِاَنَّہٗ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ۔ وَ اٰمَنَّا بِالْفُرْقَانِ اَنَّہٗ مِنَ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ وَلَا نَقْبَلُ کُلَّ مَا یُعَارِضُ الْفُرْقَانَ وَ یُخَالِفُ بَیِّنَاتِہٖ وَ مُحْکَمَاتِہٖ وَ قَصَصِہٖ وَلَوْ کَانَ اَمْرًا عَقْلِیًّا اَوْ کَانَ مِنَ الْاٰثَارِ الَّتِیْ سَمَّاھَا اَھْلُ الْحَدِیْثِ حَدِیْثًا اَوْ کَانَ مِنْ اَقْوَالِ الصَّحَابَۃِ اَوِ التَّابِعِیْنَ۔ لِاَنَّ الْفُرْقَانَ الْکَرِیْمَ کِتَابٌ قَدْ ثَبَتَ تَوَاتُرُہٗ لَفْظًا لَفْظًا وَھُوَ وَحْیٌ مَتْلُوٌّ قَطْعِیٌّ یَقِیْنِیٌّ وَمَنْ شَکَّ فِیْ قَطْعِیَّتِہٖ فَھُوَ کَافِرٌ مَرْدُوْدٌ عِنْدَنَا وَمِنَ الْفَاسِقِیْنَ۔ وَالْقُرْاٰنُ مَخْصُوْصٌ بِالْقَطْعِیَّۃِ التَّامَّۃِ وَلَہٗ مَرْتَبَۃٌ فَوْقَ مَرْتَبَۃِ کُلِّ کِتَابٍ وَ کُلِّ وَحْیٍ مَا مَسَّہٗ اَیْدِی النَّاسِ وَ اَمَّا غَیْرُہٗ مِنَ الْکُتُبِ وَالْاٰثَارِ فَلَا یَبْلُغُ ھٰذَا الْمَقَامَ وَمَنْ اٰثَرَ غَیْرَہٗ عَلَیْہِ فَقَدْ اٰثَرَ الشَّکَّ عَلَی الْیَقِیْنِ“ (تحفۃ البغداد صفحہ ۲۵) یعنی وہ عقائد جن پر اللہ تعالیٰ نے ہم کو قائم کیا ہے یہ ہیں کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جو رب ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر جو نبی ہیں اور ایمان ہے ہمارا اس پر کہ وہ خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان رکھتے ہیں قرآن کریم پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے یعنی اس کا کلام ہے جو رحمٰن ہے اور ہم ہرگز قبول نہیں کرتے کسی امر کو بھی جو قرآن شریف کے معارض یا اسکی آیات بینات و محکمات اور اس کے بیانات کے مخالف ہو اگرچہ وہ انسانی محدود عقل سے ثابت ہی کیوں نہ ہو یا وہ ان آثار میں سے ہو جس کا نام فرقہ اہلحدیث نے حدیث رکھا ہو یا ایسا قول ہو جو صحابہ یا تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے منسوب کیا جاتا ہو اس لئے کہ قرآن مجید وہ کتاب ہے جس کا تواتر لفظاً لفظاً ثابت ہے اور وہ وحی متلو قطعی و یقینی ہے اور جو شخص اس کے قطعی ہونے میں کسی قسم کا بھی شک کرے وہ ہمارے نزدیک کافر مردود و فاسق ہے اور قرآن کریم مخصوص ہے قطعیت تامہ کے ساتھ اور اس کا مرتبہ کتابوں سے افضل و برتر ہے اور اسکی تمام وحی ایسی ہے جسکو لوگوں کے ہاتھوں نے مس نہیں کیا۔ لیکن اسکے علاوہ کوئی کتاب اور آثار اسکے درجہ کو نہیں پہنچتی۔

اس حوالہ میں بھی تمام وحیوں سے قرآنی وحی کی فضیلت و برتری ظاہر فرمائی گئی اور اسی کی اتباع ضروری قرار دی گئی اور اس کے خلاف کسی کتاب کی کوئی حقیقت نہیں بتائی ہے خواہ وہ بظاہر معقول ہی معلوم ہوتی ہو۔

(۳) ”اَلَا اِنَّ لَعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَی الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّا نَاْتِیْ بِمِثْلِ الْقُرْاٰنِ۔ اِنَّہٗ مُعْجِزَۃٌ لَا یَاْتِیْ بِمِثْلِہٖ اَحَدٌ مِنَ الْاِنْسِ وَ الْجَانِّ۔ وَ اِنَّہٗ جَمَعَ مَعَارِفَ وَ مَحَاسِنَ لَا یَجْمَعُھَا

عِلْمُ الْاِنْسَانِ بَلْ اِنَّهٗ وَحْیٌ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ غَیْرُہٗ وَاِنْ کَانَ بَعْدَہٗ وَحْیٌ اٰخَرُ مِنَ الرَّحْمٰنِ۔ فَاِنَّ لِلّٰہِ تَجَلِّیَاتٍ فِیْ اِیْحَائِہٖ۔ وَاِنَّہٗ مَا تَجَلّٰی مِنْ قَبْلُ وَلَا یَتَجَلّٰی مِنْ بَعْدُ کَمِثْلِ تَجَلِّیْہِ لِخَاتَمِ اَنْبِیَاءِہٖ۔ وَلَیْسَ شَانُ وَحْیِ الْاَوْلِیَآءِ کَمِثْلِ شَانِ وَحْیِ الْفُرْقَانِ۔ وَاِنْ اُوْحِیَ اِلَیْہِمْ کَلِمَۃٌ کَمِثْلِ کَلِمَاتِ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّ دَائِرَۃَ مَعَارِفِ الْقُرْاٰنِ اَکْبَرُ الدَّوَائِرِ۔ وَاِنَّہَا اَحَاطَ الْعُلُوْمَ کُلَّہَا وَجَمَعَ فِیْ نَفْسِہَا اَنْوَاعَ السَّرَائِرِ۔ وَبَلَغَتْ دَقَائِقُہَا اِلَی الْمَقَامِ الْعَمِیْقِ الْغَائِرِ۔ وَسَبَقَ الْکُلَّ بَیَانًا وَبُرْہَانًا وَزَادَ عِرْفَانًا۔ وَاِنَّہٗ کَلَامُ اللّٰہِ الْمُعْجِزُ۔ مَا قَرَعَ مِثْلُہٗ اٰذَانًا۔ (الہدیٰ صـ۳۲ و ۳۳) "سو خدا کی لعنت اُن پر جو دعویٰ کریں کہ وہ قرآن کی مثل لاسکتے ہیں۔ قرآن کریم معجزہ ہے جسکی مثل کوئی انس و جن نہیں لاسکتا اور اس میں وہ معارف اور خوبیاں جمع ہیں جنھیں انسانی علم جمع نہیں کر سکتا بلکہ وہ ایسی وحی ہے کہ اُسکی مثل اور کوئی وحی بھی نہیں اگرچہ رحمان کیطرف سے اس کے بعد اور کوئی وحی بھی ہو۔ اس لئے کہ وحی رسانی میں خدا کی تجلیات ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ خدا تعالیٰ کی تجلی جیسی کہ خاتم الانبیاء پر ہوئی۔ ایسی کسی پر نہ پہلے ہوئی اور نہ کبھی پیچھے ہوگی اور جو شان قرآن کی وحی کی ہے وہ اولیا کی وحی کی شان نہیں اگرچہ قرآن کے کلمات کے مانند بھی کوئی کلمہ انھیں وحی کیا جائے اس لئے کہ قرآن کے معارف کا دائرہ سب دائروں سے بڑا ہے اور اس میں سارے علوم اور ہر طرح کی عجیب اور پوشیدہ باتیں جمع ہیں اور اسکی دقیق باتیں بڑے اعلیٰ درجہ کے گہرے مقام تک پہنچی ہوئی ہیں اور وہ بیان اور برہان میں سب سے بڑھ کر۔ اور اس میں سب سے زیادہ عرفان ہے اور وہ خدا کا معجز کلام ہے جسکی مثل کانوں نے نہیں سنا۔"

(انتہیٰ بلفظہ الشریف الہدیٰ عربی مع ترجمہ مطبوعہ ۱۹۰۲ء ضیاء الاسلام پریس قادیان صـ۳۲ و ۳۳)

ان حوالوں میں بڑی صراحت و وضاحت سے ظاہر فرمایا ہے کہ قرآن شریف کی وحی تمام وحیوں پر فائق ہے کیونکہ وحی کا نزول مورد وحی کی استعداد اور خدا تعالیٰ کی تجلیات کے مطابق ہوا کرتا ہے اور چونکہ سید المرسلین خاتم النبیین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد تمام بنی آدم سے افضل و اعلیٰ اور اکمل و اتم تھی اور اللہ تعالیٰ نے اسی کی مناسبت سے حضور پر تجلی بھی سب سے بڑھ کر فرمائی ہے ایسی کہ نہ پہلوں میں سے کسی پر فرمائی تھی اور نہ پچھلوں میں سے کسی پر فرمائیگا اس لئے قرآنی وحی کا پایہ بھی تمام وحیوں سے بلند ہے نہ پہلوں میں سے کسی کی وحی یہ شان رکھتی تھی اور نہ پچھلوں میں سے کسی کی وحی کو یہ شان نصیب ہوسکتی ہے۔ قرآنی وحی کا تواتر لفظاً لفظاً ثابت ہے اور وہ

قطعی اور یقینی ہے۔ اور مخصوص ہے قطعیت تامہ کے ساتھ اور تمام کتابوں سے افضل و برتر ہے اور اسکے خلاف کوئی بات قابل التفات نہیں خواہ وہ کسی کتاب میں ہو اور خواہ انسانی محدود عقل سے کیسی ہی صحیح کیوں نہ ثابت ہو۔ اور اس قسم کے مضامین بڑی کثرت سے آپکی کتابوں میں موجود ہیں حتیٰ کہ وہ کتابیں بھی ایسے مضامین سے خالی نہیں ہیں جنکے حوالے پیش کر کے مخالف مولویوں نے ان مضامین کے خلاف مذکورہ بالا دعویٰ آپ کی طرف منسوب کیا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں کہ مخالف مولویوں نے دو حوالے اس سے بھی پیش کئے ہیں تحریر فرمایا ہے کہ

(۴) "تیسری قسم کے لوگ بھی جنکو خدا تعالیٰ سے کامل تعلق ہوتا ہے اور کامل اور مصفا الہام پاتے ہیں قبول فیوض الٰہیہ میں برابر نہیں ہوتے اور ان سب کا دائرہ استعداد فطرت باہم برابر نہیں ہوتا بلکہ کسی کا دائرہ استعداد فطرت کم درجہ پر وسعت رکھتا ہے اور کسی کا زیادہ وسیع ہوتا ہے اور کسی کا بہت زیادہ اور کسی کا اس قدر جو خیال و گمان سے برتر ہے اور کسی کا خدا تعالیٰ سے رابطہ محبت قوی ہوتا ہے اور کسی کا اقویٰ اور کسی کا اس قدر کہ دنیا اس کو شناخت نہیں کر سکتی اور کوئی عقل اسکی انتہا تک نہیں پہنچ سکتی۔" حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵ و ۲۶۔

اگر حضرت اقدس نے صرف اتنا ہی فرمایا ہوتا تو بھی اس امر کا نہایت کافی ثبوت تھا کہ آپ تمام وحیوں میں قرآنی وحی کو افضل و برتر قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ اس تحریر میں آپ نے وحی پانے والوں کے دائرہ استعداد فطرت کو برابر نہیں مانا ہے بلکہ بہت بڑے فرق کا اظہار فرمایا ہے حتیٰ کہ حضور انور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ استعداد فطرت کو اپنی وسعت میں خیال و گمان مردم سے برتر بتایا ہے اور خدا تعالیٰ سے آپ کا تعلق ایسا بتایا ہے کہ دنیا اس کو شناخت نہیں کر سکتی۔ پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ و مرتبہ پر ممتاز ہیں تو آپکی وحی کا مرتبہ اور درجہ بھی اسی لحاظ سے مانا جائے گا اور ایسی حالت میں کوئی دوسری وحی آپکی وحی سے درجہ میں برابر کہاں ہو سکتی ہے اور جس نے حضور کا یہ درجہ مانا ہو وہی حضور اور کسی وحی کو حضور کی وحی سے درجہ میں برابر کس طرح کہہ سکتا ہے لیکن اسپر بھی اکتفا نہ کر کے حضرت اقدس فرماتے ہیں

(۵) "موسیٰ اور عیسیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ایک ہی ہے۔ تین خدا نہیں ہیں مگر مختلف تجلیات کی رو سے اسی ایک خدا میں تین شانیں ظاہر ہو گئیں چونکہ موسیٰ کی ہمت صرف بنی اسرائیل اور فرعون تک ہی محدود تھی اس لئے موسیٰ پر تجلی قدرت الٰہی اسی حد تک محدود رہی اور اگر موسیٰ کی نظر اس زمانے اور آئندہ زمانوں کے تمام بنی آدم پر ہوتی تو توریت بھی

تعلیم بھی ایسی محدود و ناقص نہ ہوتی جواب ہے" ص۲۶ ....

... "ایسا ہی حضرت عیسیٰ کی ہمت صرف یہود کے چند فرقوں تک محدود تھی جو انکی نظر کے سامنے تھے اور دوسری قوموں اور آئندہ زمانے کے ساتھ اُنکی ہمدردی کا کچھ تعلق نہ تھا اس لیئے قدرتِ الٰہی کی تجلی بھی انکے مذہب میں اسی حد تک محدود رہی جس قدر اُنکی ہمت تھی اور آئندہ الہام اور وحی الٰہی پر مُہر لگ گئی اور چونکہ انجیل کی تعلیم بھی صرف یہود کی عملی اور اخلاقی خرابیوں کی اصلاح کے لیئے تھی تمام دُنیا کے مفاسد پر نظر نہ تھی اس لیئے انجیل بھی عام اصلاح سے قاصر ہے بلکہ وہ صرف اُن یہودیوں کی موجودہ بد اخلاقی کی اصلاح کرتی ہے جو نظر کے سامنے تھے اور جو دوسرے ممالک کے رہنے والے یا آئندہ زمانے کے لوگ ہیں اُنکے حالات سے انجیل کو کوئی سروکار نہیں۔ اور اگر انجیل کو تمام فرقوں اور مختلف طبائع کی اصلاح مدِ نظر ہوتی تو اسکی یہ تعلیم نہ ہوتی جواب موجود ہے" ص۲۷ .... "مگر جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا اُسکی نظر محدود نہ تھی اور اسکی عام غمخواری اور ہمدردی میں کچھ قصور نہ تھا بلکہ کیا باعتبار زمان اور کیا باعتبار مکان اس کے نفس کے اندر کامل ہمدردی موجود تھی اس لیئے قدرت کی تجلیات کا پورا اور کامل حصہ اُسکو ملا اور وہ خاتم الانبیا بنے مگر اِن معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے بجز اُسکی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا اور اسکی امت کے لیئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور بجز اسکے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جسکی مُہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جسکے لیئے اُمتی ہونا لازمی ہے اور اسکی ہمت اور ہمدردی نے اُمت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا اور ان پر وحی کا دروازہ جو حصول معرفت کی اصل جڑ ہے بند رہنا گوارا نہیں کیا ہاں اپنی ختمِ رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لیئے یہ چاہا کہ فیض وحی آپؐ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے اور جو شخص اُمتی نہ ہو اس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو سو خدا نے ان معنوں سے آپؐ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا۔ لہذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا اُمتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپکی متابعت میں اپنا تمام وجود محو نہ کرے ایسا انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے اور نہ کامل مُلہم ہو سکتا ہے کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی ہے مگر ظلی نبوت جسکے معنی ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی۔

تا انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو۔ اور تا یہ نشان دُنیا سے مٹ نہ جائے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے کہ مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں اور معرفت الٰہیہ جو مدار نجات ہے مفقود نہ ہو جائے ۔" (صفحہ ۲۰ تا ۲۲ حقیقۃ الوحی)

اس حوالے میں بھی نہایت تفصیل و تشریح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام اولین و آخرین سے افضل و برتر اور قرآنی وحی کا تمام پہلی اور پچھلی وحیوں سے ارفع و اعلیٰ ہونا بیان کیا گیا ہے اور نہ صرف یہی بلکہ یہ بھی ظاہر فرما دیا گیا ہے کہ حضورؐ کے امتیوں میں سے اب جس کسی کو بھی وحی ہو گی وہ حضورؐ کی پیروی کے وسیلہ اور حضورؐ کے فیض ہی سے ہو گی اور وہ وحی قرآنی وحی کا ظل ہو گی نہ کہ اس سے علیحدہ مستقل وجود رکھنے والی وحی۔ اور جو قومیں قرآنی وحی کی پیروی کرنے والی نہیں ہیں وہ اب قطعاً وحی و الہام الٰہی سے محروم ہیں یعنی امت محمدیہ کے سوا اب کسی قوم سے مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ نہیں ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت بلند نے اپنی امت کو ناقص حالت میں چھوڑنا نہیں چاہا اور ان پر وحی الٰہی کا دروازہ بند رہنا گوارا نہیں فرمایا۔ اور تمام قوموں پر یہ دروازہ بند ہے مگر حضورؐ کی اُمت کے لئے قیامت تک دروازہ مکالمہ الٰہیہ بند نہیں اب بجز آپؐ کی اطاعت اور آپؐ کی وحی پر بدرجہ اتم کاربند ہونے کے نہ کوئی شخص کامل وحی پا سکتا ہے نہ کامل ملہم ہو سکتا ہے کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی مگر ظلی نبوت جسکے معنے ہیں محض فیض محمدی سے وحی پانا۔ وہ قیامت تک باقی رہے گی۔

(۱۸) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس۔ "میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اسکے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اسکی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا اور اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اُسکی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اسکی مرادیں اُسکی زندگی میں اُس کو دیں وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اُس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذریت شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اسی کو عطا کیا گیا ہے

جو اسکے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے ہم کافر نعمت ہونگے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسی کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اُس بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اُس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵-۱۱۶)

(۷) اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ "خدا تعالیٰ نے آیت ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ میں وعدہ فرمایا ہے کہ اگر اس کی کتاب اور رسول پر کوئی ایمان لائے گا تو وہ مزید ہدایت کا مستحق ہوگا اور خدا اُسکی آنکھ کھولے گا اور اپنے مکالمات و مخاطبات سے مشرف کرے گا اور بڑے بڑے نشان اس کو دکھائے گا یہاں تک کہ وہ اسی دنیا میں اس کو دیکھ لے گا کہ اس کا خدا موجود ہے اور پوری تسلی پائے گا، خدا کا کلام کہتا ہے کہ اگر تو میرے پر کامل ایمان لاوے تو میں تیرے پر بھی نازل ہونگا۔ اسی بنا پر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس اخلاص اور محبت اور شوق سے خدا کے کلام کو پڑھا کہ وہ الہامی رنگ میں میری زبان پر بھی جاری ہوگیا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۸)

(۸) اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ "اب کوئی پادری تو میرے سامنے لاؤ جو یہ کہتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی پیشگوئی نہیں کی۔ یاد رکھو کہ وہ زمانہ مجھ سے پہلے ہی گزر گیا اب وہ زمانہ آگیا جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ رسول محمد عربی جسکو گالیاں دی گئیں جس کے نام کی بے عزتی کی گئی جسکی تکذیب میں بد قسمت پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں اس زمانے میں لکھ کر شائع کر دیں وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے۔ اس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا مگر آخر اسی رسول کو تاج عزت پہنایا گیا۔ اسکے غلاموں اور خادموں میں سے ایک میں ہوں جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے۔ اور جس پر خدا کے غیبوں اور نشانوں کا دروازہ کھولا گیا ہے" صفحہ ۲۷ حقیقۃ الوحی)

(۹) اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ "اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے

حاصل ہو۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۵) مذکورہ بالا نو حوالوں میں سے پہلے چھ حوالے حقیقۃ الوحی کے ہیں علاوہ پہلی تین کتابوں کے

حقیقۃ الوحی کے اِن چھ حوالوں میں بھی وحی قرآنی کا تمام وحیوں سے اعلیٰ و افضل ہونا ظاہر کیا ہے اور اپنی وحی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اور حضورؐ کے فیض اور قرآنی وحی پر کامل ایمان اور اسکی کامل متابعت اور پیروی کا نتیجہ بتایا ہے اور خدا کا کلام نازل ہونے کے لیئے یہ شرط بتائی ہے کہ قرآنی وحی پر کامل ایمان اور اسکی پوری پوری اتباع کی جائے اور یہ نہایت صاف وصریح اور قطعی و یقینی چھ حوالے اُسی کتاب حقیقۃ الوحی کے ہیں جسکے دو حوالوں کا بالکل غلط مطلب لیکر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ مرزا صاحب نے اپنی وحی کو قرآنی وحی کی برابر قرار دیا ہے۔

تیسرا حوالہ مخالف مولویوں نے اپنے باطل دعوے کے ثبوت میں ایک غلطی کے ازالہ سے پیش کیا تھا۔ اب میں "ایک غلطی کے ازالہ" پر نظر ڈالتا ہوں کہ اس میں سے فریق مخالف کی کہاں تک تائید ہوتی ہے۔

(۱۰) اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ "نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اُسپر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدیہؐ کی چادر ہے اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لیئے بلکہ اسی کے جلال کے لیئے" (ایک غلطی کا ازالہ بحوالہ حقیقۃ النبوۃ ص۲۶۱)

(۱۱) اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ "جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائیگا اسی کو ہم رسول کہیں گے فرق درمیان یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو یا جس کو بغیر توسط آنجناب اور ایسی فنافی الرسول کی حالت کے جو آسمان پر اُس کا نام محمدؐ اور احمدؐ رکھا جائے یونہی نبوت کا لقب عنایت کیا جائے۔" (رر ص۲۶۲)

(۱۲) اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ "اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لیئے اُس کا نام پاکر اُسکے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے" (رر صفحہ ۲۶۴)

(۱۳) اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ "میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانیکے

خدا کیطرف سے اطلاع دیا گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلاواسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہی جس کا روحانی افاضہ میرے شاملِ حال ہی یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اِس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر اور اِس میں ہو کر اور اس کے نام محمدؐ اور احمدؐ سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی" (صـــ ۲۶۵)

(۱۴) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس ؑ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مقصود تھا کہ وُہ (یعنی ناقل) فرزندوں کیطرح اُس کا وارث ہو گا اُسکے نام کا وارث اُسکے خلق کا وارث اسکے علم کا وارث۔ اسکی روحانیت کا وارث۔ اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اسکی تصویر دکھلائے گا اور وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ سب کچھ اُس سے لے گا اور اُس میں فنا ہو کر اُسکے چہرے کو دکھائے گا"

(ایک غلطی کا ازالہ بحوالہ حقیقۃ النبوۃ صـــ ۲۶۷)

یہ پانچ حوالے اُسی ایک غلطی کے ازالہ کے ہیں جس کے ایک حوالہ کا غلط مطلب لے کر یہ یقین دلانے کی کوشش کی گئی ہی کہ مرزا صاحب نے اپنی وحی کو مرتبہ میں قرآنی وحی کے برابر قرار دیا ہی لیکن ان حوالوں سے بصراحت ظاہر ہی کہ حضرت اقدس ؑ نے اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمہ سے لینے والا اور آپؐ کے فیض اور آپؐ کے توسط اور آپؐ کے وسیلہ سے وحی الٰہی اور اخبارِ غیبیہ پانے والا۔ اور فرزندوں کیطرح آپؐ کا وارث بننے والا بتایا ہی اور ظاہر ہی کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ استعداد فطرتِ عالیہ کو تمام بنی آدم کے دوائرِ استعدادات فطرت سے وسیع اور تمام روحانیوں کے خیال و گمان سے بلند و برتر ظاہر کر کے اسی کی مناسبت کے لحاظ سے آپؐ کی وحی کا اعلیٰ و ارفع ہونا بھی مان چکا ہو اور پھر خود حضور سے ہر قسم کے فیوض پانے کا مظہر و فاخر ہو وہ اپنی اور اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کو درجہ و مرتبہ میں کبھی برابر نہیں کہہ سکتا۔

(۱۵) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس ؑ۔

از وحیِ خدا صبحِ صداقت بدمیدہ
کورِ دل باشد زہماں نافۂ معطر
آں دیدہ کہ نورے نگرفت است ز فرقاں
آں دل کہ جز از رُوئے گل گلزار خدا جست
باخورند ہم نسبت آں نور کہ بینم

چشمے کہ ندید آں صحفِ پاک چہ دیدہ
واں یار بیاید کہ زما بود رمیدہ
حقّا کہ ہمہ عمر ز کوری نہ رہیدہ
سوگند تواں خورد کہ بوئش نشنیدہ
صد نور کہ بہ پیراہنِ او حلقہ کشیدہ

([illegible])

(۱۶) اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ۔

نورِ فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا | پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
کس سے اُس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ | وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا
یا الٰہی ترا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے | جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اس دنیا میں | جن کا اس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

(درثمین اُردو۔ براہین احمدیہ حصہ سوم)

(۱۷) اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ۔

از نورِ پاک قرآں صبح صفا دمیدہ | بر غنچہ ہائے دلہا بادِ صبا وزیدہ
ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد | ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ
بارانِ فضلِ رحماں آمد بمقدم او | بد قسمت آنکہ از وے سوئے دگر دویدہ
اے کانِ دلربائی دانم کہ از کجائی | تو نورِ آں خدائی کیں خلق آفریدہ
میلم نماند باکس محبوب من توئی بس | زیرا کہ زاں فغاں رس نورت بمارسیدہ

(براہین احمدیہ حصہ سوم ۲۷۴)

اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ۔

جمال و حسنِ قرآن نورِ جانِ ہر مسلماں ہے | قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اسکی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا | بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

(درثمین)

(۱۸) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس۔ وَاَمَّا النُّبُوَّۃُ الَّتِیْ ہِیَ تَامَّۃٌ کَامِلَۃٌ جَامِعَۃٌ لِجَمِیْعِ کَمَالَاتِ الْوَحْیِ فَقَدْ اٰمَنَّا بِانْقِطَاعِہَا مِنْ یَوْمٍ نُزِّلَ فِیْہِ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ یعنی وہ نبوت تامہ کاملہ جو تمام کمالات وحی (یعنی تشریعی اور مستقل نبوت) کی جامع ہے۔ تحقیق ہم اس کے منقطع ہو جانے پر اس روز سے ایمان لا چکے ہیں جس روز سے کہ آیت شریفہ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ الآیہ نازل ہوئی۔ (توضیح مرام صفحہ ۱۸۹۱ء)

(۱۹) اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ۔

اُس کو رُوح امین کے نام سے بولتے ہیں کیونکہ یہ ہر ایک تاریکی سے امن بخشتی ہے اور ہر ایک غبار سے خالی ہے اور اس کا نام شدید القوی بھی ہے کیونکہ یہ اعلیٰ درجہ کی طاقت وحی ہے جس سے قوی تر وحی متصور نہیں اور اس کا نام ذو الافق الاعلیٰ بھی ہے کیونکہ یہ وحی الٰہی کے انتہا درجہ کی تجلی ہے اور اس کو رائی مارائی کے نام سے پکارا جاتا ہے کیونکہ اس کیفیت کا اندازہ تمام مخلوقات کے قیاس اور گمان اور وہم سے باہر ہے اور یہ کیفیت صرف دنیا میں ایک ہی انسان کو

ملی ہی جو انسانِ کامل ہی جسپر تمام سلسلہ انسانیت کا ختم ہوگیا ہی اور دائرہ استعدادات بشریہ کا کمال کو پہنچا ہی اور وہ درحقیقت پیدائش الہی کے خط ممتد کی اعلیٰ طرف کا آخری نقطہ ہی جو ارتفاع کے تمام مراتب کا انتہا ہی حکمت الہی کے ہاتھ نے ادنیٰ سے ادنیٰ خلقت سے اور اسفل سے اسفل مخلوق سے سلسلہ پیدائش کا شروع کر کے اس اعلیٰ درجہ کے نقطہ تک پہنچا دیا ہی جس کا نام دوسرے لفظوں میں محمد ہی صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس کے معنے یہ ہیں بیحد تعریف کیا گیا یعنی کمالات تامہ کا مظہر۔ سو جیسا کہ فطرت کی رو سے اس نبی کا اعلیٰ اور ارفع مقام تھا۔ ایسا ہی خارجی طور پر بھی اعلیٰ و ارفع مرتبہ وحی کا اس کو عطا ہوا اور اعلیٰ و ارفع مقام محبت کا ملا۔ یہ وہ مقام عالی ہی کہ میں اور مسیح دونوں اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔" (توضیح مرام صفحہ ۲۳-۲۴ مطبوعہ سنہ ۱۸۹۱ء تقطیع خورد)

(۲۰) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس

"اے بھائیو میں کوئی نیا دین یا نئی تعلیم لے کر نہیں آیا بلکہ میں بھی تم میں سے اور تمہاری طرح ایک مسلمان ہوں اور ہم مسلمانوں کے لئے بجز قرآن شریف اور کوئی دوسری کتاب نہیں جس پر عمل کریں یا عمل کرنے کے لئے دوسروں کو ہدایت دیں۔ اور بجز جناب ختم المرسلین احمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی ہمارے لئے ہادی و مقتدا نہیں جس کی پیروی ہم کریں۔ یا دوسروں سے کرانا چاہیں تو پھر ایک متدین مسلمان کے لئے میرے اس دعوے پر ایمان لانا جسکی الہام الہی پر بنا ہی کونسے اندیشہ کی جگہ ہی۔" (ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۲۳ مطبوعہ سنہ ۱۸۹۱ء)

(۲۱) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس "اے بندگانِ خدا یقیناً یاد رکھو کہ قرآن شریف میں غیر محدود معارف و حقائق کا اعجاز ایسا کامل اعجاز ہی جس نے ہر ایک زمانہ میں تلوار سے زیادہ کام کیا ہی اور ہر ایک زمانہ اپنی نئی حالت کے ساتھ جو کچھ شبہات پیش کرتا ہی یا جس قسم کے اعلیٰ معارف کا دعویٰ کرتا ہی اسکی پوری مدافعت اور پورا الزام اور پورا پورا مقابلہ قرآن شریف میں موجود ہی کوئی شخص برہمو ہو یا بدھ مذہب والا یا آریہ یا کسی اور رنگ کا فلسفی کوئی ایسی الہی صداقت نکال نہیں سکتا جو قرآن شریف میں پہلے سے موجود نہ ہو۔ قرآن شریف کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے اور جس طرح صحیفۂ فطرت کے عجائب و غرائب خواص کسی پہلے زمانے تک ختم نہیں ہو چکے بلکہ

جدید در جدید پیدا ہوتے جاتے ہیں یہی حال اُن صحف مطہرہ کا ہے تا خدا تعالیٰ کے قول و فعل میں مطابقت ثابت ہو۔" (صفحہ ۹۲۸ و ۹۲۹ - ازالہ اوہام مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

(۲۲) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس "سب سے سیدھی راہ اور بڑا ذریعہ جو انوار یقین و تواتر سے بھرا ہوا اور ہماری روحانی بھلائی اور ترقی علمی کے لئے کامل رہنما ہے۔ قرآن کریم ہے جو تمام دُنیا کی دینی نزاعوں کے فیصلہ کرنے کا متکفل ہو کر آیا ہے۔ جسکی آیت آیت اور لفظ لفظ ہزارہا طور کا تواتر اپنے ساتھ رکھتی ہے اور جس میں بہت سا آب حیات ہماری زندگی کیلئے بھرا ہوا ہے۔ اور بہت سے نادر اور بیش قیمت جواہر اپنے اندر مخفی رکھتا ہے جو ہر روز ظاہر ہوتے جاتے ہیں یہی ایک عمدہ محک ہے جس کے ذریعے ہم راستی اور ناراستی میں فرق کر سکتے ہیں یہی ایک روشن چراغ ہے جو ہمیں سچائی کی راہیں دکھاتا ہے بلاشبہ جن لوگوں کو راہ راست سے تنے مناسبت اور ایک قسم کا رشتہ ہے اُن کا دل قرآن شریف کی طرف کھچا چلا جاتا ہے اور خدائے کریم ان کے دل ہی اس طرح کے بنا رکھے ہیں کہ وہ عاشق کیطرح اپنے اس محبوب کی طرف جھکتے ہیں اور بغیر اس کے کسی جگہ قرار نہیں پکڑتے اور اس سے ایک صاف و صریح بات سُنکر پھر کسی دوسرے کی نہیں سنتے۔ اسکی ہر ایک صداقت کو خوشی سے اور دوڑ کر قبول کر لیتے ہیں اور آخر وہی ہے جو موجب اشراق اور روشن ضمیری کا ہو جاتا ہے اور عجیب در عجیب انکشافات کا ذریعہ ٹھہرتا ہے اور ہر ایک کو حسب استعداد معراج ترقی پر پہنچاتا ہے۔ راستبازوں کو قرآن کریم کے انوار کے نیچے چلنے کی ہمیشہ حاجت رہی ہے" (ازالہ اوہام ص ۲۱۷)

(۲۳) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس "قرآن کریم وہ یقینی اور قطعی کلام الٰہی ہے جس میں انسان کا ایک لفظ یا ایک شعشہ تک دخل نہیں اور وہ اپنے الفاظ اور معانی کے ساتھ خدا تعالیٰ ہی کا کلام ہے اور کسی فرقہ اسلام کو اس کے ماننے سے چارہ نہیں۔ اسکی ایک ایک آیت اعلیٰ درجہ کا تواتر اپنے ساتھ رکھتی ہے وہ وحی متلو ہے جس کے حرف حرف گنے ہوئے ہیں وہ بباعث اپنے اعجاز کے بھی تبدیل و تحریف سے محفوظ ہے"

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۱۹)

(۲۴) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس۔ کہ "مندرجہ ذیل صفات قرآن کریم کے غور سے پڑھو اور پھر انصافاً خود ہی کہو کہ کیا مناسب ہے کہ اس کلام کو چھوڑ کر کوئی اور ہادی یا حکم مقرر کیا جائے" (ازالہ اوہام ص ۲۶۰)

(۲۵) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس "ہیچ دینے نداریم بجز دین اسلام و ہیچ کتابے نداریم بجز قرآن شریف۔ و ہیچ پیغمبرے نداریم بجز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ خاتم الانبیاء است خدا بروے درود ہا فرستاد" یعنی ہم اسلام کے سوا کوئی دین اور قرآن شریف کے سوا کوئی کتاب اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نبی نہیں رکھتے ہیں۔

(۲۶) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس "سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال و تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جسکی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اسکی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں" (تریاق القلوب ص مطبوعہ ۱۸۹۹ء)

(۲۷) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس "جو لوگ قرآن شریف کو عزت دینگے وہ آسمان پر عزت پائینگے جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لیئے اب کوئی رسول و شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اسکے غیر کو اسپر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے جو اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اسکے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے" (کشتی نوح ص مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

(۲۸) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس "جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر بند کرتا ہے حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اسکے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔۔۔۔ تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی

دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے..... قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔" (کشتی نوح صفحہ ۲۴ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

(۲۹) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس ؑ "ہمارا ایمان ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے۔ اور بعد اس کے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہے جو صاحب شریعت ہو یا بلا واسطہ متابعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی پا سکتا ہو بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے اور متابعت نبوی سے نعمت وحی حاصل کرنے کے لئے قیامت تک دروازے کھلے ہیں وہ وحی جو اتباع کا نتیجہ ہے کبھی منقطع نہیں ہوگی۔ مگر نبوت شریعت والی یا نبوت مستقلہ منقطع ہو چکی ہے۔" (حکم ربانی کا ریویو ص۶ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

(۳۰) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس ؑ "ہمارے لئے بجز حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی پیغمبر آسمان کے نیچے نہیں اور کوئی کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں جس نے قرآن مجید کی مخالفت کی اس نے اپنے تئیں جہنم کی طرف کھینچا اور جس نے آپ کی ان احادیث کا انکار کیا جن کی تنقید ہو چکی ہے اور وہ قرآن شریف کے مخالف نہیں ہیں وہ شیطان کا بھائی ہے جس نے ایمان کو ضائع کر کے اپنے لئے لعنت خرید لی۔ اور قرآن کریم ہر چیز پر مقدم ہے" (ترجمہ مواہب الرحمٰن ص۶۹)

(۳۱) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس ؑ "نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں فیض ہے اس نبوت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے اور اس کی پیروی سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے مکالمہ مخاطبہ کا اس سے بڑھ کر انعام مل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا۔" (الوصیت ص۱۲)

(۳۲) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس ؑ "قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے یا اس کی پیروی معطل کرے بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے۔" (الوصیت حاشیہ ص۱۲ مطبوعہ ۱۹۰۵ء)

(۳۳) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس ؑ "بدراہ راست خدا تعالیٰ سے فیض وحی پانا بند ہے اور یہ نعمت بغیر اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو ملنا محال اور ممنوع ہے۔" براہین حصہ پنجم ص۱۳۸

(۳۴) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس ؑ "دنیا میں صرف اسلام ہی یہ خوبی اپنے اندر رکھتا ہے کہ وہ بشرط سچی اور کامل اتباع ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکالمات الٰہیہ سے

مشرف کرتا ہے اسی وجہ سے تو حدیث میں آیا ہے کہ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔ یعنی میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ اس حدیث میں بھی علماء ربانی کو ایک طرف اُمتی کہا اور دوسری طرف نبیوں سے مشابہت دی ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۳)

(۳۵) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس "اور ہم لوگ جو قرآن شریف کے پیرو ہیں اور ہماری شریعت کی کتاب خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآنِ شریف ہی اس لئے ہم خدا تعالیٰ سے اکثر عربی میں الہام پاتے ہیں تا وہ اس بات کا نشان ہو کہ جو کچھ ہمیں ملتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ملتا ہے اور ہم ہر ایک امر میں اسی ذریعہ سے فیض یاب ہیں۔" (چشمہ معرفت ص۱۱) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس علیہ السلام۔

(۳۶) "غرض قرآن شریف کی زبردست طاقتوں میں سے ایک یہ طاقت ہے کہ اسکی پیروی کرنے والے کو معجزات اور خوارق دیئے جاتے ہیں اور وہ اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ دنیا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی چنانچہ میں یہی دعویٰ رکھتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ اگر دنیا کے تمام مخالف کیا مشرق کے اور کیا مغرب کے ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور نشانوں اور خوارق میں مجھ سے مقابلہ کرنا چاہیں تو میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اور توفیق سے سب پر غالب رہونگا اور یہ غلبہ اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ میری رُوح میں کچھ زیادہ طاقت ہے بلکہ اس وجہ سے ہوگا کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس کے کلام قرآن شریف کی زبردست طاقت اور اُس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحانی قوت اور اعلیٰ مرتبت کا میں ثبوت دُوں اور اُس نے محض اپنے فضل سے نہ میرے کسی ہنر سے مجھے یہ توفیق دی ہے کہ میں اُسکے عظیم الشان نبی اور اس کے قوی الطاقت کلام کی پیروی کرتا ہوں۔ اور اس سے محبت رکھتا ہوں اور وہ خدا کا کلام جس کا نام قرآن شریف ہے جو ربانی طاقتوں کا مظہر ہے میں اس پہ ایمان لاتا ہوں اور قرآن شریف کا یہ وعدہ ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا اور یہ وعدہ ہے۔ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ اور یہ وعدہ ہے وَیَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا اس وعدے کے موافق خدا نے یہ سب مجھے عنایت کیا ہے اور ترجمہ ان آیات کا یہ ہے جو لوگ قرآن شریف پر ایمان لائینگے انکو مبشر خوابیں اور الہام دیئے جائیں گے یعنی بکثرت دیئے جائیں گے ورنہ شاذو نادر کے طور پر کسی دوسرے کو بھی کوئی سچی خواب آسکتی ہے مگر ایک قطرے کو ایک دریا کے ساتھ کچھ نسبت نہیں اور ایک پیسہ کو

ایک خزانہ سے کچھ مشابہت نہیں اور پھر فرمایا کہ کامل پیروی کرنیوالے کی روح القدس سے مدد کی جائے گی۔
(انتہی بقدر الحاجۃ صلا و ام چشمہ معرفت کے ساتھ کا ضمون مطبوعہ سکشمہ)

۳۷- اور فرماتے ہیں حضرت اقدس ؑ۔ "اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کی برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ و مخاطبہ ہرگز نہ پاتا کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔" (تجلیات الہیہ ص ۲۵)

حضرت اقدس ؑ نے ان حوالجات میں قرآن کریم کے اعلیٰ اوصاف اور اسکے تمام وجوں سے افضل و برتر ہونے کا ہی اظہار نہیں فرمایا ہے بلکہ اپنی وحی کو اسی کی پیروی کا نتیجہ اور آئندہ نزول وحی کے لئے اسی پر کامل عملدرآمد کو ذریعہ بتایا اور تمام نزاعوں کا فیصلہ کنندہ اور تمام قسم کی تاریکیوں اور ضلالتوں کے لئے چراغ ہدایت بھی فرمایا ہے نظم و نثر عربی فارسی اردو۔ غرض ہر طریقہ سے اور ہر زبان میں یہ پاکیزہ خیالات ظاہر فرمائے ہیں اور بیسیوں پہلوؤں سے اُسکے محاسن دکھائے ہیں۔ اب مَیں وہ حوالہ پیش کرتا ہوں جس میں آپؑ نے اپنی وحی کے لئے اس کو محک ٹھہرایا ہے۔

حضرت اقدس ؑ فرماتے ہیں۔ "آمَنْتُ بِاَنَّ رَسُوْلَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَسَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ وَبِاَنَّ اللّٰہَ خَتَمَ بِہِ النَّبِیِّیْنَ۔ وَبِاَنَّ الْقُرْاٰنَ الْمَجِیْدَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَحْفُوْظٌ مِنْ تَحْرِیْفِ الْمُحَرِّفِیْنَ وَخَطَاءِ الْمُخْطِئِیْنَ۔ وَلَا یُنْسَخُ وَلَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَلَا یُخَالِفُہٗ اِلْہَامُ الْمُلْہَمِیْنَ الصَّادِقِیْنَ وَکُلُّ مَا فُہِمْتُ مِنْ عَوِیْصَاتِ الْقُرْاٰنِ اَوْ اُلْہِمْتُ مِنَ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ فَقَبِلْتُہٗ عَلٰی شَرِیْطَۃِ الصِّحَّۃِ وَالصَّوَابِ وَالثَّمَتِ۔ وَقَدْ کُشِفَتْ عَلَیَّ اَنَّہٗ صَحِیْحٌ خَالِصٌ یُوَافِقُ الشَّرِیْعَۃَ لَا رَیْبَ فِیْہِ وَلَا لَبْسَ وَلَا شَکَّ وَلَا شُبْہَۃَ۔ وَاِنْ کَانَ الْاَمْرُ خِلَافَ ذٰلِکَ عَلٰی فَرْضِ الْمُحَالِ۔ فَنَبَذْنَا کُلَّہٗ مِنْ اَیْدِیْنَا کَالْمَتَاعِ الرَّدِیِّ وَمَادَۃِ السُّعَالِ۔ وَاٰمَنَّا بِمَعَانِیْ اَرَادَھَا اللّٰہُ وَالرَّسُوْلُ الْکَرِیْمُ۔" (آئینہ کمالات ص ۲۱) یعنی میں ایمان لایا کہ ہمارے رسول تمام اولاد آدم اور تمام انبیاء و رسولوں کے سردار ہیں اور کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ تمام انبیاء کو بلحاظ کمالات ختم کیا اور کہ قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک تحریف و تبدیلی

اور کسی خطاکار کی غلطی پیدا کر دینے سے محفوظ ہے نہ وہ منسوخ ہوگا اور نہ اُس میں کوئی کمی بیشی ہوگی اور نہ کسی ملہم صادق کا کوئی الہام اُس کے خلاف ہو سکتا ہے۔ اور جو کچھ مجھے خدا تعالےٰ کی طرف سے قرآن کریم کی تفہیم ہوئی ہے یا الہامات نازل ہوئے ہیں ان سب کو میں نے اسی شرط سے قبول کیا ہے کہ وہ سب صحیح اور درست ہیں اور نشانات صداقت بھی ساتھ رکھتے ہیں اور مجھ پر کشفاً یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ تمام الہامات صحیح و خالص اور قرآن کریم کے مطابق ہیں اُن میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ اور بفرض محال اگر کوئی الہام خلاف قرآن ہوتا تو ہم اُسے ردی سامان اور بلغمی مادہ کی طرح پھینک دیتے اور وہی معنی مراد لیتے جو خدا تعالیٰ اور اُسکے رسول مصطفی صلعم کی مراد تھے + مخالف علماء نے تو یہ الزام لگایا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی وحی کو درجہ اور مرتبہ میں قرآنی وحی کے برابر بتایا ہے۔ اور حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ ارشاد فرما چکے ہیں کہ ہم نے اپنی وحی کو قرآنی تصدیق و موافقت کے بعد قبول کیا ہے اگر قرآن شریف سے اسکی تصدیق نہ ہوتی۔ اور وہ قرآن شریف کے خلاف ہوتی تو ہم اسکو ردی سامان اور بلغمی مادے کی طرح پھینک دیتے اور قرآنی آیات کے ان معانی پر ایمان لاتے جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد و مقصود ہوتے۔

مخالف علماء نے تو حضرت اقدس کو قرآن شریف کی طرح طرح سے کسر شان کرنے والا ٹھہرایا ہے اور حضرت اقدس کی وحی تک میں قرآن شریف کی محامد و اوصاف موجود ہیں اور آپ کی شرائط بیعت میں بھی اتباع قرآن داخل ہے۔ چنانچہ مجموعہ الہامات مندرجہ حقیقت الوحی میں

(۱) "اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ خدا نے تجھے قرآن سکھلایا یعنی اُسکے صحیح معنی تجھ پر ظاہر کئے"

(۲) "کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ ہر ایک برکت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے پس بڑا مبارک وہ ہے جس نے تعلیم دی اور جس نے تعلیم پائی" (حقیقۃ الوحی صـ۷۳)

(۳) "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰـہُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ لَا یَمَسُّہٗۤ اِلَّا الْمُطَہَّرُوْنَ۔ ان کو کہہ کہ میں تو ایک انسان ہوں میری طرف یہ وحی ہوئی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے اور تمام بھلائی اور نیکی قرآن میں ہے کسی دوسری کتاب میں نہیں۔ اسکے اسرار تک وہی پہنچتے ہیں جو پاک دل ہیں"۔ (ا/ صـ۸۳)

اور شرائط بیعت میں چھٹی شرط بھی آپ نے اتباع قرآن شریف کے متعلق رکھی ہے اور

وہ یہ ہے:- کہ "اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کرے گا اور قال اللہ و قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا"۔

یہ حوالجات جو میں نے پیش کئے ہیں۔ حضرت اقدس ؑ کے دعوئ ماموریت کی ابتدا سے لیکر آخر حصہ عمر شریف تک کی کتابوں سے پیش کئے ہیں۔ اب میں ایک حوالہ ایسا پیش کرتا ہوں جو بالکل آخری تحریر کا ہے جس کے بعد آپ کی کوئی تحریر ثابت نہیں اور وہ حوالہ یہ ہے:-

"یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جسکے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا۔ اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعت اسلام کو منسوخ کیطرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار اور متابعت سے باہر جاتا ہوں۔ یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے اور نہ آج سے بلکہ اپنی ہر ایک کتاب میں ہمیشہ میں یہی لکھتا آیا ہوں کہ اس قسم کی نبوت کا مجھے کوئی دعویٰ نہیں اور یہ سراسر میرے پر تہمت ہے۔۔۔۔۔

۔۔۔ میں ان معنوں سے نبی نہیں ہوں کہ گویا میں اسلام سے اپنے تئیں الگ کرتا ہوں یا اسلام کا کوئی حکم منسوخ کرتا ہوں۔ میری گردن اس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا ہے اور کسی کو مجال نہیں کہ ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا منسوخ کر سکے"۔ (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۷۱)

یہ تحریر ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کی ہے اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو آپ نے وفات پائی ہے۔

ان تمام حوالوں سے ثابت ہے کہ ابتدا سے لے کر وفات پانے تک قرآن کریم کی وحی کو آپ تمام وحیوں سے افضل و اعلیٰ سمجھتے رہے ہیں اور نہ صرف سمجھتے ہی رہے ہیں بلکہ اسکے متعلق آپ نے اتنے مضامین شائع فرمائے ہیں کہ اگر تیرہ سو برس کے تمام اکابر کی تصانیف میں بھی تلاش کئے جائیں تو ہرگز نہیں مل سکتے۔ باوجود اسکے مخالف علماء کا یہ افترا کہ مرزا صاحب نے اپنی وحی کو درجہ میں قرآنی وحی کے برابر قرار دیا ہے جو کچھ حقیقت رکھتا ہے اسکے متعلق بجز اسکے کیا کہا جائے کہ اللہ تعالےٰ ان پر رحم فرمائے۔

پانچویں وجہ تکفیر کا رد

فریق مخالف نے ہماری تکفیر کی پانچویں وجہ یہ بیان کی ہے۔ کہ باوجودیکہ قرآن کریم و احادیث شریفہ میں نفخ صور۔ قیام قیامت اور بعث بعد الموت یعنی حشر اجساد کا ذکر بڑی صراحت اور تکرار کے ساتھ موجود ہے۔ لیکن مرزا صاحب نے اس سے انکار کر دیا۔ اور نفخ صور سے اپنا تشریف لانا مراد لیا ہے۔ میں اس کے دو جواب عرض کرتا ہوں۔

جواب اول حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان باتوں سے ہرگز ہرگز انکار نہیں کیا بلکہ ان کے اقرار کے ذکر سے آپ کی کتابیں معمور ہیں بلکہ مخالفین کی طرف سے ان پر جو اعتراضات ہوئے ہیں۔ اُنکے آپ نے نہایت تسلی بخش جوابات دیئے ہیں۔ مشتے نمونہ از انبارے و قطرہ از بحارے ملاحظہ ہو:۔

حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

(۱) "میں اُن تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ اہلسنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ اُن سب باتوں کو مانتا ہوں۔ جو قرآن و حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ آمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔ وَآمَنْتُ بِکِتَابِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ الْقُرْاٰنِ الْکَرِیْمِ وَاتَّبَعْتُ اَفْضَلَ رُسُلِ اللّٰہِ وَخَاتَمَ اَنْبِیَاءِ اللّٰہِ مُحَمَّدَنِ الْمُصْطَفٰے وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَبِّ اَحْیِنِیْ مُسْلِمًا وَّتَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ عِبَادِکَ الْمُسْلِمِیْنَ وَاَنْتَ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا یَعْلَمُ غَیْرُکَ وَاَنْتَ خَیْرُ الشَّاهِدِیْنَ + اس میری تحریر پر ہر ایک شخص گواہ رہے اور خداوند علیم و سمیع اول الشاہدین ہے کہ میں ان تمام عقائد کو مانتا ہوں جنکے ماننے کے بعد ایک کافر بھی مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور جنپر ایمان لانے سے ایک غیر مذہب کا آدمی بھی معاً مسلمان کہلانے لگتا ہے۔ میں اُن تمام امور پر ایمان رکھتا ہوں جو قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں درج ہیں"

(تبلیغ رسالت جلد ۲ صفحہ ۲۰ و ملک اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

(۲) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس۔ "خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں۔
اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَ مَلٰئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَ اَشْهَدُ اَنْ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تَقُوْلُوْا لَسْتَ مُسْلِمًا۔ وَ اتَّقُوا الْمَلِكَ الَّذِيْ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔
(ازالہ الاوہام ٹائٹل اوّل صفحہ)

(۳) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس "وَ نَعْتَقِدُ اَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَ النَّارَ حَقٌّ وَ حَشْرَ
الْاَجْسَادِ حَقٌّ" یعنی ہمارا اعتقاد ہے کہ جنت برحق ہے۔ اور جہنم بھی حق ہے۔ اور حشر اجساد
بھی برحق ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۸۷ سنہ ۹۳ء)

(۴) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس علیہ السلام۔ "ہم وہ لوگ ہیں جن کا مقولہ ہے لَا اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَلٰئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْجَنَّةِ
وَ النَّارِ وَ الْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ" یعنی ہم ایمان لاتے ہیں خدا تعالیٰ پر۔ فرشتوں پر
اور اسکے سب رسولوں پر۔ اور اسکی سب کتابوں پر۔ اور جنت پر۔ اور جہنم پر۔ اور بعث
بعد الموت پر۔ (انوار الاسلام ص ۳۴ سنہ ۹۴ء)

(۵) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس علیہ السلام۔ "وَ نُؤْمِنُ بِالْمَلٰئِكَةِ وَ يَوْمِ الْبَعْثِ
وَ الْجَنَّةِ وَ النَّارِ" (اور ہم) فرشتوں اور یوم البعث اور دوزخ اور بہشت پر ایمان رکھتے ہیں"
(نور الحق حصہ اوّل ص سنہ ۹۴ء)

(۶) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس علیہ السلام۔
"نَسُوْا مِنْ جَهْلِهِمْ يَوْمَ الْمَعَادِ وَ تَرَكُوا الدِّيْنَ مِنْ حُبِّ الدِّنَانِ
یعنی اپنی نادانی کے سبب سے معاد کے دن کو بھلا دیا۔ اور شراب کے خموں سے پیار کرکے
دین کو چھوڑ دیا ہے۔" (نور الحق حصہ اوّل ص ۶۱)

یہ عیسائیوں کے متعلق فرمایا ہے اور اس میں معاد کے بھلا دینے کو سب سے بڑی خرابی
یعنی دین سے علیحدگی کا پیش خیمہ قرار دیا ہے۔ اس شعر کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ عیسائیوں کا
معاد کے خیال کو بھلا دینا انکے شراب خواری میں مبتلا ہونے اور دین کو بھول جانے کا
موجب ہوا ہے۔ دوسرا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ معاد کو یاد رکھنا ہی دین تھا۔ جو عیسائیوں نے
شراب نوشی میں مبتلا ہو کر بھلا دیا۔ اب خواہ ایک مطلب لیا جائے یا دوسرا۔ یا دونو تو حاصل یہی ہے

کہ معاد کے ماننے پر حضرت اقدس بید نا مرزا صاحبؑ نے بڑا زور دیا ہے۔ اور آخرت بعث بعد الموت۔ حشر اجساد۔ قیامت وغیرہ معاد ہی کے دوسرے نام ہیں۔

(۷) "یہ بات نہایت بدیہی اور عند العقل مسلم اور قرین قیاس ہے کہ جیسا کہ انسان دنیا میں ارتکاب جرائم یا کسب خیرات اور اعمال صالحہ کے وقت صرف رُوح سے ہی کوئی کام نہیں کرتا۔ بلکہ رُوح اور جسم دونوں سے کرتا ہے۔ ایسا ہی جزا سزا کا اثر بھی دونوں پر ہی ہونا چاہیئے۔ یعنی جان اور جسم دونوں کو اپنی اپنی حالت کے مناسب پاداش اخروی سے حصہ ملنا چاہیئے" (نور القرآن ص۳۳ حصہ دوم ۱۸۹۶ء)

یہ عبارت ایک عیسائی کے اس اعتراض کے جواب میں ہے جو اس نے بہشت و دوزخ پر کیا تھا اس میں نہایت صفائی سے اصولاً یہ بتایا ہے کہ عالم آخرت اور اس میں جسم و روح دونوں کو جزا و سزا ملنے کا عقیدہ حق ہے۔

(۸) پھر فرماتے ہیں۔ "پس ہم مسلمان لوگ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ بہشت جو جسم و رُوح کے لئے دار الجزاء ہے وہ ایک ادھورا اور ناقص دار الجزاء نہیں۔ بلکہ اس میں جسم اور جان دونوں کو اپنی اپنی حالت کے موافق جزا ملے گی۔ جیسا کہ جہنم میں اپنی اپنی حالت کے موافق دونوں کو سزا دی جائے گی۔" ص۳۱

اس عبارت میں نہایت صراحت کے ساتھ جنت و جہنم اور اُنکی جزا و سزا پر جو جسم و جان دونوں کو ملیگی۔ اپنا ایمان ظاہر کیا ہے۔ اگر آپ بعث بعد الموت یعنی حشر اجساد کے قائل نہ ہوتے۔ تو ایسے امر کے متعلق ایک عیسائی کے اعتراض کا جواب دینے کی آپ کو کیا ضرورت تھی۔

(۹) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ؎

اقتدائے قولِ او در جانِ ماست	ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک واز خبرہائے معاد	ہر چہ گفت آں مُرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرتِ احدیّت است	مُنکر آں مستحق لعنت است

(ضرورۃ الامام آخری ٹائٹل ۱۸۹۸ء)

ان اشعار میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی اقتداء میری جان کے ساتھ ہے اور جو کچھ حضورؐ سے ثابت ہے اس پر میرا ایمان ہے۔ فرشتوں اور آخرت

کی خبروں میں سے حضور نے جو کچھ فرمایا ہے وہ سب خدا کی طرف سے ہو اور اس کا منکر مستحق لعنت ہے؛ اس عبارت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حشر اجساد کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ تو سب حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کو تسلیم ہے۔ ہاں مخالف علماء کے ذاتی خیالات اگر تسلیم نہ ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں کہ خدائے عزوجل و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مقابلہ میں کسی کا ذاتی خیال کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

(۱۰) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس۔ "اسی بہشت و دوزخ کے متعلق قرآن شریف فرماتا ہے۔ مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى۔ یعنی جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ کیا مطلب۔ کہ خدا تعالیٰ اور دوسرے عالم کے لذات کے دیکھنے کے لئے اسی جہان میں حواس اور آنکھیں ملتی ہیں۔ جسکو اس جہان میں نہیں ملیں اس کو وہاں بھی نہیں ملینگی اب یہ امر انسان کو اس طرف متوجہ کرتا ہے۔ کہ انسان کا فرض ہے کہ وہ ان حواس اور آنکھوں کے حاصل کرنے کے واسطے اسی عالم میں سعی اور کوشش کرے۔ تاکہ دوسرے عالم میں بینا اُٹھے۔" (زندہ نبی زندہ مذہب ص۱۵ سنہ ۱۹۰۱ء)

اس حوالے میں بھی بہ صراحت آخرت کا اقرار موجود ہے۔ اور نہ صرف اقرار بلکہ تاکید بھی۔ کہ ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ خدا تعالیٰ اور عالم آخر کی لذات دیکھنے کے لئے اسی جہان میں آنکھیں پیدا کرے۔ کیا یہ تاکید حشر اجساد اور عالم آخرت کے منکر کا کام ہے؟

(۱۱) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس۔ "در جماعتِ ما ہیچ کس داخل نتواند شد بجز کسے کہ در دین اسلام داخل گردد۔ و قرآن شریف و سنت نبوی را پیروی کند۔ و بخدا و رسول او کہ کریم و رحیم است ایمان آرد۔ و نیز بحشر و نشر و بہشت و دوزخ ایمان آرد و وعدہ کند و اقرار کند کہ بجز دینِ اسلام ہیچ دین را نخواہد طلبید۔" یعنی ہماری جماعت میں صرف وہی شخص داخل ہو سکتا ہے کہ دین اسلام میں داخل ہو۔ اور قرآن شریف و سنت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے۔ اور خدا اور اس کے رسول پر کہ کریم و رحیم ہے۔ ایمان لائے۔ اور حشر و نشر اور بہشت و دوزخ پر بھی ایمان لائے۔ اور وعدہ و اقرار کرے کہ بجز دین اسلام اور کسی دین کو اختیار نہ کرے گا۔ (مواہب الرحمٰن ص۹۶)

حضرت اقدس نے "تعلیم برائے جماعت" کے عنوان سے عربی عبارت میں جو عقائد ضروریہ تحریر فرمائے ہیں جنکے بغیر کوئی شخص سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ یہ اسی عربی

عبارت کی چند سطروں کا فارسی ترجمہ ہے کہ وہ بھی حضرت اقدسؑ ہی کا ہو جو ہم نے اپنے اُردو ترجمہ کے ساتھ درج کر دیا ہے۔ اس عبارت میں حضرت اقدسؑ نے اپنی جماعت میں شامل ہونے کے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی رکھی ہے کہ داخل ہونے والا علاوہ اور تمام عقائد ضروریہ اسلامیہ کے حشر و نشر اور بہشت و دوزخ پر بھی ایمان رکھتا ہو۔ مگر باوجود اسکے مخالف علماء آپ پر حشر و نشر اور عذاب و ثواب کے منکر ہونے کا الزام لگانے سے باز نہ رہ سکے۔

(۱۲) اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ:۔ "قیامت کو جو لوگ جہنم کا مزہ چکھیں گے وہ کہیں گے وَمَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا کُنَّا نَعُدُّھُمْ مِنَ الْاَشْرَارِ یعنی ہمیں کیا ہو گیا کہ دوزخ میں وہ لوگ نظر نہیں آتے جنھیں ہم شریر سمجھتے تھے" (الحکم سیالکوٹ ۱۲ نومبر ۱۹۰۱ء)

اس حوالے میں بھی قیامت اور جہنم کا اقرار موجود ہے۔ اور یہ بھی کہ بدکردار لوگ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

(۱۳) اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ:۔ "اور یوم آخر قرآن شریف کی رُو سے یہ ہے جس میں مُردے جی اُٹھیں گے۔ اور پھر ایک فریق بہشت میں داخل کیا جائے گا جو جسمانی اور روحانی نعمت کی جگہ ہے۔ اور ایک فریق دوزخ میں داخل کیا جائے گا جو روحانی اور جسمانی عذاب کی جگہ ہے" (حقیقۃ الوحی ۱۴۱)

اس حوالے میں یوم آخر یعنی قیامت اور مردوں کے جی اُٹھنے کا دن جسکو حشر اجساد کا دن بھی کہتے ہیں اور دوزخ و جنت۔ اور اُن میں لوگوں کے بھیجے جانے اور روحانی و جسمانی دونوں طرح کی لذتوں اور دونوں طرح کے عذاب پانے کا اقرار ہے۔ اور اس صراحت سے جس سے زیادہ متصور نہیں۔ لیکن مخالف علماء کو نہ کوئی اور حوالہ حضرت اقدسؑ پر حشر اجساد وغیرہ کے انکار کا الزام لگانے سے روک سکا اور نہ یہ حوالہ۔

(۱۴) اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ:۔ "ایسا عقیدہ جو مومنین مطہرین بلا توقف بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں یہ میری طرف سے نہیں بلکہ یہی عقیدہ ہے جسکی قرآن شریف نے تعلیم دی ہے۔ اور دوسری تعلیم جو قرآن شریف میں ہے جو حشر اجساد ہوگا۔ اور مُردے زندہ ہونگے۔ وہ بھی حق ہے اور ہم اُس پر ایمان لائے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے کہ یہ بہشت میں داخل ہونا (یعنی فوت ہوتے ہی معًا داخل ہونا) صرف اجمالی رنگ میں ہے۔ اور اُس وقت تک جو مومنوں کو مرنے کے بعد بلا توقف اجسام دیئے جاتے ہیں وہ اجسام ابھی ناقص ہیں۔

مگر حشر اجساد کا دن تجلّی اعظم کا دن ہے۔ اُس دن کامل اجسام ملیں گے" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۲۰۹ حاشیہ)

اِن چودہ[14] حوالوں میں کہ جو صداقت میں ایک دوسرے پر فوقیت رکھتے ہیں۔ دوسرا حوالہ اسی کتاب کا ہے جسکی ایک عبارت کے بعض فقرات کی بنا پر مخالف علماء نے حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کو حشر اجساد کا منکر قرار دیا ہے۔ کیا ان صریح و صاف حوالجات کو دیکھنے اور یہ معلوم ہو جانے کے بعد بھی کہ ایک حوالہ اسی کتاب کا ہے جس سے الزام مذکور تراشا گیا ہے۔ مخالف علماء کے باطل الزام کی کوئی حقیقت باقی رہ جاتی ہے؟ کیا یہ خیال میں آسکتا ہے؟ کہ ایک شخص جس کتاب کی ابتداء میں ظاہر کر چکا ہو کہ میں بعث بعد الموت یعنی حشر اجساد پر ایمان لاتا ہوں۔ پھر اسی کتاب میں یہ بھی کہدے کہ میں حشر اجساد کو نہیں مانتا۔

جواب دوم مَیں پہلے جواب میں زبردست و قوی و صریح۔ قطعیۃ الدلالت حوالوں سے دکھا چکا ہوں کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ حشر و نشر اور عذاب و ثواب کو اسی طرح مانتے ہیں۔ جس طرح خدا اور اسکے رسول جل و علاو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے ثابت ہے۔ اور ایسے بکثرت حوالے آپؑ کی کتب شریفہ سے اور بھی پیش کئے جاسکتے ہیں کیونکہ یہ حوالجات تو اس قسم کے ہیں جن میں حشر و نشر اور جنت و جہنم کا ذکر ماننے یا منوانے کے طور پر کیا گیا ہے۔ لیکن اگر ایسے حوالے لئے جائیں۔ جن میں عام طور پر حشر و نشر و جنت و جہنم کا ذکر آگیا ہے تو انکی تعداد سینکڑوں سے بھی متجاوز ہو جائے گی۔ اَب میں وہ خاص حوالہ معہ سیاق و سباق پیش کرتا ہوں جسکی قطع و برید کر کے مخالف علماء نے حضرت اقدسؑ پر انکار حشر و نشر وغیرہ کا الزام لگایا ہے۔

حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں:۔ "ماسوا اسکے حضرت مسیح ابن مریم جسکی رُوح اُٹھائی گئی بر طبق آیہ کریمہ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً ۚ فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ۔ بہشت میں داخل ہو چکے۔ اب کیونکر پھر اس عمکدہ میں آجائیں۔ گو اس کو ہم نے مانا کہ وہ کامل درجہ دخول بہشت کا جو جسمانی اور روحانی دونوں طور پر ہو گا وہ حشر اجساد کے بعد ہر ایک مستحق کو عطا کیا جاوے گا۔ مگر اب بھی جس قدر بہشت کی لذات عطا ہو چکیں اُن سے مقرب لوگ باہر نہیں کئے جاتے اور قیامت کے دن میں بحضور رب العلمین اُن کا حاضر ہونا انکو بہشت سے نہیں نکالتا۔ کیونکہ یہ تو نہیں کہ بہشت سے

باہر کوئی لکڑی یا لوہے یا چاندی کا تخت بچھایا جائے گا اور خدا تعالیٰ مجازی حکام اور سلاطین کی طرح اسپر بیٹھے گا۔ اور کسی قدر مسافت طے کر کے اسکے حضور میں حاضر ہونا ہوگا۔ تا یہ اعتراض لازم آوے کہ اگر بہشتی لوگ بہشت میں داخل شدہ تجویز کئے جائیں۔ تو طلبی کے وقت انھیں بہشت سے نکلنا پڑے گا۔ اور اس لق و دق جنگل میں جہاں تخت رب العلمین بچھایا گیا حاضر ہونا پڑے گا۔ ایسا خیال تو سراسر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہوا ہے اور حق یہی ہے کہ ہم عدالت کے دن پر ایمان تو لاتے ہیں اور تخت رب العلمین کے قائل ہیں۔ لیکن جسمانی طور پر اس کا خاکہ نہیں کھینچتے۔ اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں۔ کہ جو کچھ اللہ اور رسول نے فرمایا وہ سب کچھ ہوگا۔ لیکن ایسے پاک طور پر کہ جو خدا تعالیٰ کے تقدس اور تنزہ اور اس کی صفات کاملہ کے منافی اور مغائر نہ ہو۔ بہشت تجلی گاہ حق ہے یہ کیونکہ کہہ سکیں کہ اس دن خدا تعالیٰ ایک مجسم شخص کیطرح بہشت سے باہر اپنا خیمہ یا یوں کہو کہ اپنا تخت بچھوائے گا بلکہ حق یہ ہے کہ اس دن بھی بہشتی بہشت میں ہونگے اور دوزخی دوزخ میں۔ لیکن رحم الٰہی کی تجلی عظمیٰ راستبازوں اور ایمان داروں پر ایک جدید طور سے لذات کاملہ کی بارش کر کے اور تمام سلمان بہشتی زندگی کا حسی اور جسمانی طور پر ان کو دکھلا کر اس نئے طور کے دار السلام میں ان کو داخل کردیگی۔ ایسا ہی خدا تعالیٰ کی قہری تجلی جہنم کو بھی بعد از حساب اور الزام صریح کے نئے رنگ میں دکھلا کر گویا جہنمی لوگوں کو نئے سرے جہنم میں داخل کریگی۔ روحانی طور پر بہشتیوں کا بلا توقف بعد موت کے بہشت میں داخل ہو جانا۔ اور دوزخیوں کا دوزخ میں گرایا جانا متواتر قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔" (ازالہ اوہام حصہ اول ص۱۴۴ و ۱۴۵)

یہی وہ حوالہ جس کے بعض فقرات سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت اقدس کو حشر و نشر اور جنت و جہنم اور عذاب و ثواب سے انکار ہے حالانکہ یہ الزام بالکل ہی بے بنیاد ہے۔ کیونکہ حضرت اقدس کو حشر و نشر وغیرہ سے ہرگز انکار نہیں ہے۔ اگر یہ حوالہ مبہم بھی ہوتا۔ اور اس سے انکار پایا بھی جاتا تو دیانت و انصاف کا یہ تقاضا تھا کہ اس کتاب کے دوسرے مقامات سے بلکہ حضرت اقدس کی دوسری کتب سے بھی اس ابہام کو دور کر کے اصل حقیقت کے انکشاف کی کوشش کی جاتی کیونکہ کسی مبہم اور ذوالوجوہ عبارت کے صحیح معنی معلوم کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ کہ اگر کسی کتاب میں ایک جگہ کوئی عبارت مبہم یا ذوالوجوہ ہو تو اس کتاب کے دوسرے مقامات سے اس کی تفصیل و تشریح تلاش کی جائے۔ اور اگر اس کتاب میں کچھ تفصیل و تشریح نہ ملے تو اسی مصنف کی

دوسری کتابیں اسی غرض سے دیکھی جائیں اور منشاء متکلم معلوم ہو جانے کے بعد اسکی مبہم یا ذوالوجوہ عبارت کے متعلق رائے دی جائے لیکن مخالف علماء نے یہ کچھ نہیں کیا ہے بلکہ بجائے اسکے کہ حضرت اقدسؑ کی عبارت کے مبہم ہونے کی حالت میں وہ اسی کتاب کے دوسرے مقامات سے یا آپ کی اور کتابوں سے اس ابہام کو دور کر کے آپکی اصل منشاء معلوم کرنے کی کوشش کرتے۔ انھوں نے آپکی ایک صاف اور صریح عبارت کے بعض فقرات کا مطلب منشاءِ متکلم کے خلاف لے کر الزام قائم کر دیا ہے۔ جو کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

حضرت اقدسؑ کی دوسری متعدد کتب سے تو میں اوپر ایسے حوالجات پیش کر چکا ہوں جن میں بڑے شدومد سے حشر اجساد کا اقرار موجود ہے اور اُن میں ایک حوالہ خاص ازالہ اوہام کا بھی ہے مگر اب میں ازالہ اوہام کے خاص اس حوالے پر جس سے حشر اجساد کا انکار نکالا جاتا ہے۔ اور جو میں اوپر درج کر چکا ہوں۔ نظر کرتا ہوں:۔

اس حوالے میں حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔ (۱) "اس کو ہم نے مانا کہ وہ کامل درجہ دخول بہشت کا جو جسمانی و روحانی دونوں طور پر ہو گا وہ حشر اجساد کے بعد ہر ایک مستحق کو عطا کیا جائے گا۔" اس عبارت میں نہایت صفائی سے حشر اجساد اور بہشتیوں کے جسمانی و روحانی دونوں قسم کی لذتیں حاصل کرنے کا اقرار موجود ہے۔ (۲) "حق یہی ہے کہ ہم عدالت کے دن پر تو ایمان لاتے ہیں اور تخت رب العلمین کے قائل ہیں لیکن جسمانی طور پر اس کا خاکہ نہیں کھینچتے۔ اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ اللہ اور رسول نے فرمایا وہ سب کچھ ہو گا۔ لیکن ایسے پاک طور پر کہ جو خدا تعالےٰ کے تقدس اور تنزہ اور اسکی تمام صفات کاملہ کے منافی و مغائر نہ ہو۔" اس عبارت میں عدالت کے دن پر ایمان لانے اور تخت رب العلمین کو ماننے کا کھلا کھلا صاف الفاظ میں اقرار ہے اور اس امر کا کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول نے حشر و نشر جنت و جہنم کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے تقدس اور تنزہ اور اسکی شان اور تمام صفات کاملہ کے مطابق وقوع میں آئے گا۔ اپنے کامل یقین کا نہایت سلیس اور عام فہم الفاظ میں اظہار ہے لیکن مخالف علماء کو اس پر تسکین نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس حوالے میں ایک فقرہ یہ بھی ان کو نظر آ گیا ہے کہ "ہم تخت رب العلمین کے تو قائل ہیں لیکن جسمانی طور پر اس کا خاکہ نہیں کھینچتے۔" اور یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ وہ اس فقرہ کو برداشت کر لیں۔ اور اس سے حشر اجساد کا انکار نہ نکالیں انھیں یہ پسند نہیں آیا۔

کہ حشر و نشر کے متعلق اللہ ورسول جل و علا وصلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ اللہ کی شان تقدس و تنزہ اور تمام صفات کاملہ کے مطابق ہیں آ ئے۔ بلکہ وہ اس سے ناخوش ہو گئے کیونکہ وہ جسمانیات کے اتنے دلدادہ ہو چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تقدس و تنزہ اور تمام صفات کاملہ کی بھی اسکے مقابلہ میں انکو کچھ پروا نہیں رہی ہے۔ اور ان کو حضرت اقدسؑ کا یہ فقرہ کہ "جسمانی طور پر اس کا خاکہ نہیں کھینچتے" اتنا گراں اور شاق گزرا ہے کہ اسکی وجہ سے انھوں نے حضرت اقدسؑ کو حشر و نشر وغیرہ کا منکر ہی قرار دیدیا۔ گویا اُنکے نزدیک حشر و نشر وغیرہ پر ایمان اور اس کا اقرار اسی حالت میں درست ہو سکتا ہے۔ جبکہ یہ تمام امور اس رنگ میں مانے جائیں جو اللہ تعالیٰ کی شان تقدس و تنزہ اور اُسکی تمام صفات کاملہ کے خلاف ہوں۔ اور جن کا خاکہ جسمانی طور پر کھینچا جا سکے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حالانکہ حضرت اقدسؑ نے جسمانی طور پر خاکہ کھینچنے سے جن معنوں میں انکار کیا ہے۔ وہ آپؑ کی اس عبارت سے ظاہر ہیں اور جو مندرجہ بالا مکمل حوالے میں آ چکی ہے۔ اور میں اسے پھر پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے:۔ "یہ تو نہیں کہ بہشت سے باہر کوئی لکڑی یا لوہے یا چاندی کا تخت بچھایا جائے گا اور خدا تعالیٰ مجازی حکام اور سلاطین کیطرح اس پر بیٹھے گا۔ اور کسی قدر مسافت طے کر کے اسکے حضور میں حاضر ہونا ہو گا تا یہ اعتراض لازم آئے کہ اگر بہشتی لوگ بہشت میں داخل شدہ تجویز کئے جائیں تو طلبی کے وقت انھیں بہشت سے نکلنا پڑے گا۔ اور اس لق و دق جنگل میں جہاں تخت رب العالمین بچھایا گیا حاضر ہونا پڑے گا۔"

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ بہشت سے باہر لکڑی یا لوہے یا چاندی کا تخت بچھائے جانے اور مجازی حکام و سلاطین کیطرح اللہ تعالیٰ کے اسپر بیٹھنے اور لوگوں کے کسی قدر مسافت طے کر کے اس کے پاس پہنچنے کا جو جسمانی و مادی خاکہ بعض مسلمانوں نے کھینچ رکھا ہے جس پر عیسائی اور آریہ یا نیچری وغیرہ اعتراض کرتے ہیں۔ حضرت اقدسؑ نے وہ خاکہ کھینچنے سے انکار کر دیا ہے۔ اور وہ خاکہ ہے بھی اس قابل کہ اسکے کھینچنے سے انکار کیا جائے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ اس کے رسول جل و علا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کھینچا ہوا نہیں ہے جس سے علاوہ اور طرح طرح کی خرابیوں کے اللہ تعالیٰ عز اسمہ و جل شانہ کا جسمانی اور محدود و مرکب ہونا بھی لازم آتا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت اقدسؑ خدا اور اسکے رسول جل و علا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

ارشادات کو تو مانتے اور ان پر تو اپنا ایمان ظاہر فرماتے ہیں۔ چنانچہ صاف لفظوں میں لکھتے ہیں کہ "ہم عدالت کے دن پر تو ایمان لاتے ہیں۔ اور تخت رب العالمین کے قائل ہیں۔ اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ اللہ ورسول نے فرمایا وہ سب کچھ ہوگا۔ لیکن ایسے پاک طور پر کہ جو خدا تعالیٰ کے تقدس اور تنزہ اور اسکی تمام صفات کاملہ کے منافی اور مغائر نہ ہو" لیکن بعض مخالفوں نے جو جسمانی طور پر اس کا خاکہ کھینچا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے شان تقدس وتنزہ اور اُسکی صفات کاملہ کے بالکل خلاف ہے اس کو آپ نہیں مانتے۔ اور اس سے انکار کی غرض سے فرماتے ہیں۔ کہ "وہ ہم جسمانی طور پر اس کا خاکہ نہیں کھینچتے" کیا یہ خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف ہے؟ اور کیا یہ حشر ونشر اور جنت وجہنم کا انکار ہے؟ سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ +

اگر اس کا نام انکار ہے۔ تو اقرار کے کوئی معنی ہی نہیں رہیں گے۔ لیکن اگر مخالف علماء کے نزدیک اس کا نام انکار تھا تو ان کو لازم تھا کہ وہ اس جسمانی خاکہ کو جس کے کھینچنے سے حضرت اقدس نے اس لئے انکار کیا ہے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمودہ کے مطابق نہیں ہے بلکہ اسکی شان تقدس وتنزہ کے بالکل خلاف ہے۔ ظاہر الفاظ کے ساتھ آیات قرآنیہ واحادیث صحیحہ سے ثابت کرتے اور پھر اسکے بعد اس جسمانی خاکہ کے کھینچنے سے انکار کرنے والے پر کوئی فتوٰی لگاتے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے اور نہ کر سکتے ہیں۔ تو پھر انکے فتوٰی کی حقیقت ظاہر ہے۔

اب میں اسی کتاب ازالہ اوہام کے پیش کردہ حوالے سے کچھ آگے کی عبارت پر بھی ایک نظر ڈالتا ہوں۔ تا حقیقت روشن سے روشن تر ہو جائے۔

حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

(۱) "اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مومن کو فوت ہونے کے بعد بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہو رہا ہے۔ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ + اور دوسری یہ آیت فَادْخُلِيْ فِيْ عِبَادِيْ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۔ اور تیسری یہ آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ اور احادیث میں تو اس قدر اس کا بیان ہے کہ جس کا استیفا ذکر کرنا موجب تطویل ہوگا بلکہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنا چشم دید ماجرا بیان فرماتے ہیں کہ مجھے دوزخ دکھلایا گیا

تو نے اکثر اس میں عورتیں دیکھیں۔ اور بہشت دکھلایا گیا تو نے اکثر اس میں فقراء دیکھے۔" (ازالہ اوہام ص ۱۴۶)

(۲) "ماسوا اس کے ایسی آیات بھی ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ حشر اجساد ہوگا اور حساب کے بعد بہشتی بہشت میں داخل کئے جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں اور بظاہر ان دونوں قسموں کی آیات پر نظر ڈالنے سے تعارض معلوم ہوتا ہے۔ قرآن شریف اور احادیث میں ارواح طیبہ کا بہشت میں مرنے کے بعد داخل ہونا نو بدیہی اور کھلے کھلے طور پر ثابت ہے مگر ایک بھی ایسی آیت یا حدیث نہیں ملیگی جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ یوم الحساب میں بہشتی لوگ بہشت سے باہر نکال دیئے جائیں گے۔ بلکہ حسب وعدہ الٰہی بہشت میں ہمیشہ رہنا بہشتیوں کا جا بجا قرآن شریف اور احادیث میں مندرج ہے۔ ہاں دوسری طرف یہ بھی ثابت ہے کہ قبروں میں سے مردے جی اُٹھینگے۔ اور ہر ایک شخص حکم سننے کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہوگا۔ اور ہر ایک شخص کے عمل اور ایمان کا اندازہ الٰہی ترازو سے اس پر ظاہر کیا جائے گا تب جو لوگ بہشت کے لائق ہیں بہشت میں داخل کئے جائیں گے اور جو دوزخ میں جلنے کے سزاوار ہیں وہ دوزخ میں ڈالدیئے جائیں گے۔" (ازالہ اوہام ص ۱۴۶)

(۳) اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ:- "پس واقعی وہ امر جس سے ان دونوں قسم کی آیات کا تعارض دور ہوتا ہے یہ ہے کہ جنت اور جہنم تین درجوں پر منقسم ہے۔ پہلا درجہ جو ایک ادنیٰ درجہ ہے اس وقت سے شروع ہوتا ہے کہ جب انسان اس عالم سے رخصت ہو کر اپنی خواب گاہ قبر میں جا لیٹتا ہے اور اس درجہ ضعیفہ کو احادیث نبویہ میں کئی پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے منجملہ انکے ایک یہ بھی پیرایہ ہے کہ میت عبد صالح کے لئے قبر میں جنت کیطرف ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے جسکی راہ سے وہ جنت کی باغ و بہار دیکھتا ہے۔ اور اسکی دلربا ہوا سے متمتع ہوتا ہے اور اُس کھڑکی کی کشادگی بحسب مرتبہ ایمان و عمل اس میت کے ہوتی ہے لیکن ساتھ اسکے یہ بھی لکھا ہے کہ جو لوگ ایسے فنا فی اللہ ہونے کی حالت میں دنیا سے جدا ہوتے ہیں کہ اپنی جان عزیز کو محبوب حقیقی کی راہ میں فدا کر دیتے ہیں جیسے شہداء یا وہ صدیق لوگ جو شہداء سے بھی بڑھ کر آگے قدم رکھتے ہیں اُنکے لئے اُنکی موت کے بعد صرف بہشت کی طرف کھڑکی ہی نہیں کھولی جاتی۔

بلکہ وہ اپنے سارے وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں مگر پھر بھی قیامت کے دن سے پہلے اکمل اور اتم طور پر لذات جنت حاصل نہیں کر سکتے ایسا ہی اس درجہ میں میت خبیث کیلئے دوزخ کیطرف قبر میں ایک کھڑکی کھولی جاتی ہے جسکی راہ سے دوزخ کی ایک جلانیوالی بھاپ آتی رہتی ہے اور اسکے شعلوں سے ہر وقت وہ خبیث روح جلتی رہتی ہے لیکن ساتھ اسکے یہ بھی ہے کہ جو لوگ اپنی کثرت نافرمانی کی وجہ سے ایسے فنا فی الشیطان ہونیکی حالت میں دنیا سے جدا ہوتے ہیں کہ شیطان کی فرمانبرداری کی وجہ سے بکلی تعلقات اپنے مولی حقیقی سے توڑ دیتے ہیں۔ ان کے لئے انکی موت کے بعد صرف دوزخ کیطرف کھڑکی ہی نہیں کھولی جاتی بلکہ وہ اپنے سارے وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ خاص دوزخ میں ڈالدیئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا (سورۃ نوح) مگر پھر بھی وہ لوگ قیامت کے دن سے پہلے اکمل اور اتم طور پر عقوبات جہنم کا مزہ نہیں چکھتے۔" (ازالہ اوہام ص۱۴۷)

"دوسرا درجہ جسکو درمیانی درجہ کہنا چاہیئے وہ حشر اجساد کے بعد اور جنت عظمی یا جہنم کبریٰ میں داخل ہونے سے پہلے حاصل ہوتا ہے اور بوجہ تعلق جسد کامل قویٰ میں ایک اعلیٰ درجہ کی تیزی پیدا ہو کر اور خداتعالیٰ کی تجلی رحم یا تجلی قہر کا حسب حالت اپنے کامل طور پر مشاہدہ ہو کر اور جنت عظمی کو بہت قریب پا کر یا جہنم کبریٰ کو بہت ہی قریب دیکھ کر وہ لذات یا عقوبات ترقی پذیر ہو جاتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ جلشانہ آپ فرماتا ہے وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ"

........"پھر اس درجہ کے اوپر جو آخری درجہ ہے۔ تیسرا درجہ ہے جو منتہائے مراتج ہے جس میں یوم الحساب کے بعد لوگ داخل ہونگے۔ اور اکمل اور اتم طور پر سعادت یا شقاوت کا مزہ چکھ لیں گے" (ازالہ اوہام ص۱۴۸)

ان عبارتوں میں نہ صرف یہ کہ حشر اجساد اور عذاب و ثواب کا بار بار اقرار ہے بلکہ اس مضمون کی ان آیات میں یا آیات و احادیث میں بظاہر جو تناقض معلوم ہوتا تھا اور آریہ عیسائی وغیرہ مخالفین اسلام کیطرف سے اس پر اعتراض کیے جاتے تھے نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے وہ تناقض دور فرما دیا۔ اور بظاہر متناقض و متعارض نظر آنے والی آیات و احادیث کے صحیح معنے بیان کرکے انکی تطبیق فرما دی ہے۔ اور جو کچھ فرمایا ہے وہ آیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ

کی رُو سے اور یکجائی طور پر اُن پر نظر فرمانے کے بعد فرمایا ہے لیکن اس کا نام "حشر اجساد کا انکار" رکھا گیا ہے۔ اور دیوبندی اس کو وجوہات کفر میں سے قرار دے رہے ہیں۔ سچ کہا ہے کہ

ع ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است۔

نفخ صور

جو حوالجات میں پیش کر چکا ہوں اُنکی موجودگی میں نفخ صور کے متعلق علیحدہ حوالہ پیش کرنیکی ضرورت نہیں تھی۔ اس لئے کہ وہ حوالجات بعث بعد الموت یعنی حشر اجساد کے متعلق ہیں اور حشر اجساد کا نفخ صور کے بعد اور نفخ صور ہی کے ذریعہ سے ہونا مسلّم ہے پس جب حشر اجساد مان لیا۔ تو نفخ صور کا مان لینا بھی اس سے ثابت ہو گیا۔ اور جو حوالجات مَیں نے پیش کئے ہیں اُن میں یہ بھی ہے :۔

از ملائک واز خبر ہائے معاد	ہر چہ گفت آں مُرسلِ ربّ العباد
آں ہمہ از حضرتِ احدیت است	منکر آں مستحقِ لعنت است

اس میں خبر ہائے معاد کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بیان فرمایا ہے حضرت مرزا صاحبؑ نے اسکے متعلق اقرار کیا ہے کہ وہ سب خدا کی طرف سے ہے اور اُسکے مُنکر کو مستحق لعنت بتایا ہے۔ اس حوالہ سے آپؑ کا نفخ صور کو ماننا ظاہر ہے۔ کیونکہ نفخ صور کی خبریں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہیں۔ کیا کوئی صاحب عقل یہ مان سکتا ہے کہ ایک شخص آخرت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی سب چیزوں کو تو مانتے اور نفخ صور کو کہ وہ بھی انھیں خبروں میں سے ہے نہ مانے۔ بعث بعد الموت یعنی حشر ونشر ویوم الحساب اور جنّت دجہنم سب کو تسلیم کرے۔ لیکن نفخ صور کو جس کے بعد اور جس کے ذریعے سے یہ سب تغیرات ہوتے ہیں تسلیم نہ کرے (معاذ اللہ)

لیکن چونکہ فریق مخالف نے حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی کتاب شہادۃ القرآن صفحہ ۶۹ سے صرف اتنا فقرہ لے کر کہ "نفخ صور سے قیامت مراد نہیں" آپؑ کو نفخ صور کا مُنکر قرار دیا ہے حالانکہ یہ فقرہ ایک خاص موقعہ کے متعلق ہے کہ اس موقعہ پر نفخ صور سے قیامت مراد نہیں۔ نہ یہ کہ سرے سے نفخ صور کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ اس لئے مَیں اس حوالے کو مع سیاق وسباق بیان کئے دیتا ہوں تا معلوم ہو جائے کہ نفخ صور سے کلّی انکار کیا گیا ہے یا صرف ایک

کی رُو سے اور یکجائی طور پر اُن پر نظر فرمانے کے بعد فرمایا ہے لیکن اس کا نام "حشرِ اجساد کا انکار" رکھا گیا ہے۔ اور دیوبندی اس کو وجوہات کفر میں سے قرار دے رہے ہیں۔ سچ کہا ہے کہ

ع ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیب است۔

نفخ صور

جو حوالجات میں پیش کر چکا ہوں اُنکی موجودگی میں نفخ صور کے متعلق علیحدہ حوالہ پیش کرنیکی ضرورت نہیں تھی۔ اس لئے کہ وہ حوالجات بعث بعد الموت یعنی حشر اجساد کے متعلق ہیں اور حشر اجساد کا نفخ صور کے بعد اور نفخ صور ہی کے ذریعہ سے ہونا مسلّم ہے پس جب حشر اجساد مان لیا۔ تو نفخ صور کا مان لینا بھی اس سے ثابت ہو گیا۔ اور جو حوالجات مَینے پیش کئے ہیں اُن میں یہ بھی ہے:۔

از ملائک واز خبر ہائے معاد	ہر چہ گفت آں مُرسلِ ربّ العباد
آں ہمہ از حضرتِ احدیت است	منکر آں مستحقِ لعنت است

اس میں خبرہائے معاد کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بیان فرمایا ہے حضرت مرزا صاحبؑ نے اسکے متعلق اقرار کیا ہے کہ وہ سب خدا کی طرف سے ہے اور اُسکے مُنکر کو مستحق لعنت بتایا ہے۔ اس حوالہ سے آپؑ کا نفخ صور کو ماننا ظاہر ہے۔ کیونکہ نفخ صور کی خبریں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہیں۔ کیا کوئی صاحب عقل یہ مان سکتا ہے کہ ایک شخص آخرت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی سب چیزوں کو تو مانے اور نفخ صور کو کہ وہ بھی انھیں خبروں میں سے ہے نہ مانے۔ بعث بعد الموت یعنی حشر و نشر و یوم الحساب اور جنت و جہنم سب کو تسلیم کرے۔ لیکن نفخ صور کو جس کے بعد اور جس کے ذریعے سے یہ سب تغیرات ہوتے ہیں تسلیم نہ کرے (معاذ اللہ)

لیکن چونکہ فریق مخالف نے حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی کتاب شہادۃ القرآن صفحہ ۶۹ سے صرف اتنا فقرہ لے کر کہ "نفخ صور سے قیامت مراد نہیں" آپؑ کو نفخ صور کا منکر قرار دیا ہے حالانکہ یہ فقرہ ایک خاص موقعہ کے متعلق ہے کہ اس موقعہ پر نفخ صور سے قیامت مراد نہیں۔ نہ یہ کہ سرے سے نفخ صور کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ اس لئے مَیں اس حوالے کو مع سیاق و سباق بیان کئے دیتا ہوں تا معلوم ہو جائے کہ نفخ صور سے کُلّی انکار کیا گیا ہے یا صرف ایک

آیت کی ایک تفسیر ہے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "مگر قرآن میں اسلامی طاقت کے کم ہونے اور امواج فتن کے اُٹھنے کے وقت جو عیسائی واعظوں کی دجالیت سے مُراد ہے نفخ صور کی خوشخبری دیگئی ہے اور نفخ صور سے مراد قیامت نہیں ہے کیونکہ عیسائیوں کے امواج فتن کے پیدا ہونے پر تو سو برس سے زیادہ گذر گیا ہے مگر کوئی قیامت برپا نہیں ہوئی بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ کسی مہدی اور مجدد کو بھیج کر ہدایت کی صور پھونکی جائے اور ضلالت کے مردوں میں پھر زندگی کی رُوح پھونک دی جاوے۔ کیونکہ نفخ صور صرف جسمانی احیاء اور اماتت سے تک محدود نہیں ہے بلکہ روحانی احیاء اور اماتت بھی ہمیشہ نفخ صور کے ذریعہ ہی ہوتا ہے" اس جلی عبارت نے صاف طور پر ظاہر فرما دیا ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام نہ صرف نفخ صور ہی کو مانتے اور اسکے ذریعہ سے جسمانی احیاء و اماتت کے قائل ہیں۔ بلکہ رُوحانی احیاء و اماتت کو بھی نفخ صور ہی کے ذریعہ سے جانتے ہیں مگر فریق مخالف نے اس کو قرار دیا ہے "نفخ صور کا انکار" گویا فریق مخالف تو اس لئے نفخ صور کا قائل ہے کہ اُس کو نفخ صور کے ذریعہ صرف جسمانی طور پر انسانوں کے مرنے اور جینے کا اقرار ہے اور حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام اس لئے نفخ صور کے منکر ہیں کہ آپ کو نفخ صور کے ذریعہ جسمانی و روحانی دونوں طور پر انسانوں کے مرنے اور جینے کا اقرار ہے تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ۔ اور طرہ یہ کہ حضرت اقدس کی یہ عبارت کہ "نفخ صور صرف جسمانی احیاء و اماتت تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ روحانی احیاء و اماتت بھی ہمیشہ نفخ صور کے ذریعہ ہوتا ہے" شہادۃ القرآن ۲۰ میں عین اسی مقام پر موجود ہے جہاں سے فریق مخالف نے درمیان سے ایک فقرہ لے کر نفخ صور کے انکار کا الزام قائم کر کے فتویٰ کفر دینے کا شوق پورا کیا۔

حق بفضلہ آشکارا اور آفتاب صداقت اپنی پوری شان کے ساتھ روشن اور درخشاں ہو گیا ہے۔ لیکن صرف مخالف علماء کی حق پوشی و ناحق کوشی زیادہ سے زیادہ واضح کر دینے کے لئے میں اسی کتاب شہادۃ القرآن کے ایک اور حوالے کی طرف بھی نظر توجہ مبذول ہونے کی بادب استدعا کرتا ہوں۔

حضرت اقدس اس کے ص۲۵ پر الٰہی آیات کے متعلق جن میں نفخ صور کا ذکر ہے فرماتے ہیں کہ "یہ آیتیں ذوالوجوہ ہیں۔ قیامت سے بھی تعلق رکھتی ہیں اور اس عالم سے بھی"۔

کیا نفخ صور کے مضمون کی آیتوں کو قیامت سے بھی متعلق بتانا اس امر کا صاف اقرار نہیں ہے

کہ نفخ صور سے قیامت بھی مراد ہے اور حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ نفخ صور کے قائل ہیں

چھٹی وجہ تکفیر کا ردّ

فریق مخالف نے ایک وجہ تکفیر یہ بھی بیان کی ہے کہ چونکہ قرآن و حدیث کی رُو سے انبیاء علیہم السلام کی توہین کفر ہے۔ اور مرزا صاحب نے انبیاء علیہم السلام کی توہین کی ہے اس لئے ان پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے۔

جواباً گذارش ہے کہ یہ تو بالکل درست ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی توہین کفر ہے لیکن یہ بالکل غلط اور باطل ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود سیدنا مرزا غلام احمد صاحبؑ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی توہین کی ہے۔ ہیں اسکے متعلق پہلے تو اجمالاً تمام انبیاء علیہم السلام کی بابت حضرت اقدسؑ کے عقائد کا نمونہ دکھاتا ہوں۔ پھر مخالفین کے اعتراضی فقرات پر علیحدہ علیحدہ بھی کلام کروں گا۔

۱۔ حضرات انبیاء علیہم السّلام کے متعلق حضرت مرزا صاحبؑ کے پاکیزہ خیالات

(۱) ہر رسولے آفتابِ صدق بود
ہر رسولے بود ظلے دین پناہ
گر بدنیا نامدے ایں خیل پاک
ہر کہ شکرِ بعثِ شاں نارد بجا
آں ہمہ از یک صدف صد گوہر اند
اوّل آدم آخر شاں احمدؐ است
انبیاء روشن گہر ہستند لیک
آں ہمہ کانِ معارف بودہ اند

ہر رسولے بود مہرے انورے
ہر رسولے بود باغے مثمرے
کار دیں ماندے سراسر ابترے
ہست او آلاے حق را کافرے
متحد در ذات و اصل و گوہرے
اے خنک آنکس کہ بیند آخرے
ہست احمدؐ زاں ہمہ روشن ترے
ہر یکے از راہِ مولیٰ مخبرے

(درثمین ۔ براہین احمدیہ صفحہ ۱۱۲)

(۲) معجزاتِ انبیائے سابقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمانِ ماست

آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
ہر کہ انکارے کند از اشقیا است

(سراج منیر صفحہ ضرورۃ الامام ٹائٹل)

کہ نفخ صور سے قیامت بھی مراد ہے اور حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ نفخ صور کے قائل ہیں

چھٹی وجہ تکفیر کا ردّ

فریق مخالف نے ایک وجہ تکفیر یہ بھی بیان کی ہے کہ چونکہ قرآن و حدیث کی رُو سے انبیاء علیہم السلام کی توہین کفر ہے۔ اور مرزا صاحب نے انبیاء علیہم السلام کی توہین کی ہے اس لئے اُن پر کفر کا فتوےٰ دیا گیا ہے۔

جواباً گذارش ہے کہ یہ تو بالکل درست ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی توہین کفر ہے لیکن یہ بالکل غلط اور باطل ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود سیدنا مرزا غلام احمد صاحبؑ نے حضرات انبیاء علیہم السلام کی توہین کی ہے۔ میں اسکے متعلق پہلے تو اجمالاً تمام انبیاء علیہم السلام کی بابت حضرت اقدسؑ کے عقائد کا نمونہ دکھاتا ہوں۔ پھر مخالفین کے اعتراضی فقرات پر علیحدہ علیحدہ بھی کلام کروں گا۔

۱۔ حضرات انبیاء علیہم السّلام کے متعلق حضرت مرزا صاحبؑ کے پاکیزہ خیالات

(۱) ہر رسولے آفتابِ صدق بود ‎ — ‎ ہر رسولے بود مہرے انورے
ہر رسولے بود ظلّے دین پناہ ‎ — ‎ ہر رسولے بود باغے مثمرے
گر بدنیا نامدے ایں خیل پاک ‎ — ‎ کار دیں ماندے سراسر ابترے
ہر کہ شکرِ بعثتِ شاں نارد بجا ‎ — ‎ ہست او آلائے حق را کافرے
آں ہمہ از یک صدف صد گوہر اند ‎ — ‎ متحد در ذات و اصل و گوہرے
اوّل آدم آخر شاں احمدؐ است ‎ — ‎ اے خنک آنکس کہ بیند آخرے
انبیاء روشن گہر ہستند لیک ‎ — ‎ ہست احمدؐ زاں ہمہ روشن ترے
آں ہمہ کانِ معارف بودہ اند ‎ — ‎ ہر یکے از راہِ مولیٰ مخبرے

(دیکھو ج ۲ براہین احمدیہ صفحہ ۱۱۲)

(۲) معجزاتِ انبیائے سابقیں ‎ — ‎ آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمانِ ماست ‎ — ‎ ہر کہ انکارے کند از اشقیا است

(سراج منیر صـ ضرورۃ الامام ٹائٹل)

(۳) "یہ بڑی بے انصافی اور سخت تاریکی کے نیچے دبا ہوا خیال ہے کہ اُس فیض سے انکار کیا جائے جو محض دعا کی نالی کے ذریعے آتا ہے۔ اور اُن پاک نبیوں کی تعلیم کو بنظر استخفاف دیکھا جائے جن کا عملی طور پر نمونہ انھیں کے زمانہ میں کھل گیا ہے" (ایام الصلح ص۹)

(۴) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں انبیاء کرام کا ذکر یوں فرماتے ہیں:۔

هُوَ فَخرُ کُلِّ مُطَهَّرٍ وَّمقدّسٍ وَبِهٖ یُبَاهِی العَسْکَرُ الرُّوحَانِی

هُوَ خَیرُ کُلِّ مُقَرَّبٍ مُّتَقَدِّمٍ وَالفَضْلُ بِالْخَیْرَاتِ لَا بِزَمَانٍ

یعنی آپؐ کی ذات ہر مقدس و مطہر نبی کے لئے فخر کا باعث ہے اور آپؐ کی ذات والاصفات سے وہ روحانی لشکر مباہات حاصل کرتا ہے آپؐ تمام گذشتہ مقربان بارگاہ الٰہی سے افضل ہیں اور فضیلت تو اعلیٰ خوبیوں کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ زمانے کے لحاظ سے (آئینہ کمالات اسلام ص۵۹۳)

(۵) اَتَترُکُ مَاجَآءَتْ بِهِ الرُّسُلُ مِنَ الْهُدٰى اَلَا تَتَّبِعَنْ قَوْمًا هُدُوا وَتَبَقَّرُوا

یعنی کیا تم اُس ہدایت کو چھوڑتے ہو جو خدا کے مرسل لائے تھے۔ اور کیا تم پیروی نہ کرو گے ایک ایسی قوم کی جنکو خدا سے ہدایت ملی اور جو عرفان الٰہی میں سبقت رکھتے تھے (کرامات الصادقین ص۴۸)

(۶) رُوحِی بِرُوحِ الْاَنْبِیَاءِ مُضَمَّخٌ جَادَتْ عَلَیَّ الْجُوْدُ مِنْ فَیْضَانِهِمْ

میرا روح انبیاء کی روح سے معطر کیا گیا ہے اور انکے فیضان کا ایک بڑا مینہ میرے پر برسا ہے

اِنَّا نُرَجِّعُ صَوْتَنَا بِغِنَاءِهِمْ اِنَّا سُقِیْنَا مِنْ کُئُوْسِ دِنَانِهِمْ

ہم اُنھیں کے گیت کو سُروں کے ساتھ گاتے ہیں۔ ہم انھیں کے پیالوں میں سے پلائے گئے ہیں

قَوْمٌ فَنَوْا فِیْ سُبُلِ مَرْبَعِ رَبِّهِمْ وَالْعُمْیُ لَا یَدْرُوْنَ مَطْلَعَ شَانِهِمْ

وہ ایک قوم ہے جو خدا کی راہ میں فنا ہو گئی۔ اور اندھے اُنکی شان کے مطلع کو نہیں دیکھتے۔

نور الحق ۱ ص۹۶

(۷) "وہ خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راستبازوں پر زبان دراز کرتا ہے۔"

(اعجاز احمدی ص۳۵)

ان چند مختصر حوالجات سے نہایت عمدگی کے ساتھ ظاہر ہے کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب نے رسولوں اور نبیوں پر ایمان و ایقان ظاہر کرنے کے علاوہ اُنکی شان پاک میں نہایت اعلیٰ درجہ کے بدجہ کلمات اور تعظیمی الفاظ بھی بیان فرمائے ہیں۔ اور ان کی بڑی عظمت و توقیر ظاہر فرمائی ہے۔

۲ فریق مخالف کے پیشکردہ حوالجات کا صحیح مطلب

میں اب عنوان کے ذیل میں سب سے اوّل خود حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب مسیح موعودؑ کا فرمودہ جواب جو اجمالی رنگ میں تمام انبیاءؑ کی توہین کے الزام کا اکیلا جواب ہو درج کرتا ہوں

حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:-

"اور اگر یہ اعتراض ہو کہ کسی نبی کی توہین کی ہو اور وہ کلمہ کفر ہو تو اس کا جواب بھی یہی ہو کہ لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ - اور ہم سب نبیوں پر ایمان لاتے - اور تعظیم سے دیکھتے ہیں بعض عبارات جو اپنے محل پر چسپاں ہیں وہ بہ نیت توہین نہیں بلکہ بتائید توحید ہیں - وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔" (انوار الاسلام صفحہ ۳۴)

اس مختصر مگر کافی ووافی جواب کے بعد بھی فریق مخالف کے پیشکردہ ایک ایک حوالے پر علیحدہ علیحدہ نظر کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

پہلا حوالہ ۵ آنچہ داد است ہر نبی را جام

داد آں جام را مرا بتمام (نزول المسیح صفحہ ۹۹)

کہا جاتا ہو کہ اس شعر میں انبیاءؑ کی توہین کی گئی ہو۔ حالانکہ توہین سے اس کا کچھ بھی تعلق نہیں اس میں تو یہ ظاہر کیا گیا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو جو جام عرفان عطا فرمایا تھا۔ میرے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل و فیضان سے وہی جام مجھے بھی عطا فرمایا ہو اور اس شعر میں وہی مضمون ہو۔ جو حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ اپنی مشہور عالم کتاب براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۵ تا ۲۴۷ کے حاشیہ ۱۱ میں تحریر فرما چکے ہیں اور وہ یہ ہو:۔ "اور یہ تبعیت خدا کے کلام کے اور اُسکی تاثیر اور برکت سے وہ لوگ جو قرآن شریف کا اتباع اختیار کرتے ہیں اور خدا کے رسول مقبول پر صدق دلی سے ایمان لاتے ہیں اور اس سے محبت رکھتے ہیں۔ اور اس کو تمام مخلوقات اور تمام نبیوں اور تمام رسولوں اور تمام اُن چیزوں سے جو ظہور پذیر ہوئیں یا آئندہ ہوں بہتر اور پاکتر اور کامل تر اور افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں وہ بھی اُن نعمتوں سے اب تک حصہ پاتے ہیں اور جو شربت موسیٰ اور مسیح کو پلایا گیا وہی شربت نہایت کثرت سے۔ نہایت لطافت سے۔ نہایت لذت سے پیتے ہیں اور پی رہے ہیں۔ اسرائیلی نور ان میں روشن ہیں۔ بنی یعقوب کے پیغمبروں کی انہیں برکتیں ہیں

سبحان اللہ ثم سبحان اللہ۔ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کس شان کے نبی ہیں۔ اللہ اللہ کیا عظیم الشان نور ہے جس کے ناچیز خادم جس کی ادنیٰ سے ادنیٰ امت جس کے احقر سے احقر جاکر مراتب مذکورہ بالا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّکَ وَ حَبِیْبِکَ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَ اَفْضَلِ الرُّسُلِ وَخَیْرِ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

ظاہر ہے کہ یہ تو اظہار شکر نعمت ہے نہ کہ توہین انبیاءؑ اور اس میں تو انبیاء علیہم السلام کی اعلیٰ درجہ کی عظمت کا اظہار ہے۔ نہ کہ اُنکی منقصت کا۔ کیونکہ جو شخص اپنی ذات پر بڑے بڑے انعاماتِ الٰہیہ کے نزول کا ذکر کر کے یہ کہتا ہے کہ وہ انعامات جو انبیاء علیہم السلام پر ہوتے رہے ہیں وہ میرے آقا و مولیٰ حضرت سید الاولین والآخرین کے طفیل سے مجھ پر بھی ہو رہے ہیں وہ تو یقیناً حضرات انبیاء علیہم السلام کی مدح کر رہا ہے نہ کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ توہین۔ اور وہ سب سے زیادہ مدح کر رہا ہے۔ اس ذات عالی صفات و بابرکات کی جس کے طفیل سے اسپر یہ انعامات ہوتے ہیں۔

دوسرا حوالہ جو ہمارے مخالف دیوبندی مولویوں نے توہین انبیاءؑ کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ وہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کا یہ الہام ہے:۔

”آسمان سے کئی تخت اُترے۔ پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔“

جواب اوّل اس الہام کا مطلب صرف یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام خاص کو حضورؐ کی اتباع و غلامی کی برکت سے جو مراتب سماویہ و مدارج عالیہ و حالیہ عطا فرمائے۔ مجھے وہ مراتب و مدارج ان سب سے زیادہ بخشے ہیں۔ اس مطلب کی اس الہام سے پوری پوری تصدیق و تائید ہوتی ہے جو اسی اربعین کے ۲ صفحہ ۷ پر درج ہے یعنی اِنِّیْ فَضَّلْتُکَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ۔ اور اس کا ترجمہ خود حضرت اقدسؑ نے یہ فرمایا ہے کہ ”جس قدر لوگ تیرے زمانہ میں ہیں سب پر میں نے تجھے فضیلت دی۔“ صـ۱۲ کتاب مذکور۔

جس طرح اس الہام میں عالمین سے صرف آپکے زمانے والے لوگ مراد ہیں نہ کہ گذشتہ زمانوں کے تمام لوگ۔ اسی طرح پہلے الہام میں بھی صرف اُمت محمدیہ کے لوگ مراد ہیں نہ اگلے زمانوں کے بھی۔ لیکن دیوبندی مولویوں نے بقول مولوی محمد منظور صاحب سنبھلی دیوبندی کے اپنی طرف سے یہ منطق جاری کی ہے کہ آسمان سے اترنے والے تختوں سے بجائے اولیاء اُمت محمدیہ کے تخت مراد لینے کے کل گزشتہ انبیاءؑ کے تخت مراد لیکر حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام پر توہین انبیاء کا الزام لگا دیا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں مولوی محمد منظور صاحب کی اُس کتاب سے چند عبارتیں درج کروں جو اُنھوں نے بزرگانِ دیوبند کے بعض ایسے فقرات کی تفسیر وتشریح میں لکھی ہیں جنکی بنا پر ہند سے لیکر عرب تک کے علمار اہلسنت وجماعت نے انکے مرتد وکافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

مولوی صاحب سیف یمانی کے ص۱۲۹ میں رسالہ عقائد وہابیہ دیوبندیہ مؤلفہ مولوی مفتی نثار احمد صاحب کانپوری سابق مفتی آگرہ کے ایک اعتراض کا جواب دینے کی غرض سے لکھتے ہیں:-

"آپ نے تقویۃ الایمان سے حضرت شہید مرحوم کی یہ عبارت نقل کی ہے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ منطق اپنی طرف سے جاری کی ہے کہ ہر بڑے چھوٹے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام حضرات انبیار واولیار کرام داخل ہیں۔ لہٰذا یہ اُن تمام حضرات کی توہین ہے۔"

یہاں تک تو وہ اصل فقرہ جو موجب کفر قرار دیا گیا ہے نقل کر کے مولوی محمد منظور صاحب نے اسکی وہ مراد ظاہر کی ہے جو مولوی مفتی نثار احمد صاحب کانپوری اور دوسرے علمار اہلسنت نے لیکر فتویٰ دیا ہے۔ اسکے بعد مولوی محمد منظور صاحب اس فقرہ کا وہ مطلب بیان کرنے کیلئے جو ان کے خیال میں صحیح مطلب ہے لکھتے ہیں:-

"اس وقت ہمارے سامنے سلطان الاولیار حضرت خواجہ نظام الدین رح کے ملفوظات مسمی بفوائد الفوائد ہیں اس کے ص۱۰ پر ہے:- "ایمان کسے تمام نہ شود تا ہمہ خلق نزد او ہم چناں نماند کہ پشک شتر۔" یعنی کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا۔ جبتک کہ ساری مخلوق اس کے نزدیک اونٹ کی مینگنی کے برابر نہ ہو۔ اور حضرت شہاب الدین سہروردی رض کی عوارف المعارف کے ص۳۵ پر ہے:- "لَا یَکْمُلُ اِیْمَانُ امْرِءٍ حَتّٰی یَکُوْنَ النَّاسُ عِنْدَہٗ کَالْاَبَاعِرِ" یعنی کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ تمام لوگ مینگنیوں کیطرح نہ ہوں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آپ کی وہ منطق ان دونوں عبارتوں میں بھی جاری ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو وجہ فرق کیا ہے۔ کیا تمام مخلوق اور تمام لوگوں میں حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیار کرام داخل نہیں؟ اور اگر جاری ہوتی ہے تو کیا آسمانِ ولایت کے یہ دونوں آفتاب وماہتاب بھی آپ کے نزدیک ایسے ہی کافر ہیں جیسے کہ حضرت شہید مرحوم بتلائے

تُوجَرُوا۔ بَیِّنُوا وَتُوجَرُوا۔"

یہ تو مولوی محمد منظور صاحب سنبھلی دیوبندی کا بیان تھا۔ اب میں عرض کرتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف نے جس عبارت سے تمام حضرات انبیاء و اولیاء کرام کو مستثنیٰ کہا ہے۔ اس عبارت کے الفاظ یہ ہیں کہ "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمارسے بھی ذلیل ہے"۔ اور اس میں اوّل تو "ہر مخلوق" کے الفاظ نے جو عمومیت پیدا کی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ کیونکہ "ہر مخلوق" کے الفاظ لکھنے اور پھر بڑا ہو یا چھوٹا کسی کا بھی استثناء نہ کرنے سے تو یہ تمام تر صفائی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کُل مخلوق مراد ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ کل مخلوق میں انبیاء و اولیا سب آجاتے ہیں۔ کوئی بھی باہر نہیں رہتا۔ دوسرے اس عبارت میں یہ صراحت بھی موجود ہے کہ خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ہر مخلوق کا یہی حال ہے تیسرے اس فقرے کو موجب کفر قرار دینے والوں نے تقویۃ الایمان ہی کی عبارت سے بڑے اور چھوٹے کی تشریح بھی دکھادی ہے۔ یعنی یہ فقرے پیش کر دیئے ہیں کہ " اولیاء۔ انبیاء سب عاجز بندے اور ہمارے بھائی ہیں۔ اور انسان آپس میں سب بھائی ہیں۔ جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے"۔ اور ان فقرات کی بنا پر انھوں نے زور دیا ہے کہ چونکہ ان فقرات میں اولیاء و انبیاء کو مخلوق میں سب سے بڑا بنادیا۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ پہلے فقرے میں جس کے الفاظ یہ ہیں۔ "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا۔ "بڑا" سے مراد اولیاء و انبیا ہیں۔ اور "چھوٹا" سے عام مخلوق مگر مولوی محمد منظور صاحب دیوبندی اور ان کے ساتھ ہی تمام دیوبندی جہال مولوی بھی یہی کہتے ہیں کہ اس فقرے میں "بڑا مخلوق" کے الفاظ سے اولیاء و انبیاء ہرگز مراد نہیں ہیں اسی طرح سلطان الاولیا حضرت خواجہ نظام الدین رح کے فقرے میں "ہمہ خلق" کے الفاظ سے بظاہر ساری مخلوق یعنی تمام مخلوق مراد معلوم ہوتی ہے۔ اور مولوی محمد منظور صاحب نے بھی ہمہ خلق کا ترجمہ ساری مخلوق اور تمام مخلوق ہی کیا ہے۔ اور حضرت شہاب الدین سہروردی رح کے فقرہ میں الناس کے لفظ سے بظاہر تمام لوگ ہی مراد معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن مولوی محمد منظور صاحب دیوبندی اور تمام دیوبندی مولوی ان دونوں فقروں میں بھی ساری مخلوق اور تمام لوگوں سے اولیاء و انبیاء کو مستثنیٰ سمجھتے ہیں۔ یعنی انکے علاوہ اور مخلوق مراد لیتے ہیں یہاں تک کہ پہلے فقرے میں ہر مخلوق کے الفاظ سے تمام مخلوق مُراد نہ ہونے اور اولیاء و انبیاء کے اس سے مستثنیٰ ہونے کے ثبوت میں ان دونوں فقروں کو بطور دلیل کے پیش کرتے اور

کہتے ہیں کہ جس طرح ان دونوں فقروں میں تمام مخلوق مراد نہیں۔ بلکہ اولیاء و انبیاء اس سے علیحدہ ہیں۔ اسی طرح اس (پہلے) فقرے میں بھی اولیاء و انبیاء مراد نہیں بلکہ باقی مخلوق مراد ہی لیکن حضرت اقدسؑ کے اس الہام میں کہ آسمان سے کئی تخت اُترے پر میرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔" باوجودیکہ سب تخت یا کل تخت یا تمام تخت اُترنے کا ذکر نہیں ہی بلکہ کئی تختوں کے اُترنے کا ذکر ہی۔ جس میں بہت سے تختوں کے مستثنیٰ ہونے کی بھی وسیع گنجائش موجود ہی۔ اور باوجودیکہ حضرت اقدسؑ کا ایک دوسرا الہام بھی (جو اسی کتاب اربعین میں درج ہی جس میں کہ پہلا مذکورہ الہام تھا) ظاہر کر رہا ہی کہ اس سے اگلے پچھلے کل تخت مراد نہیں ہیں بلکہ صرف اولیاء امت محمدیہ کے تخت مراد ہیں۔ یا ایں ہمہ دیوبندی مولوی صاحبان کو اصرار بلیغ ہی اور وہ اپنی طرف سے یہ منطق جاری کرنی چاہتے ہیں کہ کئی تختوں کے اُترنے سے ابتدائے آفرینش سے لیکر اسی وقت تک کے کل تخت مراد ہیں اور (حضرت اقدسؑ) مرزا صاحب کو ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ یا دو لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کے تختوں سے اپنے تخت کے اونچا بچھائے جانے کا دعوےٰ ہی۔ مگر ان کی اس منطق کا حال اس عبارت کے متعلق اُنکی رائے دیکھنے سے جو اُنکے مسلم مقتدا شہید مرحوم کی عبارت ہی۔ اور ان دونوں مشہور مسلم بزرگوں کی عبارتوں کے متعلق اُن کا خیال معلوم کرنے سے جو انہوں نے اپنے شہید مرحوم کی عبارت کے متعلق اپنی رائے کی تائید میں پیش کی ہیں بخوبی ظاہر ہو جاتا ہی

گویا وہ یہ چاہتے ہیں کہ چونکہ انکے شہید مرحوم کی عبارت میں یہ الفاظ ہیں کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا۔ اور اس میں کوئی استثنا نہیں پایا جاتا۔ کل مخلوق مراد معلوم ہوتی ہی۔ اسی طرح حضرت سلطان الاولیاء خواجہ نظام الدینؒ کی عبارت میں ہمہ خلق کے الفاظ سے بظاہر تمام ہی خلق مراد معلوم ہوتی ہی۔ کوئی استثناء نظر نہیں آتا۔ اسی طرح حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کی عبارت میں بھی بظاہر کوئی استثناء نظر نہیں آتا۔ تمام لوگ مراد معلوم ہوتے ہیں۔ اس لئے مان لینا چاہیئے کہ ان تینوں عبارتوں میں استثناء ہی۔ اور کل مخلوق مراد نہیں۔ بلکہ تمام اولیاء و انبیاء مستثنیٰ ہیں۔ اور چونکہ (حضرت اقدسؑ) مرزا صاحب کی عبارت میں کُل تختوں یا تمام تختوں کا ذکر نہیں ہی بلکہ کئی تختوں کا ذکر ہی۔ اور "کئی" کا لفظ ایک تو خود کُل یا تمام کے مفہوم پر حاوی نہیں۔ دوسرے (حضرت اقدسؑ) مرزا صاحب کے ایک اور الہام نے بھی یہ ظاہر کر دیا ہی کہ کئی تختوں سے صرف اولیائے امت محمدیہ ہی کے تخت مراد ہیں نہ کہ گذشتہ انبیاء کے بھی

اس لئے مان لینا چاہیئے کہ کئی تختوں سے اپنے تخت کے اوپر بچھائے جانے کا ذکر کرنے سے یہ ثابت ہو گیا کہ آپ نے کُل انبیاء کے تختوں سے اپنے تخت کے اونچے بچھائے جانیکا دعویٰ کیا ہی۔ افسوس۔

کان کی بات وہاں غُل ٹھہرے	کوئلیں کوکیں پپیہے چلائیں
شیخ چُپ ہو تو تُوکل ٹھہرے	ہم اگر چپ ہوں تو کہلائیں سڑی

مولوی محمد منظور صاحب دیوبندی سنبھلی نے تو مولوی مفتی نثار احمد صاحب کانپوری سے دریافت کیا تھا۔ اور میں یادنیٰ تغیر انھیں کے الفاظ میں اپنے مخالف دیوبندی مولویوں سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کی وہ منطق حضرت شہید مرحومؒ کی عبارت اور پھر دونوں مشہور دلیلوں کی عبارت میں بھی جاری ہوتی ہی یا نہیں۔ اگر نہیں تو وجہ فرق کیا ہی؟ کیا "ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا" اور "ساری مخلوق" یا "تمام مخلوق" اور "تمام لوگوں" میں حضرات انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام داخل نہیں ہیں اور اگر جارتی ہوتی ہی تو کیا "حضرت شہید مرحومؒ" اور "آسمانِ ولایت کے یہ دونوں آفتاب و ماہتاب" بھی آپکے نزدیک ویسے ہی کافر ہیں جیسے کہ (نعوذ باللہ) حضرت اقدس مرزا صاحبؑ؟ فَبَيِّنُوْا تُؤْجَرُوْا۔

جواب دوم (۱) محبوب سبحانی حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانیؓ فرماتے ہیں:۔

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِيْنَ وَ شَمْسُنَا
اَبَدًا عَلٰى اُفُقِ السَّمَآءِ لَا تَغْرُبُ (قلائد الجواہر ص)

یعنی پہلوں کے سُورج غروب ہو گئے۔ اور ہمارا سورج ہمیشہ اُفق آسمان پر چمکتا رہے گا اور کبھی غروب نہ ہو گا۔ اس میں اوّلین کا لفظ عام ہی کوئی قید اسکے ساتھ نہیں۔ اگر دیوبندی علماء کی منطق اس میں بھی جاری کی جائے تو مطلب یہ ہو گا کہ اوّلین سے مُراد تمام انبیاء ہیں اور اس شعر میں سب نبیوں پر اپنے آپ کو فوقیت دی گئی ہی اور اگر انکی منطق جاری نہ ہو اور مطلب یہ لیا جائے کہ اوّلین سے مُراد حضرت پیران پیر صاحب سے پہلے کے اور آپ کے زمانے کے اولیاء اللہ ہیں تو حضرت اقدس مرزا صاحب کے الہام پر کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔ وہاں بھی اولیاء اُمت ہی مُراد لیئے جا سکتے ہیں۔ اور حضرت پیرانِ پیر صاحب کے شعر میں تو اوّلین کا لفظ کسی قید کے ساتھ نہیں ہی۔ اس لیئے اس سے انبیاء کا استثناء دوسرے قرائن سے نکالا جائے گا۔ لیکن حضرت اقدس مرزا صاحب کے

تو الہام ہی سے استثنار نکلتا ہی - اور قرائن کی محتاجی نہیں ہی۔

(۳) حضرت غوث اعظمؓ کا ایک اور ارشاد بھی اسی قسم کا ہی۔ فرماتے ہیں :-

"اَنَا مِنْ وَّرَآءِ عُقُوْلِکُمْ فَلَا تَقِیْسُوْنِیْ عَلٰی اَحَدٍ وَلَا تَقِیْسُوْا اَحَدًا عَلَیَّ"
یعنی میں تمہاری عقلوں سے بہت بلند ہوں - پس تم مجھے کسی اور پر اور کسی اور کو مجھ پر قیاس نہ کرو۔ (فتوح الغیب ص۲۲)

اگر دیوبندی علمار کی منطق یہاں بھی جاری کی جائے تو مطلب یہ ہوگا - کہ حضرت پیرانِ پیر صاحب نے تمام انبیار علیہم السلام پر فضیلت کا دعویٰ کیا ہی اور یہ فرمایا ہی کہ ان میں سے کسی پر بھی مجھے یا کسی کو بھی مجھ پر قیاس نہ کرو - میں سب سے افضل ہوں لیکن اگر یہ مطلب نہ لیا جائے اور انبیاءؑ اس سے مستثنیٰ سمجھے جائیں تو حضرت اقدس مرزا صاحب کے الہام میں وہ بدرجہ اولیٰ مستثنیٰ سمجھے جانے چاہیئے۔

جواب سوم حضرت پیرانِ پیر صاحب کا ایک یہ ارشاد بھی بہت مشہور ہی۔ "قَدَمِیْ عَلٰی رِقَابِ الْاَوْلِیَاءِ" (قلائد الجواہر ص۱۹ مصری)، یعنی میرا قدم کل اولیار اللہ کی گردنوں پر ہی - اس کے متعلق مع اور چند امور کے کسی شخص نے دیوبندیوں کے مسلم مقتدا جناب مولوی رشید احمد صاحب متوفی گنگوہی سے استفسار کیا کہ "پیرانِ پیر صاحب کا قدم سب پیروں کی گردن پر ہی ...... اسکی کوئی اصلیت - طریقت و تصوف میں بھی ہی یا نہیں؟" تو مولوی صاحب نے یہ جواب دیا کہ "پیرانِ پیر کا قدم ہونا سب کی گردن پر مراد اُنکی بزرگی اور بڑائی ہی - اس میں کیا حرج ہی جو اُن سے بڑے ہیں اُن کا قدم حضرت پیرانِ پیر کی گردن پر ہی" (فتاوی رشیدیہ حصہ اول ص۲۳ مطبوعہ جید برقی پریس دہلی)

سیدنا حضرت محبوب سبحانیؓ کا جو قول مشہور ہی - اس میں بھی اپنا قدم کل اولیار اللہ کی گردنوں پر ہونے کا دعویٰ ہی - اور جو استفسار مولوی رشید احمد صاحب سے کیا گیا ہی اس میں بھی سب پیروں کی گردنوں پر آپ کا قدم ہونے کے متعلق سوال ہی کسی ولی یا پیر کا استثنار نہیں کیا گیا ہی - اور دونوں قولوں میں کوئی لفظ یا قرینہ ایسا نہیں ہی جس سے استثناء نکالا جائے لیکن مولوی رشید احمد صاحب کے جواب سے ظاہر ہی کہ جس عبارت کے ظاہر الفاظ میں کوئی استثنا نہ بھی معلوم ہوتا ہو تو بھی اُن میں استثنا ہو سکتا ہی - کیونکہ دونوں عبارتوں میں باوجود کوئی استثنا موجود نہ ہونے کے جناب مولوی صاحب موصوف نے

ان تمام ولیوں اور پیروں کو جو درجہ میں حضرت پیرانِ پیر سے زیادہ ہوں مستثنیٰ سمجھا ہی اور نہ صرف مستثنیٰ ہی سمجھا ہی بلکہ ان کا قدم حضرت پیرانِ پیر صاحب کی گردن پر بتایا ہی اب دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو پیرانِ پیر صاحب کے قول میں دیوبندی مولویوں کی منطق جاری کی جائے یا مقتدائے دیوبندیاں جناب مولوی رشید احمد صاحب نے استثنا کی جو راہ اختیار کی ہی وہ اختیار کرلی جائے اگر منطق جاری کی جائے گی تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ ابتدائے آفرینش سے اس وقت تک جتنے بھی ولی گذرے ہیں حضرت پیرانِ پیر صاحب نے سب کی گردنوں پر اپنا قدم بتایا ہی۔ اور ان سب میں نہ صرف حضرات خلفائے اربعہؓ اور حسنینؓ ہی داخل ہیں بلکہ بلا استثنا تمام انبیاء علیہم السلام بھی داخل سمجھے جائیں گے۔ کیونکہ ہر نبی ولی بھی ہوتا ہی اور پیر بھی یعنی اللہ کا دوست بھی۔ اور لوگوں کو مرید کرنے والا بھی۔ اور اس میں جو خرابی ہی وہ محتاج اظہار نہیں۔ اور اگر مولوی رشید احمد صاحب کی صورت استثنا مان لی جائے گی تو پھر حضرت اقدسؑ کے الہام کا صحیح مفہوم سمجھنے کی بھی ایک آسان صورت نکل آئے گی کیونکہ جہاں بظاہر کوئی صورت استثنا موجود نہیں جب وہاں ان ولیوں کا استثنا مان لیا جائے گا تو حضرت اقدس کے الہام میں جہاں گنجائش استثنا بھی موجود ہی استثنا کیوں تسلیم نہ کیا جائے گا؟

یہاں پر اور دو باتیں بھی قابلِ غور ہیں (۱) دیوبندی علماء کے مقتدا اور پیشوا جناب مولوی رشید احمد صاحب نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے لیئے جیسا کہ اوپر درج ہو چکا ہی "پیرانِ پیر" کے الفاظ لکھے ہیں جس کے معنی ہوتے ہیں پیروں کے پیر۔ اگر دیوبندی مولوی صاحبان کی وہ منطق یہاں بھی جاری کی جائے جو انھوں نے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام پر اعتراض کرتے وقت اختراع کی ہی تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت غوث اعظمؓ کو مولوی رشید احمد صاحب نے نہ صرف اگلے پچھلے بیعت لینے والے تمام ولیوں ہی کا پیر کہا ہی بلکہ تمام نبیوں کا بھی۔ کیونکہ پیروں کا لفظ عمومیت رکھتا ہی۔ کوئی قید و تخصیص اس میں نہیں ہی اور جتنے نبی ہیں وہ سب بھی پیر ہونے سے خالی نہیں۔ جب حضرت غوث اعظمؓ کو عمومیت کے ساتھ "پیرانِ پیر" یعنی سب پیروں کا پیر کہا ہی تو اس میں تمام انبیاء بھی آ گئے۔ کیونکہ لوگوں کو مرید کرنے کی وجہ سے وہ بھی پیر ہوتے ہیں لیکن اگر باوجود "پیرانِ پیر" کے الفاظ کی عمومیت کے اس میں استثنا نکالا جائے گا تو وہی استثنا حضرت اقدس کے

الہام زیر بحث میں بھی نکل آئے گا۔
میں خوش ہوں کہ مقتدائے دیوبندیاں جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے بھی حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ کے الہام زیر بحث کے متعلق علاوہ اور طریقوں کے حضرت غوث اعظمؓ کے لئے "پیران پیر" کے الفاظ استعمال کر کے بھی میرے بیان کی تصدیق کی اور میری تائید میں گواہی دی ہے۔ ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

(۲) کہ دیوبندی مولوی صاحبان ایک شخص کی فضیلت سے دوسرے کی ہتک کا نتیجہ نکالا کرتے ہیں۔ لیکن انکے مرشد و مقتدا نے حضرت غوث اعظمؓ کو "پیروں کا پیر" بھی کہا ہے۔ اور "سب پیروں کی گردنوں پر آپ کا قدم" بھی مانا ہے۔ کیا اس سے بھی اور پیروں کی ہتک نکلتی ہے؟ کیونکہ یہ پیران پیر کہنا اس لحاظ سے تو ہے نہیں کہ سب پیروں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ سب آپ کے مرید ہوئے تھے۔ بلکہ پیران پیر کہنا دوسرے پیروں سے افضل ہونے کے معنے میں ہے۔ اور سب پیروں کی گردنوں پر آپ کا قدم ہونا بھی اسی معنی میں۔ اگر اس سے ہتک نکلتی ہے تو مولوی صاحب موصوف تمام پیروں کی ہتک کرنے والے ہوئے۔ اور اگر نہیں نکلتی تو حضرت اقدس پر اپنے اظہار فضیلت کی وجہ سے جو دوسروں کی ہتک کا الزام لگایا جاتا ہے وہ باطل ٹھہرا۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ کے الہام میں تو تختوں سے مراد اولیائے امت محمدیہ ہی کے تخت ہیں لیکن صوفیائے کرام نے مانا اور ظاہر بھی کیا ہے کہ مہدی معہود صرف امت محمدیہ ہی میں سب سے افضل نہیں ہے۔ بلکہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہے۔ اور بعض نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا حقائق و معارف میں وہ تمام انبیاء سے افضل ہے جیسے کہ اگلے جواب میں ظاہر ہو گا۔

تیسرا حوالہ

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے + من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

یہ شعر اسی نظم کا ہے جس کا ایک شعر مع اعتراض و جواب کے اوپر درج ہو چکا ہے۔ مخالف حضرات اعتراضوں کی تعداد بڑھانے کے لئے اس کو علیحدہ درج کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ حاصل دونوں شعروں کا ایک ہی نکالتے ہیں۔ اس شعر میں بھی پہلے شعر کی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام کی کوئی توہین نہیں۔ بلکہ اس امر کا اظہار ہے کہ میں

یقین وعرفان الٰہی میں کسی سے کم نہیں ہوں۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوں اور مجھے یہ درجہ حضور کا بروز ہونے کی وجہ سے حاصل ہوا ہے جیسا کہ اسکے بعد کے شعر سے ظاہر ہے۔ اور وہ یہ ہے ؎

وارث مصطفٰے شدم بہ یقین | شدہ رنگیں برنگ یار حسین

مخالفین اس شعر کو دانستہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور اس سے پہلا شعر لے کر اس سے توہین انبیاء کا نتیجہ نکالتے ہیں۔ حالانکہ عرفان الٰہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فدا شدہ اُمتی کا جو مہدی معہود و مسیح موعودؑ کے عظیم الشان منصب پر فائز ہو۔ انبیاء سے کم نہ ہونا کسی طرح بھی انبیاء کی توہین کا موجب نہیں ہوسکتا۔ اور اگر یہ توہین ہے تو شارح فصوص الحکم حضرت شیخ عبدالرزاق قاشانی رح جو مہدی موعود کو عرفان الٰہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام سے فائق ظاہر کرتے ہیں۔ بہت بڑے توہین انبیاء کرنے والے ٹھہرینگے۔ اور کافر و مرتد ہو کر نکاح ٹوٹنے پر فریق مخالف کے نزدیک زانی قرار پائیں گے (معاذ اللہ)۔ کیونکہ وہ شرح فصوص الحکم مصری ص۵۲ و ۵۳ میں فرماتے ہیں "اَلْمَهْدِيُّ الَّذِيْ يَجِيْئُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ فَاِنَّهٗ فِي الْاَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ تَابِعٌ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْمَعَارِفِ وَالْعُلُوْمِ وَالْحَقِيْقَةِ تَكُوْنُ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ تَابِعِيْنَ لَهٗ وَلَا يُنَاقِضُ مَا ذَكَرْنَاهُ لِاَنَّ بَاطِنَهٗ بَاطِنُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" یعنی وہ امام مہدی جو آخری زمانہ میں آئینگے وہ احکام شرعیہ میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی تابع ہونگے لیکن معارف الٰہیہ اور علوم لدنیہ اور حقیقت کے لحاظ سے تمام انبیاء اور اولیاء ان (امام مہدی) کے تابع ہونگے کیونکہ امام مہدی علیہ السلام کا باطن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا باطن ہوگا۔

چوتھا حوالہ ؎ زندہ شد ہر نبی بآمدنم + ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

یہ شعر بھی اسی نظم کا ہے جس کے مندرجہ بالا دو شعر تھے اور اس میں بھی کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے توہین نکل سکے۔ مخالفین نے اس کو ایک مسلسل و مربوط نظم سے قطع کرکے اور منشائے متکلم کے خلاف اسکے غلط معنے لیکر اس کو موجب توہین انبیاء قرار دیا ہے قبل اسکے کہ میں اس کا سیاق و سباق نقل کروں اس شعر کی اور اسکے سباق و سیاق کی وجہ بتا دینی چاہتا ہوں۔

حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا "جَرِیُّ اللّٰهِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ" (انجام آتھم ص۵۳)

آپ نے حقیقۃ الوحی ص۹۷ پر ان الفاظ میں اسکی تشریح فرمائی ہے۔ (۱) "یہ رسولِ خدا ہے۔ تمام نبیوں کے پیرایہ میں۔ یعنی ہر ایک نبی کی ایک خاص صفت اس میں موجود ہے" (۲) پھر اسی کتاب کے حاشیہ ص۷۲ میں فرمایا ہے "جیسا کہ براہین احمدیہ میں لکھا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے۔ اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔ میں آدم ہوں میں شیث ہوں میں نوح ہوں میں ابراہیم ہوں۔ میں اسحاق ہوں میں اسماعیل ہوں میں یعقوب ہوں میں یوسف ہوں میں موسیٰ ہوں میں داؤد ہوں میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمدؐ اور احمدؐ ہوں"

(۳) پھر اسی حقیقۃ الوحی تتمہ ص۸۴،۸۵ میں یوں تشریح فرمائی ہے:۔ "سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے۔ میں آدمؑ ہوں۔ میں نوحؑ ہوں۔ میں ابراہیمؑ ہوں۔ میں اسحاقؑ ہوں میں یعقوبؑ ہوں۔ میں اسماعیلؑ ہوں۔ میں موسیٰؑ ہوں۔ میں داؤدؑ ہوں۔ میں عیسیٰؑ ابن مریم ہوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یعنی بروزی طور پر۔ جیسا کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے۔ اور میری نسبت جَرِیُّ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ فرمایا۔ یعنی خدا کا رسول نبیوں کے پیرایوں میں۔ سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جاوے۔ اور ہر ایک نبی کی ایک صفت کا میرے ذریعہ سے ظہور ہو" پھر ایک اور کتاب میں یوں فرماتے ہیں:

(۴) "اور بعد اس کے میری نسبت براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں یہ بھی فرمایا۔ جَرِیُّ اللّٰہِ فِی حُلَلِ الْاَنْبِیَاءِ۔ یعنی رسول خدا تمام گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے پیرایوں میں۔ اس وحی الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ آدمؑ سے لے کر آخیر تک جس قدر انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں آئے ہیں خواہ وہ اسرائیلی ہیں یا غیر اسرائیلی۔ اُن سب کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے اس عاجز کو کچھ حصہ دیا گیا ہے اور ایک بھی نبی ایسا نہیں گزرا جسکے خواص یا واقعات میں سے اس عاجز کو حصہ نہیں دیا گیا۔ .... اور اس میں یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے جانی دشمن اور سخت مخالف جو عناد میں حد سے بڑھ گئے تھے۔ جنکو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کیا گیا۔ اس زمانہ کے اکثر لوگ بھی ان سے مشابہ ہیں۔ اگر وہ توبہ نہ کریں .... اور جو کچھ خدا تعالیٰ نے گزشتہ نبیوں کے ساتھ رنگا رنگ طریقوں میں نصرت اور تائید کے معاملات کئے ہیں۔ اُن معاملات کی نظیر بھی میرے ساتھ ظاہر کی گئی ہے اور کی جائے گی۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۸۹،۹۰)

ان حوالجات سے نہایت واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کا

زندہ شد ہر نبی بآمدنم | ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم

فرمانا توہین کے لئے ہرگز نہیں ہے۔ لیکن اگر ان تصریحات سے قطع نظر بھی کی جائے اور صرف اس نظم کا ماقبل اور مابعد غور سے دیکھا جائے جسکے ایک شعر سے اعتراض کیا جاتا ہے تو بھی یقین کرنا پڑتا ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کے اس شعر کو توہین سے ذرا بھی تعلق نہیں ہے کیونکہ یہ مضمون اس طرح شروع ہوتا ہے۔

(۱) آمدم آں زماں کہ بادِ خزاں	کرد یکسر ریاضِ دین ویراں
(۲) در مشائخ نماند جز تزویر	عالماں ہم نشستہ ہیچو ضریر
(۳) عاشقِ زر شدند و دولت و جاہ	دلِ تہی از محبتِ آں شاہ
(۴) اندریں روزہائے چوں شبِ تار	قوم را دید حق بہ حالتِ زار
(۵) پس مرا از جہانیاں بگزید	در دلم روح پاک خویش دمید
(۶) در دلِ من ز عشق شور افگند	خود مرا شد گسست ہر پیوند
(۷) کرد دیوانہ و خرد ہا داد	بست یک در ہزار در بکشاد
(۸) خلق و مردم نصیحتم بکنند	تا بترم ز یار خود پیوند
(۹) من نیم کور تا چو کورانی	بگزینم بیچے ز یستانی
(۱۰) آں برِ تازہ کان عطیۂ یار	چوں ز دست افگنم پئے مردار
(۱۱) گر جہانے بہ دشمنی خیزد	تیغ گیرد کہ خون من ریزد
(۱۲) من نہ آنم کہ ترک او گویم	جان من است یار دمہ رویم
(۱۳) رخت ہرگز ز کوچہ اش نبرم	بزدلاں دیگر اند و من دگرم
(۱۴) فارغم کرد عشقِ صورت یار	از غمِ حملہ ہائے ایں اغیار
(۱۵) سوزشِ عشق ہست ہر آنے	تا یکے خبر ایں گریبانے
(۱۶) ناصحاں را ز خبر حالم نیست	گذرے سوئے آں زلالم نیست
(۱۷) غافلاں من ز یار آمدہ ام	ہمچو یادِ بہار آمدہ ام
(۱۸) ایں زمانم زمانۂ گلزار	موسمِ لالہ زار و وقتِ بہار
(۱۹) آمدم تا نگار باز آید	بے دلاں را قرار باز آید

(۲۰) دستِ غیبم بپرورد ہر دم | کرد و حیش بمن ظہور اتم
(۲۱) نورِ الہام ہمچو بادِ صبا | نزدم آرد ز غیب خوشبوہا
(۲۲) زندہ شد ہر نبی بآمدنم | ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

(نزول المسیح)

یہ سب اشعار پڑھنے سے ایک محقق کے وہم میں بھی کبھی یہ نہیں آسکتا کہ اس شعر کو توہین سے کچھ بھی تعلق ہے؟

حاصل کلام یہ کہ وہ الہام اور اُسکی تشریحات اور پھر خود اسی نظم کا سیاق وسباق نہایت واضح طور پر اس امر کے مثبت ہیں کہ اس شعر کو توہین سے کچھ تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یقینی کلام حاصل کرنے اور ہر نبی کی خاص صفت کا مظہر ہونے کے لحاظ سے میری آمد پر ہر نبی زندہ ہوا۔ اور ثابت ہوگیا کہ وہ معاملات جو ان کے مخالفین نے اُن سے کئے تھے اور وہ تائیدات جو خدا تعالےٰ نے اُنکی فرمائی تھیں وہ سب صحیح اور درست ہیں دنیا تے انکو صداقت۔ عظمت۔ تعلیم۔ پاک نمونہ وغیرہ کے لحاظ سے مُردہ سمجھ رکھا تھا مگر خدا تعالےٰ نے مجھے مامور فرمایا کہ میں انکی صداقت ثابت کروں۔ چنانچہ آپؑ نے تمام نبیوں کی طرف سے اس زمانے میں جنگ مدافعت فرمائی اور جو اعتراضات ان پر کئے جاتے تھے وہ دور کر کے اُنکے اصل مدارج و مراتب سے ناواقفوں کو واقف اور واقفوں کو واقف تر بنا دیا۔

جواب سوئم بفرض محال اگر ایسا مضمون باندھنے سے توہین لازم آتی ہے تو فریق مخالف کے اس اصل کی بناء پر ماننا پڑے گا۔ کہ انکے مسلّمہ بزرگ مولوی محمود الحسن صاحب شیخ الہند نے مولوی رشید احمد صاحب کا مرثیہ لکھتے ہوئے جو یہ شعر کہا ہے ؎

فقط اک آپکے دم سے نظر آتے تھے سب زندہ | بخاری و غزالی بصری و شبلی و شیبانی

اس لئے وہ بھی ان بزرگ آیمہ کی توہین کے مرتکب ہونے پر کافر و مرتد قرار پائیں۔ کیونکہ جب ایک عام مولوی کی توہین اور استخفاف سے بھی انکے ہاں کُفر لازم آجاتا ہے۔ تو ایسے بزرگوں کی توہین سے بدرجہ اولیٰ کفر لازم آئے گا۔

۳۳ حضرت آدمؑ کی توہین کے الزام کا جواب

ابو البشر حضرت آدمؑ کی توہین کے الزام میں فریق مخالف نے خطبہ الہامیہ کے ساتھ منسلکہ

(۲۰) دستِ غیبم بپرورد ہر دم | کرد وحیش بمن ظہور اتم
(۲۱) نورِ الہام ہمچو بادِ صبا | نزدم آرد زغیب خوشبوہا
(۲۲) زندہ شد ہر نبی بآمدنم | ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم

(نزول المسیح)

یہ سب اشعار پڑھنے سے ایک محقق کے وہم میں بھی کبھی یہ نہیں آسکتا کہ اس شعر کو توہین سے کچھ بھی تعلق ہے؟

حاصل کلام یہ کہ وہ الہام اور اسکی تشریحات اور پھر خود اسی نظم کا سیاق وسباق نہایت واضح طور پر اس امر کے مثبت ہیں کہ اس شعر کو توہین سے کچھ تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یقینی کلام حاصل کرنے اور ہر نبی کی خاص صفت کا مظہر ہونے کے لحاظ سے میری آمد پر ہر نبی زندہ ہوا۔ اور ثابت ہوگیا کہ وہ معاملات جو ان کے مخالفین نے ان سے کئے تھے اور وہ تائیدات جو خدا تعالے نے اُنکی فرمائی تھیں وہ سب صحیح اور درست ہیں دنیا نے انکو صداقت۔ عظمت۔ تعلیم۔ پاک نمونہ وغیرہ کے لحاظ سے مُردہ سمجھ رکھا تھا مگر خدا تعالے نے مجھے مامور فرمایا کہ میں انکی صداقت ثابت کروں۔ چنانچہ آپؑ نے تمام نبیوں کی طرف سے اس زمانے میں جنگ مدافعت فرمائی اور جو اعتراضات ان پر کئے جاتے تھے وہ دور کر کے اُنکے اصل مدارج ومراتب سے ناواقفوں کو واقف اور واقفوں کو واقف تر بنا دیا۔

جواب سوئم۔ بفرض محال اگر ایسا مضمون باندھنے سے توہین لازم آتی ہے تو فریقِ مخالف کے اس اصل کی بناء پر ماننا پڑے گا۔ کہ انکے مسلّمہ بزرگ مولوی محمود الحسن صاحب شیخ الہند نے مولوی رشید احمد صاحب کا مرثیہ لکھتے ہوئے جو یہ شعر کہا ہے ؎

فقط اک آپ کے دم سے نظر آتے تھے سب زندہ | بخاری وغزالی بصری وشبلی وشیبانی

اس لئے وہ بھی ان بزرگ آئمہ کی توہین کے مرتکب ہونے پر کافر ومرتد قرار پائیں۔ کیونکہ جب ایک عام مولوی کی توہین اور استخفاف سے بھی انکے ہاں کُفر لازم آجاتا ہے۔ تو ایسے بزرگوں کی توہین سے بدرجہ اولیٰ کفر لازم آئے گا۔

۳۔ حضرت آدمؑ کی توہین کے الزام کا جواب

ابو البشر حضرت آدمؑ کی توہین کے الزام میں فریقِ مخالف نے خطبہ الہامیہ کے ساتھ منسلکہ

حاشیہ صت کے حاشیہ کی یہ عبارت پیش کی ہے:-

"اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ وَجَعَلَہٗ سَیِّدًا وَّحَاکِمًا وَّاَمِیْرًا عَلٰی کُلِّ ذِیْ رُوْحٍ مِّنَ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ کَمَا یُفْہَمُ مِنْ اٰیَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ثُمَّ اَزَلَّہُ الشَّیْطَانُ وَاَخْرَجَہٗ مِنَ الْجِنَانِ وَرُدَّ الْحُکُوْمَۃُ اِلٰی ھٰذَا الثُّعْبَانِ وَمَسَّ آدَمَ ذِلَّۃٌ وَّخِزْیٌ فِیْ ھٰذِہِ الْحَرْبِ الْھَوَانِ وَاَنَّ الْحَرْبَ سِجَالٌ وَّلِلْاَتْقِیَاءِ مَآلٌ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ فَخَلَقَ اللّٰہُ الْمَسِیْحَ الْمَوْعُوْدَ لِیَجْعَلَ الْھَزِیْمَۃَ عَلَی الشَّیْطَانِ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ وَکَانَ وَعْدًا مَّکْتُوْبًا فِی الْقُرْآنِ"

یعنی خدا تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا۔ اور انہیں انس وجان کے ہر ذی رُوح پر امیر و حاکم اور سردار مقرر فرمایا۔ جیساکہ آیت اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ کا مفہوم ہے۔ پھر شیطان نے آپکو پھسلایا اور جنت سے نکلنے کا باعث ہُوا۔ اور حکومت اس اژدہا کو لوٹا دیگئی۔ اور حضرت آدمؑ کو اس مقابلے میں تکلیف پہنچی۔ مگر چونکہ لڑائی ڈول کیطرح ہوتی ہے۔ (کبھی کوئی فتح پاتا ہے کبھی کوئی)، اور انجام متقیوں کا ہوتا ہے۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے مسیح موعودؑ کو پیدا کیا تا شیطان کو آخری زمانے میں شکست ہو۔ اور یہ باتیں قرآنی وعدہ کے مطابق ہیں۔

اس عبارت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ مرزا صاحبؑ نے حضرت آدمؑ کی توہین کی ہے کیونکہ آدمؑ کے متعلق یہ کہا ہے کہ انہیں شیطان سے شکست ہوئی۔ مگر اپنے متعلق یہ کہا ہے کہ "خدا نے مسیح موعودؑ کو پیدا کیا ہے تا اس شیطان کو شکست ہو" حالانکہ اس عبارت کا توہین سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ جب حضرت آدمؑ کا شیطان سے پھسلایا جانا اور اُسکے نتیجے میں اُن کا جنت سے نکلنا اور تکالیف اُٹھانا قرآن میں بتصریح مذکور ہے۔ تو حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کے اس قرآنی واقعہ کو ذکر کر دینے سے توہین کیوں لازم آئے گی۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس واقعہ کے مقابلہ میں مرزا صاحبؑ نے اپنا ذکر کیوں کیا ہے تو میں کہوں گا کہ یہ بھی کمی واقفیت کا نتیجہ ہے۔ اور سراسر قرآن کریم بلکہ اسی محولہ بالا عبارت سے چشم پوشی کا مترادف۔ کیونکہ جب قرآن کریم نے ہی وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ کہہ کر انجام کار متقیوں کو غلبہ دینے کی تصریح فرمائی ہے تو ضروری تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے اس عظیم الشان وعدہ کی بنا پر اَوَّلُ الْمُتَّقِیْنَ حضرت آدمؑ کو شیطان پر غلبہ دے اور آپ کی نسل میں کسی فرد کو یہ موقعہ عطا فرمائے کہ وہ اس شیطانی اور انسانی جنگ کا خاتمہ کرے۔ تا اُس ولد آدمؑ کی فتح حضرت آدمؑ کی ہی فتح قرار پائے۔ چنانچہ اسی بنا پر حضرت مسیح موعودؑ نے اس عبارت میں یہ تصریح فرما دی ہے۔ "اِنَّ الْحَرْبَ سِجَالٌ وَّلِلْاَتْقِیَاءِ

بِمَآلِ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ"۔ کہ لڑائی ڈول کی طرح ہوتی ہے۔ کبھی کسی کو فتح اور کبھی کسی کو اور انجام متقیوں کا ہوتا ہے۔

یہ فقرہ صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ فتح حضرت آدمؑ کی طرف منسوب کی ہے نہ اپنی ذات کی طرف۔ چنانچہ اس حقیقت کی تصریح آپؑ نے اسی حاشیہ میں بایں الفاظ فرمائی ہے۔

"کَانَ اللّٰہُ قَدْ قَدَّرَ مِنَ الْاَزَلِ اَنْ تَقَعَ الْحَرْبُ الشَّدِیْدُ مَرَّتَیْنِ بَیْنَ الشَّیْطَانِ وَالْاِنْسَانِ مَرَّۃً فِیْ اَوَّلِ الزَّمَنِ وَمَرَّۃً فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ فَلَمَّا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰھُمَا اَغْوَی الشَّیْطَانُ الَّذِیْ ھُوَ ثُعْبَانٌ قَدِیْمٌ حَوَّاءَ وَاَخْرَجَ آدَمَ مِنَ الْجَنَّۃِ وَنَالَ اِبْلِیْسُ مُرَادًا شَاءَ وَکَانَ مِنَ الْغَالِبِیْنَ وَلَمَّا جَآءَ وَعْدُ الْآخِرَۃِ اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّرُدَّ لِاٰدَمَ الْکَرَّۃَ عَلٰی اِبْلِیْسَ وَفَوْجِہٖ وَیَقْتُلَ ھٰذَا الدَّجَّالَ بِحَرْبَۃٍ مِّنْہُ فَخَلَقَ الْمَسِیْحَ الْمَوْعُوْدَ الَّذِیْ ھُوَ آدَمُ بِمَعْنًی لِیُدَمِّرَ ھٰذَا الثُّعْبَانَ وَیُتَبِّرَ مَا عَلَا تَتْبِیْرًا فَکَانَ مَجِیْءُ الْمَسِیْحِ وَاجِبًا لِیَکُوْنَ الْفَتْحُ لِاٰدَمَ فِیْ آخِرِ الْاَمْرِ وَکَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا" (ملحقہ حاشیہ خطبہ الہامیہ صـ۲۱۵ کا حاشیہ)۔ یعنی خدا تعالیٰ نے ازل سے یہ مقدر کر رکھا تھا کہ انسان و شیطان میں دو دفعہ سخت لڑائی ہو ایک دفعہ شروع زمانہ میں اور ایک دفعہ آخری زمانہ میں۔ جب ان دو موقعوں میں سے پہلا موقعہ آیا تو شیطان نے آدمؑ کو بہکا کر جنت سے نکلوا لیا اور اپنی منشاء پوری کر لی۔ لیکن جب دوسرا موقعہ آیا تو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اُسی آدمؑ کو ابلیس اور اسکی فوج پر فتح دے اور اُسکی دی ہوئی برچھی سے دجال کو قتل کیا جاوے۔ پس خدا نے مسیح موعودؑ کو پیدا کیا جو بعض صفات کے لحاظ سے آدم بھی ہے تاکہ وہ اس اژدہے کو ٹکڑے ٹکڑے کرے لہذا مسیح موعودؑ کا آنا ضروری تھا۔ تا آخر الامر حضرت آدمؑ کی فتح ہو اور یہ پختہ وعدہ تھا۔

جب اس عبارت میں حضرت اقدسؑ نے آخری فتح کی بابت صاف فرما دیا ہے کہ وہ حضرت آدمؑ کی فتح ہے تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپؑ نے حضرت آدمؑ کی توہین کی ہے نہایت تعجب کی بات ہے کہ یہ عبارت جو میں نے اب پیش کی ہے یہ اسی حاشیہ کے صـ۱ کی ہے اور جس عبارت سے اعتراض کیا جاتا ہے وہ صـ۲ کی ہے۔ گویا جو الزام فریق مخالف نے اس عبارت سے لگانا چاہا ہے اس کی تردید حضرت اقدسؑ نے پہلے ہی فرما دی تھی۔

علاوہ ان دو مصرحہ باتوں کے یہ امر بھی قابل غور ہی کہ یہ فتح جو حضرت آدمؑ کی فتح قرار دیگئی ہی حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے قرآن سے مستنبط کی ہی اور اسے قرآنی وعدہ قرار دیا ہی۔ چنانچہ مذکورہ بالا دونوں عبارتوں میں اس فتح کے ذکر کے بعد یہ الفاظ موجود ہیں۔ "وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا" اور "وَكَانَ وَعْدًا مَّكْتُوْبًا فِي الْقُرْاٰنِ"۔

حاصل کلام یہ کہ جو عبارتیں حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے اس عبارت میں فرمائی ہیں یعنی حضرت آدمؑ کا جنت سے نکلنا اور شیطان کی تحریک پر تکالیف اُٹھانا وہ قرآن میں موجود ہیں۔ اور انکی آخری فتح کا وعدہ بھی قرآن میں مذکور ہی اور اس وعدہ کے مطابق حاصل شدہ فتح بھی حضرت مسیح موعودؑ نے دراصل حضرت آدمؑ کی ہی فتح قرار دی ہی۔ ان سب باتوں کے بیان کر دینے کے باوجود پھر بھی اس عبارت سے توہین کا الزام قائم کرنا صریحاً حق پوشی نہیں تو اور کیا ہی؟

۴ حضرت یوسفؑ کی توہین کے الزام کا جواب

حضرت یوسفؑ کی توہین کا الزام لگاتے وقت فریق مخالف نے یہ فقرہ پیش کیا ہی۔

"پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہی" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۷۶ طبع اول) ہیں کیا ہر محقق انسان جب اور جتنا بھی اس فقرہ پر غور کرے گا حیران ہی ہوگا کہ اس فقرے سے توہین کس طرح ثابت ہوئی۔ کیونکہ ایک بھی لفظ اس فقرہ میں ایسا نہیں جو حضرت یوسفؑ کی شانِ عظیم کے خلاف ہو۔ اور اس سے توہین نکلتی ہو۔ غایت کار یہ فقرہ من وجہٍ کسی فضیلت کو ظاہر کرتا ہی۔ اور آجتک نہیں سُنا گیا اور نہ شرعاً اس امر کی کوئی دلیل ہی کہ اظہار فضیلت دوسرے کی توہین کا مترادف ہوتا ہی حاشا و کلا۔ اس اعتراض سے معترضین نے اپنا ایمان ظاہر کیا ہی جو انھیں قرآن شریف یا حضرت نبی کریمؐ کی ذات والاصفات یا دیگر بزرگانِ سلف پر ہی کیونکہ انھوں نے اظہار فضیلت کو توہین کا مستلزم قرار دیکر یہ ظاہر کیا ہی۔ (۱) کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وہ توہین انبیاء کا مرتکب قرار دیتے ہیں کیونکہ وہ یقین و ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء سے اجمالاً اور بعض بعض انبیاء مثلاً حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے تفصیلاً نام لے کر اپنا افضل ہونا ظاہر فرمایا ہی بلکہ حضرت یوسفؑ سے تو قید خانہ کے واقعہ کا ذکر کر کے اس

علاوہ ان دو مصرحہ باتوں کے یہ امر بھی قابل غور ہے کہ یہ فتح جو حضرت آدم کی فتح قرار دیگئی ہے حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے قرآن سے مستنبط کی ہے اور اسے قرآنی وعدہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ مذکورہ بالا دونوں عبارتوں میں اس فتح کے ذکر کے بعد یہ الفاظ موجود ہیں۔ "وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا۔" اور "وَكَانَ وَعْدًا مَّكْتُوبًا فِي الْقُرْآنِ۔"

حاصل کلام یہ کہ جو عبارتیں حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے اس عبارت میں فرمائی ہیں یعنی حضرت آدمؑ کا جنت سے نکلنا اور شیطان کی تحریک پر تکالیف اُٹھانا وہ قرآن میں موجود ہیں۔ اور انکی آخری فتح کا وعدہ بھی قرآن میں مذکور ہے اور اس وعدہ کے مطابق حاصل شدہ فتح بھی حضرت مسیح موعودؑ نے دراصل حضرت آدمؑ کی ہی فتح قرار دی ہے۔ ان سب باتوں کے بیان کر دینے کے باوجود پھر بھی اس عبارت سے توہین کا الزام قائم کرنا صریحاً حق پوشی نہیں تو اور کیا ہے؟

۴ حضرت یوسفؑ کی توہین کے الزام کا جواب

حضرت یوسفؑ کی توہین کا الزام لگاتے وقت فریق مخالف نے یہ فقرہ پیش کیا ہے:-

"پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۷۶ طبع اول)

ہیں کیا ہر محقق انسان جب اور جتنا بھی اس فقرہ پر غور کرے گا حیران ہی ہو گا کہ اس فقرے سے توہین کس طرح ثابت ہوئی۔ کیونکہ ایک بھی لفظ اس فقرہ میں ایسا نہیں جو حضرت یوسفؑ کی شانِ عظیم کے خلاف ہو۔ اور اس سے توہین نکلتی ہو۔ غایت کار یہ فقرہ من وجہٍ کسی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔ اور آجتک نہیں سنا گیا اور نہ شرعاً اس امر کی کوئی دلیل ہے کہ اظہار فضیلت دوسرے کی توہین کا مترادف ہوتا ہے حاشا و کلا۔ اس اعتراض سے معترضین نے اپنا ایمان ظاہر کیا ہے جو انھیں قرآن شریف یا حضرت نبی کریمؐ کی ذات والاصفات یا دیگر بزرگانِ سلف پر ہے کیونکہ انھوں نے اظہار فضیلت کو توہین کا مستلزم قرار دیکر یہ ظاہر کیا ہے۔ (۱) کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وہ توہین انبیاء کا مرتکب قرار دیتے ہیں کیونکہ وہ یقین و ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء سے اجمالاً اور بعض بعض انبیاء مثلاً حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے تفصیلاً نام لے کر اپنا افضل ہونا ظاہر فرمایا ہے بلکہ حضرت یوسفؑ سے تو قید خانہ کے واقعہ کا ذکر کر کے اس

رنگ میں اپنی فضیلت ظاہر فرمائی ہے۔ "لَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوسُفُ ثُمَّ آتَانِي الدَّاعِي لَأَجَبْتُهُ" یعنی اگر میں قید خانہ میں اتنی دیر رہتا اور مجھے بادشاہ کیطرف سے بلانے والا آتا تو میں یوسف کیطرح اِرْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ (یوسف ع) نہ کہتا بلکہ اُسکی بات مان کر قید خانہ سے نکل آتا۔ (بخاری جلد ۲ کتاب بدء الخلق صـ۱۶۱ مصری) اور اظہار فضیلت کو ہمارے مقابل پر انھوں نے اس اعتراض میں موجب توہین قرار دیا۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ اُنکے نزدیک آنحضرتؐ بھی توہین انبیاء کے مرتکب ہوئے ہیں (معاذ اللہ)

(۲) یہ کہ قرآن شریف کی آیت تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ پر بھی فریق مخالف کا ایمان نہیں ہے کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ ہم بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں اور افضل ہونے کا اظہار فریق مخالف کے نزدیک توہین ہے تو لازماً ماننا پڑا کہ یا تو فریق مخالف کا اس آیت پر ایمان نہیں ہے۔ یا ایمان ہے تو اُن کا اظہار فضیلت کو موجب توہین قرار دینا قطعاً باطل۔

(۳) یہ کہ بعض دیگر انبیاء پر بھی فریق مخالف کا ایمان نہیں ہے۔ اور اُن بعض انبیاء کو جنھوں نے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ کی بنا پر خداداد فضیلت کا اظہار کیا ہوگا۔ فریق مخالف مرتکب توہین قرار دیتا ہے کیونکہ فریق مخالف کے نزدیک اظہار فضیلت مستلزم توہین ہے جو موجب کفر و ارتداد اور فسخ نکاح ہے۔

(۴) یہ کہ اس اعتراض سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ بزرگانِ سلف جنھوں نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کو بعض انبیاء سے افضل قرار دیا ہے وہ بھی انکے نزدیک مرتکب توہین انبیاء ہوئے ہیں۔ اور بوجہ اہانت انبیاء کے کافر و مرتد ہو کر زن و شوئی میں ناجائز تعلق رکھنے والے بنے ہیں۔ (والعیاذ باللہ) کیونکہ ان بزرگوں نے تصریح فرمائی ہے۔

(۱) امام ابن سیرینؒ جنھوں نے فرمایا ہے "يَكُونُ فِي هَٰذِهِ الْأُمَّةِ خَلِيفَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ قِيلَ خَيْرٌ مِّنْهُمَا قَالَ قَدْ كَادَ يُفَضَّلُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَنْبِيَاءِ" یعنی اس امت کا ایک خلیفہ ابوبکرؓ و عمرؓ سے بھی افضل ہوگا۔ کسی نے کہا دونوں سے افضل ہوگا؟ تو انھوں نے جواب دیا۔ ہاں وہ تو بعض انبیاء سے بھی افضل ہوگا۔ (حجج الکرامہ صـ۳۸۶)

(۲) "اَلْمَهْدِيُّ الَّذِي يَجِيءُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ فَإِنَّهُ يَكُونُ فِي الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ

تابعًا لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْمَعَارِفِ وَالْعُلُومِ وَالْحَقِيقَةِ تَكُونُ جَمِيعُ الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ تَابِعِيْنَ لَهٗ كُلُّهُمْ وَلَا تُنَاقِضُ مَا ذَكَرْنَاهُ لِاَنَّ بَاطِنَهٗ بَاطِنُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" یعنی امام مہدیؑ جو آخری زمانے میں آئینگے احکام شرعیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہونگے۔ اور معارف و علوم اور حقیقت کے علم میں تمام انبیاء و اولیاء اس مہدی علیہ السلام کے تابع ہونگے کیونکہ اس کا باطن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا باطن ہو۔ (شرح فصوص الحکم مصری ص۵۲ و ۵۳ مصنفہ عبدالرزاق قاشانی۔)

(۵) اس اعتراض سے یہ بھی لازم آتا ہو کہ فریق مخالف کے نزدیک وہ صوفیاء کرام بھی توہین انبیاء کے مرتکب ہونے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں (معاذ اللہ) جنھوں نے اس امر کی تصریح کی ہو کہ ایک ولی کو بھی نبی پر جزوی فضیلت ہوسکتی ہو کیونکہ ان مولوی صاحبان کا یہ مسلمہ اصول ہو کہ اظہار فضیلت سے توہین لازم آتی ہو تبھی تو ہم پر اعتراض کرتے ہیں اب یا تو مخالف مولوی صاحبان کا اظہار فضیلت کو موجب توہین قرار دینا باطل ہوا یا لازم آیا کہ اُن بزرگوں پر بھی کفر کا فتویٰ دیں۔ جنھوں نے مندرجہ ذیل تصریحات کی ہیں مثلاً:۔

(۱) "يَجُوْزُ الْفَضْلُ الْجُزْئِيُّ لِلْوَلِيِّ عَلَى النَّبِيِّ" یعنی جزئی فضیلت ایک ولی کو نبی پر جائز الوقوع ہو۔ (ہدیہ مجددیہ ص۶۵)

(۲) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کا ارشاد ہو۔ "و ایں قسم فضل ولی بر نبی جائز داشتہ اند کہ جزئی است کہ مجال معارضہ بکلی ندارد" (ہدیہ مجددیہ ص۶۵)

(۶) یہ کہ مولوی صاحبان کے اس قاعدہ سے کہ اظہار فضیلت موجب توہین ہو لازم آتا ہی کہ محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ بھی توہین کے مرتکب ہونے کی وجہ سے اس فتویٰ کے ذیل میں آویں۔ جو فتویٰ فریق مخالف نے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ پر لگایا ہو کیونکہ حضرت شیخ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔ "جَاءَنِيْ اَبُو الْعَبَّاسِ الْخِضْرُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَمْتَحِنُنِيْ بِمَا امْتَحَنَ بِهٖ اَوْلِيَاءَ مِنْ قَبْلِيْ فَكَشَفَ لِيْ عَنْ سَرِيْرَتِهٖ فَفَتَحَ عَلَيَّ بِمَا خَاطَبْتُهٗ بِهٖ ثُمَّ قُلْتُ لَهٗ وَهُوَ مُطْرِقٌ اَنْ يَّا خِضْرُ اِنْ كُنْتَ قُلْتَ لِمُوْسٰى اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا۔ فَاِنَّكَ اَنْتَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا يَا خِضْرُ اِنْ كُنْتَ اِسْرَائِيْلِيًّا فَاِنَّكَ اِسْرَائِيْلِيٌّ وَاَنَا مُحَمَّدِيٌّ فَهَا اَنَا وَاَنْتَ وَهٰذِهِ الْكُرَةُ وَهٰذَا الْمَيْدَانُ هٰذَا مُحَمَّدٌ وَهٰذَا الرَّحْمٰنُ وَهٰذَا فَرَسِيْ مُسْرَجٌ مُلْجَمٌ وَقَوْسِيْ مُوَتَّرٌ وَسَيْفِيْ شَاهِدٌ"

(قلائد الجواہر مصری ص۱۶/۸)

یعنی جب میرے پاس خضر علیہ السلام آئے تا میرا امتحان لیں جن باتوں سے اُنھوں نے مجھ سے پہلے اولیاء کا امتحان لیا تھا تو اُنکی حالت مجھ پر ظاہر کی گئی اور مجھے بتایا گیا وہ کلام جس سے اُنھیں مخاطب کیا۔ سو مَیں نے اُن سے کہا جبکہ وہ سرنگون تھے کہ اے خضر اگر تم نے موسیٰ سے کہا تھا کہ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا (اے موسیٰ تو میرے ساتھ صبر نہ کر سکے گا) تو اے خضرؑ میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے اگر تم اسرائیلی ہو تو میں محمدی ہوں آ یئے یہ میں اور آپ ہیں اور یہ گیند اور یہ میدان ہے اور یہ محمد (صلعم) اور یہ خدا بھی ہے یہ میرا گھوڑا لگام و زین سے کسا ہوا طیار ہے اور میری کمان کھچی ہوئی ہے اور میری تلوار برہنہ ہے

اس عبارت میں حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ اپنے امت محمدیہ میں سے ہونے کی وجہ سے حضرت خضرؑ کو جنہیں حضرت موسیٰؑ پر بھی من وجہ فضیلت حاصل تھی جو چیلنج دیا ہے اور جس طریق پر خطاب کیا ہے وہ ظاہر و باہر ہے کسی تشریح کا محتاج نہیں ہے۔

(۷) یہ کہ فریق مخالف کے اس مزعومہ قاعدہ سے کہ اظہار فضیلت موجب توہین ہے اور توہین سے کفر لازم آتا ہے اور فسخ نکاح ہو جاتا ہے۔ لازم آتا ہے کہ تمام شیعہ لوگ کافر اور انکے نکاح باطل۔ اگر دوبارہ نکاح نہ کرائیں اور اپنے عقیدہ سے باز نہ آئیں تو وہ حرامکار اور انکی اولاد حرامکار ہوئی۔ کیونکہ شیعوں کے ہاں تصریح ہے اِعْلَمْ مَا ذَکَرَہٗ رَحِمَہُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِ نَبِیِّنَا وَ اَئِمَّتِنَا صَلَوٰتُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ عَلٰی جَمِیْعِ الْمَخْلُوْقَاتِ وَکَوْنِ اَئِمَّتِنَا عَلَیْہِمُ السَّلَامُ اَفْضَلَ مِنْ سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ هُوَ الَّذِیْ لَا یَرْتَابُ فِیْهِ مَنْ تَتَبَّعَ اَخْبَارَهُمْ"۔ یعنی جو کچھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے آئمہ کرامؓ کے تمام مخلوقات پر افضل ہونے کے بارے میں لکھا گیا ہے اور اس بارے میں کہ ہمارے آئمہ علیہم السلام تمام بقیہ انبیاء کرامؑ سے افضل ہیں یہ ایسی پختہ بات ہے جس میں آئمہ کرام کے حالات سے واقف انسان ذرا بھی شک و شبہ نہیں کر سکتا۔ (بحار الانوار جلد ۷ صفحہ ۳۴۵)

ایک خاص بات لائق توجہ یہ ہے کہ فریق مخالف کے مسلمہ بزرگ مولوی محمود الحسن شیخ الہند نے اپنے پیر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا مرتبہ لکھتے ہوئے یہ تصریحات کی ہیں:۔ ۵

(۱) زباں پہ اہل اہوا کے ہے کیوں اُعْلُ ھُبَلْ شاید
اُٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی

(۲) مسیحائے زماں پہنچا فلک پر چھوڑ کر ہم کو
چھپا چاہ لحد میں وائے قسمت ماہ کنعانی

(۳) حوائج دین و دنیا کے کہاں لیجائیں ہم یارب
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی

(۴) قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں | عبید سود کا انکے لقب ہے یوسف ثانی
(۵) پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ | جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی
(۶) تمہاری تربت انور کو دیکر طور سے تشبیہ | کہوں ہوں بار بار ارنی میری دیکھی بھی نادانی

ان اشعار میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو بانئے اسلام کا ثانی - مسیح زمان - ماہ کنعانی - قبلہ حاجات کہا ہے اور انکے کلوٹے غلام کو یوسف ثانی - اور انکی قبر کو طور اور اپنے آپ کو ارنی گو کہنے اور صاحب قبر کو وہ ذات قرار دینے کے بعد جس سے حضرت موسیٰ نے ارنی کہا تھا - یہ بھی کہدیا گیا ہے کہ حجاج کعبہ کو جو ذوق و شوق عرفانی رکھنے والے تھے کعبہ میں بالکل ہی تسکین حاصل نہیں ہوئی اور وہ ایک ایک سے گنگوہ کا رستہ پوچھتے پھرتے تھے تا جو بات کعبہ میں حاصل نہ ہو سکی تھی وہ گنگوہ جاکر حاصل کریں -

با ایں ہمہ دیوبندی مولویوں کے قبلہ و کعبہ و شیخ الہند و خاتم المحدثین جناب مولوی محمود الحسن صاحب مسلمان کے مسلمان ہی رہتے ہیں کسی دیوبندی کے نزدیک آپ کی ان باتوں سے نہ تو ارتکاب توہین انبیاء لازم آتا ہے نہ آپ اور آپ کے متبعین کے نکاحوں میں کوئی خلل دخل پاتا ہے -

---

۵ حضرت مسیح کی توہین کے الزام کا جواب

ہمارے مخالفین کا الزام توہین انبیاء کے سلسلہ میں بہت بڑا بلکہ سارا زور اسی ایک امر پر ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے حضرت مسیح کی توہین اور ہتک کی ہے اور یہی وہ الزام ہے جسکی اشاعت میں خاص اہتمام کیا گیا ہے اور جو عرض و طول ملک میں جی کھولکر پھیلا دیا گیا ہے - میں علیحدہ علیحدہ ایک ایک اعتراض پر نظر کرنے اور ان سب کا بالتفصیل جواب دینے سے قبل دو شقوں کے ذیل میں اصولی طور پر حضرت اقدس مرزا صاحب کی چند تصریحات بیان کر دینی چاہتا ہوں -

شق اول حضرت مسیح موسوی کے متعلق حضرت مسیح محمدی کے پاکیزہ خیالات -

(۱) " اگرچہ ہر ایک نبی میں موید بروح القدس ہونے کی صفت بھی پائی جاتی ہے کیونکہ تمام نبی روح القدس سے تائید یافتہ ہیں - لیکن پھر بھی یہ دو نام دو نبیوں سے کچھ خصوصیت رکھتے ہیں - یعنی مہدی کا نام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے اور مسیح یعنی موید بروح القدس

(۴) قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں — عبیدِ سود کا انکے لقب ہے یوسف ثانی
(۵) پھریں تھے کعبہ میں بھی پوچھتے گنگوہ کا رستہ — جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی
(۶) تمہاری تربت انور کو دیکر طور سے تشبیہ — کہوں ہوں بار بار ارنی مری دیکھی بھی نادانی

ان اشعار میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو بانیٔ اسلام کا ثانی۔ مسیح زمان۔ ماہِ کنعانی۔ قبلہ حاجات کہا ہے اور انکے کلوٹے غلام کو یوسف ثانی۔ اور انکی قبر کو طور اور اپنے آپ کو ارنی گو کہنے اور صاحب قبر کو وہ ذات قرار دینے کے بعد جس سے حضرت موسیٰؑ نے ارنی کہا تھا۔ یہ بھی کہدیا گیا ہے کہ حجاج کعبہ کو جو ذوق و شوق عرفانی رکھنے والے تھے کعبہ میں بالکل ہی تسکین حاصل نہیں ہوئی اور وہ ایک ایک سے گنگوہ کا رستہ پوچھتے پھرتے تھے تا جو بات کعبہ میں حاصل نہ ہو سکی تھی وہ گنگوہ جا کر حاصل کریں۔

با ایں ہمہ دیوبندی مولویوں کے قبلہ و کعبہ و شیخ الہند و خاتم المحدثین جناب مولوی محمود الحسن صاحب مسلمان کے مسلمان ہی رہتے ہیں کسی دیوبندی کے نزدیک آپ کی ان باتوں سے نہ تو ارتکاب توہین انبیاء لازم آتا ہے نہ آپ اور آپ کے متبعین کے نکاحوں میں کوئی خلل دخل پاتا ہے۔

۵۔ حضرت مسیحؑ کی توہین کے الزام کا جواب

ہمارے مخالفین کا الزام توہین انبیاءؑ کے سلسلہ میں بہت بڑا بلکہ سارا زور اسی ایک امر پر ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے حضرت مسیحؑ کی توہین اور ہتک کی ہے اور یہی وہ الزام ہے جسکی اشاعت میں خاص اہتمام کیا گیا ہے اور جو عرض و طول ملک میں جی کھولکر پھیلا دیا گیا ہے۔ میں علیحدہ علیحدہ ایک ایک اعتراض پر نظر کرنے اور ان سب کا بالتفصیل جواب دینے سے قبل دو شقوں کے ذیل میں اصولی طور پر حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی چند تصریحات بیان کر دینی چاہتا ہوں۔

شق اوّل حضرت مسیح موسویؑ کے متعلق حضرت مسیح محمدیؑ کے پاکیزہ خیالات۔

(۱) "اگرچہ ہر ایک نبی میں مؤید بروح القدس ہونے کی صفت بھی پائی جاتی ہے کیونکہ تمام نبی روح القدس سے تائید یافتہ ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ دو نام دو نبیوں سے کچھ خصوصیت رکھتے ہیں۔ یعنی مہدی کا نام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے اور مسیح یعنی مؤید بروح القدس

کا نام حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کچھ خصوصیت رکھتا ہے۔" (اربعین ۲ حاشیہ ص۱۹ طبع اول)

(۲) "اس بات میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح سچے نبی ہیں۔" (" ۲ ص۲۵)

(۳) "اس لیے ظاہر پرستی کی شامت سے یہودیوں کو دو سچے نبیوں کی نبوت سے منکر رہنا پڑا۔ یعنی مسیح اور یحییٰ سے" (ازالہ اوہام ص۱۱)

(۴) "اگر مسیح کے ملعون ہونے پر ہی نجات موقوف ہے۔ اور تبھی نجات ملتی ہے کہ مسیح جیسے ایک راستباز۔ پاک روش۔ خدا تعالےٰ کے پیارے کو لعنتی ٹھہرایا جاوے۔ تو حیف ہے ایسی نجات پر۔ اس سے تو ہزار درجہ دوزخ بہتر ہے۔ غرض جب مسیح کے لیئے دونوں فریق یہود و نصاریٰ نے ایسے دوراز ادب القاب روا رکھے تو خدا تعالیٰ کی غیرت نے نہ چاہا کہ اس پاک روش کی عزت کو بغیر شہادت کے چھوڑ دیوے سو اس نے جیسا کہ انجیل میں پہلے سے وعدہ دیا گیا تھا۔ ہمارے سید و مولیٰ ختم المرسلین کو مبعوث فرما کر مسیح کی عزت اور رفع کی قرآن کریم میں شہادت دی۔"

(ازالہ اوہام ص۱۵۹ و ص۱۶)

(۵) "اگر یہی اٹھارہ سو اکانوے برس زمین پر زندہ رہتے تو انکی ذات جامع البرکات سے کیا کیا نفع خلق اللہ کو پہنچتا۔" (ازالہ اوہام ص۱۸)

(۶) "حضرت عیسیٰ ابن مریم ایسے خلیفۃ اللہ تھے کہ ظاہری عنان حکومت انکے ہاتھ میں نہیں آئی تھی۔ اور سیاست ملکی اور اس دنیوی بادشاہی سے ان کو کچھ علاقہ نہیں تھا۔ اور دنیا کے ہتھیاروں سے وہ کچھ کام نہیں لیتے تھے بلکہ اس ہتھیار سے کام لیتے تھے جو انکے انفاس طیبہ میں تھا۔ یعنی اس موجب بیان سے جو انکی زبان پر جاری کیا گیا تھا جسکے ساتھ بہت سی برکتیں تھیں۔ اور جسکے ذریعہ سے وہ مرے ہوئے دلوں کو زندہ کرتے تھے۔ اور بہرے کانوں کو کھولتے تھے۔ اور مادرزاد اندھوں کو سچائی کی روشنی دکھا دیتے تھے۔ ان کا وہ دم ازلی کافر کو مارتا تھا۔ اور اسپر پوری حجت کرتا تھا۔ لیکن مومن کو زندگی بخشتا تھا۔ وہ بغیر باپ کے پیدا کئے گئے تھے۔ اور ظاہری اسباب ان کے پاس نہیں تھے۔ اور ہر بات میں خدا تعالیٰ اُن کا متولی تھا۔" (ازالہ اوہام ص۳۰۳)

(۷) "پس جبکہ مسیح علیہ السلام کی بابرکت شان میں نابکار یہودیوں نے نہایت خلاف تہذیب جرح کی۔" (آئینہ کمالات اسلام ص۳۴)

(۸) "اور اللہ جلشانہٗ کی قسم ہے کہ مجھے صاف طور پر اللہ جلشانہٗ نے اپنے الہام سے فرمادیا ہے

کہ حضرت مسیح علیہ السلام بلا تفاوت ایسا ہی انسان تھا جس طرح اور انسان ہیں مگر خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور اس کا مرسل اور برگزیدہ ہے۔" (حجۃ الاسلام صفحہ ۹)

(۹) "اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ وہ (مسیح) سچے نبی ضرور تھے۔ رسول تھے۔ خدا تعالےٰ کے پیارے تھے۔ مگر خدا نہیں تھے۔" (حجۃ الاسلام صفحہ ۳۱)

(۱۰) "حضرت مسیح اپنے اقوال کے ذریعہ اور اپنے افعال کے ذریعہ سے اپنے تئیں عاجز ہی ٹھہراتے ہیں اور خدائی کی کوئی بھی صفت ان میں نہیں۔ ایک عاجز انسان ہیں ہاں نبی اللہ بیشک ہیں۔ خدا تعالےٰ کے سچے رسول ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔"
(جنگ مقدس صفحہ ۵ پارہ دوم)

(۱۱) "چونکہ قرآن کریم نے حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق کر دی ہے۔ اس لئے ہم بہر حال حضرت مسیح کو سچا نبی کہتے اور مانتے ہیں اور انکی نبوت سے انکار کرنا کفر صریح قرار دیتے ہیں۔" (ضیاء الحق صفحہ ۴۱)

(۱۲) "غرض جس ابن مریم کی قرآن شریف ہم کو خبر دی ہے وہ اسی ازلی ابدی ہدایت کا پابند تھا جو ابتدا سے بنی آدم کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ لہذا انکی نبوت کے لئے قرآنی ثبوت کافی ہے گو انجیل کی رو سے کتنے ہی شکوک و شبہات انکی نبوت کے بارے میں پیدا ہوں۔"
(نور القرآن ۱ آخری کلام صفحہ ۳۵ بار دوم ۱۸۹۵ء)

(۱۳) "ہم قرآن کی الہامی گواہی سے مانتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم ایک صالح آدمی اور پیغمبر تھا اس نے کبھی خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور آنے والے رسول پر اس کو ایمان تھا اور وہ صاحب معجزات تھا" (اشتہار ۲۸ فروری ۱۸۹۷ء تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۳۴)

(۱۴) "حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیشک خدا کا ایک پیارا نبی تھا۔ نہایت اعلیٰ درجہ کے صفات اپنے اندر رکھتا تھا۔ نیک تھا۔ برگزیدہ تھا۔ خدا سے ملا ہوا تھا۔ لیکن خدا نہیں تھا۔"
(اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۹۷ء تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۴۴)

(۱۵) "ہم اس بات کے لئے بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں۔ اور انکی نبوت پر ایمان لاویں۔" (ایام الصلح ٹائٹل اول)

(۱۶) "حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے مقدس۔ بڑے راستباز۔ بڑے برگزیدہ تھے" (ایام الصلح صفحہ ۱۲۸)

(۱۷) "اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کا لقب ملا۔ اور جب یہ لقب ان کو عطا ہوا

تو خدا نے ان کو ان برکتوں سے بھر دیا جن سے دنیا کو جسمانی طور پر ان کے انفاس سے فائدہ پہنچا۔" (ایام الصلح ص۱۴۹ و ص۱۵۰)

(۱۸) "اور ان کے مقابل پر ایک غلطی عیسائیوں میں بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ مسیح جیسے مقدس اور بزرگوار کی نسبت جسکو انجیل شریف میں نور کہا گیا ہے نعوذ باللہ لعنت کا لفظ اطلاق کرتے ہیں۔" (ستارہ قیصرہ ص۱۰)

(۱۹) "اسی لیئے لعین شیطان کا نام ہے۔ پس وہی نام حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے تجویز کرنا اور انکے پاک اور منور دل کو نعوذ باللہ شیطان کے تاریک دل سے مشابہت دینا ...... یہ ایک ایسا عقیدہ ہے کہ اسکے سننے سے دل پاش پاش ہوتا ہے۔" (ستارہ قیصرہ ص۱۱)

(۲۰) "مجھے ان لوگوں کی سمجھ پر سخت افسوس آتا ہے کہ انھوں نے اپنے مطلب کی خاطر ایک عظیم الشان نبی کی سخت بیحرمتی کی ہے۔ اور اس کو لعین ٹھہرایا ہے" (زندہ نبی اور زندہ مذہب ص۲۹)

(۲۱) "آپ خدا کے مقبول اور پیارے تھے۔ خبیث ہیں وہ لوگ جو آپ پر یہ تہمتیں لگاتے ہیں۔" (اعجاز احمدی ص۲۵)

شق دوم

عیسائیوں کے فرضی مسیح کے متعلق بعض الفاظ نقل کرنیکی وجہ اور ان کا ماخذ۔

(۱) حضرت اقدسؑ نور القرآن ۲ مطبوعہ جولائی ۱۸۹۵ء کے ص۱ پر فرماتے ہیں۔

"امابعد واضح ہو کہ چونکہ پادری فتح مسیح متعین فتح گڑھ ضلع گورداسپور نے ہماری طرف ایک خط نہایت گندہ بھیجا۔ اور اس میں ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر زنا کی تہمت لگائی اور سوا اسکے اور بہت سے الفاظ بطریق سب وشتم استعمال کئے۔ اسلئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ اس کے خط کا جواب شائع کر دیا جائے۔ لہذا یہ رسالہ لکھا گیا۔ امید کہ پادری صاحبان اس کو غور سے پڑھیں اور اس کے الفاظ سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ کیونکہ یہ تمام پیرایہ میاں فتح مسیح کے سخت الفاظ اور نہایت ناپاک گالیوں کا نتیجہ ہے تاہم ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کی شان مقدس کا بہر حال لحاظ ہے اور صرف فتح مسیح کے سخت الفاظ کے عوض ایک فرضی مسیح کا بالمقابل ذکر کیا گیا ہے اور وہ بھی سخت مجبوری سے۔ کیونکہ اس نادان نے بہت ہی شدت سے گالیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالی ہیں۔ اور ہمارا دل دکھایا ہے۔"

(۲) اور حضرت اقدس فرماتے ہیں:- "اب ہم یہ خط (جو فتح مسیح کے خط کے جواب میں

آپ نے لکھا تھا) بطور نوٹس کے آپ کو بھیجتے ہیں کہ اگر پھر ایسے ناپاک لفظ آپ نے استعمال کئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ناپاک تہمت لگائی۔ تو ہم بھی آپ کے فرضی اور جعلی خدا کی وہ خبر لینگے جس سے اس کی تمام خدائی ذلت کی نجاست میں گرے گی۔

اے نالائق۔ کیا تو اپنے لفظ میں سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو زنا کی تہمت لگاتا ہے اور فاسق و فاجر قرار دیتا ہے اور ہمارا دل دکھاتا ہے۔ ہم کسی عدالت کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ اور نہ کرینگے۔ مگر آیندہ کے لئے سمجھاتے ہیں کہ ایسی ناپاک باتوں سے باز آجاؤ۔ اور خدا سے ڈرو جسکی طرف پھرنا ہے اور حضرت مسیح کو بھی گالیاں مت دو۔ یقیناً جو کچھ تم جناب مقدس نبوی کی نسبت برا کہوگے وہی تمہارے فرضی مسیح کو کہا جائے گا۔ مگر ہم اس سچے مسیح کو مقدس اور بزرگ اور پاک جانتے اور مانتے ہیں۔ جس نے نہ خدائی کا دعویٰ کیا نہ بیٹا ہونے کا۔ اور جناب محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر دی اور اسپر ایمان لایا۔"

(نور القرآن ع۲ ط ۱۳ اکتوبر ۹۵ء)

(۳) اور حضرت اقدس اشتہار "قابل توجہ ناظرین" میں فرماتے ہیں:۔

"اس بات کو ناظرین یاد رکھیں۔ کہ عیسائی مذہب کے ذکر میں ہمیں اسی طرز سے کلام کرنا ضروری تھا۔ جیسا کہ وہ ہمارے مقابل پر کرتے ہیں۔ عیسائی لوگ درحقیقت ہمارے اس عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے۔ جو اپنے تئیں صرف بندہ اور نبی کہتے تھے اور پہلے نبیوں کو راستباز جانتے تھے۔ اور آنے والے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سچے دل سے ایمان رکھتے تھے اور آنحضرت صلعم کے بارے میں پیشگوئی کی تھی۔ بلکہ ایک شخص یسوع نام کو مانتے ہیں جس کا قرآن میں ذکر نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے نبیوں کو بٹمار وغیرہ ناموں سے یاد کرتا تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت مکذب تھا۔ اور اس نے یہ بھی پیشگوئی کی تھی کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئیں گے سو آپ لوگ خوب جانتے ہیں کہ قرآن شریف نے ایسے شخص پر ایمان لانے کے لئے ہمیں تعلیم نہیں دی۔ بلکہ ایسے لوگوں کے حق میں صاف فرما دیا ہے۔ کہ اگر کوئی انسان ہو کر خدائی کا دعویٰ کرے تو ہم اس کو جہنم میں ڈالیں گے۔ اسی سبب سے ہم نے عیسائیوں کے یسوع کے ذکر کرنے کے وقت اس ادب کا لحاظ نہیں رکھا۔ جو سچے آدمی کی نسبت رکھنا چاہیئے۔ ایسا آدمی اگر نابینا نہ ہوتا۔ تو یہ نہ کہتا۔ کہ میرے بعد سب جھوٹے ہی آئیں گے۔ اور اگر نیک اور

ایماندار ہوتا تو خدائی کا دعویٰ نہ کرتا۔ پڑھنے والوں کو چاہیئے کہ ہمارے بعض سخت الفاظ کا مصداق حضرت عیسٰی علیہ السلام کو نہ سمجھ لیں۔ بلکہ وہ کلمات اس یسوع کی نسبت لکھے گئے ہیں جس کا قرآن و حدیث میں نام و نشان نہیں۔"

(تبلیغ رسالت جلد پنجم ص۸۰)

(۴) اور حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں۔ "ناظرین کے لئے ضروری اطلاع"

"ہم اس بات کو افسوس سے ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ایک ایسے شخص کے مقابل پر یہ نمبر نور القرآن کا جاری ہوا ہے۔ جس نے بجائے مہذبانہ کلام کے ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت گالیوں سے کام لیا ہے اور اپنی ذاتی خباثت سے اس امام الطیبین و سید المطہرین پر سراسر افتراء سے ایسی تہمتیں لگائی ہیں۔ کہ ایک پاک دل انسان کا انکے سننے سے بدن کانپ جاتا ہے۔ لہٰذا محض ایسے یاوہ گو لوگوں کے علاج کے لئے جواب ترکی بہ ترکی دینا پڑا۔

ہم ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ہمارا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام پر نہایت نیک عقیدہ ہے اور ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور اُس کے پیارے تھے۔ اور ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ وہ جیسا کہ قرآن شریف ہمیں خبر دیتا ہے۔ اپنی نجات کے لئے ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دل و جان سے ایمان لائے تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے صدہا خادموں میں سے ایک مخلص خادم وہ بھی تھے۔ پس ہم انکی حیثیت کے موافق ہر طرح ان کا ادب ملحوظ رکھتے ہیں۔ لیکن عیسائیوں نے ایک ایسا یسوع پیش کیا ہے۔ جو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اور بجز اپنے نفس کے تمام اولین و آخرین کو لعنتی سمجھتا تھا۔ یعنی ان بدکاریوں کا مرتکب خیال کرتا تھا۔ جنکی سزا لعنت ہے۔ ایسے شخص کو ہم بھی رحمت الٰہی سے بے نصیب سمجھتے ہیں۔ قرآن نے ہمیں اس گستاخ اور بدزبان یسوع کی خبر نہیں دی۔ اس شخص کے چال چلن پر ہمیں نہایت حیرت ہے جس نے خدا پر مرنا جائز رکھا اور آپ خدائی کا دعویٰ کیا۔ اور ایسے پاکوں کو جو ہزارہا درجہ اس سے بہتر تھے۔ گالیاں دیں۔ سو ہم نے اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی مسیح مراد لیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ عیسٰی بن مریم جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے۔ وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں۔ اور یہ طریق ہم نے برابر چالیس برس تک پادری صاحبوں کی گالیاں سُنکر اختیار کیا ہے۔ بعض نادان مولوی جن کو اندھے اور نابینا کہنا چاہیئے۔ عیسائیوں کو معذور رکھتے ہیں کہ وہ بیچارے کچھ بھی مُنہ سے

نہیں بولتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بے ادبی نہیں کرتے۔ لیکن یاد رہے کہ درحقیقت پادری صاحبان تحقیر توہین اور گالیاں دینے میں اول نمبر پر ہیں۔ ہمارے پاس ایسے پادریوں کی کتابوں کا ایک ذخیرہ ہے۔ جنھوں نے اپنی عبارت کو صدہا گالیوں سے بھر دیا ہے۔ جس مولوی کی خواہش ہو۔ وہ آکر دیکھ لیوے۔ اور یاد رہے۔ کہ آئندہ جو پادری صاحب گالی دینے کے طریق کو چھوڑ کر ادب سے کلام کرینگے۔ ہم بھی انکے ساتھ ادب سے پیش آوینگے۔ اب تو وہ اپنے یسوع پر آپ حملہ کر رہے ہیں۔ کہ کسی سبّ وشتم سے باز نہیں آتے۔ ہم سُنتے سُنتے تھک گئے۔ اگر کوئی کسی کے باپ کو گالی دے۔ تو کیا اس مظلوم کا حق نہیں ہے کہ اُس کے باپ کو بھی گالی دے۔ اور ہم نے جو کچھ کہا۔ واقعی کہا۔ وَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔"

"خاکسار غلام احمد ۲۰ دسمبر ۱۸۹۵ء"

(تبلیغ رسالت جلد چہارم ص۶۵ و ۶۶)

(۵) اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ:۔ "ایک مردہ پرست فتح مسیح نام نے فتح گڑھ تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپورہ سے پھر اپنی پہلی بے حیائی کو دکھلا کر ایک گندہ اور بدزبانی سے بھرا ہُوا خط لکھا ہے" (ضمیمہ انجام آتھم ص۳ حاشیہ)

(۶) اور فرماتے ہیں:۔ "بالآخر ہم لکھتے ہیں کہ ہمیں پادریوں کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی انھوں نے ناحق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیکر ہمیں آمادہ کیا کہ انکے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال اُن پر ظاہر کریں۔ چنانچہ اسی پلید نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زانی لکھا ہے اور اس کے علاوہ اور بہت گالیاں دی ہیں۔ پس اسی طرح اس مردار اور خبیث فرقہ نے جو مردہ پرست ہے ہمیں اس بات کے لیے مجبور کر دیا ہے کہ ہم بھی اُنکے یسوع کے کسی قدر حالات لکھیں۔ اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالٰے نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔ اور پادری اس بات کے قائل ہیں۔ کہ یسوع وہ شخص تھا۔ جس نے خدائی کا دعوٰی کیا۔ اور حضرت موسٰی کا نام ڈاکو اور بٹمار رکھا۔ اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا۔ اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئینگے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔ نادان پادریوں کو چاہیئے کہ بدزبانی اور گالیوں کا طریق چھوڑ دیں ورنہ نہ معلوم خدا کی غیرت کیا کیا انکو دکھلائیگی۔"

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۹)

(۷) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس :- "اگر پادری اب بھی اپنی پالیسی بدل دیں اور عہد کرلیں کہ آیندہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نہیں نکالیں گے تو ہم بھی عہد کرینگے کہ آئندہ نرم الفاظ کے ساتھ اُن سے گفتگو ہو گی۔ ورنہ جو کچھ کہیں گے۔ اس کا جواب سنیں گے"

(حاشیہ در حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صث ۹۷ء)

(۸) اور فرماتے ہیں :- "ہم لوگ جس حالت میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا نبی اور نیک اور راستباز مانتے ہیں تو پھر کیونکر ہماری قلم سے انکی شان میں سخت الفاظ نکل سکتے ہیں" (کتاب البریہ ص۹۳ ۹۸ء)

(۹) اور فرماتے ہیں :- "ہم اس بات کے لیئے بھی خدا تعالیٰ کیطرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خدا تعالےٰ کا سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں۔ اور انکی نبوت پر ایمان لاویں۔ سو ہماری کسی کتاب میں کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو انکی شان بزرگ کے برخلاف ہو۔ اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ دھوکہ کھانے والا اور جھوٹا ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ" (ایام الصلح ٹائٹل پیج ص۲ ۹۹ء)

(۱۰) اور فرماتے ہیں :- "حضرت مسیح کے حق میں کوئی بے ادبی کا کلمہ میرے منہ سے نہیں نکلا یہ سب مخالفوں کا افترا ہے۔ ہاں چونکہ در حقیقت کوئی ایسا یسوع مسیح نہیں گزرا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا ہو اور آنے والے نبی خاتم الانبیاء کو جھوٹا قرار دیا ہو۔ اور حضرت موسیٰؑ کو ڈاکو کہا ہو۔ اس لیئے مَیں نے فرض محال کے طور پر اسکی نسبت ضرور بیان کیا ہے۔ کہ ایسا مسیح جسکے یہ کلمات ہوں راستباز نہیں ٹھہر سکتا۔ لیکن ہمارا مسیح ابن مریم جو اپنے تئیں بندہ اور رسول کہلاتا ہے اور خاتم الانبیاء کا مصدق ہے اُسپر ہم ایمان لاتے ہیں"

(تریاق القلوب طبع اول حاشیہ ص۔ ۹۹ء)

(۱۱) اور فرماتے ہیں :- "اور مَیں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شان کا مُنکر نہیں۔ گو خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے۔ لیکن تاہم میں مسیح ابن مریم کی بہت عزت کرتا ہوں۔ کیونکہ میں روحانیت کی رُو سے اسلام میں خاتم الخلفا ہوں جیسا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی سلسلہ کے لیئے خاتم الخلفاء تھا۔ موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا۔ اور محمدی سلسلہ میں مَیں مسیح موعود ہوں۔ سو مَیں اسکی عزت کرتا ہوں۔ جس کا ہمنام ہوں۔ اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔" (کشتی نوح ص۱۶)

(۱۲) اور فرماتے ہیں :۔ "اور یاد رہے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت کرتے ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ کا نبی سمجھتے ہیں اور ہم ان یہودیوں کے اُن اعتراضات کے مخالف ہیں جو آجکل شائع ہوئے ہیں مگر ہمیں یہ دکھلانا منظور ہے کہ جس طرح یہود محض تعصب سے حضرت عیسیٰ اور انکی انجیل پر حملے کرتے تھے۔ اسی رنگ کے حملے عیسائی قرآن شریف اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کرتے ہیں۔ عیسائیوں کو مناسب نہ تھا کہ اس بدطریق میں یہودیوں کی پیروی کرتے"

(چشمہ مسیحی مقدمہ صٓ ب)

(۱۳) اور فرماتے ہیں :۔ "ہماری قلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جو کچھ خلاف شان ان کے نکلا ہے وہ الزامی جواب کے رنگ میں ہے اور وہ دراصل یہودیوں کے الفاظ ہم نے نقل کئے ہیں"۔ (" حاشیہ صفحہ مذکورہ)

یہ سب حوالجات سنین تصنیف وطباعت کے لحاظ سے تاریخ وار ہیں۔ جنسے نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اقدسؑ نے وسوسہ توہین کی پیدائش کو روکنے اور نافہموں کو غلط فہمی سے بچانے کے لیئے کس قدر بار بار مندرجہ ذیل امور کیطرف توجہ دلائی ہے :

(۱) دو مسیحیوں کا ذکر بار بار آیا ہے۔ ایک وہ جن کے لیئے "حضرت مسیح علیہ السلام" "حضرت مسیح" "سچے مسیح" "عیسیٰ علیہ السلام"۔ "عیسیٰ بن مریم جو نبی تھا"۔ "ہمارا مسیح ابن مریم" کے الفاظ لکھے گئے ہیں۔

اور دوسرا وہ جسکے واسطے "فرضی مسیح"۔ "تمہارے فرضی مسیح"۔ "فرضی و جعلی خدا" "ایک شخص یسوع نام"۔ "وہ یسوع جس کا ذکر قرآن میں نہیں"۔ "ایسا یسوع"۔ "عیسائیونکا فرضی یسوع"۔ "پادریوں کے یسوع" کے الفاظ تحریر کئے گئے ہیں۔

(۲) دو مسیحیوں کی یہ تقسیم قرآن کریم کی تعلیم اور اپنے ایمان و اعتقاد اور انجیلوں کی تعلیم اور پادریوں کے خیالات کی وجہ سے ہے۔

(۳) قرآن کریم کے بیان کردہ سچے مسیح کے متعلق حضرت اقدسؑ مرزا صاحبؑ نے کوئی لفظ بے ادبی کا نہیں لکھا۔ بلکہ "ہمارا مسیح"۔ "حضرت مسیحؑ کی شان مقدس"۔ "ہم اس سچے مسیح کو مقدس اور بزرگ اور پاک جانتے اور مانتے ہیں"۔ "ہم دل سے یقین رکھتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے سچے نبی اور اُسکے پیارے تھے"۔ "حضرت عیسیٰؑ کو سچا نبی اور نیک اور راستباز

مانتے ہیں"۔ "ہمارا مسیح ابن مریم جو اپنے تئیں بندہ اور رسول کہلاتا ہے اور خاتم الانبیاء کا مصدق ہے ہم اُس کو مانتے ہیں"۔ "ہم خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں۔" "مَیں اسکی عزت کرتا ہوں جس کا ہمنام ہوں"۔

(۴) وہ تمام الفاظ جنکو دنیا درشت سمجھے۔ اُن سے وہ یسوع مراد ہے جو عیسائیوں کا تجویز کردہ اور "فرضی یسوع" ہے اور انجیلوں اور پادریوں کا پیش کردہ ہے جس کا ذکر قرآن میں نہیں۔ اور وہ "ایسا یسوع" ہے۔ جس نے پہلوں کو چور اور بٹ مار کہا۔ آنے والے رسول پاکؐ کی تکذیب کی۔ خدائی کا دعویٰ کیا۔

(۵) حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے یہ طریق ۴۰ سال تک متواتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پادریوں کی گندی گالیاں سُنتے رہنے کے بعد اختیار کیا۔ اور وہ بھی بغیر اطلاع کے یک بیک نہیں۔ بلکہ یہ نوٹس دینے کے بعد کہ "اے فتح مسیح۔ اس طریق سے باز آجاؤ۔ ورنہ ہم بھی آپ کے فرضی اور جعلی خدا کی خبر لیں گے۔ اور جو کچھ تم جناب مقدس نبوی کی نسبت بُرا کہو گے وہی تمہارے فرضی مسیح کو کہا جائے گا"۔

(۶) اور اس طریقہ کو اختیار کرنے پر آپ خوش نہیں تھے۔ بلکہ بار بار افسوس کرتے اور فرماتے رہے۔ کہ "اگر تم گالیاں دینے کے طریقے کو چھوڑ دو تو ہم بھی اس طریقہ کو بدل دیں"۔

(۷) جہاں جہاں اس فرضی مسیح کا ذکر کیا ہے۔ یا اس کے حالات لکھے ہیں۔ اسی جگہ مسلمانوں کو مخاطب کر کے اس فرق کیطرف توجہ دلائی ہے۔ تا وہ ان الفاظ سے حضرت مسیح علیہ السلام کو مراد نہ لیں۔ اور ساتھ ہی اُنکی شان بزرگ اور صداقت و پاکیزگی کا بھی ذکر کر کے اپنے ایمان کا اظہار فرما دیا ہے۔ تا کسی کو غلط فہمی نہ ہو۔

(۸) آپؑ نے اپنے اس طریقہ کلام میں وہی امور بیان کئے ہیں جو عیسائیوں نے اپنے خداوند یسوع مسیح کے لئے خود لکھے ہیں۔ یا جو انہیں مسلم ہیں۔ اپنی طرف سے بلا ثبوت کچھ نہیں لکھا۔ چنانچہ ہر جگہ عیسائیوں کے وہ خیالات بھی جو وہ یسوع مسیح کی نسبت رکھتے ہیں ذکر کر دیئے ہیں اور یہ فقرے بھی لکھدیئے ہیں "اور ہم نے جو کچھ کہا واقعی کہا ہے"۔ "یسوع کے چال چلن"۔ "انکے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال"۔ "مَیں نے فرض محال کے طور پر بیان کیا ہے کہ ایسا مسیح جسکے یہ کلمات ہوں"۔

(۹) آخری دو حوالوں نے یہ بات ظاہر کر دی کہ وہ فقرات عیسائیوں کو سمجھانے کے لئے لکھے گئے ہیں کہ جس طرح تم سرورِ انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس کے خلاف کہتے ہو

اسی طرح یہودی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے خلاف کہتے ہیں۔ اور میں اُنکو الزامی جواب کے رنگ میں نقل کرتا ہوں۔ ورنہ حقیقت کے لحاظ سے میں اُن اعتراضوں کو ہرگز صحیح نہیں مانتا+ جب فرداً فرداً ہر ایک حوالے پر بحث کی جائے گی تو اس امر کی پوری وضاحت ہو جائے گی کہ ہر عبارت میں ایسے صریح قرائن موجود ہیں جن سے لازمی طور پر یہی معلوم ہو کہ یا تو عیسائیوں کے مسلمات کی رُو سے وہ باتیں لکھی گئی ہیں یا پھر انہیں اپنی شرارتوں سے باز رکھنے کے لئے یہودیوں کے اعتراضات کو نقل کیا ہے

۶۔ جو عبارات توہین کے الزام میں پیش کیجاتی ہیں اُنکی حقیقت

پہلی عبارت ۵ اینک منم کہ حسبِ بشارات آمدم + عیسٰی کجاست تا بنہد پا بہ منبرم (ازالہ اوہام ص۱۵۸) سے پیش کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس شعر میں حضرت عیسٰیؑ کی توہین کی گئی ہے۔

جواب تو اس کا یہی ہے کہ میں اس شعر کا سیاق و سباق لکھدوں۔ اس سے خود بخود واضح ہو جائے گا کہ درحقیقت توہین کی گئی ہے یا توہین کا الزام بالکل باطل ہے۔

وہ اشعار یہ ہیں:-

موعودم و بحُلیۂ ماثور آمدم
حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم

رنگم چو گندم است و بمو فرق بیّن است
زانسان کہ آمدست در اخبارِ سرورم

ایں مقدمم نہ جائے شکوک است و التباس
سیّد جدا کند ز مسیحائے احمرم

از کلمۂ منارۂ شرقی عجب مدار
چوں خود ز مشرق است تجلّی نیّرم

اینک منم کہ حسبِ بشارات آمدم
عیسٰی کجاست تا بنہد پا بہ منبرم

آنرا کہ حق بجنّتِ خلدش مقام داد
چوں بر خلاف وعدہ برون آرد از ارم

یعنی جو حلیہ حدیث میں آنے والے مسیح کا لکھا ہے۔ وہ حلیہ میرا ہے۔ میرا رنگ گندمی ہے۔ اور بالوں میں بیّن فرق ہے۔ جیسا کہ میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آیا ہے۔ یہ میرا آنا شک و شبہ کی

اسی طرح یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف کہتے ہیں۔ اور میں اُنکو الزامی جواب کے رنگ میں نقل کرتا ہوں۔ ورنہ حقیقت کے لحاظ سے میں اُن اعتراضوں کو ہرگز صحیح نہیں مانتا۔ جب فرداً فرداً ہر ایک حوالے پر بحث کی جائے گی تو اس امر کی پوری وضاحت ہو جائے گی کہ ہر عبارت میں ایسے صریح قرائن موجود ہیں جن سے لازمی طور پر یہی معلوم ہو کہ یا تو عیسائیوں کے مسلمات کی رُو سے وہ باتیں لکھی گئی ہیں یا پھر انہیں اپنی شرارتوں سے باز رکھنے کے لئے یہودیوں کے اعتراضات کو نقل کیا ہے

۶۔ جو عبارات توہین کے الزام میں پیش کیجاتی ہیں اُنکی حقیقت

پہلی عبارت ۵ اینک منم کہ حسبِ بشارات آمدم + عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بہ منبرم (ازالہ اوہام ص ۷۶) سے پیش کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس شعر میں حضرت عیسیٰؑ کی توہین کی گئی ہے۔

جواب تو اس کا یہی ہے کہ میں اس شعر کا سیاق و سباق لکھدوں۔ اس سے خود بخود واضح ہو جائے گا کہ درحقیقت توہین کی گئی ہے یا توہین کا الزام بالکل باطل ہے۔

وہ اشعار یہ ہیں:۔

موعودم و بحُلیۂ ماثور آمدم
جیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم

رنگم چو گندم است و بمو فرق بیّن است
زانسان کہ آمدست در اخبارِ سرورم

ایں مقدمم نہ جائے شکوک است و التباس
سیّد جدا کند ز مسیحائے احمرم

از کلمۂ منارۂ شرقی عجب مدار
چوں خود ز مشرق است تجلّی نیّرم

اینک منم کہ حسبِ بشارات آمدم
عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بہ منبرم

آنرا کہ حق بجنّتِ خلدش مقام داد
چوں برخلاف وعدہ بروں آرد از ارم

یعنی جو حلیہ حدیث میں آنے والے مسیح کا لکھا ہے۔ وہ حلیہ میرا ہے۔ میرا رنگ گندمی ہے۔ اور بالوں میں بیّن فرق ہے۔ جیسا کہ میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آیا ہے۔ یہ میرا آنا شک و شبہ کی

جگہ نہیں ہے۔ کیونکہ میرے سردار نبی کریمؐ نے میرا رنگ گندم گوں بیان فرما کر مجھے سُرخ رنگ والے مسیح سے علیحدہ کر دیا ہے۔ شرقی منارہ کے کلمہ سے تعجب نہ کر۔ جبکہ میرے آفتاب کی روشنی مشرق ہی سے ہے۔ مَیں نبی کریمؐ کی بشارات کے موافق آیا ہوں۔ عیسیٰؑ کہاں ہیں جو میرے منبر پر کھڑے ہوں یعنی امت محمدیہ کی اصلاح کے لیئے آئیں۔

اس شعر میں تو احتمالی طور پر بھی توہین کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ اس میں ایک حقیقۃ الامر کا بیان ہے جس کا توہین اور ہتک سے برائے نام بھی تعلق نہیں۔ بعض مخالف حضرات لفظ کجا سے ہتک کا نتیجہ نکالتے ہیں حالانکہ کجا کا مفہوم ہتک کا کوئی پہلو اپنے اندر نہیں رکھتا۔ اور پارسی میں اُس کا وہی مفہوم ہے جو عربی میں "اَیْنَ" اور اُردو میں لفظ "کہاں" کا مفہوم۔ اور اہل نظر جانتے ہیں کہ ان میں سے کوئی لفظ بھی ہتک اور توہین پر مبنی نہیں) اور انبیاءؑ کے لیئے ان تینوں لفظوں کا استعمال بڑی کثرت سے پایا جاتا ہے۔ مثلاً اُردو کے ان اشعار میں:۔

(۱) آدمؑ کہاں۔ حواؑ کہاں۔ مریمؑ کہاں۔ عیسیٰؑ کہاں
ہارونؑ اور موسیٰؑ کہاں۔ اس بات کا ہے سب کو غم
یوسفؑ کہاں۔ موسیٰؑ کہاں۔ ایوبؑ اور یحییٰؑ کہاں
مریمؑ کہاں عیسیٰؑ کہاں۔ آخر فنا۔ آخر فنا

(۲) کہاں ہیں حضرت آدمؑ کہاں ہیں حضرت حواؑ
کہاں ہیں نوحؑ پیغمبر کہ جو تھے آدمؑ ثانی
کہاں یوسفؑ کہاں موسیٰؑ کہاں یحییٰؑ کہاں عیسیٰؑ
کہاں حضرت محمد مصطفےٰؐ محبوبِ ربانی

اور عربی کے اس شعر میں:۔

(۳) اَیْنَ مُوْسٰی۔ اَیْنَ عِیْسٰی۔ اَیْنَ یَحْیٰی اَیْنَ نُوْحُ + اَنْتَ یَا صِدِّیْقُ عَاصٍ تُبْ اِلَی الْمَوْلَی الْجَلِیْل

اور فارسی کے ان اشعار میں:۔

(۴) تختِ سلیمانی کجا۔ آں ماہِ کنعانی کجا
آں فرِّ خاقانی کجا۔ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
کجا شد آدمؑ و حواؑ۔ کجا شد یوسفؑ و موسیٰؑ
کجا ایوبؑ و زکریاؑ۔ کجا شد نوحؑ طوفانی
کجا شد عیسیٰؑ مریمؑ کہ مردہ زندہ مے کردے
سلیمانؑ خود کجا رفتہ۔ کجا تختِ سلیمانی
خلیل اللہ کجا رفتہ ذبیح اللہ کجا رفتہ
ہمہ در خاک شد رفتہ . . . .
چو ختم الانبیاءؐ ہم رفت دیگر کیست کو ماند
مگر ذاتِ مقدس قادر و قیوم و صمدانی

اگر "کہاں" یا "این" یا "کجا" کے الفاظ میں ہتک کا کوئی شائبہ ہوتا تو انبیاء علیہم السلام کے واسطے کبھی استعمال نہ کئے جاتے۔ اور حضرت مولانا جامیؒ اور خاقانیؒ جیسے باخبران کو ہرگز استعمال نہ کرتے۔ پس کجا کا مفہوم جیسا کہ اشعار مندرجہ بالا سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایسے موقعوں پر

"فوت ہو جانا" ہوتا ہے۔ اگر حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کے شعر میں صرف یہی مفہوم ہوتا تو بھی کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ کیونکہ مطلب یہ ہوتا کہ آنحضرتؐ کی بشارتیں تو میرے آنے کے متعلق تھیں۔ میں آگیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نہیں تھیں۔ وہ کہاں ہیں۔ وہ تو فوت ہو گئے اور جو فوت ہو جاتے ہیں وہ دنیا میں رہنے کے لئے واپس نہیں آیا کرتے۔ اس لئے حضرت عیسیٰؑ بھی واپس نہیں آئیں گے۔ اور یہ مطلب ہونے کی حالت میں بھی اس شعر سے کوئی ہتک ثابت نہ ہوتی لیکن حضرت اقدسؑ نے اس شعر میں اس سے اعلیٰ مفہوم رکھا ہے۔ آپ یہ فرمارہے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کہاں ہیں وہ تو جنت میں داخل ہو چکے ہیں اور جو جنت میں داخل ہو جائیں چونکہ وہ جنت سے نہیں نکالا کرتے۔ اس لئے آنحضرتؐ کی بشارتیں حضرت مسیح موسوی کے آنے کے متعلق نہیں تھیں۔ بلکہ اس مسیح کے متعلق تھیں جو حضورؐ کے ارشاد اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کے مطابق حضورؐ ہی کی اُمت میں سے ہونے والا تھا۔ کیونکہ مندرجہ بالا شعر کے بعد ہی جو شعر ہے اس نے بات بالکل صاف اور یہ مطلب کہ حضرت مسیحؑ تو جنت میں داخل ہو چکے ہیں وہ اب کس طرح آسکتے ہیں بالکل واضح کر دیا ہے۔ اور وہ شعر یہ ہے۔ ؎

آنرا کہ حق بجنتِ خلدش مقام داد — چوں بر خلاف وعدہ بروں آردش ازاں

یعنی اُن کو اللہ تعالیٰ نے جنت الخلد میں جگہ عطا فرما دی اور وہ وعدہ فرما چکا ہے کہ جنت سے کوئی نکالا نہیں جائے گا۔ پھر اس وعدہ کے خلاف انکو جنت سے باہر کیوں لائے گا؟

دوسری عبارت "بہر حال مسیح کی یہ تربی کارروائیاں زمانہ کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے تھیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں۔ اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابلِ نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۷ حاشیہ)

اس عبارت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے حضرت مسیحؑ کے معجزات کو تربی کارروائیاں قرار دے کر مکروہ اور قابل نفرت بتایا ہے اور پھر ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ اگر میں اس کو ناپسند نہ کرتا تو ان سے کم نہ رہتا۔ اور اس پر بھی بس نہ کر کے یہ بھی فرما دیا ہے کہ "بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم میں سے تھا۔ اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی۔ جیسے سامری کا گوسالہ" (ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۳ حاشیہ)

جوابِ اوّل حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ نے یہ فرماکر :-

معجزاتِ انبیائے سابقین | آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ او جان و دل ایمانِ ماست | ہر کہ انکارے کند از اشقیاست

تمام معجزات پر جو قرآن شریف میں مذکور ہیں - اپنا ایمان ظاہر کیا ہے - اور ان سے انکار کرنے والے کو شقی قرار دیا ہے - نہ صرف اسی قدر بلکہ حضرت مسیح کے معجزات کو ماننے کی حسب ذیل تصریحات بھی کی ہیں :-

(۱) "سو واضح ہو کہ انبیاء کے معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں - (۱) ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں جن میں انسان کی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا - اور خدا تعالیٰ کی غیر محدود قدرت نے ایک راستباز اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اسکو دکھایا تھا -

(۲) دوسرے عقلی معجزات ہیں جو اس خارق عادت عقل کے ذریعہ سے ظہور پذیر ہوتے ہیں جو الہام الٰہی سے ملتی ہے جیسے حضرت سلیمانؑ کا وہ معجزہ جو صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ہے - جسکو دیکھ کر بلقیس کو ایمان نصیب ہوا - اب جاننا چاہیئے کہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرح صرف عقلی تھا۔" (ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۱۲۴ و صفحہ ۱۲۵)

(۲) "پس اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اُس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو اور ایسا معجزہ دکھلانا عقل سے بعید بھی نہیں۔" (ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۱۲۵)

(۳) "اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریمؑ باذن و حکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے" (ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۱۲۷)

یہ تینوں عبارتیں اسی حاشیہ کی ہیں جس حاشیہ سے چند فقرے لے کر اعتراض کیا جاتا ہے اور تعجب یہ ہے کہ یہ عبارتیں اُن فقرات محولہ بالا کے پہلے کی ہیں - ان عبارتوں سے ثابت ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات سے انکار نہیں کیا - بلکہ اُن کو معجزات کی دوسری یعنی عقلی قسم میں داخل مانا ہے - اور یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی یہ طریق خدا تعالیٰ کے اذن اور حکم سے اختیار کیا تھا - باقی رہا

حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کا اس عمل کو قابل نفرت قرار دینا تو اسکی یہ وجہ بیان فرمائی ہے :-

(۱) "لیکن مجھے وہ روحانی طریق پسند ہے جس پر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم مارا ہے" اور اسپر بھی بس نہ کرکے یہ بھی فرمادیا ہے :-

(۲) کہ "حضرت مسیح نے بھی اس عمل جسمانی کو یہودیوں کے جسمانی اور پست خیالات کی وجہ سے جو انکی فطرت میں مرکوز تھے - باذن وحکم الٰہی اختیار کیا تھا - ورنہ دراصل مسیح کو بھی یہ عمل پسند نہ تھا" (ازالہ اوہام حاشیہ ص۱۲۷ و ص۱۲۸)

ان عبارتوں سے ثابت ہے کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مسیحؑ کے معجزات سے ہرگز انکار نہیں کیا ہے - بلکہ اُن کو معجزات کی دوسری قسم میں داخل مانا ہے - اور "عقلی" سے اس موقعہ پر آپکی مراد مجرد عقل انسانی نہیں بلکہ خارق عادت عقل مراد ہے جو الہام الٰہی سے ملتی ہے - پس جبکہ آپؑ نے معجزات کی دو قسمیں ظاہر کی ہیں - ایک محض سماوی - جس میں انسانی عقل و فکر کو کوئی دخل نہ ہو جس کے لیئے آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کی مثال پیش کی ہے - اور دوسری وہ قسم جو خارق عادت عقل سے جو الہام الٰہی سے ملتی ہے - اور اس کے واسطے آپؑ نے حضرت سلیمانؑ کا معجزہ جو عقلی معجزات کے لیئے بطور نظیر پیش کیا ہے - اور حضرت مسیحؑ کے معجزات کا اس دوسری قسم میں داخل ہونا ظاہر فرمایا ہے تو آپؑ پر انکار معجزات مسیحی کا الزام کس طرح درست سمجھا جاسکتا ہے ؟

جواب دوئم علاوہ اسکے اس اعتراض کے جواب میں آپؑ خود یہ تحریر فرما چکے ہیں :-

"ایک صاحب ہدایت اللہ نام جنہوں نے انکار معجزات عیسوی کا الزام اس عاجز کو دیکر ایک رسالہ بھی شائع کیا ہے - وہ اپنے زعم میں ہماری کتاب ازالہ اوہام کی بعض عبارتوں سے یہ نکالتے ہیں کہ گویا ہم نعوذ باللہ سرے سے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات سے منکر ہیں مگر واضح رہے کہ ایسے لوگوں کی اپنی نظر اور فہم کی غلطی ہے - ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کے صاحب معجزات ہونے سے انکار نہیں - بیشک اُن سے بھی بعض معجزات ظہور میں آئے ہیں -"

(شہادۃ القرآن ص۷۷ و ۷۸، طبع پنجم)

اگر آپؑ کو حضرت مسیحؑ کے معجزات پر یقین نہ ہوتا تو آپؑ اُن کا اقرار کیوں کرتے - اور انکار معجزات کے متعلق "نعوذ باللہ" لکھ کر یہ کیوں ظاہر فرماتے کہ ہم حضرت مسیحؑ کے معجزات کا انکار کرنے سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں - اگر یہ کہا جائے کہ ان کے معجزات کو عمل الترب اور زمانہ کے

مناسب حال بطور خاص مصلحت کے کہنا بھی توہین ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ اکثر علمائے متقدمین اور بعض متاخرین نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ ہر نبی کو معجزہ اس زمانے کی حالت کے مناسب ہی دیا جاتا ہے چنانچہ (۱) اسی تفسیر ابن کثیر میں جسکے حوالے ہمارے خلاف پیش کئے جاتے ہیں لکھا ہے۔ "قَالَ کَثِیْرٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ بَعَثَ اللّٰہُ کُلَّ نَبِیٍّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ بِمَا یُنَاسِبُ اَہْلَ زَمَانِہٖ فَکَانَ الْغَالِبُ عَلٰی زَمَانِ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ السِّحْرَ وَ تَعْظِیْمَ السَّحَرَۃِ فَبَعَثَ اللّٰہُ بِمُعْجِزَۃٍ بَہَرَتِ الْاَبْصَارَ وَحَیَّرَتْ کُلَّ سَحَّارٍ فَلَمَّا اسْتَیْقَنُوْا اَنَّہَا مِنْ عِنْدِ الْعَظِیْمِ الْجَبَّارِ اِنْقَادُوْا لِلْاِسْلَامِ وَصَارُوْا مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ الْاَبْرَارِ وَاَمَّا عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَبُعِثَ فِیْ زَمَنِ الْاَطِبَّاءِ وَ اَصْحَابِ عِلْمِ الطَّبِیْعَۃِ فَجَاءَہُمْ مِنَ الْاٰیَاتِ بِمَا لَا سَبِیْلَ لِاَحَدٍ اِلَیْہِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ مُؤَیَّدًا مِّنَ الَّذِیْ شَرَعَ الشَّرِیْعَۃَ" یعنی اکثر علماء نے تصریح کی ہے کہ خدا نے ہر نبی کو اُسی معجزہ کے ساتھ مبعوث کیا ہے جو اُس زمانے کے مناسب حال تھا۔ چونکہ موسیٰؑ کے زمانے میں جادو کا فتنہ غالب اور ساحروں کی تعظیم عام تھی اس لئے اللہ تعالےٰ نے آپؑ کو ایسے معجزہ کے ساتھ مبعوث فرمایا جس نے آنکھیں خیرہ کر دیں۔ اور سب جادوگروں کو حیران بنا دیا۔ پس جب اُنھوں نے یقین کر لیا کہ وہ معجزہ خدا کی طرف سے ہے تو فرمانبرداری کر کے خدا کے نیک بندوں میں سے ہو گئے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام طبیبوں اور طبعی علم والوں کی طرف مبعوث کئے گئے سو آپؑ بھی ایسے معجزات لائے جن پر بجز تائید یافتہ الٰہی کے اور کوئی قادر نہیں ہو سکتا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۲۳)

اس عبارت نے ثابت کر دیا ہے کہ ہر نبی کو اس کے زمانے کے مناسب حال ہی معجزہ دیا جاتا رہا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے زمانے کے لحاظ سے اُن ساحروں پر غالب آنیوالا اور حضرت مسیح علیہ السلام کو اس زمانے کے مناسب حال ہونے کی وجہ سے طبیبوں اور طبعی علوم کے ماہروں کی حالت سے مناسبت رکھنے اور ان کو عاجز کر دینے والا تھا۔

یہ عجیب بات ہے کہ حافظ ابن کثیر نے بھی حضرت اقدس سید نا مرزا صاحبؑ کی طرح حضرت مسیح کے معجزات کو علوم طبعی کے ہی مناسب حال قرار دیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"وَاَمَّا عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَبُعِثَ فِیْ زَمَنِ الْاَطِبَّاءِ وَاَصْحَابِ عِلْمِ الطَّبِیْعَۃِ"

یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو اطباء و حکماء اور ایسے لوگوں کے زمانہ میں مبعوث کیا گیا جو طبعی علوم کے ماہر تھے۔

(۲) علامہ سعد الدین تفتازانی نے بھی تصریح کی ہے " وَقَدْ حُقِّقَ فِی الْکُتُبِ الْکَلَامِیَّۃِ اَنَّ مُعْجِزَۃَ کُلِّ نَبِیٍّ بِمَا یَتَبَاھٰی بِہٖ قَوْمُہٗ بِحَیْثُ لَا یُتَصَوَّرُ الْمَزِیْدُ عَلَیْہِ کَالسِّحْرِ فِیْ زَمَنِ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَالطِّبِّ فِیْ زَمَنِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَالْبَلَاغَۃِ فِیْ زَمَنِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ " (تلویح شرح توضیح جلد اوّل صـ۵۴)

یعنی علم کلام کی کتابوں میں یہ امر متحقق ہے کہ ہر نبی کو اسی امر کی مناسبت سے معجزہ دیا گیا ہے جس پر اسکی قوم کو ناز تھا اور اس کیفیت اور کمیت کے ساتھ دیا گیا جس سے بڑھ کر زیادتی ممکن نہیں تھی۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں سحر اور جادو تھا۔ اور حضرت مسیحؑ کے وقت طب۔ اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں بلاغت۔

(۳) مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو اوّل المخالفین تھے۔ اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۷ نمبر ۱ حاشیہ صـ۲۸۹ میں لکھتے ہیں:-

" خدا تعالیٰ کی قدیم عادت ہے کہ ہر زمانے میں اس قسم کے معجزات و خوارق منکرین کو دکھاتا ہے جو اس زمانے کے لئے مناسب ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں سحر کا بڑا زور تھا۔ اس لئے انکو ایسا معجزہ (لاٹھی کا سانپ بن جانا وغیرہ) دیا جو سحر کا ہم جنس یا ہم صورت تھا اور پھر وہ سحر پر غالب آیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب کا بڑا چرچا تھا اس لئے انکو ایسا معجزہ (اندھے اور لولے اور کوڑھے کو اچھا کرنا اور مردے کو زندہ کرنا) دیا گیا جس نے طبیبوں کو مغلوب کیا "

(۴) تفسیر بحر المحیط جلد ۲ صـ۴۶۷ سے بھی اسی اصل کی تصدیق و تائید ہوتی ہے۔ " وَکَانَ الْغَالِبُ عَلٰی زَمَانِ عِیْسٰی الطِّبَّ فَاَرَاھُمُ اللّٰہُ الْمُعْجِزَۃَ فِیْ جِنْسِ عِلْمِھِمْ کَمَا اَرٰی قَوْمَ مُوْسٰی اِذْ کَانَ الْغَالِبُ عَلَیْھِمُ السِّحْرَ الْمُعْجِزَۃَ بِالْعَصَا وَالْیَدِ الْبَیْضَاءِ وَکَمَا اَرَی الْعَرَبَ اِذْ کَانَ الْغَالِبُ عَلَیْھِمُ الْبَلَاغَۃَ الْمُعْجِزَۃَ بِالْقُرْاٰنِ " یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں طب کا بڑا رواج تھا سو خدا تعالےٰ نے انکے معلومات کی قسم سے انکو معجزہ دکھایا جیسے خدا تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ساحروں کے غلبہ کی وجہ سے عصا اور ید بیضا کا معجزہ دکھایا یا جیسے عرب کو بوجہ فصاحت و بلاغت کے غلبہ کے قرآنی معجزہ دکھایا۔

پس حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ کا حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزوں کو اس زمانے کے مناسب حال بطور خاص مصلحت کے بتانا کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ وہی بات ہے جو اکابر اسلام کہتے چلے آئے ہیں۔ اور جب اکابر علماء اس امر کی تصریح کر رہے ہیں کہ ہر نبی کو معجزہ مناسب حال

زمانہ دیا جاتا ہے تو اسی امر کی وجہ سے حضرت اقدسؑ پر الزام توہین لگانا ان تمام علماء و فضلاء کو بھی جنہوں نے امر مذکورہ کی تصریحات کی ہاں۔ اہانت کنندۂ حضرت مسیحؑ ٹھہراتا ہے۔

جوابِ سوئم اور ان فقرات کو ترتیبی کارروائیاں کہنے پر بھی کوئی واقعی اعتراض وارد نہیں ہوتا اور نہ اس میں کسی قسم کی ہتک ہے کیونکہ عمل الترب کوئی خراب عمل نہیں بلکہ ایک روحانی عمل ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں کہ "حضرت مسیح ابن مریمؑ باذن و حکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے" (ازالہ اوہام حاشیہ ص۱۲۷)

اگر آپؑ کے نزدیک عمل الترب کوئی بُرا عمل ہوتا تو آپؑ یہ کس طرح فرما سکتے تھے کہ باذن و حکم الٰہی انکو عمل الترب میں کمال تھا۔ پھر آپؑ نے ازالہ اوہام کے اسی حاشیہ میں جس میں یہ مضمون ہے۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ "اس عمل کے عجائبات کی نسبت یہ بھی الہام ہوا ہٰذَا هُوَ التَّرْبُ الَّذِیْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ یعنی یہ وہ عمل الترب ہے جسکی اصل حقیقت کی زمانہ حال کے لوگوں کو کچھ خبر نہیں" (حاشیہ ص۱۲۸) اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح کے معجزات احیاءِ میت و خلق طیور عمل الترب کے ذریعہ سے تھے۔ جو بڑے بڑے عجائبات رکھتا ہے اور زمانہ حال کے لوگوں کو جسکی اصل حقیقت کی کچھ خبر نہیں ہے اور جس میں حضرت مسیحؑ نے باذن و حکم الٰہی کمال پیدا کر کے مخالفین کو عاجز کر دیا تھا۔

جوابِ چہارم حضرت مسیحؑ کے خلق طیور کو جسمانی رنگ میں بیان کرتے ہوئے دو تین مرادیں حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ نے لکھی تھیں جن میں سے ایک مراد یہ تھی۔ کہ عمل الترب سے ایسا کیا۔ اس پر مخالفین کیطرف سے جو اعتراضات وارد ہوئے تھے اُن کا جواب مختلف رنگوں میں عرض کرنے کے بعد اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ اس معجزہ کو حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ نے نہ صرف جسمانی رنگ میں ہی مانا ہے۔ بلکہ روحانی طور پر بھی اس معجزہ کی ایک تاویل ظاہر فرمائی ہے چنانچہ اسی حاشیہ میں جسکی عبارت سے اعتراض کیا گیا ہے فرماتے ہیں :- کہ "چونکہ قرآن شریف اکثر استعارات سے بھرا ہوا ہے اس لئے ان آیات کے روحانی طور پر یہ معنی بھی کر سکتے ہیں کہ مٹی کی چڑیوں سے مُراد وہ اُمّی اور نادان لوگ ہیں جنکو حضرت عیسیٰؑ نے اپنا رفیق بنایا۔ گویا اپنی صحبت میں لے کر پرندوں کی صورت کا خاکہ کھینچا پھر ہدایت کی رُوح اُن میں پھونکدی جس سے وہ پرواز کرنے لگے۔" (ازالہ اوہام حاشیہ ص۱۲۵، ۱۲۶)

پس اس سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اسکو معجزہ قرار دیکر پھر

روحانی طور پر بھی اسکے معنی بیان فرمائے ہیں۔

بتیسویں عبارت جو دراصل کئی عبارتوں اور فقرات کا مجموعہ ہے اور جو ضمیمہ انجام آتھم ۴ تا ۹ کی ہیں ان عبارتوں کی بنا پر توہین حضرت مسیح علیہ السلام کا الزام اس شدومد سے لگایا اور اس کثرت سے پھیلایا گیا ہے جس سے بڑھ کر متصور نہیں۔ کتابیں۔ رسالے۔ اخبارات اشتہارات اس الزام سے بھرے پڑے ہیں۔ حتیٰ کہ دیوبندی علماء نے تو اپنی عربی کتابوں میں بھی یہ اردو کی عبارتیں درج کرکے پھر اُس کا عربی میں ترجمہ کیا ہے تا اپنی احتیاط اور ثقاہت ظاہر کریں کہ ہم نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا ہے بلکہ جو کچھ اصل اردو عبارت میں تھا۔ اس کا عربی میں ترجمہ کر دیا ہے اور اصل اردو عبارت بھی درج کر دی ہے تا جو لوگ دونوں زبانیں جانتے ہیں وہ خود اور جو نہیں جانتے وہ جاننے والوں کے ذریعہ اطمینان حاصل کر سکیں کہ جو ترجمہ عربی میں کیا گیا ہے وہ اصل اردو عبارت کے بالکل مطابق ہے اور یہ ساری کارروائی اس لئے کی گئی تا عرب میں اس کے ذریعہ اشتعال پھیلائیں اور احمدیوں پر کفر کا فتویٰ حاصل کریں اور حج بیت اللہ الشریف بند کرا دینے کی مہم سر کرکے عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور رہوں اور فلاح دارین و سرخروئی کونین حاصل کریں۔ حالانکہ ضمیمہ انجام آتھم کے اس مضمون پر جس سے نہایت نادر وا قطع و برید کے بعد یہ عبارتیں بغرض اتہام توہین نکالی گئی ہیں سرسری طور پر نظر کرنے سے بھی بآسانی ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ عبارتیں حضرت مسیح علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ کیونکہ جس کتاب کے حاشیہ میں وہ مضمون ہے اُس کتاب کی ابتدا اور اُس مضمون کے آخر ہی سے یہ ظاہر ہے کہ اُس مضمون کی سخت عبارتیں حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق نہیں ہیں بلکہ خاص اس مضمون کے اندر بھی جابجا ایسی عبارتیں موجود ہیں جن سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن قبل اس کے کہ میں وہ عبارتیں پیش کروں یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ گذشتہ شق نمبر ۲ کے ذیل میں حضرت اقدس کے جس نوٹس کا ذکر آچکا ہے اور جو عیسائیوں کی گندہ زبانی حد سے بڑھ جانے پر آپ نے نور القرآن ۲ ص ۱۲ میں دیا تھا اور جس میں یہ ظاہر کیا تھا کہ ایسی ناپاک باتوں سے باز آجاؤ ورنہ جو کچھ تم جناب مقدس نبوی کی نسبت بُرا کہو گے وہی تمہارے فرضی مسیح کو کہا جائے گا۔ اس نوٹس کے ایک سال بعد یعنی ۱۸۹۶ء میں ضمیمہ انجام آتھم میں وہ مضمون حضرت اقدس نے لکھا ہے جس سے توہین کا الزام قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ گذشتہ شق ۱ و ۲ مندرجہ ص ۲۴۳ کے ملاحظہ سے بڑی صفائی کے ساتھ معلوم ہو سکتا ہے کہ جن عبارتوں سے توہین حضرت مسیح نکالی جاتی ہے وہ کس کے

حق میں ہیں کیونکہ یہتے اُن میں متعدد حوالجات سے دکھایا ہو کہ (حضرت اقدسؑ کی تحریروں میں بلحاظ صفات دو مسیحوں کا ذکر ہی۔ ایک وہ حقیقی مسیح جس کے صفات مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق ہیں۔ اور دوسرا وہ فرضی مسیح جسکے صفات پادریوں کے عقیدے کے مطابق ہیں اور حضرت اقدسؑ نے دونوں کا ذکر علیحدہ علیحدہ الفاظ میں کیا ہی۔ جن سے فی الفور معلوم ہو جاتا ہی کہ یہ کس مسیح کا ذکر ہی۔ مسلمانوں کے مسلّمہ سچے مسیح کا۔ یا عیسائیوں کے مفروضہ مسیح کا۔)

(اب میں وہ عبارتیں نقل کرتا ہوں جو ضمیمہ انجام آتھم کے مضمون میں موجود ہیں اور جن سے فوراً یہ معلوم ہو جاتا ہی کہ یہ کس کے حق میں ہیں مسلمانوں کے سچے مسیح حضرت عیسیٰؑ کے متعلق جو خدا کے برگزیدہ بندے اور نبی تھے جن کا ذکر قرآن شریف میں ہی۔ اور جن پر حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے اپنا ایمان لانا ظاہر فرمایا ہی۔ یا پادریوں کے مصنوعی و فرضی مسیح اور جعلی خدا یسوع کے متعلق۔ اور وہ عبارتیں یہ ہیں:-

(۱) "ایک مردہ پرست فتح مسیح نام نے فتح گڑھ تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور سے پھر اپنی پہلی بے حیائی کو دکھلا کر ایک گندہ اور بدزبانی سے بھرا ہوا خط لکھا ہی۔" ضمیمہ انجام آتھم ص۳ کا وہ حاشیہ جس کے سخت فقرات حضرت مسیحؑ کے حق میں بتائے جاتے ہیں اسی عبارت سے شروع ہوتا ہی اور اسی سے ظاہر ہی کہ مضمون حاشیہ مذکور کے لکھے جانے کا سبب پادری فتح مسیح کا یہ گندہ خط ہوا ہی جس میں اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ زانی لکھا ہی جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو گا۔

(۲) "یسوع کی تمام پیشگوئیوں میں سے جو عیسائیوں کا مُردہ خدا ہی" (حاشیہ ص۴)

(۳) "ان دلوں پر خدا کی لعنت جنھوں نے ایسی ایسی پیشگوئیاں اسکی خدائی پر دلیل ٹھہرائیں اور ایک مُردہ کو اپنا خدا بنا لیا۔" (حاشیہ ص۴)

(۴) "اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیشگوئی کیوں نام رکھا۔ محض یہودیوں کے تنگ کرنے سے۔ اور جب معجزہ مانگا گیا تو یسوع صاحب فرماتے ہیں کہ حرام کار اور بدکار لوگ مجھ سے معجزہ مانگتے ہیں۔" (حاشیہ ص۴)

(۵) "منتی کی انجیل سے معلوم ہوتا ہی" (حاشیہ ص۵)

(۶) "ایک فاضل پادری صاحب فرماتے ہیں کہ آپ کو اپنی تمام زندگی میں تین مرتبہ شیطانی الہام بھی ہوا تھا۔" (حاشیہ ص۶)

(۷) "عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں" (حاشیہ ص۶)

(۸) "آپ کا یہ کہنا کہ میرے پیرو زہر کھائینگے اور اُنکو کچھ اثر نہیں ہوگا" (حاشیہ ص۷)

(۹) "افسوس کہ نالائق عیسائی ایسے شخص کو خدا بنا رہے ہیں" (حاشیہ ص۷)

(۱۰) "آپ وہی حضرت ہیں جنھوں نے یہ پیشگوئی بھی کی تھی کہ ابھی یہ تمام لوگ زندہ ہونگے کہ مَیں پھر واپس آجاؤنگا۔" (حاشیہ ص۸)

ان عبارتوں سے بہت صفائی کے ساتھ ظاہر ہی کہ جس مضمون میں یہ عبارتیں اور فقرات ہیں وہ ایک نہایت گندہ زبان پادری کے اس ناپاک خط کی وجہ سے لکھا گیا ہی جس کا ذکر پہلی عبارت میں آیا ہی۔ اور جب یہ بات تھی تو مسلمانوں اور پھر علماء اور خاصکر دیوبندی علماء کو کسی طرح لازم نہیں تھا کہ وہ ان عبارتوں کو حضرت مسیحؑ کے حق میں قرار دیں کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ حجت الزامی اور جواب الزامی میں ایسی عبارتیں لکھی جا سکتی ہیں اور انکے لکھنے سے کسی کی توہین لازم نہیں آتی۔ اور نہ صرف یہی کہ لکھی جا سکتی ہیں بلکہ وہ خوب جانتے تھے کہ مسلمان متکلمین نے ایسی عبارتیں لکھی بھی ہیں اور تمام فرقوں کے علماء کو تو علی العموم یہ معلوم تھا کہ ہمارے بزرگوں نے بھی ایسی عبارتیں لکھی ہیں۔ لیکن دیوبندی علماء خصوصیت سے یہ جانتے تھے کہ ہمارے مقتداؤں نے نہ صرف ایسی عبارتیں لکھی ہیں بلکہ وہ ایسی عبارتیں لکھنے والوں میں سب سے اول نمبر پر ہیں۔ مگر با ایں ہمہ اُنھوں نے کوئی پرواہ نہیں کی اور خوب اچھی طرح یہ جانتے اور سمجھنے کے بعد کہ یہ عبارتیں حضرت مسیحؑ سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں۔ انھوں نے کہا۔ اور نہ صرف کہا بلکہ اس کے متعلق یہ غلط فہمی پھیلانے کی کوشش انتہا کو پہنچادی کہ یہ عبارتیں ضرور بالضرور حضرت مسیحؑ کے حق میں لکھی گئی ہیں۔ اگرچہ جو فقرات میں ابھی بیان کرچکا ہوں وہی یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں کہ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم میں جو لکھا گیا ہی وہ پادریوں کے مقابلہ میں ان کے فرضی مسیح کے متعلق ہی۔ نہ کہ خدا کے سچے نبی حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق۔ لیکن اس کے ظاہر کرنے کے لئے صرف یہی عبارتیں نہیں تھیں بلکہ ان سے پہلے ہی حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی کتاب انجام آتھم کے ص۱۳ پر فرمایا ہی:-

"اور یاد رہے کہ یہ ہماری رائے اُس یسوع کی نسبت ہی جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور پہلے نبیوں کو چور اور بٹ مار کہا۔ اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بجز اس کے کچھ نہیں کہا کہ میرے بعد جھوٹے نبی آئیں گے۔ ایسے یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں" (انجام آتھم ص۱۳)

اگر ضمیمہ انجام آتھم کی مذکورہ دس عبارتیں دیکھ کر حضرات علمائے دیوبند یہ الزام لگانے سے نہ رُک سکتے تھے۔ کہ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم میں حضرت مسیحؑ کی توہین کی گئی ہے۔ تو کیا انجام آتھم کے ص۱۳ کی یہ عبارت بھی جو ہم نے آخر میں پیش کی ہے ان کو اس الزام سے باز رکھنے کے لئے کافی نہیں تھی۔ لیکن بات یہاں پہنچکر بھی ختم نہیں ہو جاتی۔ دیوبندی علمائے کرام جس بزرگ بندۂ خدا پر یہ الزام لگانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے ہیں کہ اُس نے خدا کے مقدس نبی اور سچے مسیح حضرت عیسیٰؑ کی سخت توہین کی ہے۔ اس عالی حوصلہ و بلند نظر و وسیع الاخلاق مردِ خدا کی پاکیزگی فطرت اور ہمدردی بنی نوع کے جوش کا یہ حال ہے کہ وہ فرضی و مصنوعی مسیح کے لئے بھی جو کچھ کہتا ہے وہ بھی دلی خواہش سے نہیں کہتا بلکہ بہت مجبور کر دیئے جانے کے بعد کہتا ہے اور پھر ہر وقت اس کوشش میں رہتا ہے کہ جو طریق اس نے مجبور کر دیئے جانیکے بعد اختیار کیا ہے۔ اس کے ترک کر دینے کی کوئی صورت نکل آئے۔

چنانچہ اسی ضمیمہ انجام آتھم کے جس مضمون میں خلاف طبیعت الزامی طور پر کچھ لکھا بھی وہاں ہی یہ بھی لکھ دیا ہے:۔

کہ "اگر پادری اب بھی اپنی پالیسی بدل دیں اور عہد کرلیں کہ آئندہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نہیں نکالیں گے تو ہم بھی عہد کریں گے کہ آئندہ نرم الفاظ کے ساتھ اُن سے گفتگو ہو گی۔ ورنہ جو کچھ کہیں گے اُس کا جواب سُنیں گے۔"

(حاشیہ در حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۸)

لیکن جس طرح انجام آتھم ص۱۳ کی عبارت نظر انداز کر دیگئی تھی۔ یا جس طرح اُس مضمون کے اندر کی وہ دس عبارتیں بے توجہگی سے چھوڑ دی گئیں اُسی طرح اس عبارت کی بھی کوئی پروا نہیں کی گئی۔ حالانکہ اس سے بخوبی ظاہر تھا کہ جو فقرات باعثِ توہین قرار دیئے جاتے ہیں وہ پادریوں کے مقابلہ میں انکی دہن دوزی کے لئے جواب الزامی کے طور پر اُنکے فرضی و مصنوعی مسیح کے لئے لکھے گئے ہیں نہ کہ سچے مسیح نبی اللہ عیسیٰ علیہ السلام کے لیئے۔ اور نہ صرف یہی بلکہ اس عبارت سے یہ بھی ظاہر تھا کہ پادریوں نے سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس و مطہر کے خلاف گندہ زبانی کا جو سلسلہ جاری کر رکھا ہے اُس کے روکنے کیلئے یہ صورت اختیار کی گئی ہے تا پادریوں کو اس کے حق میں بعض سخت الفاظ دیکھ کر جسکو وہ خدا کا بیٹا اور خدا سمجھ رہے ہیں احساس ہو اور وہ حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ مقدس کے

خلاف زبان درازی سے رُکیں اور سمجھ لیں کہ جو کچھ وہ حضور کی شان کے خلاف بکیں گے وہی اُنکو اپنے یسُوع مسیح کے متعلق بھی سُننا پڑے گا۔

اگرچہ عبارت زیر بحث کسی طرح نظر انداز کر دینے کے لائق نہیں تھی اور جس مضمون میں یہ موجود ہو اس کے کسی سخت فقرے کو حضرت مسیحؑ کے متعلق قرار دینا کسی طرح مقتضائے دیانت اور قرین انصاف نہیں تھا۔ لیکن حضرت اقدسؑ نے تو اسپر بھی بس نہ کرکے (آخر مضمون) آخر مضمون پر اس سے بھی زیادہ اور بہت زیادہ وضاحت وصراحت والی عبارت تحریر فرما دی تھی اور وہ یہ ہے:۔

"بالآخر ہم لکھتے ہیں کہ ہمیں پادریوں کے یسُوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔ اُنھوں نے ناحق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیکر آمادہ کیا کہ اُنکے یسُوع کا کچھ تھوڑا سا حال اُنپر ظاہر کریں۔ چنانچہ اسی پلید۔ نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زانی لکھا ہے۔ اور اسکے علاوہ اور بہت گالیاں دی ہیں۔ پس اسی طرح اس مُردار اور خبیث فرقہ نے جو مُردہ پرست ہے ہمیں اس بات کے لیئے مجبور کر دیا ہے کہ ہم بھی اُنکے یسُوع کے کسی قدر حالات لکھیں۔ اور مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالیٰ نے یسُوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی۔ کہ وہ کون تھا۔ اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسُوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعوےٰ کیا اور حضرت موسیٰؑ کا نام ڈاکو اور بٹ مار رکھا اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئینگے۔ پس ہم ایسے ناپاک خیال اور متکبر اور راستبازوں کے دشمن کو ایک بھلا مانس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے۔ چہ جائیکہ اُس کو نبی قرار دیں۔ نادان پادریوں کو چاہیئے کہ بدزبانی اور گالیوں کا طریق چھوڑ دیں ورنہ نہ معلوم خدائی غیرت کیا کیا اُنکو دکھلائے گی۔ اور ہم اس جگہ فتح مسیح کی سفارش کرتے ہیں کہ بزرگ پادری ضرور اس کو اس خطرناک خدمات پادریانہ منصب سے علیحدہ کر دیں۔ اور اس کو اس نوکری سے موقوف کر دینا سراسر اس پر احسان ہے ورنہ معلوم نہیں کہ اس گندی اور پلید زبان کا کیا انجام ہوگا۔" (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۸-۹-۱۰)

اس چھوٹی سی تحریر میں جسپر حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم کا مضمون ختم ہوتا ہے مسلمانوں کو غلط فہمی سے بچانے کے لیئے چار باتیں لکھی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ پادریوں کے یسُوع کی بابت لکھا گیا ہے۔ دوسری یہ کہ پادریوں کیطرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

زنا کی تہمت لگائی گئی۔ اور بہت سی گالیاں دیگئی تھیں۔ اس کے بعد یہ مضمون لکھا گیا۔ تیسری یہ کہ اس مضمون میں جو کچھ ہے وہ اُس یسوع کے متعلق ہے جسکی قرآن شریف نے کوئی خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا۔ چوتھی یہ کہ جو کچھ لکھا ہے وہ اُس یسوع کے لیئے ہے جسکی بابت پادری کہتے ہیں کہ خدائی کا دعوی کرتا اور حضرت موسیٰؑ کا نام نعوذ باللہ بٹ مار رکھتا تھا۔ اور یہ کہکر کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تکذیب کرتا تھا۔ اوران میں سے جو بات بھی لے لی جائے وہ ہر مسلمان کو حضرت اقدس مرزا صاحبؑ پر توہین حضرت مسیح کا الزام لگانے سے روکنے والی ہے۔)

اس کے علاوہ ایک اور بات جس میں توجہ مبذول ہونے کی درخواست کیئے بغیر نہیں رہ سکتا یہ ہے کہ جن فقرات سے توہین نکالی جاتی ہے اُن میں سے کسی ایک میں بھی مسیح یا عیسیٰ کا لفظ موجود نہیں ہے۔ اور نہ صرف ان فقرات میں ہی بلکہ اس سارے مضمون میں بھی جس سے وہ فقرات قطع کیئے گئے ہیں جہاں لکھا ہے وہاں "پادریوں کا یسوع" یا "ان کا یسوع" یا اسی طرح کا کوئی اور لفظ لکھا ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ ذکر حضرت مسیح علیہ السلام کا نہیں ہے بلکہ یسوع کا ہے۔ اور اگرچہ صفات علیحدہ علیحدہ بیان کردیئے جانے کی وجہ سے اسمی مشارکت میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ یعنی جب یہ بتادیا گیا تھا کہ جو کچھ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم میں لکھا گیا ہے وہ خدائی کا دعوی کرنے والے اور حضرت موسیٰؑ کو نعوذ باللہ بٹ مار کہنے والے اور حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے کے لیئے لکھا گیا ہے اور اس کے لیئے لکھا گیا ہے جسکی قرآن شریف میں کوئی خبر نہیں دی گئی کہ وہ کون تھا تو کوئی حرج کی بات نہیں تھی کہ پادریوں کے یسوع لکھنے کی جگہ پادریوں کا مسیح لکھا جاتا۔ لیکن اس موقعہ پر کمال احتیاط سے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام نے اس کو بھی پسند نہیں فرمایا اور تمام مضمون حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم میں کسی جگہ بھی مسیحؑ یا عیسیٰؑ کا لفظ استعمال نہیں کیا۔ جہاں لکھا ہے "یسوع" یا "عیسائیوں کا مُردہ خدا" یا "یسوع صاحب" یا "پادریوں کا یسوع" لکھا ہے۔ لیکن باایں ہمہ دیوبندی علماء حضرت اقدسؑ پر الزام توہین لگانے سے باز نہ رہے۔ حالانکہ اگر انجام آتھم ص۱۳ کی عبارت بھی نہ ہوتی اور وہ دس عبارتیں بھی جو میں نے اسی حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم سے نقل کی ہیں نہ ہوتیں۔ تو صرف یہ آخر کی عبارت بلکہ اسکی چار باتوں میں سے صرف ایک ہی بات اس امر کے ظاہر کرنے کے لیئے کافی تھی کہ مضمون حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم حضرت مسیح علیہ السلام سے کوئی تعلق ہی نہیں رکھتا۔ چہ جائیکہ اس میں آپکی توہین ہو۔ اور اسکو

دیکھ لینے کے بعد توہین حضرت مسیح علیہ السلام کا الزام دیانت وانصاف کے بالکل خلاف اور سراسر ظلم عظیم تھا۔

بس نہایت ادب سے یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ جس مضمون سے پہلے بھی بڑی صفائی سے یہ ظاہر کر دیا گیا ہو۔ کہ یہ ہماری رائے اُس یسوع کی نسبت ہے جسنے خدائی کا دعوےٰ کیا۔ اور پہلے نبیوں کو چور اور بٹ مار کہا۔ اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بجز اس کے کچھ نہیں کہا کہ میرے بعد جھوٹے نبی آئینگے" (انجام آتھم ص۱۳) اور اس مضمون کے اندر بھی ایسی باتیں موجود ہوں جن سے اسی امر کا اظہار ہوتا ہو کہ اس مضمون میں جو کچھ لکھا ہے وہ درحقیقت اسی مذکور یسوع کے لئے لکھا ہے اور اس مضمون کے آخر میں بھی بڑی صفائی اور وضاحت و صراحت کے ساتھ یہ ظاہر کر دیا گیا ہو کہ اس مضمون میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالےٰ کے سچے مسیح اور مسلمانوں کے مسلمہ نبی حضرت عیسٰی علیہ السلام کے لئے نہیں ہے بلکہ پادریوں کے اس فرضی و وہمی مسیح کے متعلق ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ کیا اس مضمون کے کسی فقرے یا کسی عبارت کی بناء پر یہ کہنے کی کسی طرح بھی گنجائش ہے کہ اس میں حضرت عیسٰیؑ کی جو خدا کے سچے مسیح اور مسلمانوں کے مسلمہ نبی تھے توہین کی گئی ہے؟ استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ایسا کہا گیا۔ اور ادھر ادھر عام جلسوں میں بھی نہیں بلکہ ایک مسلمان حکومت کے شان و شوکت اور عظمت و وقار والے ایوانِ عدالت میں کہا گیا اور کہنے والے کوئی عامی و سُوقی نہیں تھے۔ بلکہ علم و فضل میں ممتاز سمجھے جانے والے فَوَیْلٌ لِّلْمُفْتَرِیْنَ الْخَادِعِیْنَ۔

ایک شبہ کا ازالہ

یہ بھی کہا جاتا ہے اور بڑے فخر و ناز سے کہا جاتا ہے کہ یسوع اور عیسٰیؑ اور مسیح علیہ السلام تو ایک ہی شخص کے مختلف نام ہیں خود (حضرت) مرزا صاحب کو بھی یہ تسلیم ہے تو پھر یہ کہنا کہ ضمیمہ انجام آتھم میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ حضرت مسیحؑ کے لئے نہیں بلکہ پادریوں کے یسوع کے واسطے لکھا گیا ہے۔ کیا فائدہ دے سکتا ہے۔ اور اس سے الزام توہین کس طرح دُور ہو جائے گا کیونکہ جب یہ تسلیم ہو گیا کہ جو کچھ لکھا ہے وہ پادریوں کے یسوع کے لئے ہے اور پادریوں کے یسوع اور حضرت عیسٰیؑ کا ایک ہونا خود مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے۔

اس کا جواب مختصراً و مجملاً تو اوپر بھی آچکا ہے اور قدرے تفصیل سے اب عرض کرتا ہوں کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ نے کہیں یہ تحریر نہیں فرمایا ہے کہ چونکہ یہ عبارتیں پادریوں کے یسوع کے لئے ہیں لہذا مان لو کہ حضرت مسیح کے لئے نہیں ہیں۔ اور نہ آپکے خدام میں سے کسی نے

یہ لکھا ہے۔ بلکہ حضرت اقدسؑ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ جو کچھ ہم نے تحریر کیا ہے۔ یہ ہمارے ہی رلئے اس یسوع کی نسبت ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اسکی نسبت ہے جس نے پہلے نبیوں کو چور اور بیٹ مار کہا اُس کی نسبت ہے جس نے یہ کہہ کر کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئینگے حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے۔ اسکی نسبت ہے جسکی قرآن شریف میں کوئی خبر نہیں ہے کہ وہ کون تھا۔ پس حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے جو لکھا ہے وہ ایسے شخص کی نسبت لکھا ہے جس میں یہ باتیں پائی جاتی ہوں۔ نام کی کوئی قید نہیں۔ خواہ اس کا نام یسوع ہو خواہ مسیح ہو۔ خواہ کچھ اور۔ ایسا لکھنے کیلئے اس امر کی ضرورت نہیں ہوتی کہ ایسے دعوے کرنے والا درحقیقت کوئی گذرا بھی ہو۔ بلکہ اس امر کا مسلمات خصم میں سے ہونا (یعنی مقابل کو تسلیم ہونا کہ ایسے دعوے کرنے والا شخص گزرا ہے) کافی ہوتا ہے۔

ہمارے مخالف حضرات نے تو یہ ثابت کرنے کی کوشش انتہا تک پہنچا دی ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم میں جو کچھ کہا ہے وہ مسلمانوں کے مسلمہ نبی حضرت عیسیٰؑ کو کہا ہے۔ مگر یہ کیسی دلچسپ اور کتنی لطیف اور مزیدار بات ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے بدزبان پادریوں کے مقابلے میں جس مدعیٔ اُلوہیت یسوع یا مسیح کے متعلق بعض سخت الفاظ لکھے ہیں اُس کا بھی آپؑ کے نزدیک کوئی وجود نہیں ہے۔

یعنی آپؑ کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ خدائی کا دعویٰ کرنے اور ان سب باتوں کا جو اوپر بیان ہو چکی ہیں کہنے والا مسیح حقیقت میں بھی کوئی تھا۔ بلکہ پادری چونکہ ایسا مانتے ہیں لہذا آپؑ نے اُنکے مسلمات کے لحاظ سے انکی خیالی و وہمی تصویر کے متعلق لکھا ہے۔ جس کا آپؑ کے نزدیک خارج میں کوئی وجود نہیں تھا۔ چنانچہ اس امر کو حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام نے بالتصریح بیان فرمایا ہے۔ مثلاً (۱) نور القرآن حصہ دوم ٹائٹل پیج کی مفصل عبارت جو اوپر گذر چکی ہے اور جس میں یہ بھی ہے کہ "ہم نے اپنے کلام میں ہر جگہ عیسائیوں کا فرضی یسوع مراد لیا ہے اور خدا کا ایک عاجز بندہ عیسیٰ ابن مریمؑ جو نبی تھا جس کا ذکر قرآن میں ہے وہ ہمارے درشت مخاطبات میں ہرگز مراد نہیں"۔

(۲) اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ اسی رسالے کے صفحہ اول میں کہ "ہمیں حضرت مسیح کی شان مقدس کا بہر حال لحاظ ہے اور صرف فتح مسیح (پادری) کے سخت الفاظ کے عوض ایک فرضی مسیح کا بالمقابل ذکر کیا گیا ہے اور وہ بھی سخت مجبوری سے۔ کیونکہ اس نادان نے بہت ہی

شدت سے گالیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالی ہیں اور ہمارا دل دکھایا ہے"۔

(۳) اور اسی رسالے کے ص۱۳ میں فرماتے ہیں :- "جو کچھ تم جناب مقدس نبوی کی نسبت برا کہو گے وہی تمہارے فرضی مسیح کو کہا جائے گا۔ مگر ہم اس سچے مسیح کو مقدس اور بزرگ اور پاک جانتے اور مانتے ہیں۔ جس نے نہ خدائی کا دعویٰ کیا نہ بیٹا ہونے کا۔ اور جناب محمد مصطفٰے احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر دی۔ اور ان پر ایمان لایا"۔)

اسی طرح بہت موقعوں پر آپ نے مسیح کے ساتھ "فرضی" کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور اس کا مطلب یہی ہے کہ آپ کے نزدیک درحقیقت ایسا کوئی مسیح نہیں گزرا ہے جو خدائی وغیرہ کا مدعی اور ان باتوں کا قائل ہو جو اوپر دعویٰ الوہیت کے ساتھ بیان ہو چکی ہیں۔ آپ اسکو عیسائیوں کا ایک مفروضہ مسیح خیال فرماتے تھے۔ اور اسی لیئے "عیسائیوں کا فرضی مسیح" کے الفاظ لکھتے تھے لیکن میں اسی پر اکتفا نہ کرکے ایک ایسی عبارت اور بھی پیش کئے دیتا ہوں جس سے نہایت صاف اور واضح الفاظ میں میرے بیان کی تصدیق و تائید ہو جائے اور وہ یہ ہے :۔

(۴) "حضرت مسیح کے حق میں کوئی بے ادبی کا کلمہ میرے منہ سے نہیں نکلا۔ یہ سب مخالفوں کا افترا ہے۔ ہاں چونکہ درحقیقت کوئی ایسا یسوع مسیح نہیں گزرا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا ہو اور آنے والے نبی خاتم الانبیاء کو جھوٹا قرار دیا ہو۔ اور حضرت موسیٰؑ کو ڈاکو کہا ہو۔ اس لیئے میں نے فرض محال کے طور پر اسکی نسبت ضرور بیان کیا ہے کہ ایسا مسیح جسکے یہ کلمات ہوں۔ راستباز نہیں ٹھہر سکتا۔ لیکن ہمارا مسیح ابن مریم جو اپنے تئیں بندہ اور رسول کہلاتا ہے اور خاتم الانبیاء کا مصدق ہے۔ اسپر ہم ایمان لاتے ہیں" (تریاق القلوب حاشیہ ص۷۷ سنہ۱۸۹۹ء)

ان چاروں عبارتوں نے یہ حقیقت اچھی طرح ظاہر کر دی ہے کہ حضرت اقدسؑ نے جو کچھ لکھا ہے وہ سچے مسیح کے لئے ہونا تو ممکن ہی نہیں ہے۔ جس جھوٹے مسیح کے لئے لکھا ہے اس کا بھی درحقیقت کوئی وجود نہیں ہے۔ کیونکہ آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ عیسائیوں کی خیالی تصویر اور وہمی و فرضی چیز کے لئے لکھا ہے جو آپ کے نزدیک خارج میں کوئی وجود نہیں رکھتا تھا۔

ہر چند کہ بات بہت صاف اور حقیقت بالکل ہی آئینہ ہو چکی ہے تاہم مناسب سمجھتا ہوں کہ بانی مدرسۃ العلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اسکی تصدیق فرما دیں تا یہ بات علمائے دیوبند کی سمجھ میں آجانے کے لائق ہو جائے۔

وہ بزرگوار یہ فرماتے ہیں:۔

"مفرط فی المحبت اس کا محب نہیں جسکی محبت کا مدعی ہوتا ہے بلکہ اپنی خیالی تصویر کا محب ہوتا ہے" (ہدیۃ الشیعہ صـ۲۴۵ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی)

بات اتنے ہی سے واضح اور مطلب آشکارا ہوگیا ہے کہ نصاریٰ چونکہ حضرت مسیح کی محبت میں افراط کرتے یعنی حد سے بڑھ جانے والے ہیں اس لئے وہ حضرت مسیح سے محبت کرنے والے نہیں ہوئے۔ بلکہ اپنی خیالی تصویر سے محبت کرنے والے ہیں۔ اور چونکہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ نے حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم میں جو کچھ لکھا ہے وہ عیسائیوں کے مقابلے میں اس مسیح کو لکھا ہے جسکو وہ مانتے ہیں۔ اور وہ مانتے ہیں بقول حضرت مولانا محمدؐ قاسم صاحبؒ اپنی خیالی تصویر کو۔ اس لئے حضرت اقدسؑ کا لکھنا مولانا محمدؐ قاسم صاحب کے قول کی رو سے عیسائیوں کی خیالی تصویر کے متعلق ہوا۔ نہ کہ حضرت مسیحؑ کے متعلق۔

مندرجہ بالا عبارت کے بعد ہی مولانائے موصوف خود بھی اسکی یہی تشریح فرماتے ہیں:۔

"نصاریٰ جو دعویٰ محبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کرتے ہیں تو حقیقت میں اُن سے محبت نہیں کرتے کیونکہ دار و مدار اُنکی محبت کا خدا کے بیٹا ہونے پر ہے۔ سو یہ بات حضرت عیسیٰؑ میں تو معدوم۔ البتہ اُن کے خیال میں تھی۔ سو وہ اپنی تصویر خیالی کو پوجتے ہیں۔ اور اسی سے محبت رکھتے ہیں حضرت عیسیٰؑ کو خداوند کریم نے انکی واسطہ داری سے برطرف رکھا ہے۔"

(ہدیۃ الشیعہ صـ۲۴۵)

الحمد للہ کہ اب بات صاف سے صاف تر ہو گئی اور تمام دیوبندی علماء کے مسلّمہ مقتدا و پیشوا حضرت قاسم العلوم مولانا مولوی محمدؐ قاسم صاحبؒ بانی مدرسۃ العلوم دیوبند کے ارشاد مبارک سے ثابت ہو گیا کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب مسیح موعودؑ نے حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم میں یا کسی اور جگہ کسی اور بدزبان پادری کے مقابلے میں جو کچھ لکھا ہے وہ عیسائیوں کی خیالی تصویر کے لیئے لکھا ہے نہ کہ خدا کے سچے مسیح سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام کی شان مقدس میں۔

ع زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہِ کنعاں کا

میں اسی سلسلہ میں چند عبارتیں حضرت اقدسؑ کی اور بھی پیش کر دینی چاہتا ہوں:۔

آپ فرماتے ہیں:۔

(۵) "اس زمانے کے پادریوں کی دجالیت کی نظیر ہرگز ہم کو نہیں ملے گی۔ اُنھوں نے ایک

موہومی اور فرضی مسیح اپنی نظر کے سامنے رکھا ہوا ہے جو بقول انکے زندہ ہے اور خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے سو حضرت مسیح ابن مریمؑ نے خدائی کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا یہ لوگ خود اسکی طرف سے وکیل بنکر خدائی کا دعویٰ کر رہے ہیں۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۰)

(۶) "ہمارا جھگڑا اس یسوع کے ساتھ ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے۔ نہ اس برگزیدہ نبی کے ساتھ جس کا ذکر قرآن کی وحی نے معہ تمام لوازم کے کیا ہے۔"

(اشتہار ۲۸- فروری ۹۷ء) تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۳۲)

(۷) "هٰذَا مَا كَتَبْنَا مِنَ الْاَنَاجِيْلِ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِلْزَامِ وَ اِنَّا نُكْرِمُ الْمَسِيْحَ وَ نَعْلَمُ اَنَّهٗ كَانَ تَقِيًّا وَّمِنَ الْاَنْبِيَاءِ الْكِرَامِ" (البلاغ حاشیہ صفحہ ۷۹) یعنی ہمنے جو کچھ لکھا ہے وہ اناجیل سے بطور الزامی جواب کے لکھا ہے۔ ورنہ ہم خود حضرت مسیح کی عزت کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ آپ متقی اور معزز انبیاء میں سے تھے۔)

بیان بالا سے اس الزام کا کہ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم میں حضرت مسیح کی توہین کی گئی ہے بے بنیاد اور لغو و باطل ہونا جس طرح ظاہر ہو گیا ہے اور یسوع اور مسیح و عیسیٰ کے ایک شخص ہونے کی وجہ سے یسوع کے حق میں سخت الفاظ کا استعمال حضرت مسیحؑ کے حق میں قرار دیئے جانے کے مکروہ مغالطہ کی حقیقت جس طرح آشکارا ہو گئی ہے میں اسکے فیصلہ کو منصف محترم کے انصاف پر چھوڑ کر اب یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ یہ اعتراض ناواقفی یا غلط فہمی کی وجہ سے نہیں کیا جاتا بلکہ دیدہ دانستہ غلط فہمی پھیلانے کے لیئے کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اکابر اسلام نے مخالفین اسلام کے مقابلے میں اس قسم کی عبارتیں لکھی ہیں۔ بلکہ دیوبندی مقتداؤں نے سب سے زیادہ لکھی ہیں (چنانچہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی جنھوں نے ردّ نصاریٰ میں بڑا کام کیا ہے۔ اور بہت بڑے مصنف ہوئے ہیں۔ ہندوستان کے علاوہ ٹرکی اور عرب میں بھی جن کا بڑا شہرہ ہے اور عبدالحمید خان مرحوم سابق سلطان ٹرکی جن کے ساتھ خاص تعظیم سے پیش آتے تھے اور جنھوں نے مکہ معظمہ میں ایک درسگاہ مدرسہ صولتیہ کے نام سے قائم کی ہے اور ہندوستان و ٹرکی میں پادری فنڈر جیسے مشہور عیسائی مناظر کو شکست فاش دی ہے اور جن کو سُنی حنفی علماء کی طرح دیوبندی مولوی بھی اپنا مقتدا اور رہنما اور شیخ الہند اور شیخ الاسلام مانتے ہیں اپنی شہرۂ آفاق کتاب ازالۃ الاوہام میں لکھتے ہیں:۔

"زہے پاکیزگی فرزندان یعقوب علیہ السلام کہ فرزند کلاں بکنیزک پدر ہمبستر شدند و فرزند دوم

زوجہ پسر را در آغوش کرد گو دو ہمی وقت زنا کہ بقصد بود نہ دانست کہ زوجہ پسر منست وقبل از اطلاع این معنی کہ او حاملہ از منست حکم سوختن آں فرمودند وبعد اطلاع این معنی اقرار نیکوکار بودنش فرمودند یعقوب علیہ السلام سزا را چہ ذکر ملامت وزجرہم بہ صاحب زادہ والا تبار وآں زن نیکو کار نہ کردند ودر اولاد ہمیں فارض کہ از شکم تامار نیکو شعار بر آمد۔ داؤد سلیمانؑ ومسیح علیہ السلام اند" صفحہ ۳۵

(۲) "جناب مسیح اقرارمے فرمائند کہ یحیٰی نہ نان می خورند نہ شراب می آشامیدند و آنجناب (حضرت مسیح) شراب ہم می نوشیدند ویحیٰی در بیابان می ماندند۔ وہمراہ جناب مسیح بسیار زنان ہمراہ می گشتند ومال خودمے خورانیدند وزنان فاحشہ پائے ہائے آنجناب را می بوسیدند وآنجناب مرتا ومریم را دوست می داشتند وخود شراب برائے نوشیدن دیگر کساں عطا می فرمودند" (صفحہ ۳۷۰)

(۳) ازیں صاف ظاہر شد کہ مسیح را قدرت اظہار معجزہ نبود" (صفحہ ۳۹۱)

(۴) وقتیکہ یہودا فرزند سعادت مندشان از زوجہ پسر خود زنا کرد و حاملہ گشت وفارض راکہ از آباؤ اجداد داؤد وسلیمان وعیسٰی علیہم السلام بود زائیدہ" (صفحہ ۴۰۵)

اسی طرح مولانا سید آل حسنؒ جو مولانا موصوف الصدر کی طرح شہرۂ آفاق مناظر ہیں اپنی مشہور کتاب استفسار میں لکھتے ہیں :۔

(۱) "شجاعت حضرت عیسٰی کی صحبت سے حواریوں کو نہیں حاصل ہوئی تھی پس تربیت حضرت عیسٰی کی۔ از روئے حکمت کے بہت ہی ناقص ٹھہری" (صفحہ ۱۰۷)

(۲) "آنا نجملہ کلیتہً یہ بات ہے کہ اکثر پیشگوئیاں انبیائے بنی اسرائیل اور حواریوں کی ایسی ہیں جیسے خواب اور مجذوبوں کی بڑ۔ پس اگر انہیں باتوں کا نام پیشگوئی ہے تو ہر ایک آدمی کے خواب اور ہر دیوانہ کی بات کو ہم پیشگوئی ٹھہرا سکتے ہیں" (صفحہ ۱۳۳)

(۳) "عیسٰی بن مریم کہ آخر درماندہ ہوکر دنیا سے انھوں نے وفات پائی" (صفحہ ۲۳۲)

(۴) "اور سب عقلا جانتے ہیں کہ بہت سے اقسام سحر کے مشابہ ہیں معجزات سے خصوصاً معجزات موسویہ اور عیسویہ سے" (صفحہ ۳۳۶)

(۵) اشعیاہ اور ارمیاہ اور عیسٰیؑ کی سی غیب گوئیاں قواعد نجوم اور رمل سے بخوبی نکل سکتی ہیں بلکہ اس سے بہتر۔ یعنی بتعین زمان ومکان اور ذات وصفات معلوم ہوسکتی ہیں

چنانچہ بعض بندے نے خود دیکھیں"۔ (صفحہ ۳۳۶)

(۶) "حضرت عیسیٰ کا معجزہ احیاء میت کا بعضے یہاں مٹی کرتے پھرتے ہیں کہ ایک آدمی کا سر کاٹ ڈالا بعد اس کے سب کے سامنے دھڑ سے ملا کر کہا اٹھ کھڑا ہو وہ اٹھ کھڑا ہوا"۔ ۳۳۶ص

(۷) "معجزات موسویہ اور عیسویہ کہ بسبب مشاہدہ کار خانۂ سحر اور نجوم وغیرہ کے کسی کی نظر میں ان کا اعجاز ثابت نہیں ہو سکتا۔ دوسرے یہ کہ معجزات موسویہ اور عیسویہ کی سی حرکات یہاں بہتوں نے کر دکھائیں"۔ ص۳۳۷

(۸) "انجیل اوّل کے باب یازدہم کے درس نوزدہم میں لکھا ہے کہ بڑے کھاؤ اور بڑے شرابی تھے"۔ ص۳۵۳

(۹) "جس طرح اشعیاہ اور عیسیٰ علیہما السلام کی بعض بلکہ اکثر پیشگوئیاں ہیں جو صرف بطور معمے اور خواب کے ہیں جیسے چاہو منطبق کر لو یا عتبار ظاہری معنوں کے محض جھوٹ ہیں"۔ ص۳۶۶

(۱۰) "پس معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ کا سب بیان معاذ اللہ جھوٹ ہے اور کرامتیں اگر بالفرض ہوئی بھی ہوں تو ویسی ہی ہونگی جیسی مسیح الدجال سے ہونے والی ہیں"۔ ص۳۶۹

ان عبارتوں کے علاوہ اسی قسم کی سیکڑوں بلکہ ہزاروں عبارتیں دیوبندی مولویوں کے مسلم مقتداؤں کی اُن کتابوں میں موجود ہیں جو عیسائیوں آریوں اور شیعوں وغیرہ کے مقابلہ میں لکھی گئی ہیں اور اُن عبارتوں میں آئمہ و صحابہ اور انبیاء بلکہ خدا تعالیٰ جل و علا کی بھی اس سے بدرجہا زیادہ توہین و تذلیل موجود ہے۔ جتنی کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحبؑ کی الزامی عبارتوں سے نکالی جاتی ہے وہ سب عبارتیں پیش کیے جانے کے لائق تو وقت نہیں۔ کہ یہ جو عبارتیں ابھی پیش کی ہیں اور جو سب کی سب دیوبندی مولویوں کے مسلم بزرگوں کی ہیں فی الحال وہی دیکھ لینی چاہئیں کہ وہی کافی و وافی ہیں اور ان میں نہ صرف حضرت مسیح علیہ السلام بلکہ اور بہت سے انبیاء کے بھی نام لے کر گندے اور ناپاک الفاظ کا استعمال حد سے گذار دیا گیا ہے اور توہین و تذلیل کا کوئی کلمہ باقی نہیں چھوڑا گیا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا اپنے باپ کی کنیز سے جو ماں کی طرح تھی اور دوسرے بیٹے کا اپنے بیٹے کی بی بی تامار سے جو اسکے لیے بیٹی کی طرح ہوئی زنا کرنا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کا ان کو سزا دینا تو درکنار زجر تک نہ کرنا اور اپنی بہو یعنی اپنے بیٹے کی بی بی تامار کے زنا کرنے والے کا یہ نہ معلوم ہونے کی حالت میں کہ یہ مجھ سے حاملہ ہے۔

اس کے جلا دیئے جانے کا حکم دینا اور یہ معلوم ہونے کے بعد کہ اس کو تو مجھ سے حمل ہے اسکو نیکو کار اور خوش اطوار بتانا۔ آخر اُس سے فارض کا پیدا ہونا۔ اور پھر اسکی نسل سے نعوذ باللہ حضرت داؤد و سلیمان اور حضرت مسیح کا ظہور میں آنا۔ اور انبیاء بنی اسرائیل کی پیشگوئیوں کا خواب کی باتو یا مجذوب کی بڑ اور اُن کے معجزوں خصوصاً معجزات موسویہ و عیسویہ کا ساحروں کے کاموں کی طرح ہونا، اور اشعیاہ وارمیاہ و عیسیٰ علیہم السلام کی پیشگوئیوں کا معمّے اور خواب کی طرح ہونا اور انکی پیشگوئیوں کی سی بلکہ ان سے بہتر پیشگوئیوں کا قواعد نجوم و رمل سے بخوبی نکل سکنا۔ اور مولانا آل حسن مرحوم کا بعض ایسی پیشگوئیوں کو جو قواعد نجوم و رمل سے نکلی ہوئی اور حضرت مسیح وغیرہ انبیاء بنی اسرائیل کی پیشگوئیوں سے بہتر تھیں خود دیکھنا اور حضرت مسیح کا شراب پینا اور بدچلن عورتوں کو اپنے ساتھ رکھنا اور اُن کا آپ کو اپنا مال کھلانا اور آپ کے پاؤں پر بوسے دینا اور آپ کا مرتا و مریم کو جو اس زمانے کی مشہور بدکار عورتیں تھیں محبوب رکھنا اور خود ساقی بنکر دوسروں کو شراب پلانا اور معجزات نہ دکھا سکنا۔ اور بہت سے لوگوں کا معجزات موسویہ و معجزات عیسویہ کی حرکات کر دکھانا اور برہمان متیوں کا حضرت عیسیٰ کے مردہ زندہ کرنے کا معجزہ دکھاتے پھرنا وغیرہ بہت سی باتیں ان عبارتوں میں موجود ہیں۔

کیا ان باتوں کی توہین ان کلمات سے جو حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کی الزامی عبارتوں سے نکال کر موجب توہین قرار دیئے گئے ہیں۔ بدرجہا زیادہ بڑھی ہوئی نہیں ہے۔ پھر کیا ان باتوں کی بناء پر بھی دیوبندی مولویوں نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور کیا۔ جن بزرگوں نے یہ باتیں لکھی ہیں ان کا اور انکے معتقدوں کا نکاح بھی ناجائز کیا ہے؟ نہیں اور کبھی نہیں

ان کے لئے فتویٰ دینا اور ان کے یا انکے معتقدوں کے ساتھ نکاحوں کو ناجائز بتانا کیا معنی۔ انکو تو اپنا مقتدا و پیشوا مانا حتیٰ کہ شیخ الہند تسلیم کیا ہے کیا یہ کارروائی ان فتویٰ نویسوں کی حقیقت کما حقہ ظاہر کر دینے والی نہیں ہے؟

چوتھی عبارت جو توہین عیسیٰ علیہ السلام کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے وہ دافع البلاء صفحہ آخری کی یہ عبارت ہے کہ مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سُنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا۔ یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھُوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اسکی

خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔"

اس عبارت کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ عبارت مسلمانوں کے مقابلہ میں لکھی گئی ہے اور جب یہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ہے تو الزامی نہیں ہو سکتی۔ اپنے عقیدے کے مطابق ہی لکھی ہے اور چونکہ اس میں "حصور" کا لفظ جو قرآن شریف میں حضرت یحییٰؑ کے لئے آیا ہے پیش کر کے یہ بیان کیا گیا کہ حضرت عیسیٰؑ کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے استعمال سے وہ قصے مانع تھے جو حضرت عیسیٰؑ کے لئے مشہور تھے اس لئے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے نزدیک وہ قصے صحیح تھے اور نہ صرف یہی بلکہ ان کے خیال میں خدا کے نزدیک بھی یہ قصے صحیح تھے جبھی تو مرزا صاحب کے بقول خدا نے حضرت یحییٰؑ کو حصور کہا مگر حضرت عیسیٰؑ کو نہ کہا۔

مجھے اس کے متعلق یہ عرض کرنی ہے کہ مخالفین کا یہ استدلال بالکل غلط اور اس کے ضمن میں جتنی باتیں کہی جاتی ہیں وہ سب لغو و باطل ہیں۔

پہلی بات

جس پر بڑا زور بھی دیا جاتا ہے یہ کہی جاتی ہے کہ مرزا صاحب نے یہ عبارت مسلمانوں کے مقابلہ میں لکھی ہے حالانکہ یہ بالکل ہی مغالطہ ہے۔ عبارت مذکورہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ہرگز نہیں بلکہ یقینی و قطعی طور پر عیسائیوں کے مقابلہ میں لکھی گئی ہے۔ مخالف مولویوں نے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کہ یہ عبارت مسلمانوں کے مقابلہ میں لکھی گئی ہے صرف اس لئے کی ہے کہ وہ اس بات سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے وہی مرزا صاحب کا عقیدہ بھی ہے اور اس سے حضرت مسیح کی سخت توہین ہوتی ہے کیونکہ اگر یہ عبارت مسلمانوں کے مقابلہ میں ثابت نہ ہو بلکہ یہ ثابت ہو کہ عیسائیوں کے مقابلہ میں لکھی گئی ہے تو الزامی قرار پائے گی اور پھر نہ تو یہ ثابت ہو سکیگا کہ اس میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ مرزا صاحب کے عقائد میں سے ہیں اور نہ یہ ثابت ہو سکیگا کہ اس سے حضرت مسیح کی توہین ہوتی ہے، وجہ یہ کہ الزامی طور پر جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ لکھنے والے کے عقیدے کی بنا پر نہیں ہوا کرتا اور نہ اس سے کسی کی توہین مقصود ہوتی ہے اور نہ اس کی بنا پر لکھنے والے کو کسی کی توہین کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ الزامی طور پر جو بات لکھی جاتی ہے اس کے لکھنے کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ جس کے مقابلہ میں اگر کوئی مسلمان یہ لکھے (اور مسلمانوں نے ایسا بار بار لکھا ہے اور لکھتے رہتے ہیں) کہ خدا کی اس بے بسی و بے کسی اور عجز و ضعف کا بھی کیا ٹھکانا ہے کہ اپنے بندوں کے ہاتھوں سے صلیب پر چڑھائے جانے سے بھی اپنے آپ کو نہ بچا سکا۔ تو اس سے

یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ وہ مسلمان درحقیقت خدا کو بے بس و بے کس اور عاجز و ضعیف جانتا ہے یا خدا تعالیٰ کی توہین کے خیال سے اُس نے ایسا لکھا ہے بلکہ صرف یہ سمجھا جائے گا کہ عیسائیوں کے غلط عقیدے کی غلطی ظاہر کر کے اُسکی اصلاح کے لئے یہ لکھا گیا ہے اور جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اُنکے عقیدے کے مطابق اور اُن کے عقیدے سے لازم آتا ہے صلیب پر چڑھایا جانا تو انکے عقائد میں سے ہے اور بے بس و بے کس اور عاجز و ضعیف ہونا اُنکے اس عقیدے سے کہ یہودیوں نے پکڑ کر اُس کو صلیب پر چڑھا دیا تھا لازم آتا ہے۔

الغرض مذکورہ بالا عبارت مسلمانوں کے مقابلہ پر ہرگز نہیں ہے بلکہ یقیناً عیسائیوں کے مقابل پر ہے اور اُسی اصل* اور اُسی طرز پر ہے جیسے میں نے ایک مثال دیکر عرض کیا ہے۔ اور یہ بات بادنیٰ تدبر معلوم ہو سکتی ہے کہ واقعی یہ عبارت عیسائیوں کے لیئے ہے کیونکہ اِسی عبارت میں کئی باتیں اس امر کو ثابت کرتی ہیں مثلاً

پہلی بات یہ ہے کہ اس میں جتنی باتوں کا حضرت مسیح کے متعلق ذکر آیا ہے وہ سب کی سب عیسائیوں کے مسلمات سے تعلق رکھتی ہیں۔ شراب خوری سے لیکر حضرت یحییٰ سے بیعت کرنے تک ایک بات بھی اس میں ایسی نہیں ہے جو مسلمانوں کے مسلمات میں سے ہو۔

پس جب اس عبارت میں کوئی بات مسلمانوں کے مسلمات ہی میں سے نہیں تھی سب کی سب عیسائیوں کے مسلمات کے مطابق تھیں تو پھر اس کو پیش کر کے اسکی بناء پر حضرت یحییٰ کا حضرت مسیح سے افضل ہونا مسلمانوں کے مقابلہ میں کس طرح ظاہر کیا جا سکتا تھا اسکے ذریعہ حضرت یحییٰ کی فضیلت تو عیسائیوں ہی کے مقابلہ میں ظاہر کی جا سکتی تھی کہ وہ ان سب باتوں کے جو اس

* مخالف مولویوں نے یہ عبارت بھی جو عیسائیوں کے مقابلہ میں تھی اور جسکی بابت وہ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ یہ مسلمانوں کے مقابلہ میں لکھی گئی ہے پوری نقل نہیں کی۔ اس لئے انکی پیش کی ہوئی عبارت میں حضرت مسیح کے حضرت یحییٰؑ کے بیعت کرنے کا ذکر نہیں آسکا جو عبارت انھوں نے چھوڑ دی ہے اس میں یہ ذکر موجود ہے اور وہ عبارت یہ ہے " اور پھر یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰ کے ہاتھ پر جس کو عیسائی یوحنا کہتے ہیں۔ جو پیچھے ایلیا بنایا گیا اپنے گناہوں سے توبہ کی تھی اور ان کے خاص مریدوں میں داخل ہوئے تھے اور یہ بات حضرت یحییٰ کی فضیلت کو بداہت ثابت کرتی ہے کیونکہ بمقابل اس کے یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ یحییٰ نے بھی کسی کے ہاتھ پر توبہ کی تھی۔ پس اس کا معصوم ہونا بدیہی امر ہے۔"

(دافع البلاء صفحہ آخر ٹائٹل پیج)

عبارت میں بھی ماننے والے تھے نہ کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں جو اُن میں سے کسی ایک بات کے بھی قائل نہ تھے۔

دوسری بات جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبارت مذکورہ مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں ہے عیسائیوں ہی کے مقابلہ میں ہے، حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کی وہ عبارت ہے جو مذکورہ عبارت سے بالکل ہی ملی ہوئی پہلے موجود ہے۔ جو مخالف مولویوں نے دانستہ چھوڑ دی ہے اور پیش نہیں کی ہے یعنی "جن لوگوں نے اُن (مسیح) کو خدا بنایا ہے جیسے عیسائی یا وہ جنھوں نے خواہ مخواہ خدائی صفات اُنھیں دی ہیں جیساکہ ہمارے مخالف اور خدا کے مخالف نام کے مسلمان وہ اگر ان کو اوپر اُٹھاتے اُٹھاتے آسمان پر چڑھادیں یا عرش پر بٹھادیں یا خدا کی طرح پرندوں کا پیدا کرنے والا قرار دیں تو ان کو اختیار ہے۔ انسان جب حیا اور انصاف کو چھوڑ دے تو جو چاہے کہے اور جو چاہے کرے" یہ عبارت اچھی طرح ظاہر کر رہی ہے کہ اس موقع پر حضرت اقدسؑ نے عیسائی اور مسلمان دونوں ہی کا ذکر کیا ہے عیسائیوں کا پہلے اور مسلمانوں کا ان کے بعد۔ پس ترتیب کا تقاضا تھا کہ کلام بھی دونوں ہی سے ہو پہلے عیسائیوں سے اور اُن کے بعد مسلمانوں سے۔ اور حضرت اقدسؑ نے کیا بھی یہی ہے کہ پہلے عیسائیوں کے مقابلہ میں عبارت لکھی اور اس کے بعد مسلمانوں کے مقابلہ میں۔ جو عبارت عیسائیوں کے متعلق تھی وہ انکے مسلمات کی بنا پر تھی اور جو مسلمانوں کے مقابلہ میں تھی وہ اُن کے مسلمات کی بنا پر عیسائیوں کے مقابل پر وہ عبارت ہے جو اعتراض کے رنگ میں پیش کی گئی ہے اور جسے پورا زور لگاکر مسلمانوں کے مقابل قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کے مسلمات میں سے اُن باتوں میں سے ایک بات بھی نہیں اور جو بات مسلمانوں کے مقابل پر لکھی گئی ہے۔ وہ اس تمام مضمون کے بعد آتی ہے جسے چھوڑ دیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ "اور مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عیسٰیؑ اور اسکی ماں مسِ شیطان سے پاک ہیں اِسکے معنے نادان لوگ نہیں سمجھتے اصل بات یہ ہے کہ پلید یہودیوں نے حضرت عیسٰےؑ اور اُنکی ماں پر سخت ناپاک الزام لگائے تھے اور دونوں کی نسبت نعوذ باللہ شیطانی کاموں کی تہمت لگاتے تھے سو اس افترا کا رد ضروری تھا۔ پس اس حدیث کے اس سے زیادہ کوئی معنی نہیں کہ یہ پلید الزام جو حضرت عیسٰیؑ اور اُنکی ماں پر لگائے گئے ہیں یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ان معنوں کرکے وہ مس شیطان سے پاک ہیں اور اس قسم کے پاک ہونے کا واقعہ کسی اور نبی کو کبھی پیش نہیں آیا۔"

یہ بھی وہ عبارت ہے جو حضرت اقدسؑ نے مسلمانوں کے مقابلہ میں لکھی تھی اور جس سے بڑی صفائی کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ مخالفین کا اس سے پہلی عبارت کے متعلق یہ ظاہر کرنا کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں لکھی گئی ہے بالکل باطل تھا مسلمانوں کے مقابلہ میں درحقیقت یہ عبارت تھی جو مخالفین نے چھوڑ دی اور پیش نہیں کی تھی۔ اور جب کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ میں بتاتے تھے وہ یقیناً یقیناً عیسائیوں کے مقابلہ میں تھی اسی وجہ سے اُس میں کلام بھی انہیں کے مسلمات کی رُو سے تھا نہ کہ اپنے عقیدے کی بنا پر۔ اور یہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ہے اس لئے اس میں کلام بھی انکے عقیدے کی رُو سے ہے نہ کہ عیسائیوں کے مسلمات پر۔

اگرچہ یہ بات ثابت ہو جانے کے بعد کہ عبارت مذکورہ مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں تھی مجھے اس امر کا ثبوت دینے کی مطلق ضرورت نہیں رہتی کہ حضرت مسیحؑ کی توہین سے اس کا کچھ بھی تعلق نہیں ہے کیونکہ عیسائیوں کے مقابلہ میں الزامی طور پر اس قسم کی جو عبارتیں لکھی جاتی ہیں نہ تو وہ عبارتیں جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں لکھنے والے کے عقائد پر مبنی ہوتی ہیں اور نہ اُن سے کسی کی توہین ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ دیوبندی مولویوں نے اس کو حضرت مسیحؑ کی توہین کا موجب ثابت کرنے کے لیئے بڑا زور لگایا ہے اس لیئے میں بھی اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ ساری عبارت پر نظر کر کے یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ اس کو موجب توہین بتانے والے یا تو پلے سرے کے نافہم ہیں یا حد درجہ کے حق پوش و ناحق کوش۔

عیسائی اور مسلمان دونوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بڑے ہی غلو اور اطرا سے کام لیا ہے۔ عیسائیوں نے تو انکو پاک و مقدس اور افضل و برتر ثابت کرنے کے لیئے سب نبیوں کو طرح طرح کا مجرم اور گنہگار بنایا ہے اور کوئی نہیں جو انکی زبان درازیوں اور بد کلامیوں سے محفوظ رہا ہو حتیٰ کہ امام المطہرین افضل المعصومین سید الاولین والآخرین حبیبِ خدا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس پر بھی اس سلسلہ میں نہایت دریدہ دہانی سے زبانِ طعن دراز کر کے گندے سے گندے حملے کیئے اور ناپاک سے ناپاک الزام دیئے ہیں کوئی برائی نہیں جو منسوب نہ کی ہو اور کوئی گندی گالی نہیں جو نہ دی ہو۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو تمام نبیوں سے افضل کہنے پر بھی بس نہیں کیا بلکہ نعوذ باللہ خدا کا بیٹا اور خدا بھی قرار دیدیا۔ اور مسلمانوں نے گو لفظوں میں تو عیسائیوں کی طرح تمام نبیوں کو مجرم و گنہگار اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا اور خدا نہیں کہا مگر انبیاء علیہم السلام سے بعض ناقص امور کا صدور ماننے اور حضرت عیسیٰؑ کو

صفات خاصہ اُلوہیت میں شریک جاننے کے لحاظ سے اپنا عیسائیوں سے پیچھے رہ جانا بھی گوارا نہیں کیا۔

اور برخلاف ان دونوں کے یہودیوں نے حضرت مسیحؑ اور انکی ماںؑ پر قسم قسم کے گندے اور ناپاک الزام لگائے اور اُن کو تمام جہان کے بدوں سے نعوذ باللہ بدا ور ذلیلوں سے ذلیل ٹھہرانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔

حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تینوں کے غلط عقائد کی تردید و اصلاح فرمائی ہے، اور مخالف مولویوں نے رسالہ دافع البلاء کے جس موقع سے عیسائیوں کے مقابلہ کی تھوڑی سی عبارت نقل کر کے حضرت اقدسؑ پر توہین حضرت مسیحؑ کا الزام لگایا ہے اسی موقع پر یہ تردید و اصلاح موجود ہے۔

سب سے پہلے تو آپؑ نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ عیسائی جو حضرت عیسیٰؑ کو تمام انبیاء سے افضل اور تمام عالم کا نجات دہندہ قرار دیتے ہیں یہ صحیح نہیں ہے حضرت عیسیٰؑ راستباز تو بیشک تھے اور اپنے زمانے کے اکثر لوگوں سے اچھے بھی تھے لیکن وہ حقیقی نجات دہندہ نہیں تھے حقیقی نجات دہندہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے یہ ظاہر فرمانے کے بعد آپؑ نے اسی موقع سے ایک نوٹ شروع کیا ہے جو خاتمہ رسالہ تک چلا گیا ہے اس میں آپؑ فرماتے ہیں "ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں خدا تعالےٰ کی زمین پر بعض راستباز اپنی راستبازی اور تعلق باللہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل اور اعلیٰ ہوں" اس عبارت سے بھی ظاہر ہے کہ آپؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی راستبازی نبوت اور تعلق باللہ کو تو مانتے ہیں صرف یہ فرماتے ہیں کہ اُنکے زمانے میں بلحاظ تعلق باللہ کسی کا اُن سے افضل و اعلیٰ ہونا بھی ممکن ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں "اللہ تعالےٰ نے انکی نسبت فرمایا ہے وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ جسکے یہ معنی ہیں کہ اُس زمانہ کے مقربوں میں سے یہ بھی ایک تھے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ سب مقربوں سے بڑھ کر تھے بلکہ اثبات کا امکان نکلتا ہے کہ بعض مقرب اُنکے زمانہ کے اُن سے بہتر تھے ظاہر ہے کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی بھیڑوں کے لیئے آئے تھے اور دوسرے ملکوں اور قوموں سے اُن کو کچھ تعلق نہ تھا۔ پس ممکن بلکہ قریب قیاس ہے کہ بعض انبیاء جو کمنقصص میں داخل ہیں وہ اُن سے بہتر اور افضل ہونگے" اس عبارت سے بھی یہی ظاہر ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی اور خدا کے مقربین میں سے یقین کرتے ہیں مگر یہ ممکن بلکہ قرین قیاس جانتے ہیں کہ جن بعض انبیاء کا ذکر قرآن شریف میں نہیں آیا ہو اور جو لم نقصص میں داخل ہیں وہ حضرت عیسیٰ سے افضل ہوں۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں "جیسا کہ حضرت موسیٰ کے مقابل پر آخر ایک انسان نکل آیا جسکی نسبت خدا نے عَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا۔ فرمایا تو پھر حضرت عیسیٰ کی نسبت جو موسیٰ سے کمتر اور اسکی شریعت کے پیرو تھے اور خود کوئی کامل شریعت نہ لائے تھے اور ختنہ اور مسائل فقہ اور وراثت اور حرمت خنزیر وغیرہ میں حضرت موسیٰ کی شریعت کے تابع تھے کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وہ بالاطلاق اپنے وقت کے تمام راستبازوں سے بڑھ کر تھے"

اس عبارت سے بھی یہی ثابت ہو کہ حضرت اقدس حضرت عیسیٰ کو انبیاء میں سے ایک نبی جانتے ہیں لیکن جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں حضرت خضر نکل آئے تھے جنکے لئے خدا نے عَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا۔ فرمایا ہو اور جو حضرت موسیٰ پر ایک قسم کی فضیلت رکھتے تھے اسی طرح اگر حضرت مسیح کے زمانے میں بھی کوئی مقرب الٰہی یا کئی مقربین ہوں جو آپ پر فضیلت رکھتے ہیں تو اسکو بالکل ہی بعید نہیں سمجھنے۔ اسکے بعد حضرت اقدس نے وہ عبارت لکھی ہو جو دیوبندی مولویوں نے پیش کر کے اُس سے حضرت مسیح کی توہین پر استدلال کیا ہو اُس میں بھی یہ عبارت موجود ہو "لیکن مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی"

اور اس سے بھی یہ ثابت ہو کہ حضرت اقدس حضرت مسیح کو نبی اور راستباز تو مانتے ہیں مگر انکی راستبازی کو اس زمانے کے تمام راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں سمجھتے۔ اسکے بعد حضرت اقدس نے عیسائیوں کے مقابلہ میں اُنکے مسلمات پیش کر کے یہ دکھلایا ہو کہ تمہارے ہی عقائد سے حضرت یحییٰ کا حضرت مسیح سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہو چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں "بلکہ یحییٰ نبی کو اسپر ایک فضیلت ہی کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سُنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اسکے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اسکے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اسکی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصّے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے اور پھر یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یحییٰ کے ہاتھ پر جسکو عیسائی یوحنا کہتے ہیں جو پیچھے ایلیا بنایا گیا اپنے گناہوں سے توبہ کی تھی اور اُن کے خاص مریدوں میں داخل ہوئے تھے اور یہ بات حضرت یحییٰ کی فضیلت کو بداہت ثابت کرتی ہو کیونکہ بمقابل اس کے یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ یحییٰ نے بھی کسی کے ہاتھ پر توبہ کی تھی

پس اس کا معصوم ہونا بدیہی امر ہے۔"
یہ عبارت ساری کی ساری عیسائیوں کے مسلمات پر الزامی رنگ میں لکھی گئی ہے اور جو باتیں عیسائی مانتے ہیں وہی اُنکے سامنے پیش کر کے انکے اس عقیدے کا باطل ہونا ثابت کیا گیا ہے کہ صرف حضرت عیسیٰؑ ہی گناہوں سے پاک اور معصوم ہیں باقی تمام انبیاء علیہم السلام مجرم و گنہگار۔
ان میں سے کوئی بات جس طرح اور مسلمانوں کے مسلمات میں سے نہیں ہے صرف عیسائیوں ہی کے مسلمات میں سے ہے اسی طرح کوئی بات حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مسلمات میں سے بھی نہیں ہے جیسا کہ میں اوپر ثابت کر چکا ہوں اور اس سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت اقدسؑ کی مندرجہ بالا عبارتوں میں بار بار حضرت عیسیٰؑ کا امتیاز اور مقرب ہی ہونا تسلیم کیا گیا ہے اور جو باتیں عیسائی مسلمات کے لحاظ سے بیان کی ہیں اُن کے متعلق اپنے عقیدے یا یقین کا اظہار نہیں فرمایا ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ حضرت یحییٰؑ کی نسبت کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اسکے سر پر عطر ملا تھا الخ جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ عیسیٰؑ کے متعلق یہ سنا گیا ہے کہ فاحشہ عورتیں اپنی کمائی کے مال سے انکے سر پر عطر ملتی تھیں۔ الخ اور حضرت اقدسؑ کا یہ فرمانا کہ "سنا گیا ہے" پوری اور کامل صفائی سے ظاہر کر رہا ہے کہ وہ باتیں جو آپؑ نے عیسائیوں کے مقابلہ میں لکھی ہیں نہ تو وہ آپ کے عقائد میں سے ہیں اور نہ آپ کو ان پر کوئی یقین حاصل ہے بلکہ وہ صرف سُنی گئی ہیں۔ اور جو امور عقیدے میں داخل ہوں یا جن پر یقین حاصل ہو۔ ان کے متعلق یہ نہیں کہا جاتا کہ ایسا "سنا گیا ہے" کیونکہ یہ تو ایسے ہی امور کے متعلق کہا جا سکتا ہے جو نہ تو اپنے عقیدے میں داخل ہوں اور نہ جن پر یقین حاصل ہو۔
یہ امر بھی خاص قابل توجہ ہے کہ حضرت اقدسؑ کی اس عبارت سے جس جس امر کی بابت یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت یحییٰؑ کے متعلق نہیں سنا گیا اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق سنا گیا ہے وہ کس سے سنا گیا ہے؟ جب اس پر توجہ کی جائے تو آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اسلامی تعلیم میں تو ان امور میں سے کسی امر کا نشان پایا نہیں جاتا کیونکہ اگر اسلامی تعلیم میں یہ باتیں ہوتیں تو ان کے لیئے "سنا گیا" "بعد میں بنایا گیا" کے الفاظ ہی استعمال میں نہ آتے کیونکہ وہ تو اپنے عقیدے میں داخل ہوتیں پس معلوم ہو گیا کہ اسلام سے پہلے کی جو قومیں ہیں اُن سے سنا گیا ہے اور وہ عیسائی ہیں یا یہودی اور جب اسکی تحقیق کی جائے کہ ان میں سے کس سے سنا گیا ہے تو تھوڑے سے توجہ سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ دونو ہی سے سنا گیا، کیونکہ وہ عیسائیوں کے بھی مسلمات میں سے ہے اور یہودیوں کے بھی مسلمات میں سے اور دونوں ہی کی کتابوں میں موجود ہے۔ ہاں نقطہ نظر دونوں کا جداگانہ ہے عیسائیوں کی نظر میں تو اس میں سے

کوئی بات معیوب نہیں تھی خواہ کسی فاحشہ کا سر پر عطر ملنا ہو خواہ نامحرموں کا ساتھ رہنا مگر یہودیوں کی نظر میں یہ بات نہایت معیوب ناپاک اور گندی۔

غرض مندرجہ بالا عبارت کی باتوں میں سے کوئی بات حضرت اقدسؑ کے عقیدے یا یقین سے تعلق رکھنے والی نہیں تھی بلکہ وہ باتیں عیسائیوں اور یہودیوں سے سُنی ہوئی تھیں۔ عبارت مندرجہ بالا کے بعد حضرت اقدسؑ نے مسلمانوں کے غلط عقیدے اور یہودیوں کے گندے الزاموں کی تردید اصلاح کی غرض سے وہ عبارت لکھی جو میں اوپر درج کرچکا ہوں۔ (آخر ص ۲۵۷ پر)

چونکہ مسلمان ایک حدیث کا صحیح مطلب نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ عقیدہ رکھنے لگے تھے کہ جتنے بچے پیدا ہوتے ہیں وقتِ پیدائش شیطان اُن سب کو مس کرتا ہو کوئی بچہ ایسا نہیں جس کو شیطان نے مس نہ کیا ہو مگر حضرتِ مسیحؑ اور انکی والدہ مریمؑ صدیقہ کو مس نہیں کیا وہی مس شیطان سے محفوظ ہیں اور کوئی محفوظ نہیں۔ اور مسلمانوں نے جو اور بہت سی باتیں حضرت مسیحؑ میں ایسی مانی تھی ہیں جو انکو تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل بلکہ اُلوہیت کا حصہ دار ثابت کرتی ہیں جیسے کہ حقیقی مردوں کا زندہ کرنا۔ یا مٹی کی تصویروں میں جان ڈالکر اُن کو زندہ طائر بنا دینا یا برخلاف تمام بنی آدم کے زندہ معہ جسم خاکی آسمان پر سکونت رکھنا۔ یا خورونوش وغیرہ حوائج ضروریہ کا محتاج نہ ہونا۔ یا تغیرات سے جو لازمہ بشریت ہیں مستثنیٰ ہونا اسی قسم کی باتوں میں سے ایک خطرناک بات یہ بھی تھی کہ صرف مسیحؑ اور انکی والدہؑ مس شیطان سے پاک ہیں اور کوئی مولود ایسا نہیں جو پاک ہو اور یہ تمام انبیاء کرامؑ حتیٰ کہ حضرت سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس پر بھی ایک ناپاک حملہ تھا اس لیئے جہاں ان تمام غلطیوں کی جن میں حضرت مسیحؑ کے متعلق مسلمان مبتلا تھے حضرت اقدسؑ نے اصلاح فرمائی ہو وہاں اس غلطی کی بھی اصلاح فرمائی اور انہیں بتایا کہ اس حدیث کے صحیح معنی وہ نہیں ہیں جو تم سمجھ رہے ہو یعنی جب سے کہ دنیا پیدا کی گئی ہو کوئی بچہ ایسا پیدا نہیں ہوا ہو جسکو شیطان نے مس نہ کیا ہو صرف حضرت مسیحؑ اور اُنکی والدہؑ کو مس نہیں کیا ہو۔ بلکہ معنی صرف یہ ہیں کہ پلید یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام اور اُنکی ماں پر سخت ناپاک الزام لگائے تھے اور دونوں کی نسبت نعوذ باللہ شیطانی کاموں کی تہمت لگاتے تھے (مریمؑ کے متعلق یہ کہ جس حمل سے حضرت مسیحؑ پیدا ہوئے ہیں وہ نعوذ باللہ جائز نہیں تھا اور حضرت مسیحؑ پر یہ کہ نعوذ باللہ اُنکی پیدائش بھی جائز نہیں ہو اور وہ فاحشہ عورتوں سے ناجائز تعلقات بھی رکھتے ہیں ناقل) سو اس افتراء کا رد ضروری تھا پس اس حدیث کے اس سے زیادہ اور کوئی معنی نہیں کہ یہ پلید الزام جو حضرت عیسیٰؑ اور اُنکی ماں پر لگائے گئے ہیں یہ صحیح

نہیں ہیں اور ان معنوں کرکے وہ مس شیطان سے پاک ہیں۔ اور اس قسم کے پاک ہونے کا واقعہ کسی اور نبی کو کبھی پیش نہیں آیا۔"

حضرت اقدس نے اِس عبارت میں مسلمانوں کے غلط اور خطرناک عقیدے کی اصلاح کو یہودیوں کے ناپاک الزاموں کا باطل اور حضرت مسیح کا ان سے پاک ہونا بھی ظاہر فرمادیا ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ اس مضمون کے ابتداء میں آپ نے حضرت مسیح کا راستباز نبی اور مقرب ہونا بار بار تسلیم کیا ہے۔ اسکے بعد عیسائیوں کے مقابلہ میں جو عبارت لکھی اس میں بھی حضرت مسیح کی راستبازی کا اقرار فرمایا ہے اور آخر میں مسلمانوں کی اصلاح عقیدہ کے لئے جو عبارت لکھی اس میں انکے ان تمام الزاموں سے پاک ہونے کے متعلق اپنا عقیدہ ظاہر فرمایا ہے جو یہودیوں نے حضرت مسیح پر لگائے ہیں کیا ایسی حالت میں کہ ابتدا اور وسط اور انتہا تینوں جگہوں کی عبارتوں میں نہایت صفائی کے ساتھ حضرت مسیح کی نبوت اور تقرب کا ذکر ہے اور آخری عبارت میں علاوہ اس کے تمام ناپاک الزاموں سے پاک ہونے کا بھی۔ تو کیا یہ بات عقل میں آنے کے لائق ہے کہ اسی عبارت کے اندر حضرت مسیح کی راستبازی نبوت اور قرب الٰہی کا انکار بھی کیا گیا ہوگا۔ جس کا ابتدا وسط اور آخر عبارت میں اقرار کیا گیا تھا۔ اور اسی عبارت کے اندر ان تمام ناپاک الزاموں کا صحیح ہونا بھی مان لیا ہوگا جسکے لغو و باطل ہونے کا ابتدا و وسط عبارت میں معنیً اور آخر میں بڑی صراحت سے لفظاً اقرار کیا تھا۔ ہرگز نہیں۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت اقدس کی عبارت مندرجہ بالا میں حضرت مسیح کے متعلق عیسائیوں اور مسلمانوں اور یہودیوں کے غلط خیالات و عقائد کا رد اور اسکی اصلاح ہے۔ نہ کہ حضرت مسیح کی توہین اور جن الفاظ سے توہین نکالی جاتی ہے وہ اپنے عقائد کے مطابق نہیں بلکہ عیسائیوں کے مسلمات ہیں اور اس غرض سے لکھے گئے ہیں تا اُن کو معلوم ہو کہ ان کا تمام نبیوں کو مجرم اور گنہگار قرار دینا حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اور حضرت مسیح کو تمام گناہوں سے پاک و معصوم بنانا خود انکے عقائد کی رُو سے بھی صحیح نہیں ہے بلکہ حضرت مسیح ان کے عقائد کی رُو سے سخت گنہگار ٹھہرتے ہیں اور حضرت یحییٰؑ کے ہاتھ پر توبہ کرنا ان کے گنہگار ہونے پر مہر لگاتا ہے اس کے بعد مسلمانوں کے مقابلہ میں کلام ہے اور وہ انکے مسلمات پر ہے اور اس میں بتایا ہے کہ تم حدیث کے معنی غلط سمجھ رہے ہو جس سے حضرت مسیح کا تمام انبیا حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی افضل ہونا ثابت ہوتا ہے حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بھی افضل نہیں ہو سکتا۔ پس تم حدیث کے وہ غلط معنی چھوڑ دو جس سے حضور پر کسی دوسرے کی فضیلت ثابت ہو اور وہ معنی اختیار کرو جو صحیح اور اصل حقیقت کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ آخر میں ان تمام ناپاک الزاموں کا جو یہودی

حضرت مسیح اور اُنکی والدہ پر لگاتے ہیں باطل اور حضرت مسیح کا ان سے پاک و معصوم ہونا ظاہر فرمایا ہی۔

دوسری بات

دیوبندی مولویوں نے اپنے استدلال کے ضمن میں یہ کہی ہو کہ مرزا صاحب نے لفظ "حصور" جو قرآن شریف کی آیت میں حضرت یحییٰؑ کے لیئے آیا ہی پیش کر کے حضرت عیسیٰؑ کے لیئے اس لفظ کے قرآن شریف میں استعمال نہ کیئے جانے کی یہ وجہ بیان کی ہو کہ وہ قصے جو حضرت عیسیٰؑ کے متعلق مشہور تھے اسکے استعمال سے مانع تھے اس سے معلوم ہوا کہ یہ عبارت عیسائیوں کے مقابلہ میں نہیں لکھی گئی بلکہ مسلمانوں ہی کے مقابلہ میں لکھی گئی ہی جبھی تو قرآن شریف سے استدلال کیا گیا ہی، اگر عیسائیوں کے مقابلہ میں ہوتی تو قرآن شریف سے استدلال کیوں کیا جاتا۔ قرآنِ شریف کو ماننے ولے تو مسلمان ہی ہیں نہ کہ عیسائی بھی، علاوہ اس کے اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحبؑ کے نزدیک وہ قصے جو حضرت مسیح کے متعلق مشہور بتائے جاتے ہیں صحیح ہیں اور نہ صرف یہی بلکہ آپؑ کے خیال میں خدا کے نزدیک بھی وہ صحیح تھے جبھی تو آپؑ نے یہ لکھا کہ یحییٰؑ کا نام تو خدا نے حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے +

اس کے متعلق میرا جواب یہ ہو کہ میں اوپر ناقابل تردید دلائل سے ثابت کر چکا ہوں کہ مخالف مولوی جس عبارت کو مسلمانوں کے مقابلہ میں بتاتے ہیں وہ ہرگز مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں بلکہ یقیناً عیسائیوں کے مقابلہ میں ہی۔ رہا یہ خدشہ کہ پھر اس میں قرآن شریف کے لفظ "حصور" سے استدلال کیوں کیا گیا تو پھر اس کا جواب یہ ہو کہ عیسائیوں کے مقابلہ میں قرآن شریف سے استدلال کس نے ناجائز کیا ہی اور یہ حکم کونسی آیت یا حدیث میں ہو کہ عیسائیوں یا کسی اور غیر مسلم کے مقابلہ میں قرآنِ شریف سے استدلال نہ کیا جائے۔ یہ امر تو صرف موقع اور ضرورت پر منحصر ہی۔ اگر موقع و ضرورت کا تقاضا ہوگا تو کیا جائے گا ورنہ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ مثلاً اگر عیسائی اپنے غلط خیالات و عقائد کو صحیح ثابت کرنے کے لیئے قرآنِ شریف سے استدلال کریں تو کیا اُنکے مقابلہ میں قرآن شریف سے استدلال نہیں کیا جائیگا ضرور کیا جائے گا تا انکے غلط خیال اور باطل استدلال کی بطالت دنیا پر ظاہر ہو اور ناواقف دھوکا کھانے سے محفوظ رہیں اور چونکہ عیسائی عموماً ایسا کرتے ہیں اس لیئے مسلمانوں کیطرف سے بھی انکے مقابلہ میں ایسا ہوتا رہتا ہی اور حضرت اقدسؑ نے بھی اسی غرض سے کیا ہی۔

مندرجہ بالا ایک عام وجہ ہی عیسائیوں کے مقابلہ میں قرآن شریف سے استدلال کیئے جانے کی

لیکن اس کے سوا ایک خاص وجہ بھی تھی جسکی بنا پر حضرت اقدسؑ نے عیسائیوں کے مقابلہ میں لفظ "حصور" سے جو قرآن شریف میں حضرت یحییٰؑ کے لیئے وارد ہے استدلال کر کے حضرت عیسیٰؑ سے حضرت یحییٰؑ کا افضل ہونا ظاہر فرمایا ہے اور اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے آج مجھے اس وجہ کے بیان کرنے کی توفیق دی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک پادری نے اپنے ایک رسالہ میں جس کا نام "دلائل اثباتِ رسالت عیسیٰ مسیح" ہے حضرت یحییٰؑ کو حضور سید المرسلین افضل النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا برتر و افضل ثابت کرنا چاہا تھا کہ نعوذ باللہ حضور کو حضرت یحییٰؑ سے کوئی مناسبت ہی نہیں تھی اور اس نے اپنے اس لغو و باطل دعوے کو ثابت کرنے کے لئے اسی لفظ "حصور" سے استدلال کیا تھا جس سے حضرت اقدسؑ نے عیسائیوں کے مقابلہ میں استدلال کیا ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے "کہ اگر محمد کیطرح کوئی شخص اس زمانے میں ہوتا تو کوئی اس کو اپنے پاس بیٹھنے کی بھی اجازت نہ دیتا آیا وہ نہیں سمجھتا تھا کہ تجرد اچھا کام ہے حالانکہ یحییٰ کی صفت میں قرآن شریف میں لکھا ہے کہ وہ سردار تھا اور عورت کے پاس نہیں جاتا تھا اور نبی تھا نیکوکاروں میں سے۔ پس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اقرار تھا اس امر کا کہ یحییٰ اس سے پاک اور بزرگ تھا اور در حقیقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یحییٰ سے کیا مناسبت تھی۔"

حضرت یحییٰ کی جو تعریف اس عبارت میں کی گئی ہے وہ آیت شریفہ سَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ کا ترجمہ ہے اور جس بنا پر حضرت یحییٰؑ کو حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بدرجہا افضل ظاہر کیا گیا ہے وہ لفظ حصور ہی ہے جو عورت کے نزدیک نہ جانے والے اور اس سے بالکل ہی دور رہنے والے کو کہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حد سے زیادہ ہتک اور توہین کی ہے اور یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اس زمانے میں اگر کوئی شخص آپؐ کی طرح ہوتا تو اسکو اپنے پاس بیٹھنے کی بھی کوئی اجازت نہ دیتا اسکی وجہ یہ بتائی ہے کہ آپؐ کی کئی بیبیاں تھیں۔ یہ اس پادری کی مسلمانوں پر ایک نہایت دلخراش طعن تھی اور اس نے اس پیرایہ میں یہ ناپاک حملہ کیا تھا کہ چونکہ عورت سے بالکل ہی علیحدہ رہنا اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی ہے اور حضرت یحییٰؑ عورتوں سے بالکل ہی دور رہتے تھے اس لیئے صاحب قرآن نے یحییٰؑ کی بہت تعریف کی اور اُنکی شان میں "حصور" کا لفظ استعمال کیا مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حالت عورتوں کے معاملہ میں اسکے بالکل ہی خلاف تھی حتیٰ کہ اس زمانے میں بھی جو شہوت پرستی میں گزشتہ زمانوں سے بہت بڑھا ہوا ہے اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح کوئی ہوتا تو اس کو اپنے پاس بیٹھنے کی بھی کوئی اجازت نہ دیتا۔

یہ تھی وجہ جسکی بنا پر حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے عیسائیوں کے مقابلہ پر "حصور" کے لفظ سے استدلال کر کے اُنکی من گھڑت بات کو رد فرمایا۔ دیوبندی مولویوں کا تو کوئی ذکر نہیں جو باوجودیکہ سنی حنفی مسلمانوں کا تقاضا و مطالبہ انتہا کو پہنچ گیا ہو کہ اپنا مسلمان اور اپنے نکاحوں کا درست ہونا ثابت کریں مگر آجتک ثابت نہیں کر سکے ہیں مگر دوسروں پر کفر کا فتوٰی دینے اور نکاحوں کے فسخ کرانے کی فکروں میں از خود رفتہ ہو رہے ہیں مگر ہر وہ مسلمان جو اسلام کے لئے کچھ درد اور اپنے آقا و مولی سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کے لئے کچھ غیرت و حمیت رکھتا ہو اپنے دل میں فیصلہ کرلے کہ حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کو اس موقع پر عیسائیوں کے مقابلہ میں لفظ "حصور" سے استدلال کر کے اُنکی لغو و باطل و دلخراش طعن اُنپر لوٹنے کا حق تھا یا نہیں اور یہ کارروائی مناسب ہوئی ہو یا نامناسب؟

عیسائیوں کیطرف سے طعن یہ تھی کہ قرآن شریف میں یحییٰؑ کا نام تو حصور رکھا گیا کہ وہ عورتوں سے بکلی اجتناب کرنے والے تھے مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نام نہیں رکھا گیا اور نہ رکھا جا سکتا تھا کہ آپؐ کی نو بیبیاں تھیں اور یہ امر آپؐ کا نام حصور رکھے جانے سے مانع تھا۔ حضرت اقدس نے انکی یہ طعن اُنپر لوٹنے کے لئے یحییٰؑ کا نام قرآن شریف میں حصور رکھا جانا اور حضرت مسیحؑ کا یہ نام نہ رکھا جانا ظاہر فرمایا ہے مطلب یہ ہو کہ اے عیسائیو جب تم حضرت یحییٰؑ کا نام حصور رکھے جانے کی یہ وجہ ظاہر کرتے ہو کہ وہ عورتوں سے دور رہنے والے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام حصور نہ رکھے جانے کی یہ وجہ بتلاتے ہو کہ آپ عورتوں سے تعلق رکھتے تھے تو اب تم کو تسلیم کرنا چاہئے کہ حضرت یحییٰؑ حضرت مسیحؑ سے بہت افضل ہیں اور انکی یہ فضیلت اس فضیلت سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہو جتنی کہ تم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کرنا چاہتے ہو کیونکہ جن عورتوں سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ تھا وہ سب کی سب عفیفہ صالحہ اور آپکی بیبیاں تھیں اور جن عورتوں کا حضرت مسیحؑ کے ساتھ رہنا اور خلا ملا تم مانتے ہو اُن میں سے ایک بھی آپؑ کی بی بی نہیں تھی سب کی سب بے تعلق اور نامحرم تھیں اور صرف بے تعلق و نامحرم ہی نہیں بلکہ تمہارے خیال میں بعض ان میں سے مشہور بدچلن اور بدکار بھی تھیں اور تم مانتے ہو کہ یحییٰؑ آبادی سے دور بیابان میں رہا کرتے تھے جہاں عورتوں کا مطلق گزر نہیں ہوتا تھا اور حضرت مسیحؑ آبادی میں رہتے تھے اور جدھر جاتے تھے عورتوں کے جھرمٹ آپ کے ساتھ ہوتے تھے پس تم کو ماننا چاہئیے کہ اسی وجہ سے خدا نے قرآن شریف میں یحییٰؑ کا نام تو حصور رکھا مگر مسیحؑ کا یہ نام نہیں رکھا کہ اس قسم کے قصوں سے جن سے تم کو بھی انکار نہیں ہے

اس نام کے رکھے جانے سے مانع تھے۔

یہ امر زیادہ قابلِ لحاظ ہے کہ حضرت اقدسؑ کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ حضرت مسیحؑ کا نام حصور نہ رکھا جانا نعوذ باللہ آپ کے متقی و عفیف نہ ہونے کی دلیل ہے اور نہ یہ امر آپؑ نے بطور دلیل عیسائیوں کے سامنے رکھا ہے کہ چونکہ حضرت مسیحؑ متقی و عفیف نہیں تھے اس لئے ان کا نام حصور نہیں رکھا گیا کیونکہ حصور تو اور کسی نبی کا نام بھی نہیں رکھا گیا ہے پس آپؑ مخالف کے سامنے ایسی بات دلیل کی صورت میں کس طرح رکھ سکتے تھے جس سے تمام نبیوں کا متقی و عفیف نہ ہونا لازم آتا ہو۔ حتیٰ کہ نعوذ باللہ حضرت سید الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اور مخالف کو یہ کہنے کا پورا موقع ملتا ہوا ور اگر حضرت مسیحؑ کا نام حصور نہ رکھا جانا انکی کسی خامی ونقص کی وجہ سے تھا تو وہی خامی ونقص بلا استثنا تمام انبیا علیہم السلام میں تسلیم کرنا پڑیگا کیونکہ حضرت یحییٰؑ کے سوا حصور تو اور کسی نبی کا بھی نام نہیں رکھا گیا ہے حتیٰ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت اقدسؑ نے یہ اپنے عقیدے کی بنا پر یا دلیل کے رنگ میں نہیں لکھا ہے بلکہ عیسائیوں کیطرف سے خود یہ بات ظاہر کی گئی تھی کہ یحییٰؑ کا نام تو خدا نے قرآن شریف میں حصورؔ رکھا ہے کیونکہ وہ عورتوں سے بکلی اجتناب کرنے والے تھے جو اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حالت اسکے بالکل ہی برعکس تھی۔ مطلب یہ کہ آپؐ کی حالت ایسی نہیں تھی کہ آپؐ کا نام حصور رکھا جاتا۔ آپؐ کی حالت کیوں ایسی نہیں تھی اس لئے کہ عورتوں سے آپؐ کو حد سے بڑھا ہوا تعلق تھا۔ نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ هٰذِهِ الْخُرَافَاتِ۔ پس یہ عیسائیوں کیطرف سے مسلمانوں پر ایک طعن تھی جو حضرت اقدسؑ نے ان پر لوٹ دی ہے۔

آخر میں یہ کہدینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر حضرت اقدسؑ نے جو طریق اختیار فرمایا ہے یہ کوئی نیا طریق نہیں بلکہ وہی پُرانا طریق ہے جو اکابر علمائے اسلام ہمیشہ سے اختیار فرماتے آئے ہیں چونکہ اس طریق سے یعنی مخالف کی طعن اسی پر لوٹ دینے کو کفر اور لوٹنے والے کو کافر قرار دیتے ہیں دیوبندی مولوی آجکل بہت جوش دکھارہے ہیں اس لئے میں انکے مسلم مقتداء مولانا رحمت اللہ مہاجر بیت اللہ مرحوم کی تحریر سے مخالف کی طعن بطریق الزام اسی پر لوٹ دینے کی مثال پیش کرتا ہوں اور لطف یہ کہ مثال بھی وہ جس میں مولانائے موصوف نے وہی طعن مخالف پر لوٹی ہے جو اُس نے لفظ "حصور" سے استدلال کر کے مسلمانوں پر کی تھی۔

جناب مولانا اپنی مشہور عالم کتاب ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۰۶ میں پہلے پادریوں کی طعن دوم

ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں "طعن دوم۔ نبوّت را پاکیزگی لازم است محمد پابندِ شہواتِ نفسانیہ بود کہ نُہ زوجہ نمود"۔ یعنی نبوّت کے لیئے پاکیزگی لازم ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پابندِ شہواتِ نفسانیہ تھا کہ نو بیبیاں رکھتا تھا۔"

اس کے بعد اس طعن کا جواب دیتے ہوئے صفحہ ۳۶۸ میں فرماتے ہیں۔ "دریں طعن علمائے ایں فرقہ (مسیحیہ) چہ زبان دراز بہاست کہ بہ نسبت خیر البشر نہ کردہ اند و نمی کنند اگرچہ دل می سوزد و می خواہد کہ آں ہمہ را نقل کردہ الزاماً معکوس سازم۔ مگر خوفِ طوالت مانع ازیں جہت ہمہ را گزاشتہ فقط قولِ صاحبِ "دلائل اثباتِ رسالتِ مسیح" را کہ او موافقِ زعم خود تمسک بآیہ قرآنیہ نمودہ طعن می نماید اکتفا می کنم"۔ یعنی اس طعن میں علمائے مسیحیہ نے کونسی زبان درازیاں ہیں جو بہ نسبت حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں کی ہیں اور نہیں کرتے ہیں اگرچہ دل جلتا اور چاہتا ہے کہ ان سب کو نقل کر کے الزاماً انھیں پر لوٹ دوں مگر خوفِ طوالت مانع ہے۔ اس وجہ سے سب کو چھوڑ کر فقط رسالہ "دلائلِ اثباتِ رسالتِ مسیح" کے مصنف کے قول کو جو اپنے زعم† میں قرآن شریف کی آیت سے تمسک کر کے طعن کرتا ہے اس پر لوٹ دینے پر اکتفا کرتا ہوں۔

دیوبندی مولویوں کے ان مسلّم مقتدا نے بھی مخالف پادری کی طعن اسی پر لوٹ دینے کا قاعدہ ظاہر فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مخالف کے مقابلہ میں بہ طریقہ ردّ آنجناب کے نزدیک بھی جائز بلکہ ضروری تھا اور آنجناب کا دل تو مخالفین کے طعنوں سے اتنا جلا ہوا تھا کہ آپ انکی تمام طعنیں اُن پر لوٹ دینی چاہتے تھے مگر خوفِ طوالت نے باز رکھا اس لئے آپ نے صرف مؤلف رسالہ مذکورہ ہی کی طعن لوٹ دینے پر بس کیا ہے۔

اب میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ وہ طعن کیا تھی اور مولانائے موصوف نے وہ مخالف پر کس طرح لوٹی ہے، آپ مؤلف مذکور کے متعلق فرماتے ہیں کہ "در آخر رسالہ خود در زبانِ اردو می نگارد کہ ترجمہ اوایں کہ اگر شخصے مثل محمد دریں زماں می بود کسے نزدِ خود اجازتِ نشستن او را نہ دادے و آبا او نمی فہمد کہ تجرّد کار نیک است و حالانکہ در صفت یحیٰی در قرآن می نویسد کہ او سردار خواہد بود

† جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ عیسائیوں کے مقابلہ میں قرآن شریف کے لفظ حصور سے تمسک کیوں کیا گیا وہ اسکو نوٹ کر لیں کہ یہ تمسک اس لیئے کیا گیا ہے کہ اس پادری نے بھی آیۂ شریفہ سَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ سے اپنے زعم میں تمسک کر کے مسلمانوں پر طعن کی تھی پس اسی کی تمسک کردہ آیت کے لفظ سے تمسک کر کے اسکی طعن اس پر لوٹی گئی ہے، آہ ع گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است۔

وترشّٔ زن نخواہد رفت ونبی خواہد بود از نیکاں پس خود اقرار دارد بریں کہ یحییٰ ازو پاک بود وبزرگ ومحمد را با یحییٰ چہ مناسبت است" یہ تو تھی مخالف کی طعن۔ اور یہ اُسی عبارت کا فارسی ترجمہ ہے جو اوپر رسالہ دلائل اثباتِ رسالتِ عیسیٰ مسیحؑ کے حوالے سے بیان ہو چکی ہے۔ اب یہ ملاحظہ ہو کہ یہ مخالف پر لوٹی کس طرح گئی ہے۔ مولانائے موصوف فرماتے ہیں "آیا مسیح وحواریاں از توریت و کتاب القضات واقف نبودند کہ دانستند ے کہ شراب آں قدر نجس و بد است ....

آیا (مسیح وحواریاں) نمی دانستند کہ ریاضت وروزہ محمود است چنانکہ یحییٰ وشاگردانِ او بعمل می آوردند پس چرا دوام ایام خود را بے ریاضتے بسر می بردند ودائم حریصِ اکل وشرب شراب بودند آیا مسیح ایں قدر چناں نمی کردند کہ اجتناب از زنانِ اجنبیہ خصوصاً فاحشہ ضروری ست ومحبت داشتن با زنانِ نامحرم نباید پس باقرار مسیح فضیلت یحییٰ برو وفضیلتِ شاگردان یحییٰ بر شاگردانِ او ثابت شد فی الحقیقت مسیح وشاگردانِ اورا با یحییٰ وشاگردانِ او چہ مناسبت" یعنی آیا مسیح اور اُن کے حواری توریت اور کتاب القضات سے واقف نہیں تھے جو جانتے کہ شراب کس قدر نجس و بد ہے..... آیا مسیح وحواری یہ نہیں جانتے تھے کہ عبادت اور روزہ اچھی چیز ہے چنانچہ یحییٰ اور اُن کے شاگرد عمل میں لاتے تھے پس مسیح اور اُن کے حواری کس طرح بغیر عبادت کے بسر کرتے تھے اور ہمیشہ کھانے اور شراب پینے کے حریص رہتے تھے آیا مسیح اس قدر بھی خیال نہیں کرتے تھے کہ اجنبی عورتوں خصوصاً حرامکاروں سے پرہیز ضروری ہے اور نامحرم عورتوں سے محبت نہیں کرنی چاہیئے، پس باقرارِ مسیح حضرت یحییٰ کی فضیلت مسیح پر اور یحییٰ کے شاگردوں کی فضیلت مسیح کے شاگردوں پر ثابت ہوئی اور فی الحقیقت مسیح اور اُن کے شاگردوں کو یحییٰ اور ان کے شاگردوں سے کیا مناسبت۔ صفحہ ۳۷۱

جناب مولانا نے اس طرح مخالف کی طعن اسپر لوٹی ہے، اور حضرت مسیح اور اُن کے حواریوں کا شراب پینا یہاں تک کہ حریصِ اکل وشرب ہوتا اور ہمیشہ اسی حالت میں رہنا اور روزہ وریاضت سے کچھ مطلب نہ رکھنا۔ حضرت یحییٰ اور اُن کے شاگردوں کا ہمیشہ روزہ رکھنا اور ریاضت میں وقت گذارنا۔ اور حضرت مسیحؑ اور ان کے شاگردوں کا روزہ وریاضت سے بالکل بے تعلق ہونا اور اجنبیہ وفاحشہ عورتوں سے تعلق رکھنا اور نامحرم عورتوں سے بہ محبت پیش آنا سب اس طعن میں بیان کر دیا حتیٰ کہ صاف الفاظ میں یہ بھی لکھ دیا ہے کہ فی الحقیقت مسیح اور اُن کے شاگردوں کو یحییٰ اور اُن کے شاگردوں سے کیا مناسبت ہے، اور یہ فی الحقیقت کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں

کہ جناب مولانا کو ان قصوں پر کامل یقین تھا اگر ذرا بھی شک و شبہ ہوتا تو سب قصے بیان کر کے
یہ کس طرح کہہ سکتے تھے کہ فی الحقیقت حضرت عیسیٰ اور اُن کے شاگردوں کو حضرت یحییٰ اور اُنکے
شاگردوں سے کوئی مناسبت نہیں تھی کیونکہ الفاظ "فی الحقیقت" کے ساتھ تو وہی بات بیان
کی جاتی ہو جسکے صحیح یا غیر صحیح ہونیکے متعلق کامل وثوق اور پختہ یقین حاصل ہو نہ وہ جس کے
متعلق ذرا سا بھی شک و شبہ باقی ہو۔

حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام "حصور" نہ رکھے جانے کے متعلق
جو کچھ تحریر فرمایا ہو وہ اگرچہ جیساکہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں عیسائیوں کے مقابلہ میں الزامی
طور پر تحریر فرمایا ہو اور وہ درحقیقت عیسائیوں کی مسلمانوں پر ایک طعن تھی جو حضرت اقدسؑ نے
انہیں لوٹ دی ہو اپنی طرف سے یا اپنے عقائد کی بنا پر آپؑ کی وہ تحریر نہیں تھی لیکن دیوبندی
مولویوں نے اسکی وجہ سے آپؑ پر نعوذ باللہ کفر عائد ہونے کا نتیجہ نکالا اور نتیجہ انھوں نے اس خیال
کی بنا پر نکالا کہ جب بقول مرزا صاحب قرآن شریف میں حضرت عیسیٰؑ کا نام "حصور" رکھنے سے
وہ قصے مانع تھے جو مشہور بدطینت رنڈیوں کے آپ کی خدمت میں رہنے کے متعلق مشہور تھے
تو معلوم ہو گیا کہ مرزا صاحب کو ان قصوں کے صحیح ہونے کا یقین تھا اور ایک نبی کے متعلق ایسے
قصوں کا یقین اُسکی ہتک اور اُسکی نبوت کا انکار ہونے کی وجہ سے کفر اور اُس کا مرتکب کافر
پس (نعوذ باللہ) مرزا صاحب پر کفر عائد۔ لیکن جناب مولانا رحمت اللہ مرحوم کی تحریر سے بھی یہی
ثابت ہو کہ آنجناب کو بھی ان قصوں کے صحیح ہونے کا یقین تھا جیساکہ آپکے الفاظ "فی الحقیقت"
پکار رہے ہیں تو کیا دیوبندی مولویوں نے اِن اپنے بزرگ پر بھی کفر کا فتویٰ دیا ہو۔ اگر دیا ہو تو وہ کہاں ہو
اور نہیں دیا ہو تو کیوں؟ اگر دیوبندی مولویوں کے نزدیک الزامی عبارتوں کی بنا پر اس وجہ سے
کہ اُن کے کسی فقرے یا اندازِ تحریر سے ایسا پایا جاتا ہو کہ لکھنے والے کا عقیدہ بھی انھیں عبارتوں کے
مطابق ہو کفر کا فتویٰ دیا جانا ضروری تھا تو اُن کا فرض تھا کہ جناب مولانا رحمت اللہ مرحوم پر بھی کفر کا
فتویٰ دیتے اور انکے بعد بانی مدرستہ العلوم دیوبند جناب مولانا محمد قاسم مرحوم پر بھی کیونکہ آنجنابؒ نے
شیعوں کے مقابلہ میں الزامی طور پر جو کچھ لکھا ہو اس کے انداز سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہو کہ آپکا عقیدہ
بھی اُسی کے مطابق ہو اور اگر الزامی طور پر کچھ لکھنے سے توہین ہوتی ہو تو اس میں ذرا بھی شک نہیں
کہ مولانا محمد قاسم مرحوم کی تحریر سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سخت توہین ہوئی ایسی کہ جس سے بڑھ کر
متصور نہیں اور اگر خدا کے ولیوں پر طعن کرنے سے انسان ملعون ہو جاتا ہو جیساکہ دیوبندیوں کے

مسلم مقتدا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے فتاوٰی رشیدیہ حصہ سوم کے صفحہ ۹۴ میں مولوی محمد اسمٰعیل صاحب دہلوی پر طعن کرنے والوں کے ملعون ہونے کا فتویٰ دیا ہے تو خاتم الاولیا شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر طعن کرنے والے کے حق میں دیوبندی مولویوں کا فتویٰ نہ دینا کیا معنی؟ کافر ہونے کا نہ سہی ملعون ہونے ہی کا فتویٰ دیتے لیکن انھوں نے تو ملعون ہونے کا فتویٰ بھی نہیں دیا۔ اور مولانا محمد قاسم مرحوم کی وہ عبارت جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے یہ ہے۔ "اہل ہند جو تمام ولایتوں کے لوگوں کے نامردے پن میں امام ہیں ان میں کا بھنگی اور چمار بھی اس سہولت سے بیٹی نہیں دیتا جس طرح حضرت امیر نے اپنی دختر مطہرہ کو حضرت عمر کے حوالے کر دیا آپ بھی دیکھتے رہے اور صاحبزادے بھی۔ پھر صاحبزادوں میں بھی ایک وہ تھے کہ جنھوں نے تیس ہزار فوج جرار کا مقابلہ کیا حالانکہ وہ زمانہ ضعیفی اور تحمل کا تھا اور بہن کے نکاح کے وقت عین شباب تھا اور تس پر تماشا یہ ہے کہ ہنگامہ کربلا میں جو دشمنان سفاک نے حرم محترم اور زنان اہل بیت کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو کیا کچھ غضب اور جوش آیا شیعوں کو تو شہادت نامہ کربلا ازبر ہی ہوگا لکھنے کی کیا حاجت" (ہدیۃ الشیعہ ص۱۲۷ مطبوعہ مطبع احمدی دہلی) اگر الزامی عبارت موجب توہین ہوتی ہے تو اس عبارت سے بہت بڑی توہین بھی ہوتی ہے اور اس کے علاوہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مولانا محمد قاسم مرحوم کا عقیدہ بھی وہی تھا جو اس عبارت سے عیاں ہے کیونکہ اس کا انداز تحریر بھی بڑی صفائی سے یہی ظاہر کر رہا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جن وجوہ سے دیوبندی مولویوں نے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عبارت مندرجہ دافع البلاء وجہ کفر قرار دی ہے انھیں وجوہ سے مولانا رحمت اللہ مرحوم اور مولانا محمد قاسم مرحوم کی عبارتیں بھی موجب کفر قرار پاتی ہیں لیکن دیوبندی مولویوں نے ان عبارتوں کی بنا پر مولانا رحمت اللہ اور مولانا محمد قاسم پر تو فتوائے کفر نہیں دیا اور عبارت دافع البلاء کی بنا پر حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کے خلاف فتویٰ دیا ہے اور اس فتوے کی حقیقت انکے اس طرز عمل ہی سے اچھی طرح ظاہر ہو جاتی ہے۔

یہ ظاہر کیا جاتا کہ مرزا صاحب کی عبارت سے چونکہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے مضمون سے آپ کو اتفاق ہے اور آپ اس کو صحیح یقین کرتے ہیں اس لئے اس عبارت کی وجہ سے آپ پر کفر عائد ہوتا ہے نرا دھوکا ہے الزامی عبارتوں سے تو یہ ظاہر ہوا ہی کرتا ہے کہ لکھنے والے کو انکی صحت کا پورا پورا یقین ہے اور لکھنے والا وہی عقیدہ رکھتا ہے جو ان عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے مگر درحقیقت ایسا نہیں ہوتا اور ان عبارتوں کے لکھنے والے کا عقیدہ ان کے بالکل ہی خلاف ہوتا ہے اسکی

نظیر بھی دیوبندی مولویوں کے مسلم مقتدا شیخ الہند کی تحریر سے پیش کرتا ہوں کہ مولانا رحمت اللہ مرحوم نے حضرتِ مسیح کے روزہ و ریاضت کے تارک ہوتے شراب پینے اور فاحشہ عورتوں کو ساتھ رکھنے اور اجنبیہ نامحرم عورتوں سے محبت کرنے کی داستان بیان کرنے کے بعد نتیجہ کے طور پر جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ "فی الحقیقت" حضرت عیسیٰؑ اور اُنکے شاگردوں کو حضرتِ یحییٰؑ اور اُنکے شاگردوں سے کیا مناسبت. تو اس سے بڑی صراحت کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے کہ جناب مولانا کے عقیدے میں چونکہ حضرت عیسیٰؑ اور اُنکے شاگردوں میں بڑی شد و مد سے مذکورہ باتیں موجود تھیں اور حضرتِ یحییٰؑ اور اُن کے شاگرد اِن تمام باتوں سے بالکل مُبرّا و منزہ تھے اِس لیئے یہ اور اِنکے شاگرد اتنا اعلیٰ وارفع درجہ رکھتے تھے کہ مسیحؑ اور اُنکے شاگردوں کو اِن (یحییٰؑ) اور اِنکے شاگردوں سے کوئی مناسبت ہی نہیں تھی اب مولانا کے اندازِ بیان سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے لیکن کیا درحقیقت اِن کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ حضرت یحییٰؑ اور اُنکے شاگرد حضرت مسیحؑ اور اُنکے شاگردوں سے کچھ فضیلت رکھتے ہیں ہرگز نہیں بلکہ برخلاف اسکے اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ حضرتِ مسیحؑ اور اُنکے شاگرد ہی فضیلت رکھتے ہیں اور یہ جو کچھ مولانا نے حضرتِ یحییٰؑ اور اُنکے شاگردوں کی فضیلت کے متعلق لکھا ہے یہ درحقیقت الزامی طور پر۔ اور عیسائیوں کی تقریر اُنپر لوٹ دینے کی غرض سے تھا نہ کہ اپنے عقیدے کی رُو سے۔ اور یہ میں اپنی طرف سے قیاسی طور پر نہیں کہتا بلکہ اسکی بابت خود مولانا کا بیان موجود ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں "اگرچہ جناب مسیحؑ و شاگردانِ آنجناب را افضل از حضرت یحییٰ و شاگردانِ شاں می دانم لیکن محض بطورِ الزام مصنفِ رسالہ "دلائلِ اثباتِ رسالتِ مسیحؑ" کہ از دیانت و حیا دست بر داشتہ است تقریرا و منقلب می سازم" (ازالۃ الاوہام ص ۳۷۱)۔ یعنی اگرچہ میں جناب مسیحؑ اور آپ کے شاگردوں کو حضرت یحییٰؑ اور اُن کے شاگردوں سے افضل جانتا ہوں لیکن محض رسالہ دلائل اثبات کے مصنف کو جس نے دیانت و حیا سے بالکل ہاتھ اُٹھا لیا ہے الزام دینے کے لیئے اُسکی تقریر کو اُسی پر لوٹاتا ہوں۔

بالکل اسی طرح حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے بیسیوں جگہ حضرت مسیح علیہ السلام کی شان میں اپنے عقیدے و ایمان کی بنا پر پاکیزہ خیالات کا اظہار کیا ہے جن کا کچھ نمونہ نمبر شق نمبر ۱ و شق ۲ میں گذر چکا۔ اور کچھ حوالے ابھی اسکے بعد بھی درج کرونگا مگر ایک دو حوالے بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:۔ (۱) "ہماری قلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جو کچھ

خلاف شان انکے نکلا ہے وہ الزامی جواب کے رنگ میں ہے اور وہ در اصل یہودیوں کے الفاظ ہم نے نقل کئے ہیں۔" (چشمۂ مسیحی مقدمہ صب)

(۲) "هٰذَا مَا كَتَبْنَا مِنَ الْاَنَاجِيْلِ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِلْزَامِ وَ اِنَّا نُكْرِمُ الْمَسِيْحَ وَ نَعْلَمُ اَنَّهٗ كَانَ تَقِيًّا وَّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ الْكِرَامِ" (البلاغ حاشیہ ص۷۹ ترجمہ برص۲۵)

جناب مولانا رحمت اللہ مرحوم کی مذکورہ عبارت سے ظاہر ہے کہ مخالف کے مقابلہ میں الزامی طور پر ایسے امور جو لکھنے والے کے نزدیک قطعاً غلط اور خلاف واقعہ اور اس کے عقیدے سے بالکل ہی بعید بلکہ سخت خلاف ہوں بے تکلف لکھے جاتے ہیں اور لکھنے میں کوئی حرج خیال نہیں کیا جاتا اور اسکی وجہ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں یہی ہے کہ الزامی عبارتوں میں وہی امور لکھے جاتے ہیں جو یا تو مخالف کے عقائد میں سے ہوں یا اسکے عقائد سے لازم آتے ہوں لکھنے والے کے عقائد و مسلمات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا۔ اور اکابر دیوبند کے ان بزرگ کی عملی حالت سے یہ بھی ثابت ہے کہ دیوبندی مولویوں کا الزامی عبارتوں کے مضامین کو مختلف احتمالات پیدا کر کے موجب ہتک و سبب کفر قرار دینا علاوہ دیدہ و دانستہ حق پوشی و ناحق کوشی کے ایک ایسی خطرناک راہ ہے جس کو اختیار کرنے سے خود ان کے بزرگوں کی بھی خیر نہیں رہتی یعنی اُن میں سے جس جس نے مخالفین کے مقابلہ میں الزامی طور پر کچھ لکھا ہو خواہ وہ مولانا محمد قاسم مرحوم بانی مدرسۃ العلوم دیوبند ہوں یا مولانا رحمت اللہ مہاجر بیت اللہ مرحوم یا اُنھیں کے مانند کوئی اور بزرگ کفر کے فتووں سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔

یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے دافع البلا کی عبارت کا لفظ لفظ اُسکی صداقت کا گواہ ہے اور بڑی صفائی سے ثابت کر رہا ہے کہ وہ ایک الزامی عبارت ہے اور اس میں جن امور کا ذکر ہے وہ عیسائیوں کے مسلمات پر ہیں نہ کہ اپنے عقائد کی بنا پر۔ اگر وہ اپنے عقائد کی بنا پر ہوتے اور حضرت اقدس کا مقصود یہ ہوتا کہ حضرت مسیح کے گرد اجنبی اور فاحشہ عورتوں کے جمع ہونے اور اُن کے شراب پینے کا ذکر کر کے نعوذ باللہ ان کی ہتک و اہانت کریں تو اسی عبارت میں بار بار انکو راستباز اور نبی اور مقرب بارگاہِ الٰہی کیوں لکھتے اور اُنپر الزام لگانے کی وجہ سے یہودیوں کو پلید اور اُن الزاموں کو ناپاک کیوں کہتے اور حضرت مسیح کو اُن سے بری اور پاک کیوں ٹھہراتے، کیا جن الزاموں کو آپ نے ناپاک قرار دیا اور قابلِ رد ٹھہرایا اور جن کے لگانے کی وجہ سے یہودیوں کو پلید بتایا اُسی عبارت میں خود وہی الزام لگانا سمجھ میں آنے کی بات ہے۔ استغفر اللہ

اوّل تو جس عبارت کی بنا پر توہین حضرت مسیحؑ کا الزام لگایا جاتا ہے وہی عبارت بتا رہی ہے کہ یہ الزام بالکل لغو و باطل ہے حضرت اقدسؑ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی ہرگز توہین نہیں کی بلکہ عیسائیوں اور یہودیوں کے غلط عقائد اور باطل خیالات کا رد کیا ہے اور جو ناپاک الزام حضرت عیسیٰؑ پر لگائے گئے تھے اُن سے اُن کا بری اور پاک ہونا ظاہر فرمایا ہے علاوہ اس کے آپؑ کی تصانیف میں جابجا حضرت عیسیٰؑ کے ان الزامات سے پاک ہونے کا ذکر موجود ہے جو حوالجات میں اور الزاموں کے جواب میں پیش کر چکا ہوں اُن سے بھی یہ امر بخوبی ثابت ہے اور اِنکے علاوہ بھی بڑی کثرت سے ایسے حوالہ موجود ہیں منجملہ ان کے بطور نمونہ چند حوالہ پیش کرتا ہوں۔

(۱) حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں:۔ ”ہمارا مسیح صلی اللہ علیہ وسلم جب آیا تو اس نے مسیح ناصری کے ناتمام کاموں کو پورا کیا اور اسکی صداقت کے لیئے گواہی دی اور ان تہمتوں سے اس کو بری قرار دیا جو یہود اور نصاریٰ نے اس پر لگائی تھیں (آئینہ کمالات اسلام ص۳۴۳ مطبوعہ ۹۳ء)

(۲) اور فرماتے ہیں حضرت اقدسؑ:۔ ”حضرت مسیحؑ کو خدا تعالےٰ نے ایک ایسا طریق تعلیم عطا کیا تھا جس سے بدبخت یہودی یہ خیال کرتے تھے کہ وہ توریت کو چھوڑتا ہے اور الحاد کی راہ سے اس کے معنے اور کرتا ہے، اور نیز کہتے تھے کہ اس شخص میں تقوی اور پرہیزگاری نہیں کھاؤ پیئو ہے اور شرابیوں اور بدچلنوں کے ساتھ کھاتا پیتا اور اُن سے اختلاط کرتا ہے اور اجنبی عورتوں سے باتیں کرتا ہے چنانچہ نادان یہودیوں کے یہ اعتراضات آجتک ہیں کہ یسوعؑ نے جس کو عیسائی اپنا خدا قرار دیتے ہیں ناپاک عورتوں سے اپنے تئیں دور نہیں رکھا بلکہ جب ایک زناکار عورت عطر لے کر اس کے پاس آئی تو اس کو دانستہ یہ موقع دیا کہ وہ حرام کی کمائی کا عطر اُس کے سر کو ملے اور اس کے پیروں پر اپنے زینت کردہ بال رکھے

*عیسائی بھی ان باتوں کے قائل ہیں کہ مسیح نے شراب کا معجزہ دکھایا (متی) اور شراب پی (خزینۃ الاسرار) تفسیر انجیل متی ص۱۸۷ اور یوحنا یعنی یحییٰ ایسا نہ تھا (متی) عیسائی مانتے ہیں کہ ایک فاحشہ عورت نے یسوع کے پاؤں پر اپنے بال پونچھے لوقا ۷/۳۹۔ اور عیسائی مانتے ہیں کہ بعض غیر رشتہ دار عورتیں جنکا مسیح سے کوئی جسمانی تعلق نہیں تھا آپکی خدمت کرتی تھیں جیسا کہ متی ۲۷/۵۵ میں ہے۔ ”اور وہاں بہت سی عورتیں جو گلیل سے یسوع کے پیچھے پیچھے اسکی خدمت کرتی ہوئی آئی تھیں“ متی ۲۷/۵۵۔ اور بعض عورتیں جنھوں نے بُری رُوحوں اور بیماریوں سے شفا پائی تھی یعنی مریم جو مگدلینی کہلاتی تھی۔ جس میں سات بدروحیں تھیں اور یوانہ ہیرودیس کے دیوان خوزہ کی بیوی اور سوسناہ اور بہتیری عورتیں بھی تھیں جو اپنے مال سے اُنکی خدمت کرتی تھیں“ لوقا ۸/۳۲۔ اور عیسائی یہ بھی مانتے ہیں اور انجیل سے ثابت ہے کہ مسیحؑ نے یوحنا سے بپتسمہ لیا تھا اور اسکے ہاتھ پر گناہوں کا اقرار کرکے پاکیزگی حاصل کی تھی۔ یہودی بھی ان باتوں کو مانتے ہیں مگر دونوں کے نقطۂ نظر میں فرق ہے +

اور ایسا کرنا اس کو روا نہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ وہ اعتراض ہیں جو یہودیوں کی کتابوں میں لکھے ہیں جن میں سے بعض میرے پاس موجود ہیں پس خدا تعالیٰ اس آیت میں وعدہ فرماتا ہے کہ ان تمام الزامات سے میں تجھے بری کرونگا۔ ایسا ہی عیسائیوں نے بھی حضرت مسیح پر جھوٹے الزام لگائے تھے کہ گویا نعوذ باللہ انھوں نے خدائی کا دعوےٰ کیا ہے اور خدا تعالےٰ نے حضرت مسیح کو اطلاع دی تھی کہ ایسے ایسے ناپاک الزام تیرے پر لگائے جائینگے اور ساتھ ہی وعدہ دیا تھا کہ میں تیرے بعد ایک نبی آخر الزمان بھیجوں گا اور اسکے ذریعہ سے یہ تمام اعتراضات تیری ذات پر سے رفع کروں گا اور وہ تیری سچائی کی گواہی دے گا اور لوگوں پر ظاہر کرے گا کہ تو سچا رسول تھا سو ایسا ہی وقوع میں آیا یعنی جب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں آئے اور خدا تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے تو آپ نے حضرت مسیح کا دامن ہر ایک الزام سے پاک کرکے دکھلایا۔" (تریاق القلوب حاشیہ در حاشیہ صـ۱۴۲ـ۱۴۳ مطبوعہ سنہ ۱۸۹۹ء انتہٰی)

(۳) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس :۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیشک خدا کا پیارا نبی نہایت اعلیٰ درجہ کے اوصاف اپنے اندر رکھتا تھا" (مجموعہ اشتہارات مرتبہ مفتی محمد صادق صاحب صـ۵۲)

(۴) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس :۔ "حضرت مسیح اپنے اقوال کے ذریعہ اور اپنے افعال کے ذریعہ سے اپنے تئیں عاجز ہی ٹھہراتے ہیں خدائی کی کوئی بھی صفت ان میں نہیں ایک عاجز انسان ہیں۔ ہاں نبی اللہ بیشک ہیں خدا تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں۔" (جنگ مقدس صـ۵۰ مطبوعہ سنہ ۹۳ء)

(۵) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس :۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تائیدات الٰہیہ بھی شامل تھیں اور فراست صحیحہ کے لئے کافی ذخیرہ تھا کہ یہود اُن کو شناخت کر لیتے اور ان پر ایمان لاتے مگر وہ دن بدن شرارت میں بڑھتے گئے اور وہ نور جو صادقوں میں ہوتا ہے وہ ضرور انھوں نے حضرت عیسیٰ میں مشاہدہ کر لیا تھا۔" (تذکرۃ الشہادتین صـ۱۷ مطبوعہ سنہ ۱۹۰۳ء)

(۶) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس :۔ "یہ احسان قرآن کا اُن (حضرت عیسیٰ) پر ہے کہ ان کو بھی نبیوں کے دفتر میں لکھ دیا اسی وجہ سے ہم اُن پر ایمان لائے کہ وہ سچے نبی ہیں اور برگزیدہ ہیں اور ان تہمتوں سے معصوم ہیں جو اُن پر اور اُن کی ماں پر لگائی گئی ہیں۔" (اعجاز احمدی صـ۱۳ مطبوعہ سنہ ۱۹۰۲ء)

(۷) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس :۔ "خدا تعالیٰ مس شیطان سے آپ کو بچا لیتا تھا جیسا کہ اسلام کی حدیثوں میں آپ کی یہ صفات لکھی ہیں اور آپ ہمیشہ محفوظ رہے کبھی آپ نے شیطان کی

پیروی نہیں کی۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۲۴ مطبوعہ سنہ ۱۹۰۲ء)

(۸) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس:- "ایک شریر یہودی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بیگانہ عورت پر آپ عاشق ہوگئے تھے لیکن جو بات دشمن کے منہ سے نکلے وہ قابل اعتبار نہیں۔ آپ خدا کے مقبول اور پیارے تھے خبیث ہیں وہ لوگ جو آپ پر یہ تہمتیں لگاتے ہیں۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۲۵ مطبوعہ سنہ ۱۹۰۲ء)

(۹) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس:- "حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا نہیں وہ صرف ایک نبی ہے ایک ذرہ اس سے زیادہ نہیں اور بخدا میں وہ سچی محبت اُس سے رکھتا ہوں جو تمہیں ہرگز نہیں اور جس نور کے ساتھ میں اسے شناخت کرتا ہوں تم ہرگز اُسے شناخت نہیں کر سکتے اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ خدا کا ایک پیارا اور برگزیدہ نبی تھا اور اُن میں سے تھا جن پر خدا کا ایک خاص فضل ہوتا ہے اور جو خدا کے ہاتھ سے پاک کئے جاتے ہیں۔" (دعوت حق صفحہ ۵ مشمولہ حقیقۃ الوحی)

(۱۰) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس:- "اَلْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ سے مراد بدکار اور فاسق یہودی ہیں جنہوں نے حضرت مسیح کو کافر قرار دیا اور قتل کے درپئے رہے اور اسکی سخت توہین و تحقیر کی اور جنپر حضرت عیسیٰ نے لعنت بھیجی جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے" (نزول المسیح صفحہ ۴۱)

(۱۱) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس:- "یہود نے خدا کے پاک اور مقدس نبی (حضرت عیسیٰ) کو عمداً محض شرارت سے لعنتی ٹھہرا کر خدا تعالےٰ کا غضب اپنے پر نازل کیا اور مغضوب علیہم ٹھہرے" (تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۱۵)

(۱۲) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس:- "یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام سے کئی معجزات دیکھے مگر اُن سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا اور انکار کرنے کے لئے ایک دوسرا پہلو لے لیا صفحہ ۳۲ "یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے نشانوں سے کچھ بھی فائدہ نہ اٹھایا اور اب تک کہتے ہیں۔ کہ اس سے کوئی معجزہ نہیں ہوا صرف مکر و فریب تھا" (صفحہ ۳۳ براہین احمدیہ حصہ پنجم)

(۱۳) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس:- "یہودیوں نے مسیح کے ساتھ کفر اس گمان سے کیا کہ اُس نے اُنکے عقیدوں کے خلاف کیا اور اس طرح سے نہیں آیا جیسا کہ انکو امید اور انتظار تھا اور اس گمان سے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے نہیں اور اسکی ماں نے خیانت کی ہے خدا اُنپر غضبناک ہوا۔ پس یہ مفسد قوم ہلاک ہوگئی۔" (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۳۱ مطبوعہ ۱۳۱۹ ہجری)

(۱۴) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس:- "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تطہیر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی

گواہی سے بھی عقلمندوں کی نظروں میں بخوبی ہوگئی کیونکہ آنجناب نے اور قرآن شریف نے گواہی دی کہ وہ الزام سب جھوٹے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لگائے گئے تھے۔" (ریویو جلد ۲ ۲۳۴)

(۱۵) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس :- "اور یاد رہے کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عزت کرتے ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ کا نبی سمجھتے ہیں اور ہم ان یہودیوں کے اُن اعتراضات کے مخالف ہیں جو آجکل شائع ہوئے ہیں۔" (چشمہ مسیحی صفحہ ب مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

یہ پندرہ حوالہ جو بے شمار حوالجات میں سے پیش کئے ہیں دافع البلاء سے پہلے کی کتب کے بھی ہیں اور اس سے بعد کی کتب کے بھی۔ اور ان سب سے نہایت صراحت و وضاحت سے ثابت ہے کہ حضرت اقدس نے یہودیوں کے ان تمام الزامات کو جو وہ حضرت مسیح علیہ السلام پر شراب خوری اور اجنبی و فاحشہ عورتوں سے اختلاط و ارتباط ناروا کے متعلق لگاتے ہیں باطل اور حضرت مسیح کو اُن کے ہر الزام سے پاک و معصوم قرار دیا ہے اور صاف و صریح الفاظ میں اعلان کیا ہے کہ ہمارے مسیح یعنی حضور انور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر حضرت مسیح ناصری کے دامن کا یہود کے ہر الزام سے پاک ہونا ظاہر فرما دیا ہے۔

اور یہودیوں نے دشمنی کی وجہ سے اجنبی عورتوں سے محبت و عشق رکھنے کی تہمتیں آپ پر لگائی ہیں جو دشمن کے منہ سے نکلی ہوئی ہونے کی وجہ سے ہرگز قابلِ اعتبار نہیں آپ خدا کے مقبول اور پیارے نبی تھے اور جن لوگوں نے آپ پر یہ ناپاک تہمتیں لگائی ہیں وہ خبیث الیا اور یہودی آپ کی مخالفت کرتے اور آپ پر تہمتیں لگانے کی وجہ سے مغضوب ہوئے۔ اور یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات دیکھے مگر فائدہ نہ اُٹھایا اور وہ سب الزام جو حضرت مسیح علیہ السلام پر لگائے گئے ہیں قرآن شریف نے ان کا باطل ہونا ظاہر کر دیا ہے اور ہم یہودیوں کے اعتراضوں کے مخالف ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا نبی جانتے ہیں

باوجود حضرت اقدس سیدنا میرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ان تصریحات کے دیوبندی مولویوں کا آپ پر یہ الزام لگانا کہ آپ نے حضرت مسیح پر شراب خوری اور بے تعلق اور فاحشہ عورتوں سے میل جول اور ربط و ضبط رکھنے کے الزامات لگائے ہیں جس نظر سے دیکھے جانے کے قابل ہے میں اس کو اہل انصاف کے انصاف پر چھوڑ کر اسی سلسلہ میں مخالفین کی پیش کی ہوئی پانچویں عبارت اور اس پر اُن کے اعتراض کی طرف توجہ کرتا ہوں۔

پانچویں عبارت | "یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا

سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ مگر اے مسلمانو! تمہارے نبی علیہ السلام تو ہر ایک نشے سے پاک اور معصوم تھے جیسا کہ وہ فی الحقیقت معصوم ہیں تم مسلمان کہلا کر کس کی پیروی کرتے ہو قرآن انجیل کی طرح شراب کو حلال نہیں ٹھہراتا۔ پس تم کس دستاویز سے شراب کو حلال ٹھہراتے ہو کیا مرنا نہیں ہے۔" (کشتی نوح حاشیہ صہ ۶۵)

دیوبندی مولویوں نے حسب عادت اس عبارت سے توہین حضرت مسیح علیہ السلام ظاہر کرنی چاہی ہے، حالانکہ یہ عبارت بھی توہین سے ویسی ہی بے تعلق ہے جیسی کہ دیوبندی مولویوں کی پیش کی ہوئی اور عبارتیں کیونکہ مثل ان کے یہ عبارت بھی عیسائیوں کے مقابلہ میں لکھی گئی ہے اور اس میں بھی انھیں کے مسلمات پر کلام کیا گیا ہے۔ نہ اپنے مسلمات سے۔

دیوبندی مولویوں کو کشتی نوح صفحہ ۶۵ کا یہ ذرا سا حاشیہ تو اعتراض کرنے کے لئے نظر آگیا مگر اسی کتاب کے صفحہ ۱۶ میں یہ لمبی عبارت نظر نہ آئی۔ کہ "میں مسیح بن مریمؑ کی بہت عزت کرتا ہوں کیونکہ میں روحانیت کی رو سے اسلام میں خاتم الخلفاء ہوں جیسا کہ مسیح ابن مریمؑ اسرائیلی سلسلہ کے لئے خاتم الخلفاء تھا۔ موسیٰؑ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں میں مسیح موعود ہوں۔ سو میں اُسکی عزت کرتا ہوں جس کا ہمنام ہوں اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا" اور یہ عبارت ظاہر کر رہی تھی کہ جس کتاب میں حضرت عیسیٰ کے لئے یہ عبارت لکھی گئی ہو اس میں کوئی بات ان کی ہتک اور اہانت کرنے والی نہیں ہو سکتی اور دیوبندی مولویوں کو اسی کتاب میں صہ ۶۵ سے پہلے ہی انجیلی تعلیم اور قرآنی تعلیم کا وہ موازنہ بھی نظر نہ آیا جو صفحہ ۲۶ سے شروع ہو کر کئی صفحہ تک پھیلا ہوا ہے اور جس میں یہ فقرہ بار بار آیا ہے کہ "قرآن تمھیں انجیل کی طرح یہ نہیں کہتا" اور یہ فقرہ بھی بار بار آیا ہے کہ "انجیل میں کہا گیا ہے" یا "انجیل میں لکھا گیا ہے"۔ اور اس کے مقابلہ میں یہ فقرہ بھی بار بار آیا ہے "مگر قرآن کہتا ہے" یا "قرآن سکھاتا ہے" اور جس کو دیکھنے کے بعد ایک معمولی سمجھ کا بچہ بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ کہ یہ انجیلی تعلیم و قرآنی تعلیم کا مقابلہ ہے اور کشتی نوح کی بہت سی عبارتیں بھی دیوبندی مولویوں کو نظر نہ آئیں جن میں حضرت اقدسؑ نے اپنا مثیل مسیح ہونا ظاہر فرمایا ہے اور حضرت مسیحؑ کے نبی اللہ اور رسول اللہ اور یہودیوں کے لئے خدا کی طرف سے حکم و عدل ہونے کا اقرار کیا ہے تا وہ

سمجھ سکتے کہ جس کتاب میں یہ باتیں بھری پڑی ہیں اُسی کے اندر حضرت مسیح کی توہین کس طرح ہوسکتی ہے اس میں حضرت مسیح کی توہین نہیں ہے اور جس عبارت سے ہم توہین نکالنی چاہتے ہیں اس سے توہین مقصود نہیں کیونکہ وہ تو انجیلی تعلیم و قرآنی کے مقابلہ میں لکھی گئی اور اس سے مقصود صرف یہ ہے کہ قرآنی تعلیم کا انجیلی تعلیم سے افضل ہونا دکھایا جائے۔

حق یہ ہے کہ دیوبندی مولویوں کو نظر تو سب کچھ آیا مگر وہ اس کو ملحوظ رکھتے تو حضرت اقدس علیہ السلام پر توہین حضرت مسیحؑ کا بہتان باندھ کر کفر کا فتویٰ دینے کا موقع کس طرح نکالتے اُن کا مقصود تو کفر کا فتویٰ دینا تھا نہ کہ حقیقت الامر کا اظہار، پھر وہ کشتی نوح کی ان تمام عبارتوں کا لحاظ کس طرح کرتے؟

جیسا کہ مَیں بیان کر چکا ہوں چونکہ عبارت مذکورہ بالا انجیلی تعلیم اور قرآنی تعلیم کے مقابلہ کے سلسلہ میں لکھی گئی ہے اور یہ امر کہ وہ مقابلۂ مذکورہ کے سلسلہ و ذیل میں لکھی گئی ہے خود اس عبارت سے بھی ظاہر ہے اس لئے اس کا مطلب یہ ہے کہ یورپ والے اگر شراب پیتے ہیں تو اس لئے کہ انجیل میں وہ حرام نہیں ہے اور ان کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ بھی شراب پیا کرتے تھے، لیکن اے مسلمانوں تم کس دلیل سے پیتے ہو کہ تمہارا قرآن تو انجیل کی طرح شراب کو حلال نہیں ٹھہراتا اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر ایک نشہ سے پاک اور معصوم تھے جیسا کہ وہ فی الحقیقت معصوم ہیں۔ پس اس سے حضرت مسیحؑ کی توہین کا کیا تعلق۔ توہین تو جب ہوتی جب انجیل میں شراب حلال نہ ہوتی اور عیسائی حضرت مسیحؑ کے شراب پینے کو نہ مانتے ہوتے اور جب یہ دونوں باتیں ثابت ہیں تو عبارت بالا سے حضرت مسیحؑ کی توہین ہونی کیا معنی۔ یہ کلام تو فی الحقیقت عیسائی مسلمات پر ہے جیسا کہ حضرت اقدسؑ کے دوسرے کلام سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

آپ فرماتے ہیں:۔

"کیا قرآن شریف میں یہ حکم ہے کہ شراب پی لیا کرو یا یہ حکم ہے کہ بجز اپنی قوم کے دوسروں سے سود لے لیا کرو؟ اور کیا عیسائیوں کے عقیدہ کی طرح قرآن شریف بھی حضرت عیسیٰؑ کو خدا تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتا ہے؟ یا شراب پینے کا فتویٰ دیتا ہے یا یہ تعلیم دیتا ہے کہ بہر حال بدی کا مقابلہ نہ کرو؟" (چشمۂ معرفت صفحہ ۲۵۸)

غرض حضرت عیسیٰؑ کے شراب پینے کے متعلق عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق کلام کیا گیا ہے۔ اور جب ایسا ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جب کہ دیوبندی مولویوں کے مسلّم مقتدار مولانا رحمت اللہ مرحوم بھی لکھ چکے ہیں کہ "جناب مسیح اقرار می فرمائند کہ یحییٰ علیہ السّلام نہ ناں می خوردند نہ شراب می آشامیدند و آنجناب شراب ہم می نوشیدند" (ازالۃ الاوہام ص ۳۲۷)

یعنی جناب مسیح علیہ السّلام اقرار فرماتے ہیں کہ یحییٰ علیہ السّلام نہ روٹی کھاتے تھے اور نہ شراب پیتے تھے اور آں جناب یعنی حضرت مسیح علیہ السّلام شراب بھی پیتے تھے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت اقدسؑ کی یہ عبارت عیسائیوں کے مسلّمات کے لحاظ سے ہے نہ کہ اپنے عقیدے کی بناء پر۔ مگر باوجود اس کے آپؑ نے اُن کے شراب پینے کی ایک توجیہہ بھی کر دی ہے کہ اگر وہ شراب پیتے ہونگے تو کسی پُرانی عادت یا بیماری کی وجہ سے پیتے ہونگے۔ حالانکہ اگر آپؑ یہ توجیہہ نہ بھی فرماتے تو بھی اس موقع پر اس عبارت کے لکھنے میں کوئی حرج نہیں تھا جیسا کہ مولانا رحمت اللہ مرحوم کے لکھنے سے ثابت ہے علاوہ اس کے دیوبندی مولویوں کو تو کسی حالت میں بھی اس عبارت کو موجب توہین قرار دینے کا کوئی حق نہیں ہے کیونکہ ان کے مسلک کے لحاظ سے تو اگر حضرت اقدسؑ کی عبارت زیر بحث انجیلی و قرآنی تعلیم کے مقابلہ میں نہ بھی ہوتی تو بھی قابل اعتراض نہیں تھی اس لئے کہ ان کے علماء نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ پہلے انبیاءؑ کی شریعتوں میں شراب حرام نہیں تھی صرف امتِ محمدیہ کے لئے حرام کی گئی ہے جیسا کہ شرح فقہ اکبر مؤلفہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے ص ۱۲۷ سے بھی ظاہر ہے، اور جب یہ بات ہے تو حضرت عیسیٰؑ پر کیا موقوف ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے خواہ کسی نبی کے متعلق بھی یہ معلوم ہو اور اس کا ذکر کیا جائے اور مقابلہ کے موقع پر نہیں بلکہ بغیر اس کے بھی کیا جائے تو بھی اہلِ دیوبند کے مسلک پر اس نبی کی اس سے ذرا بھی ہتک نہیں ہو سکتی کہ اس کے استعمال کا موجب ہتک ہونا تو حکم ممانعت کے بعد ہی ہو سکتا ہے نہ کہ اس سے پہلے بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس کسی نے بھی اس کا استعمال کیا وہ حکم ممانعت نازل ہونے سے پہلے کیا نہ کہ بعد۔

چھٹی عبارت

جو توہین حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں پیش کی جاتی ہے وہ یہ شعر ہے ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ٭ اس سے بہتر غلام احمد ہے (دافع البلاء صفحہ) سلسلہء

اس شعر سے توہین ثابت کرنے کے لئے مخالف مولویوں نے یوں استدلال کیا ہے کہ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت ظاہر کرتے ہوئے ہمیشہ "ولا فخر" کے الفاظ بھی ضرور ارشاد فرمائے ہیں۔ لہٰذا انبیاء علیہم السلام کی توہین نہیں ہوئی مگر مرزا صاحب نے اپنی فضیلت ظاہر کرنے کے وقت "ولا فخر" نہیں کہا اس لئے جن نبیوں پر اپنی فضیلت ظاہر کی ہے انکی سخت توہین ہو گئی حالانکہ

جواب اوّل

اس بنا پر توہین کا الزام قائم کرنا کہ "لا فخر" نہیں کہا گیا کسی طرح درست نہیں بلکہ احادیث سے ناواقفیت پر مبنی ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ احادیث ایسی بھی ہیں کہ آپ نے اپنی فضیلت کا اظہار فرمایا ہے مگر "لا فخر" کے الفاظ نہیں فرمائے۔ مثلاً:۔

(۱) وہ واقعہ جبکہ حضرت عمرؓ نے آپ کے حضور تورات کا ایک نسخہ پڑھنا شروع کیا۔ اور آپ کا چہرہ متغیر ہونے لگا تو حضرت ابوبکرؓ کے توجہ دلانے پر اُنھوں نے تورات چھوڑ کر "رَضِینَا بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا" کہا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَوْ بَدَا لَکُمْ مُوْسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْہُ وَتَرَکْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِیْلِ وَلَوْ کَانَ حَیًّا وَاَدْرَکَ نُبُوَّتِیْ لَاتَّبَعَنِیْ" (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ صفحہ ۳۲) یعنی خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر موسیٰ ظاہر ہوں اور تم انکی پیروی کرنے لگ جاؤ مجھے چھوڑ کر تو تم سیدھے راستے سے گمراہ ہو جاؤ۔ اگر وہ خود بھی اس وقت زندہ ہوتے تو میری ہی پیروی کرتے پائے جائے غور ہے کہ ایسی زبردست تحدی فضیلت کے وقت "ولا فخر" کے الفاظ نہیں فرمائے گئے ہیں۔

(۲) اس حدیث کی ایک روایت یوں بھی آئی ہے "لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا مَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ" (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ صفحہ ۳۰) کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انھیں میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔

(۳) پھر ایک اور حدیث میں آیا ہے "لَوْ کَانَ عِیْسٰی حَیًّا لَمَا وَسِعَہٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ" شرح فقہ اکبر مصری صفحہ

کہ اگر عیسیٰؑ زندہ ہوں تو انھیں بھی بجز میری پیروی کے کوئی چارہ نہ ہو۔

(۴) ایسا ہی ایک حدیث میں موسیٰؑ و عیسیٰؑ دونوں کو جمع کرکے بھی یہی الفاظ فرمائے ہیں اور "وَلَا فَخْرَ" کے الفاظ نہیں فرمائے۔

(۵) پھر حدیث "فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ" جس سے مخالف مولوی انقطاعِ نبوۃ غیر تشریعی ظلّی کے متعلق بھی استدلال کیا کرتے ہیں۔ "وَلَا فَخْرَ" کے الفاظ اپنے ساتھ نہیں رکھتی یعنی حضورؐ نے یہ تو فرمایا کہ مجھے پہلے انبیاء پر چھ چیزوں میں فضیلت ہے لیکن اس کے ساتھ "وَلَا فَخْرَ" نہیں فرمایا۔

(۶) ایسا ہی اس حدیث میں بھی "وَلَا فَخْرَ" نہیں ہے جس میں پانچ باتوں کو مدنظر رکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي" فرمایا ہے۔

ان چند مثالوں سے واضح ہو گیا کہ مخالفین کا "ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو" کے شعر سے اس بنا پر توہین کا الزام لگانا کہ "وَلَا فَخْرَ" نہیں کہا گیا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

ایک شبہ کا ازالہ

اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ احادیث جن میں "وَلَا فَخْرَ" نہیں آیا۔ اُن احادیث کے ضمن میں آجاتی ہیں جن میں "وَلَا فَخْرَ" آیا ہے۔ تو میں کہوں گا کہ پھر ایسی عبارتیں اظہارِ حقیقت کے مضمون میں حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کی بھی موجود ہیں جن میں آپؑ نے تحدیث بالنعمت "یا "وَلَا فَخْرَ" کے الفاظ کی تصریح کی ہے۔ یا ایسے دوسرے الفاظ جو ان الفاظ کے قائم مقام ہیں ارشاد فرمائے ہیں۔ مثلاً آپؑ نے فرمایا ہے

(۱) "چونکہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا۔ اور اسکی شریعت اکمل اور اتم تھی اور تمام دُنیا کی اصلاح کے لئے تھی اس لئے مجھے وہ قوتیں عنایت کی گئیں جو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ضروری تھیں تو پھر اس امر میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں جو مجھے دی گئیں کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے اور اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔ وَهٰذَا التَّحْدِيثُ نِعْمَةِ اللّٰهِ وَلَا فَخْرَ۔ جیسا کہ ظاہر ہے کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ آتے تو اس کام کو انجام نہ دے سکتے۔ اور اگر قرآن شریف کی جگہ توریت نازل ہوتی تو اس کام کو ہرگز انجام نہ دے سکتی جو قرآن شریف نے دیا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۳)

(۲) "یاد رہے کہ اس بات کو اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے کہ مجھے ان باتوں سے نہ کوئی خوشی ہے نہ کچھ غرض کہ میں مسیح موعود کہلاؤں یا مسیح ابن مریمؑ سے اپنے تئیں بہتر ٹھہراؤں خدا نے میرے ضمیر کی اپنی اس پاک وحی میں آپ ہی خبر دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے قُلْ اُجَرِّدُ نَفْسِیْ مِنْ ضُرُوْبِ الْخِطَابِ یعنی انکو کہدے کہ میرا تو یہ حال ہے کہ میں کسی خطاب کو اپنے لئے نہیں چاہتا یعنی میرا مقصد اور میری مراد ان خیالات سے برتر ہے اور کوئی خطاب دینا یہ خدا کا فعل ہے میرا اس میں دخل نہیں ہے۔" (حقیقۃ الوحی صـ۱۴۸)

ان حوالے میں "لَا فَخْرَ" کے الفاظ موجود نہیں ہیں مگر طرزِ بیان انکی قائم مقامی کر رہا ہے اور خدا تعالیٰ کو شاہد کرنے اور اپنے الہام کو پیش کرنے سے بھی "وَلَا فَخْرَ" کا مفہوم ادا ہو گیا۔

(۳) "اور میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ مسیح ابن مریم آخری خلیفہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے اور میں آخری خلیفہ اس نبی کا ہوں جو خیر الرسل ہے اس لئے خدا نے چاہا کہ مجھے اس سے کم نہ رکھے میں خوب جانتا ہوں کہ یہ الفاظ میرے ان لوگوں کو گوارا نہ ہونگے جن کے دلوں میں حضرت مسیح کی محبت پرستش کی حد تک پہنچ گئی ہے مگر میں انکی پروا نہیں کرتا۔ میں کیا کروں کس طرح خدا کے حکم کو چھوڑ سکتا ہوں۔" (حقیقۃ الوحی صـ۱۵۱)

اس میں بھی اپنی وحی حکم الٰہی اور بالخصوص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر الرسل ہونے کی بنا پر اپنی فضیلت کا اظہار ہے۔ پس "وَلَا فَخْرَ" کی شرط پوری ہو گئی۔

جواب دوئم

مخالفین کی قائم کردہ بنائے اعتراض کو غلط ثابت کر دینے کے بعد میں وہ شعر جس پر اعتراض ہے مع اسکے سیاق و سباق کے پیش کرتا ہوں۔

حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ "یہ اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ عیسائیوں نے شور مچا رکھا تھا کہ مسیح بھی اپنے قرب اور وجاہت کے رو سے واحد لاشریک ہے۔ اب خدا بتلاتا ہے کہ میں اس کا ثانی پیدا کرونگا جو اس سے بھی بہتر ہے جو غلام احمدؐ ہے یعنی احمدؐ کا غلام

زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے	کیا ہی پیارا یہ نامِ احمدؐ ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا	سب سے بڑھ کر مقامِ احمدؐ ہے
باغِ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا	میرا بستاں کلامِ احمدؐ ہے
ابنِ مریمؑ کے ذکر کو چھوڑو	اُس سے بہتر غلامِ احمدؐ ہے

یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں۔ اور اگر تجربہ کی رُو سے خدا کی تائید مسیح ابن مریم سے بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں خدا نے ایسا نہ کیا نہ میرے لئے بلکہ اپنے نبی مظلوم کے لئے" (دافع البلا صفحہ ۲۰ و صفحہ ۲۱)

اس عبارت میں بھی مسیح محمدی کی جو غلام احمدؐ یعنی حضرت احمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے مسیح موسوی پر فضیلت کا اظہار کیا گیا ہے اور یہ فضیلت واقعی فضیلت ہونے کی وجہ سے موجب ہتک نہیں ہو سکتی۔ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام کی امت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت پر فضیلت ہونے کی وجہ سے اُمت موسویہ کی ہتک نہیں ہوتی۔ اسی طرح مسیح محمدی کو مسیح موسوی پر فضیلت ہونے کی وجہ سے مسیح موسوی کی بھی کوئی ہتک نہیں ہوتی۔ اکابر علماء لکھتے اور مانتے آئے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے بھی خواہش کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہوں چنانچہ حضرت سید محمد بن نصیر الدین جعفر المکی الحسینی نے بحر المعانی کے صفحہ ۱۶ میں حضرت موسےٰ کی یہ دُعا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بنایا جاؤں ان الفاظ میں لکھی ہے۔ "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ"۔ یعنی اے اللہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے بنائیو۔

جواب سوئم | علمائے سلف نے اس امت میں آنے والے مسیح یعنی مسیح محمدی کی فضیلت تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی مانی ہے۔ چنانچہ:-

(۱) مولانا نور الحسن خلیفہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی لمعہ نور صفحہ ۳۶ میں فرماتے ہیں:- "مبدا و معاد میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے افضل تحریر فرمایا ہے اور مکتوبات شریفہ امام ربانی میں حضرت موسیٰؑ کو غلبہ کمالات نبوت کا اور حضرت عیسیٰ میں غلبہ کمالات ولایت کا لکھا ہے تو مطابقت بین القولین اس سے معلوم کرنا چاہیئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد نزول کے اتباع شریعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمائینگے تو یہ جامعیت آپؑ کی بہ نسبت حضرت موسیٰ کے ظاہر و باہر ہے۔"

(۲) اور صفحہ ۵ مبدا و معاد میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-
"حضرت عیسیٰ از حضرت موسیٰ افضل است و رتبہ او فوق حضرت موسیٰ است وحید البصر و نافذ النظر" اور مولانا نور الحسن مرحوم نے حضرت عیسیٰؑ کے حضرت موسیٰؑ سے افضل ہونیکی وجہ یہ قرار دی ہے کہ بعد نزول حضرت عیسیٰ شریعت محمدیہ کی پیروی و اتباع در نشر و اشاعت

کریں گے۔ پس جب علماء نے یہاں تک مانا ہے کہ آنے والے مسیح کو شریعت محمدیہ کی پیروی و اتباع کا موقع ملنے کی وجہ سے حضرت موسیٰ پر بھی فضیلت حاصل ہے اور اس میں حضرت موسیٰ کی ہتک نہیں سمجھی گئی تو آنے والے مسیح کے جو مسیح محمدی ہے موسوی مسیح سے افضل ہونے میں مسیح موسوی کی ہتک ہونے کا کیا سبب؟

(۳۳) مولوی نواب صدیق حسن خان نے اقتراب الساعۃ و حجج الکرامۃ میں مہدی معہود کا جو حسب حدیث لَا مَھْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی مسیح موعود بھی ہے بعض انبیاء سے افضل ہونا لکھا ہے اور حضرت امام ابن سیرین کا بھی یہی قول نقل کیا ہے کہ "قَدْ کَادَ یَفْضُلُ بَعْضَ الْاَنْبِیَاءِ" (حجج الکرامۃ ص۳۸۶) اور انکے علاوہ اور علماء نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ پس مسیح موعود کے درجہ و مرتبہ میں درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے اختلاف تو صرف تعیین شخصی میں ہے یعنی اس امر میں کہ وہ مسیح موعود ہے کون؟ بنی اسرائیل کا نبی حضرت مسیح ناصری یا اُمت محمدیہ کا ایک فرد۔

غرض اکابر علمائے امت نے مسیح موعود و مہدی معہود کی شریعت محمدیہ کی پیروی و اتباع کی وجہ سے بعض انبیاء حتّٰی کہ حضرت موسیٰ جیسے عظیم الشان نبی سے بھی افضل مانا ہے اور حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کا یہی دعویٰ ہے کہ مجھے جو درجہ و رتبہ عطا ہوا ہے وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و غلامی سے ملا ہے اور جو کچھ میں نے پایا ہے وہ حضورؐ ہی کے وسیلہ و اسطہ و طفیل سے پایا ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:۔

(۱) ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رُسل
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے (درثمین اردو)

(۲) آں رسولے کش محمد ہست نام
دامنِ پاکش بدستِ ما مدام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
ما ازو یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدارِ ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جانِ ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمانِ ماست (درثمین فارسی)

(۳) "خداوند کریم نے اس رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور محبت کی برکت سے اور اپنے پاک کلام کی پیروی کی تاثیر سے اس خاکسار کو اپنے مخاطبات سے خاص کیا ہے اور علوم لدنیہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور بہت سے اسرارِ مخفیہ سے اطلاع بخشی ہے اور بہت سے حقائق و معارف سے اس ناچیز کے سینہ کو پُر کر دیا ہے۔ اور بارہا بتلا دیا ہے کہ یہ سب عطیات اور عنایات اور یہ سب انعامات اور تائیدات اور یہ سب مکالمات اور مخاطبات بیمن متابعت و محبت

حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ؎ جمالِ ہم نشین در من اثر کرد + وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم "

(۴) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس :- "یہ تمام شرف مجھے صرف ایک نبی کی پیروی سے ملا ہے جسکے مدارج و مراتب سے دنیا بے خبر ہے یعنی سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم "

جوابِ چہارم علاوہ ازیں اور مقدس اولیائے امت نے بھی دعوائے فضیلت کیا ہے چنانچہ

(۱) حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں :-

عیسیم لیکن ہر آنکو یافت جاں | از دمِ من او بماند جاوداں
شد ز عیسیٰ زندہ لیکن باز مُرد | شاد آں کو جاں بدیں عیسیٰ سپرد

یعنی مَیں وہ عیسیٰ ہوں جس نے مجھ سے زندگی پائی وہ ہمیشہ زندہ رہیگا اور حضرت عیسیٰ سے جو لوگ زندہ ہوئے تھے پھر مر گئے خوش وہ ہے جس نے اپنی جان اس عیسیٰ کے سپرد کر دی۔ (مثنوی دفتر چہارم ص۸۵)

(۲) حضرت شمس تبریز فرماتے ہیں :-

آنچہ از عیسیٰ و مریم فوت شد + گر مرا باور کنی آں ہم شدم (دیوان شمس تبریز)

یعنی جو مراتب و مدارج حضرت عیسیٰ و حضرت مریمؑ کو حاصل نہیں ہوئے وہ مجھے حاصل ہو گئے ہیں۔

جب اور اکابرِ اُمت نے بھی ایسے دعوے کئے ہیں اور اس سے حضرت عیسیٰ کی توہین نہیں سمجھی گئی۔ تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے دعویٰ فضیلت سے حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین ہونے کیا معنی ؟

جوابِ پنجم پھر گواہ ۳ مولوی انور شاہ صاحب کے اُستاد جناب مولوی محمود الحسن صاحب نے جو دیوبندیوں میں شیخ الہند مانے جاتے ہیں اپنے پیر مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرثیہ میں لکھا ہے ؎ زباں پر اہلِ اہوا کے ہے کیوں اُعل ھبل شاید + اٹھا عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی۔

اس شعر میں مولوی رشید احمد کو آنحضرت صلے اللہ علیہ سلم کا ثانی کہا گیا ہے۔ پھر لکھا ہے :-

مسیحائے زماں پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو | چھپا چاہ لحد میں وائے قسمت ماہ کنعانی
قبولیت اسے کہتے ہیں مقبول ایسے ہوتے ہیں | عبید سُود کا اُن کے لقب ہے یوسف ثانی

پہلے شعر کے پہلے مصرع میں مولوی رشید صاحب کو مسیحا۔ اور اُسکے دوسرے مصرع میں یوسف اور دوسرے شعر میں اُن کے غلام سیاہ فام کو یوسف ثانی کہا ہے۔ اور اسی مرثیہ میں لکھا ہے :- ؎

مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا | اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

یعنی مسیح تو صرف ایک ہی کام کرتے تھے کہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے مگر مولوی رشید احمد صاحب نے دو کام کئے ایک یہ کہ جو مر چکے تھے انکو بھی زندہ کر دیا۔ اور دوسرے یہ کہ جو زندہ تھے انکو مرنے نہیں دیا

مسیح کی مسیحائی اس مسیحائی کے مقابل میں کیا تھی حضرت مسیح بن مریم ذری اس مولوی رشید احمد صاحب کی مسیحائی کو دیکھیں۔ اب جائے انصاف ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب جو منجملہ بیشمار مولویوں کے ایک مولوی اور منجملہ بیشمار پیروں کے ایک پیر تھے اس سے زیادہ کسی درجہ و مرتبہ کا انھیں کوئی دعویٰ نہیں تھا۔ ان کے لئے تو دیوبندی مولوی گواہ ہے کے پیر اور دیوبندیوں کے مسلمہ شیخ الہند مولوی محمود الحسن صاحب نے اتنا کچھ لکھ دیا ان کو مسیح بھی بنایا اور یوسف بھی۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ثانی بھی۔ اور پھر حضرت یوسفؑ اور حضرت مسیح دونوں پر مولوی رشید احمد کی فضیلت و فوقیت دینے کے لئے انکے ایک غلام اور پھر کلمو ہنے غلام کو حضرت یوسفؑ کا مثیل قرار دیا اور انکے معجزے کو حضرت مسیح کے معجزہ سے بڑھا ہوا ظاہر کر کے حضرت مسیح پر طعن کی کہ "اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم"

ایسے موقع پر کسی چیز کو دیکھنے کے لئے جس غرض سے کہا جاتا ہے اسکے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہر اردو جاننے والا اس کو سمجھتا ہے پھر یہاں تک پہنچکر بھی بس نہیں کیا بلکہ یہ بھی فرما دیا ہے ؎

جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی | پھریں تھے کعبہ میں بھی ڈھونڈھتے گنگوہ کا رستہ

مطلب بالکل صاف ہے کہ جو لوگ ذوق و شوق عرفانی رکھنے والے تھے وہ کعبہ میں بھی گنگوہ کا رستہ پوچھتے پھرتے تھے۔ کیوں پوچھتے پھرتے تھے؟ ذوق و شوق عرفانی کی وجہ سے پوچھتے پھرتے تھے عرفان حاصل کرنے کے لئے خانہ کعبہ جیسے مقام میں گنگوہ کا رستہ پوچھتے پھرنا بجز اسکے کہ کعبہ میں عرفان حاصل نہ ہو سکا اور گنگوہ میں حاصل ہو سکتا تھا اور کس غرض سے خیال کیا جا سکتا ہے؟ کعبہ اس جگہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد و مسکن تھا اور گنگوہ مولوی رشید احمد صاحب کا مولد و مسکن پس کعبہ میں عرفان نہ حاصل ہو سکنے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے اہل ذوق و شوق کے گنگوہ کا رستہ پوچھنے کا ذکر کھلم کھلا کس پر کس کی ترجیح ظاہر کر رہا ہے اور در پردہ کس کی فوقیت کس پر اردو داں پبلک اس کو خوب سمجھ سکتی ہے کہ شعر معمولی اور آسان اُردو میں کہا گیا ہے۔

اہل دیوبند کے جناب شیخ الہند صاحب اسپر بھی اکتفا نہ کر کے آگے بڑھتے ہیں اور اپنے پیر مولوی رشید احمد صاحب کو بہت اونچا لے جانے کے لئے فرماتے ہیں ؎

کہوں ہوں بار بار اَرِنی مری دیکھی بھی نادانی | تمہاری تربت انور کو دے کر طور سے تشبیہ

جب جناب شیخ الہند صاحب اپنے پیر مولوی رشید احمد صاحب کی قبر کو طور سے تشبیہ دے رہے ہیں تو خود جناب کی تشبیہ کس سے ہوئی اور صاحب قبر کی تشبیہ کس سے؟ خاصکر جبکہ آپ اس سے جو قبر میں ہے اَرِنی بھی کہہ رہے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ جل شانہ سے کہا تھا۔

یہ ہیں معارف وحقائق عالیہ جو دیوبندی علماء کے مقدس بزرگ شیخ الہند جناب مولوی محمود الحسن صاحب نے بیان فرمائے ہیں۔ بایںہمہ دیوبندی مولویوں کو اصرار ہے کہ حضرت اقدس، مرزا صاحبؑ نے حضرت مسیحؑ پر فضیلت کا اظہار کرکے اُنکی توہین کی ہے۔ ان حضرات کی عجیب و غریب ذہنیت کے لحاظ سے ان کیطرف سے یہ خیال کرنے کی ہرگز توقع نہیں چاہیئے کہ جب مولویوں میں سے ایک مولوی اور پیروں میں سے ایک پیر کے متعلق اتنا کچھ لکھ دیئے جانے سے کسی کی بھی کچھ توہین نہیں ہوتی نہ حضرت یوسف اور حضرت مسیح علیہما السلام کی اور نہ سید المرسلین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور نہ خدا تعالیٰ جلّ وعلا کی۔ تو پھر اس شخص کے جو مسیح موعود ہونیکے دعوے کے ساتھ ظاہر ہوا ہے صرف یہ لکھ دینے سے کہ میں جو مسیح محمدی ہوں مسیح موسوی سے افضل ہوں حضرت مسیح کی توہین کا نتیجہ نکالنا کیونکر درست ہوسکے گا خاصکر دیوبندی مولویوں کیطرف سے؟

ایک شبہ کا ازالہ اگر کسی کے دل میں یہ خیال گذرے کہ "ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو" مصرع میں ایک نبی کے ذکر کو چھوڑ دینے کی کیوں تلقین کی گئی ہے۔ تو اسکے متعلق یہ عرض ہے کہ اس مصرع میں جس ذکر کے چھوڑ دینے کے لیئے کہا گیا ہے وہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت اور انکے مقبول خدا ہونیکا ذکر نہیں ہے (کیونکہ یہ ذکر تو حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے بڑی کثرت سے خود بھی کیا ہے) بلکہ جس ذکر کے چھوڑ دینے کے لیئے کہا گیا ہے وہ ذکر وہ ہے جو ان اشعار سے پہلے اور بعد کے صفحات میں بالتصریح بیان کیا گیا ہے اور جس میں غلط فہمی کی وجہ سے مسلمان مبتلا ہو رہے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰؑ اور اُنکی ماں ہی تمام بنی آدم میں ایسے ہیں جنکو وقتِ ولادت شیطان نے مس نہیں کیا اور سب کو مس کیا ہے اور کہ حضرت عیسیٰؑ ہی ایک ایسے نبی ہیں جو خدائی صفات بھی رکھتے ہیں یعنی مُردوں کو جلانا بے جان چیزوں میں جان ڈالکر جاندار بنانا وغیرہ اور کہ حضرت عیسیٰؑ ہی ایک ایسے نبی ہیں جو زندہ بجسم عنصری آسمان پر چلے گئے ہیں اور غیر متغیر ہیں اور کسی نامعلوم زمانے میں آسمان سے اُتر کر اُمتِ محمدیہ کی نجات کا باعث ہونگے اور دنیا بھر میں اسلام کو اس طرح پھیلائینگے انسانوں کے خون سے دنیا کو رنگین کردینگے اور یہ وہ ذکر ہے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو اسکو چھوڑ دینا ہی بہتر ہے کیونکہ یہ تمام امور تعلیم اسلام کے سراسر خلاف ہیں اور انکو ماننے کے بعد نہ تو اسلام کی صداقت باقی رہتی ہے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت۔)

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ہمارے مخالف علماء توہین انبیاء کے الزام کی چھٹی اور سب سے بڑی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توہین کی گئی ہے حالانکہ یہ الزام محض غلط۔ محض اتہام محض افتراء اور محض بہتان ہے جسکے سننے سے ہمیں بے حد حیرانی ہوتی ہے اور نہ صرف حیرانی بلکہ نفرت بھی۔ اور اس بہتان سے نہ صرف ہم حیران ہیں بلکہ ہر وہ شخص جس نے کوئی ایک کتاب بھی حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مطالعہ کی ہوگی حیران ہوگا کیونکہ آپکی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں بیسیوں دفعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف و مدح نہ آئی ہو۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے سنو کے قریب کتابیں تصنیف فرمائی ہیں اور سینکڑوں اشتہارات دیئے اور بیشمار مضمون اخباروں میں تحریر فرمائے ہیں میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ ان سب میں کئی ہزار ایسے حوالجات ہونگے جن میں حضرت اقدس مرزا صاحب ع نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرمائی ہے اور وہ تعریف بلحاظ کیفیت وکمیت ایسے رنگ میں ہے جسکی نظیر زمانہ سابقہ میں کسی انسان سے ثابت نہیں یعنی آجتک ایسی تعریف کسی نے بھی نہیں کی ہے جیسی مرزا صاحب علیہ السلام نے کی ہے + میرے اس بیان میں سنو سے زیادہ ایسے حوالجات ہونگے جو اگرچہ میں نے پیش تو کسی اور غرض سے کئے ہیں لیکن ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف بھی ایسی موجود ہے جو روحوں کو وجد میں لانے والی ہے۔ لیکن میں ان پر ہی بس کر کے اس الزام توہین کا جواب دو عنوانوں کے ذیل میں علیحدہ علیحدہ بیان کرتا ہوں:۔

(۱) "اپنے آقا و مولا سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی میں حضرت اقدس مرزا صاحب کے کلمات طیبات"

(۱) حضرت اقدس فرماتے ہیں :۔

در دلم جوشد ثنائے سرورے
آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے

آنکہ در بر و کرم بحر عظیم
آنکہ در لطف اتم یکتا درے

آنکہ در جود و سخا ابر بہار
آنکہ در فیض و عطا یک خاورے

از بنی آدم فزدں تر در جمال
وز آلائے پاک تر در گوہرے

بر لبش جاری ز حکمت چشمۂ
در دلش پُر از معارف کوثرے

بہرِ حق داماں زغیرش بر فشاند | ثانئے او نیست در بحرو برے
آفتاب و مہ چہ مے ماند بدو | در دلش از نورِ حق صد نیّرے
ختم شد بر نفسِ پاکش ہر کمال | لاجرم شد ختم ہر پیغمبرے
نے بعلمش کس رسید و نے بزور | در شکستہ کبرِ ہر متکبّرے
او چہ میدارد بمدحِ کس نیاز | مدحِ او خود فخر بر مدحت گرے
ہست او در روضۂ قدس و جلال | واز خیالِ مادحاں بالاترے

([illegible] ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۱)

(۳) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس علیہ الصّلوٰۃ والسلام ؎

شانِ احمد را کہ داند جز خداوندِ کریم | آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
زاں نمط شد محو دلبر کز کمالِ اتحاد | پیکرِ او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم
بوئے محبوبِ حقیقی مے دمد زاں روئے پاک | ذاتِ حقّانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم
گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال | چوں دلِ احمد نمے بینم دگر عرشِ عظیم
منتِ ایزد را کہ من بر رغمِ اہلِ روزگار | صد بلا را می خرم از ذوقِ آں عین النعیم
از عنایاتِ خدا و از فضلِ آں دادارِ پاک | دشمنِ فرعونیانم بہرِ عشقِ آں کلیم
آں مقام و رتبۂ خاصش کہ بر من شد عیاں | گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہ سلیم
در رہِ عشقِ محمد ایں سر و جانم رود | ایں تمنا ایں دعا ایں در دلم عزمِ صمیم

([illegible])

(۳) اور فرماتے ہیں حضرت اقدس علیہ الصّلوٰۃ والسلام :- ؎

چوں زمن آید ثنائے سرورِ عالی تبار | عاجز از مدحش زمین و آسمان و ہر دو دار
آں مقامِ قربِ کو دارد بدلدارِ قدیم | کس نداند شانِ آں از واصلانِ کردگار
آں عنایتہا کہ محبوبِ ازل دارد بدو | کس بخوابے ہم ندیدہ مثلِ آں اندر دیار
سرورِ خاصانِ حق شاہِ گروہِ عاشقاں | آنکہ روحش کرد طے ہر منزلِ وصلِ نگار
یا نبی اللہ فدائے ہر سرِ موئے توام | وقفِ راہِ تو کنم گر جاں دہندم صد ہزار

(آئینہ کمالات اسلام [illegible])

(۴) اور فرماتے ہیں :-

"اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتداری خوارق ہیں چونکہ طاقتِ الٰہی سب سے زیادہ بھری ہوئی تھی۔ کیونکہ وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تجلیاتِ الٰہیہ کے لیے اتم و اعلیٰ و ارفع و اکمل نمونہ تھا۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۶)

(۵) اور فرماتے ہیں :۔ "جس حالت میں ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے دس لاکھ کے قریب قول و فعل میں سراسر خدائی کا ہی جلوہ نظر آتا ہے۔ اور ہر بات میں۔ حرکات میں سکنات میں اقوال میں۔ روح القدس کے چمکتے ہوئے انوار نظر آتے ہیں" ([illegible])

(۶) "عجب نوریست در جانِ محمدؐ | عجب لعلیست در کانِ محمدؐ
نہ دانم ہیچ نفسے در دو عالم | کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ
اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت | بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش | محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ
سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ | دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ
بگیسوئے رسول اللہ کہ ہستم | نثارِ روئے تابانِ محمدؐ
دریں رہ گر کشندم ور بسوزند | نتابم رو ز ایوانِ محمدؐ
بکارِ دیں نترسم از جہانے | کہ دارم رنگِ ایمانِ محمدؐ
بسے سہل است از دنیا بریدن | بیادِ حسن و احسانِ محمدؐ"

([illegible] ۲۰ فروری [illegible])

(۷) اور فرماتے ہیں :۔ "ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلۂ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار۔ رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفےٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی" (سراج منیر صفحہ ۸۲ طبع اول)

(۸) وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا | نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر | لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے | اس پر ہر اک نظر ہے۔ بدر الدجیٰ یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے۔ وہ تاجِ مرسلیں ہے | وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں۔ اس کا ہی میں ہوا ہوں | وہ ہے میں چیز کیا ہوں۔ بس فیصلہ یہی ہے
وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ | باقی ہے سب فسانہ حق بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا | وہ جس نے حق دکھایا۔ وہ مہ لقا یہی ہے

([illegible] ص ۴۵)

(۹) "اس لئے مرتبہ عبودیت کاملہ بھی بوجہ اسکے جو مرتبہ عبدیت کاملہ کے تابع ہے بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دوسرے کو بوجہ کمال حاصل نہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ" (ایام الصلح حاشیہ صفحہ ۱۴)

(۱۰) "اگرچہ قرآن شریف اعلیٰ درجہ کا معجزہ ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بھی دوسرے انسانوں پر صدہا طرح فوقیت رکھتا ہے۔ اور ایک قسم کا معجزہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلاغت اور کلم جامع عطا کئے گئے تھے اور بلاشبہ نسبتی طور پر آنجناب کا معمولی کلام بھی معجزہ کی حد تک پہنچا ہوا تھا" (ایام الصلح صفحہ ۱۴۲)

(۱۱) "یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزاروں ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں ہے افسوس

کہ جیسا کہ حق شناخت کا ہے اُسکے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اسکو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اسکی جان گداز ہوئی۔ اس لیئے خدا نے جو اسکے دل کے راز کا واقف تھا۔ اسکو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی۔ اور اُسکی مرادیں اسکی زندگی میں اسکو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اسکے کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اسکو دیگئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اسکو عطا کیا گیا ہے جو اسکے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے ہم کافر نعمت ہونگے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسکے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات و مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی صہ ۱۱۵-۱۱۶)

یہ گیارہ حوالے اس لئے چنے ہیں کہ ان میں سے ہر حوالہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے صفات علیحدہ علیحدہ بیان کرتا ہے جسکے ضمن میں حضوؐر کی قسم قسم کی فضیلتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ یہ عبارتیں پڑھنے سے ہر شخص بخوبی معلوم کر سکتا ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ کی توہین کی ہے کہاں تک صحیح ہے۔

۲۔ وجوہ توہین کی حقیقت

باوجود ان عبارتوں کی موجودگی کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محامد و محاسن کے دریا موجزن ہیں عجیب عجیب طریقوں سے یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ (حضرت) مرزا صاحب نے (نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی۔ اب میں ہر وجہ پر علیحدہ علیحدہ کلام کرتا ہوں۔

پہلی وجہ یہ پیش کی جاتی ہے کہ وہ آیات قرآنیہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں اور خدا تعالےٰ نے اُن میں جن مراتب و مدارج عالیہ سے حضوؐر کو سرفراز فرمایا ہے مثلاً مقام محمود کوثر۔ اسریٰ۔ قاب قوسین۔ مرزا صاحب نے وہ تمام آیات اپنے اوپر نازل ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ اور یہ صریح گستاخی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ہتک ہے۔

جواب اوّل میں اس اعتراض کے جواب میں حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کی تحریرات پیش کرتا ہوں کہ آپؑ نے ان آیات کے نزول کا کس رنگ میں دعوےٰ کیا اور انکو اپنی ذات پر کس طرح پر

کہ جیسا کہ حق شناخت کا ہی اُسکے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا وہ توحید جو دُنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہی جو دوبارہ اسکو دنیا میں لایا - اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اسکی جان گداز ہوئی - اس لیئے خدا نے جو اسکے دل کے راز کا واقف تھا - اسکو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی - اور اُسکی مرادیں اسکی زندگی میں اِسکو دیں - وہی ہی جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہی - اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اسکے کے کسی فضیلت کا دعوےٰ کرتا ہی وہ انسان نہیں ہی بلکہ ذرّیت شیطان ہی کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اسکو دیگئی ہی اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اسکو عطا کیا گیا ہی جو اسکے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہی - ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہی ہم کافر نعمت ہونگے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اُسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی کے ذریعہ سے اور اسکے نور سے ملی ہی اور خدا کے مکالمات و مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہی"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵ - ۱۱۶)

یہ گیارہ حوالے اس لیئے چنے ہیں کہ اُن میں سے ہر حوالہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے صفات علیحدہ علیحدہ بیان کرتا ہی جسکے ضمن میں حضور کی قسم قسم کی فضیلتیں ظاہر ہوتی ہیں - یہ عبارتیں پڑھنے سے ہر شخص بخوبی معلوم کر سکتا ہی کہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہی کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ کی توہین کی ہی کہاں تک صحیح ہی -

۲ - وجوہ توہین کی حقیقت

باوجود ان عبارتوں کی موجودگی کے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محامد و محاسن کے دریا موجزن ہیں عجیب عجیب طریقوں سے یہ الزام لگایا جاتا ہی کہ (حضرت) مرزا صاحب نے (نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی - اب میں ہر وجہ پر علیحدہ علیحدہ کلام کرتا ہوں -

پہلی وجہ یہ پیش کی جاتی ہی کہ وہ آیات قرآنیہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں اور خدا تعالےٰ نے اُن میں جن مراتب و مدارج عالیہ سے حضور کو سرفراز فرمایا ہی مثلاً مقام محمود کوثر - اسریٰ - قاب قوسین - مرزا صاحب نے وہ تمام آیات اپنے اوپر نازل ہونے کا دعوےٰ کیا ہی - اور یہ صریح گستاخی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت ہتک ہی -

جواب اوّل میں اس اعتراض کے جواب میں حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کی تحریرات پیش کرتا ہوں کہ آپ نے ان آیات کے نزول کا کس رنگ میں دعوےٰ کیا اور انکو اپنی ذات پر کس طرح پر

چسپاں فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں:۔

(۱) اسجگہ یہ وسوسہ دلمیں نہیں لانا چاہیئے کہ کیونکر ایک ادنیٰ اُمتی اُس رسول مقبول کے اسماء یا صفات یا محامد میں شریک ہو سکے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرتؐ کے کمالاتِ قدسیہ سے شریکِ مساوی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اسجگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرتؐ کے کمالات سے کچھ نسبت ہو مگر اے طالبِ حق أَرْشَدَكَ اللّٰہُ تم متوجہ ہو کر اس بات کو سنو کہ خداوند کریم نے اس غرض سے کہ تا ہمیشہ اُس رسول مقبول کی برکتیں ظاہر ہوں اور تا ہمیشہ اُسکے نور اور اسکی قبولیت کی کامل شعاعیں مخالفین کو ملزم و لاجواب کرتی رہیں اس طرح پر اپنی کمال حکمت اور رحمت سے انتظام کر رکھا ہے کہ بعض افراد امت محمدیہ کہ جو کمال عاجزی اور تذلل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کرتے ہیں اور خاکساری کے آستانہ پر پڑ کر بالکل اپنے نفس سے گئے گذرے ہوتے ہیں خدا انکو فانی اور ایک مصفا شیشے کی طرح پاکر اپنے رسولِ مقبول کی برکتیں انکے وجودِ بے نمود کے ذریعہ سے ظاہر کرتا ہے اور جو کچھ منجانب اللہ انکی تعریف کیجاتی ہے یا کچھ آثار اور برکات اور آیات اُن سے ظہور پذیر ہوتی ہیں حقیقت میں مرجع تام ان تمام تعریفوں کا اور مصدرِ کامل اُن تمام برکات کا رسول کریم ہی ہوتا ہے اور حقیقی اور کامل طور پر وہ تعریفیں اُسی کے لائق ہوتی ہیں اور وہی اُن کا مصداق اتم ہوتا ہے" (براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ در حاشیہ ص۲۴۲ و ص۲۴۳) ....

"سو سمجھنا چاہیئے کہ ان تعریفوں سے دو بزرگ فائدے متصور ہیں جنکو حکیم مطلق نے خلق اللہ کی بھلائی کے لیئے مدنظر رکھ کر ان تعریفوں کو بیان فرمایا ہے ایک یہ تا نبی متبوع کی متابعت کی تاثیریں معلوم ہوں اور تا عامہ خلائق پر واضح ہو کہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر شان بزرگ ہے .... دوسرے یہ فائدہ کہ نئے مستفیض کی تعریف کرنے میں بہت سی اندرونی بدعات اور مفاسد کی اصلاح متصور ہے" (" " حاشیہ در حاشیہ ص۲۴۵)

(۲) اور فرماتے ہیں:۔ "اور ان کلمات کا حاصل مطلب تلطفات اور برکات الٰہیہ ہیں جو حضرت خیر الرسل کی متابعت کی برکت سے ہر ایک کامل مومن کے شامل حال ہو جاتی ہیں اور حقیقی طور پر مصداق ان سب عنایات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرے سب طفیلی ہیں اور اس بات کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک مدح و ثنا جو کسی مومن کی الہامات میں کی جائے وہ حقیقی طور پر آنحضرت صلی اللہ کی مدح ہوتی ہے اور وہ مومن بقدر اپنی متابعت کے اُس مدح سے حصہ حاصل کرتا ہے اور وہ بھی محض خدائے تعالیٰ کے لطف اور احسان سے نہ کسی اپنی لیاقت اور خوبی سے" (براہین احمدیہ جلد چہارم حاشیہ در حاشیہ ص۴۸۷ تا ۴۸۹)

(۳) اور فرماتے ہیں:۔ "اور یہ تمام برکات حضرت سید الرسلؐ کے ہیں جو خداوند کریم اسکی عاجز اُمت کو اپنے کمال لطف اور احسان سے ایسے ایسے مخاطبات شریفہ سے یاد فرماتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ" (" " " ص۵۵۰ و ۵۰۹)

(۴) اور فرماتے ہیں:۔ "اسجگہ جاننا چاہیئے کہ یہ تفضیل طفیلی اور جزوی ہے یعنے جو شخص حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل طور پر متابعت کرتا ہے اس کا مرتبہ خدا کے نزدیک اس کے تمام ہمعصروں سے برتر و اعلیٰ ہے پس حقیقی اور کلی طور پر تمام فضیلتیں

حضرت خاتم الانبیار کو جناب احدیت کیطرف سے ثابت ہیں اور دوسرے تمام لوگ اسکی متابعت اور اسکی محبت کی طفیل سے متابعت و محبت علی قدر مراتب پاتے ہیں" (براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ در حاشیہ ص ۵۲۱)

یہ چاروں تصریحات اسی کتاب کی اور اسی وقت کی ہیں جسوقت آپ نے ان الہامات کا دعویٰ کیا تھا اور جہاں وہ الہامات لکھے ہیں وہیں یہ تشریح بھی کردی ہے کہ ان کا حقیقی مصداق اور کلی طور پر مستحق صرف ایک ذات ہے اور باقی تمام لوگ طفیلی اور جزوی طور پر ہیں اور نیز اس تصریح میں یہ بھی واضح کردیا ہے کہ ایسی مدح اور تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر کامل متبع کی ہوسکتی ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان برتر و اعلیٰ ظاہر کرنیکے واسطے ظاہر فرمائی ہے۔

(۵) یہ سب تصریحات خدا کے ایک صریح الہام کی بنار پر ہے اور وہ الہام بھی انھیں الہاموں میں درج ہے "کُلُّ بَرَکَةٍ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔" (براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ در حاشیہ ص ۲۳۹)

حقیقۃ الوحی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ الہام آپکو کئی دفعہ ہوا ہے چنانچہ باقی الہاموں کو ایک دفعہ اور اسکو دو دفعہ علیحدہ علیحدہ مقامات پر درج کیا ہے (ص ۷۲ و ص ۹۵)

(۶) پھر انہی الہاموں میں یہ الہام بھی درج ہے کہ "صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ الصَّلٰوۃُ ھُوَ الْمُرَبِّیْ" (براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ در حاشیہ ص ۲۴۶) یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکی آل پر درود بھیجتے رہو کیونکہ یہ درود ہی تمہارا مربی ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ جس جگہ بھی آپنے درجہ و مرتبہ کا اظہار فرمایا ہے خواہ وہ ابتدائی زمانے میں ہو یا وسط میں یا آخر میں۔ اسجگہ اس امر کی تصریح بھی ضرور کی ہے کہ مجھے جو کچھ عطا ہوا ہے میرے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ و فیضان سے حاصل ہوا ہے جیساکہ براہین احمدیہ کے بعد ازالہ اوہام میں آپ فرماتے ہیں۔

(۷) "کُلُّ بَرَکَةٍ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَکَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔" یعنے ہر ایک کت جو اس عاجز پر پیرایہ الہام وکشف وغیرہ نازل ہورہی ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل سے اور انکے توسط سے ہے" (ازالہ اوہام ص ۲۴۲)

(۸) اور فرماتے ہیں:- "اور مجھے دکھلایا گیا اور بتلایا گیا اور سمجھایا گیا ہے کہ دنیا میں فقط اسلام ہی حق ہے اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ یہ سب کچھ یہ برکت پیروی حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو ملا ہے" (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۷۶)

(۹) اور فرماتے ہیں:- "سو میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی اور میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا سو میں نے جو کچھ پایا اسکی پیروی سے پایا" (حقیقۃ الوحی ص ۶۲)

حاصل کلام یہ کہ ان عبارتوں نے بخوبی ظاہر کردیا ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کو کشوف و الہامات اور وحی وغیرہ کی جو برکات ملی ہیں وہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہیں اور ان الہاموں کے مصداق اول حضور ہی کی ذات بابرکات ہے اور آپ ظلی و طفیلی طور پر مصداق ہیں اور ایسے مصداق اور متبعین بھی ہوسکتے ہیں اور ہوئے ہیں۔

جواب دوئم جب براہین احمدیہ شائع ہوئی اور بعض مولویوں نے ایسے ہی الہامات کی بناء پر یہی اعتراض کیا تھا تو مولوی محمد حسین بٹالوی نے براہین احمدیہ کا ریویو کرتے وقت اُن اعتراض کرنیوالوں کو یہ جواب دیا تھا۔ (وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ)

(۱) "مولف براہین احمدیہ نے ہرگز یہ دعوٰی نہیں کہ قرآن میں اُن آیات کا مورد و نزول و مخاطب میں ہوں اور جو کچھ قرآن یا پہلی کتابوں میں محمد رسول صلعم و عیسیٰ و ابراہیم و آدم علیہم السلام کے خطاب میں خدا نے فرمایا ہی اس سے میرا خطاب مراد ہی

. . . .

اور انکو (یعنی مرزا صاحب کو) کامل یقین اور صاف اقرار ہی کہ قرآن اور پہلی کتابوں میں اُن آیات میں مخاطب مراد وہی انبیاء ہیں جنکی طرف اُنمیں خطاب ہی اور اُن کمالات کے محل وہی حضرات ہیں جنکو خدا تعالیٰ نے اُن کمالات کا محل ٹھہرایا ہی۔ اپنے اوپر اُن آیات کے الہام یا نزول کے دعوٰی سے اُنکی مراد (جیکو وہ صریح الفاظ سے خود ظاہر کر چکے ہیں ہم اپنی طرف سے خود اختراع نہیں کرتے) یہ کہ جن الفاظ یا آیات سے خدا تعالیٰ نے قرآن یا پہلی کتابوں میں انبیاء علیہم السلام کو مخاطب فرمایا ہی اُنہی الفاظ (یا آیات) سے دوبارہ مجھے بھی شرف خطاب بخشا ہی پر میرے خطاب میں اُن الفاظ سے اور معانی مراد رکھے ہیں جو معانی مقصودہ قرآن اور پہلی کتابوں سے کچھ مغایرت اور کسی قدر مناسبت رکھتے ہیں اور وہ معانی ان معانی کے اظلال و آثار ہیں" (اشاعۃ السنۃ جلد نمبر ۷ صہ ۲۱۸ و ۲۱۹)

جواب سوئم اس قسم کے الہامات پہلے بزرگوں کو بھی ہوئے ہیں بلکہ بعض بزرگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کامل متبع کے لیے آپکے طفیل سے ایسے الہامات ضروری قرار دیئے ہیں چنانچہ:۔

(۱) حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہی کہ آپ کو وَاصْطَفَيْتُكَ لِنَفْسِي کئی دفعہ الہام ہوا۔

(۲) آپ نے درجات سلوک کے متعلق فرمایا "فَحِيْنَئِذٍ تَكُوْنُ وَارِثَ كُلِّ رَسُوْلٍ وَنَبِيٍّ وَصِدِّيْقٍ" یعنی مرید یا اختصاص اپنے شیخ کی اتباع کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچتا ہی کہ ہر رسول اور نبی کا مکالمات و مخاطبات الہیہ میں وارث ہوجاتا ہی (" مقالہ ۴ صہ ۲۳)

(۳) اور مزید ترقی کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچتا ہی کہ "اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ" کے خطاب سے اسے مخاطب کیا جاتا (" مقالہ ۲۸ صہ ۱۷۱)

(۴) شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں "وَهُوَ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ الَّذِيْ لَا يُشَارِكُهُ فِيْهِ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِ اِلَّا اَوْلِيَاءُ اُمَّتِهٖ" (ہدیہ مجددیہ صہ) کہ مقام محمود میں آنحضرت صلعم کے ساتھ کوئی اور نبی تو شریک نہیں ہوسکتا۔ ہاں آپکی امت کے اولیاء شریک ہوسکتے ہیں۔

(۵) حضرت خواجہ معین الدین چشتی فرماتے ہیں:۔

کہ تا دَنٰی فَتَدَلّٰی صعود خود بینی	ازیں حضیض دنارت چو بگذری شائد

(دیوان معین الدین ردیف الیاء)

(۶) مولوی عبدالعلی صاحب بحر العلوم مثنوی مولانا روم کے شعر ؎

پس درآ در کارگہ یعنی عدم ۱ تا بہ بینی صنع و صانع را بہم۔ کی

شرح میں مقام فنا کے تیسرے درجہ کو جمع الجمع و قاب قوسین وغیرہ اسماء سے موسوم کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں

کہ "و این مقام باصالت خاص بہ خاتم النبیین است و بہ وراثت کمال متابعت او کمل اولیاء را ازین حظے است"

(۷) شرح فصوص الحکم میں شیخ عبدالرزاق کاشانی لکھتے ہیں "فَلَهُ الْمَقَامُ الْمَحْمُوْدُ" کہ مہدی کے لیے مقام محمود بھی ہے۔

(یعنی ظلی طور پر) (ص۵۳ مطبوعہ مصر)

(۸) حضرت مجدد الف ثانی کو انکے فرزند شاہ محمد یحییٰ کی پیدائش پر الہام ہوا "اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيٰى" (مقامات امام ربانی ص۱۳۶ مطبوعہ دہلی)

(۹) حضرت خواجہ میر درد دہلوی مرحوم نے اپنی کتاب "عِلْمُ الْكِتَابِ" میں اپنے الہامات فرمائے ہیں۔ اُن میں آیات قرآنیہ کثرت سے ہیں جن میں سے "وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ...." جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لیے خاص حکم تھا وہ بھی انکو الہام ہوئی ہے (۶۴)

(۱۰) مولوی عبداللہ صاحب مشہور صاحب کشف و الہام ہوئے ہیں انکے الہامات مولوی ابو عبداللہ غلام علی قصوری نے تنقید کی تھی اور اسکے خاتمہ پر اولیاء اللہ کے الہام و کشوف سے بھی انکار کا پہلو اختیار کیا تھا۔ اسکی تنقید کے جواب میں مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی نے رسالہ "اثبات الہام و البیعۃ" لکھا تھا اس میں وہ لکھتے ہیں "اگر الہام میں اُس آیت کا القا ہو جس میں خاص آنحضرت کو خطاب ہو تو صاحب الہام اپنے حق خیال سے مطابق کرے گا اور نصیحت پکڑے گا . . . .

اگر کسی پر ان آیات کا القا ہو جن میں آنحضرت کو خطاب ہے مثلاً اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ۔ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ وَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى۔ تو بطریق اعتبار یہ مطلب نکالا جائے کہ انشراح صدر اور رضا اور الہام ہدایت جس لائق یہ ہے۔ علی حسب المنزلۃ اُس شخص کو نصیب ہوگا اور اس امر و نہی وغیرہ میں انکو آنحضرت صلعم کے حال میں شریک سمجھا جائے گا۔ (اثبات الہام و البیعۃ ص۱۴۲ و ۱۴۳) الغرض قرآن شریف کی آیات اور بالخصوص اُن آیات سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہیں حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے اپنی ذات طفیلی۔ بالواسطہ۔ جزوی طور پر مراد لی ہے۔ اور حقیقی اور کامل طور پر ان کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ہی کو مانا اور ظاہر کیا ہو۔ کیا یہ تعجب اور نہایت تعجب کی بات نہیں کہ گزشتہ اکابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل متبعین کے لیے جن مدارج کا حاصل ہونا ضروری خیال کرتے تھے۔ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کی عداوت و عناد کی وجہ سے آج اُنکے حصول کے دعوے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کا موجب ٹھہرا کر اس مدعی کو کافر قرار دینے کا ذریعہ بنا لیا گیا ہو۔

دوسری وجہ یہ پیش کیجاتی ہو کہ مرزا صاحب نے عین محمدؐ ہونے کا دعویٰ کیا اور لکھا ہو کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو در حقیقت خاتم النبیین تھے۔ مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ اور نہ اس سے مُہر خاتمیت ٹوٹتی ہو کیونکہ میں بار ہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں۔" (حقیقۃ النبوۃ ص۲۶۵ بحوالہ ایک غلطی کا ازالہ)

اور اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہو کہ انہیں مرزا صاحب نے اپنے آپکو عین محمدؐ کہا ہو کیا مرزا صاحب کے والد ماجد کا نام عبداللہ تھا کیا اُنکی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ تھا کیونکہ مرزا صاحب کا عین محمدؐ ہونا اور مرزا صاحب کے نبوت ملنے سے ختم نبوت میں فرق نہ آنا تو اسی طرح ہو سکتا ہو کہ مرزا صاحب اور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہیں اور یہ عقلاً و نقلاً باطل ہو اگر تناسخ کے ذریعہ ایک ہوں تو یہ کفر ہو اور اگر سایہ ذی سایہ کے ایک ہونے کا لحاظ ہو تو دیکھا جاتا ہی کہ سایہ اور ذی سایہ ایک نہیں ہوتے اسلئے مرزا صاحب کا نبی ہونا رسول اللہ کا نبی ہونا نہیں اور اگر سایہ اور ذی سایہ ایک ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظل اللہ ہیں اس لئے ماننا پڑا کہ رسول خدا عین خدا ہیں اور چونکہ مرزا صاحب عین محمد ہیں اس لئے مرزا صاحب بھی عین خدا ہوئے"۔

جواب یہ استدلال قطعاً غلط ہو کیونکہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے جسمانی طور پر عین محمدؐ ہونیکا دعویٰ نہیں کیا ہو کہ ماں اور باپ کے ایک ہونے اور تناسخ جائز ہونیکا نتیجہ نکالا جاسکے یا جسمانی وظاہری طور پر سایہ اور ذی سایہ کے ایک نہ ہونے سے آپؑ کی نبوت کی نفی نکالی جائے یا پھر ظل اللہ کے غلط معنی لیکر مرزا صاحب کو عین اللہ بنانیکی تکلیف کرنا پڑے اس بے اصل اور باطل اعتراض کی وجہ صرف یہ ہو کہ اس فقرہ سے کہ "میں بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں" لفظ بروزی کی حقیقت نظر انداز کر دیگئی ہو حالانکہ میں ظل اور بروز کی تفصیل اوپر بیان کر چکا ہوں کہ اس سے اتحاد صفات اور شدید مناسبت روحانیہ مراد ہوتی ہو جو فنافی الرسول ہونے سے حاصل ہوا کرتی ہو نہ اور کچھ۔ اگر یہ حقیقت نظر انداز نہ کی جاتی تو جو اعتراض کیا گیا ہو اسکی نوبت نہ آتی۔

اگر صوفیائے کرام کی اس اصطلاح سے کوئی ناواقف ہو اور اولیاء کی تصریحات کا اُسے علم نہ ہو تو یہ چند صفحات کا ٹریکٹ "ایک غلطی کا ازالہ" ہی بروز کی حقیقت ظاہر کرنے کے لیئے کافی ہو کیونکہ جس عبارت میں

اعتراض کیا گیا ہے اس سے قبل حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب نے بروز وظل کی حقیقت خود ظاہر فرمائی ہے چنانچہ ارشاد ہے:-

"اور مصفّی غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہ راست بند ہے اسلئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کیلئے محض بروز اور ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے" (ایک غلطی کا ازالہ بحوالہ حقیقۃ النبوۃ حاشیہ ص۲۶۳)

جب بروز وظلیت کے معنی فنافی الرسول کے ہوئے تو اب مطلب صاف ہوگیا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کا عین محمدؐ ہونا بلحاظ فنافی الرسول ہونیکے روحانی طور پر ہے نہ کہ جسمانی طور پر۔ اسلئے آپ فرماتے ہیں کہ "اور یہ نام بحیثیت فنافی الرسول مجھے ملا" (ایک غلطی کا ازالہ بحوالہ حقیقۃ النبوۃ ص۲۶۱) اور فرماتے ہیں

(۲) "لیکن اگر کوئی شخص اُسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرا کا اُس میں انعکاس ہوگیا ہو" (〃 ص۲۶۳) اور فرماتے ہیں

(۳) "یعنے انعکاسی اور ظلی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا" (〃 ص۲۶۵) اور فرماتے ہیں

(۴) پھر اس عینیت کو یوں ظاہر فرماتے ہیں "یہ عمیق اشارہ اسبات کیطرف ہے کہ وہ روحانیت کے رُو سے اسی نبی میں سے نکلا ہُوا ہوگا اور اُسی کی رُوح کا روپ ہوگا" (〃 ص۲۶۶) اور فرماتے ہیں

(۵) "یہ ضرور ہے کہ روحانیت کے تعلقات کے لحاظ سے شخص مورد بروز۔ صاحب بروز میں سے نکلا ہُوا ہو" (〃 ص۲۶۶)

(۶) پھر فرمایا "میں روحانیت کی نسبت کو مقدم رکھتا ہوں جو بروزی نسبت ہے" (〃 ص۲۶۹)

ان عبارتوں نے تصریح کر دی ہے کہ بروزی نسبت سے روحانی نسبت مراد ہے اور اسی نسبت یعنی روحانیت کے تعلقات کی بنا پر عین محمدؐ ہونا مراد ہے نہ کہ جسم کی رُو سے۔ اور فنافی الرسول ہونے کے لحاظ سے عینیت ایسی چیز ہے جس سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا کیونکہ اولیاء کرامؒ اور مجددینِ اُمت محمدیہ نے اس کا بارہا اظہار فرمایا ہے میں اپنے اس بیان میں "ظل اور بروز" کے عنوان پر (کتاب ہذا صفحہ ۱۴۹ تا ۱۵۱) چھ حوالے مفصل بیان کر آیا ہوں (جنمیں سے ایک میں بالتصریح بیان ہے کہ "محمد بود کہ بصورت آدمؑ در مبداء ظہور نمود ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہم او باشد کہ در آخر بصورت خاتم ظاہر گردد یعنی در خاتم الولایت کہ مہدی است"۔ یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی حضرت آدمؑ کی صورت میں ظاہر ہوئے تھے اور آپ ہی ہونگے جو خاتم الولایت یعنی مہدی کی صورت پر آخری زمانہ میں ظاہر ہونگے اور چوتھے حوالے میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ کا ارشاد درج ہے کہ بروز کی حقیقت یہ ہے کہ مورد بروز صاحب بروز کا پورا مظہر بنجاتا ہے حتیٰ کہ کہدے کہ (انا ھو) یعنی میں وہی ہوں۔ اور پانچویں حوالے میں بروز کی دو قسمیں بیان کر کے اعلیٰ بروز یہ قرار دیا ہے کہ (آنجا یک رُوح می باشد) یعنی غیر مظہریت کے طور پر جو بروز ہوتا ہے وہاں پر ایک ہی روح ہوتی ہے اور چھٹے حوالے میں حضرت خواجہ صاحب موصوف نے تصریح کی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الولایت حضرت امام مہدی تک تمام مقدسوں کے وجود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی رُوح مبارکہ جلوہ گر رہی ہے اور ہوگی

سب روح محمدی کے مختلف مظاہر تھے + میں ان حوالجات کو دوبارہ مطالعہ کرنیکی درخواست کرتا ہوا یہاں پر بعض اور حوالجات پیش کرتا ہوں تا حقیقت روشن سے روشن تر ہو جاوے۔

(۱) حضرت بایزید بسطامیؒ نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ "وہ سب (ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ و محمد علیہم السلام) میں ہوں" (تذکرۃ الاولیاء تذکرہ بایزیدؒ صفحہ ۱۶۷ مطبوعہ ۱۹۱۷ء)

(۲) حضرت ملا جامی خاتم الولایت امام مہدی کے درجے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "فَمِشْکٰوۃُ خَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ هِیَ الْوَلَایَۃُ الْخَاصَّۃُ الْمُحَمَّدِیَّۃُ وَهِیَ بِعَیْنِهَا مِشْکٰوۃُ خَاتَمِ الْاَوْلِیَاءِ لِاَنَّهٗ قَائِمٌ بِمَظْهَرِیَّتِهَا" (شرح فصوص الحکم ہندی صفحہ ۶۹) یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ کا مشکوٰۃ باطن ہی محمدی ولایت خاصہ ہے اور وہی بجنسہ خاتم الاولیاء حضرت امام مہدی علیہ السلام کا مشکوٰۃ باطن ہے کیونکہ امام موصوف آنحضرت کے ہی مظہر کامل ہیں۔

(۳) شیخ عبدالرزاق کاشانی شرح فصوص الحکم مصری صفحہ ۵۳ میں مہدی علیہ السلام کے درجات کی فوقیت کی یہ وجہ بتائی ہے "لِاَنَّ بَاطِنَهٗ بَاطِنُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ" یعنی خاتم الاولیاء کا باطن خاتم الانبیاء محمد مصطفٰے کا ہی باطن ہے۔ ان تمام تصریحات سے یہ امر نہایت واضح ہو گیا کہ سلف صالحین نے ہی مہدی علیہ السلام و کمل تابعان کو عینیت کے مقام پر مانا ہے۔

ایک بات یہاں پر خاص طور پر قابل غور ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس وزی تجلی کو جسے روحانیت کے لحاظ سے عینیت قرار دیا ہے آیندہ کے لیے بند نہیں فرمایا۔ بلکہ تصریح فرمائی ہے

"یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں۔" (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۶۸)

تیسری وجہ یہ عربی شعر ظاہر کی گئی ہے ۔ ؎ لَهٗ خَسَفَ الْقَمَرُ الْمُنِیْرُ وَاِنَّ لِیْ + غَسَا الْقَمَرَانِ الْمُشْرِقَانِ اَتُنْکِرُ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جناب کے خسوف ہوا۔ اور میرے لیے سورج اور چاند دونوں تاریک ہو گئے کیا اے مخالف تو پھر بھی انکار کرتا رہیگا۔ اس شعر سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ مرزا صاحب اپنے لیے دونوں کا گرہن ظاہر کیا ہے اور آنحضرت کیلئے صرف ایک کا۔ اور یہ حضور کی توہین ہے۔ حالانکہ یہ بالکل ہی بہتان ہے اس شعر میں توہین کا نام و نشان بھی نہیں بلکہ اس امر کا اظہار ہے کہ جب ماہتاب کے خسوف کو جو آنحضرت کی تصدیق میں ظاہر ہوا تھا اور آپ کا معجزہ تھا تم مانتے اور حضور کی صداقت کا نشان سمجھتے ہو تو پھر میری صداقت کے لیے جو ماہتاب و آفتاب دونوں کا خسوف و کسوف ہوا ہے اور جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری صداقت کا نشان قرار دیکر پہلے سے پیشگوئی فرمائی تھی اس سے تم انکار کرو گے۔ پس اس شعر کا توہین سے برائے نام بھی تعلق نہ ہونا ظاہر ہے۔

علاوہ اسکے گوابان مدعیہ نے جس موقع سے یہ شعر چنا ہے اسی جگہ اس شعر سے پہلے اور بعد ایسے اشعار موجود ہیں جن میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مینے جو کچھ پایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی بطور ورثہ پایا ہے

شلاً ۔ وَاِنِّیْ وَرِثْتُ الْمَالَ مَالَ مُحَمَّدٍ | فَمَا اَنَا اِلَّا آلُہُ الْمُتَخَیَّرُ
اَتَزْعَمُ اَنَّ رَسُوْلَنَا سَیِّدُ الْوَرٰی | عَلٰی زَعْمِ شَانِئِہٖ تُوُفِّیَ اَبْتَرُ
فَلَا وَالَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاءَ لِاَجْلِہٖ | لَہٗ مِثْلُنَا وُلْدٌ اِلٰی یَوْمِ یُحْشَرُ
وَاِنَّا وَرِثْنَا مِثْلَ وُلْدٍ مَتَاعَہٗ | فَاَیُّ ثُبُوْتٍ بَعْدَ ذٰلِکَ یُحْضَرُ

([illegible])

یعنی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مال کا وارث بنایا گیا ہوں پس میں اسکی آل برگزیدہ ہوں جسکو ورثہ پہنچ گئی کیا تو گمان کرتا ہے کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بے اولاد ہونے کی حالت میں وفات پائی جیسا کہ دشمن بدگو کا خیال ہے مجھے اسکی قسم جس نے آسمان بنایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے میری طرح اور بھی بیٹے ہیں اور قیامت تک ہونگے اور ہم نے اولاد کی طرح اُنکی وراثت پائی پس اس سے بڑھ کر اور کونسا ثبوت ہے جو پیش کیا جائے" (۱۱) ان شعروں کے بعد وہ شعر ہے جس میں شمس و قمر کے کسوف و خسوف کا ذکر کیا گیا ہے جس کا اسکے سوا کچھ مطلب نہیں کہ آپ نے کسوف و خسوف کے نشان کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے اور حضورؐ کے ورثہ میں ملنا ظاہر فرمایا ہے نہ کہ جیسا دیوبندی مولویوں نے ظاہر کیا چنانچہ اس کے دو شعر بعد آپ فرماتے ہیں ۔ وَاَنّٰی لِظِلٍّ اَنْ یُّخَالِفَ اَصْلَہٗ + فَمَا فِیْہِ فِیْ وَجْہِیْ یَلُوْحُ وَیَزْھَرُ

یعنی سایہ کیونکر اپنے اصل سے مخالف ہو سکتا ہے پس وہ روشنی جو اُس میں ہے وہ مجھ میں چمک رہی ہے۔ کیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اقدسؑ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے نشان پانے کا اظہار فرما رہے ہیں یا یہ کہ نعوذ باللہ حضورؐ کی توہین کر رہے ہیں + حضرت اقدسؑ نے کسوف و خسوف کے نشان کو جا بجا حضور انورؐ کی پیشگوئی بتا کر اُسکے پورا ہونے پر حضور کی بہت مدح و ثنا کی ہے اور دلی جوش سے حضورؐ پر درود بھیجا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا ہے چنانچہ آپ اپنی کتاب نور الحق حصہ دوم میں فرماتے ہیں

"ہم خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں"۔

"تیرے پر جان قربان ہو اے بہتر مخلوقات ہم نے تیری خبر کا نور اندھیرے میں دیکھ لیا"۔

"ہم نے سورج اور چاند کو دیکھ لیا جیسا تُو نے اشارہ کیا تھا ۔۔ شکر خدا تعالیٰ کا کہ دونوں کو گرہن لگ گیا"۔

"ہمیں خدا تعالیٰ کی مدد تیرہ سو برس گذرنے کے بعد آئی" ص۵۸)

"اور ہم بیٹوں کی طرح وارث ہیں اور بزرگوں کے تمام مال کے ہم وارث ہو گئے"۔ ص۵۹

"میری جان اُس نبی پر قربان ہے جو صاحب مقام محمود ہے اور میرا دل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف کھینچ لیا"

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر میرے دل کے لیے آرام ہے اور میری جان کے لئے مثل طعام کے ہے اور میرا دشمن بے شرمی سے ناحق بدگوئی کر رہا ہے" ص۶۰ ، یہ کتاب کسوف و خسوف کے متعلق عربی زبان میں ہی مع اردو ترجمہ کے

ان عبارتوں سے نہ صرف مخالف علماء کے اتہام توہین کی لغویت واضح ہوجاتی ہے بلکہ انکی ذہنیت کا حال بھی ظاہر ہوجاتا ہے جب اتنی کھلی ہوئی بات کے متعلق بھی ان حضرات کی یہ کیفیت ہے کہ وہ اس سے توہین نکالنی چاہتے ہیں اور خدا کا کچھ خوف نہ ہونیکے ساتھ ہی انھیں مخلوق سے بھی حجاب نہیں آتا کہ وہ اصل حقیقت سے واقف ہوکر ہمارے متعلق کیا خیال کریگی تو کسی نظری مسئلہ میں اُن سے کیا امید ہوسکتی ہے۔

چوتھی وجہ

یہ پیش کیجاتی ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے معجزات تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸ میں تین لاکھ بتائے ہیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تحفہ گولڑویہ ص۴۰ طبع اول میں تین ہزار بتائے ہیں اور یہ حضور کی ہتک ہے جسکے کفر ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

جواب اوّل

میں اس سے قبل اس امر کے متعلق کئی حوالجات پیش کر آیا ہوں کہ حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب نے ان تمام انعامات کو جو خدا تعالے کیطرف سے آپکو عطا ہوئے اپنے سید و مولیٰ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل و فیض سے بتائے ہیں اور جب آپ یہ ظاہر فرما چکے ہیں تو دس لاکھ کیا اگر آپ دس ارب معجزات کے بھی مدعی ہوتے تو بھی یہ نتیجہ نکالنے کی گنجائش نہیں تھی کہ آپنے نعوذ باللہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی نیت سے اپنے معجزات کی تعداد زیادہ بتائی ہے لیکن سرے سے یہ بات ہی غلط ہے کہ آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے اپنے معجزات کی تعداد زیادہ بتائی ہے کیونکہ تتمہ حقیقۃ الوحی ص۶۸ میں جو تعداد بتائی ہے وہ معجزات کی نہیں بلکہ نشانات کی ہے جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔ "اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُسی نے مجھے بھیجا ہے اور اُسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اُسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اُسی نے میری تصدیق کے لیئے بڑے بڑے نشان ظاہر کیئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں جنمیں سے بطور نمونہ کسی قدر اس کتاب میں بھی لکھے گئے ہیں اس عبارت میں نشانات کی تعداد تین لاکھ بتائی گئی ہے نہ کہ معجزات کی۔ اور معجزات اور نشانات میں بہت بڑا فرق ہے۔

جواب دوئم

اور پھر مندرجہ بالا تصریح کے ساتھ اگر وہ حوالجات بھی مدنظر ہوں جو ہمنے مضمون سابق میں بیان کر دیئے ہیں جنمیں بار بار وضاحت سے اس امر کی تصریح کی گئی ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کو کشوف و الہامات و نشانات و معجزات کے لحاظ سے جو کچھ ملتا ہے وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل سے ہے نہ کہ براہِ راست تو اس حقیقت کی بنا پر یہ بات آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے کہ اگر حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دس لاکھ بلکہ دس ارب معجزات بھی ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب معجزات بالاصالت اور بلا واسطہ ہیں اور حضرت اقدس مرزا صاحب ؑ کے کشوف والہامات و نشانات و معجزات جو کچھ بھی ہیں وہ بالواسطہ ہیں یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ و طفیل سے

بس اس حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی شخص بھی حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کے نشانات کی کثرت سے
گو وہ کثرت بھی ثابت نہیں توہین مراد نہیں لے سکتا۔

اور اس کیفیت و حیثیت سے قطع نظر کرکے بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی
کثرت کے متعلق جو تصریح حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے فرمائی ہے اسکی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
معجزات غیر محدود اور بیحد و نہایت ثابت ہوتے ہیں کیونکہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام فرماتے ہیں

(۱) "اس قسم کے اقتداری خوارق جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلائے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام
ہرگز دکھلا نہیں سکے اور ہمارے ہادی و مقتدا صلی اللہ علیہ وسلم نے با اقتداری خوارق نہ صرف آپ ہی دکھلائے
بلکہ ان خوارق کا ایک لمبا سلسلہ روز قیامت تک اپنی امت میں چھوڑ دیا" (آئینہ کمالات اسلام ص۶۷)

(۲) اور فرماتے ہیں:- "اسلام تو آسمانی نشانوں کا سمندر ہے کسی نبی سے اس قدر معجزات ظاہر نہیں ہوئے
جسقدر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیونکہ پہلے نبیوں کے معجزات انکے مرنے کے ساتھ ہی مر گئے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
معجزات اب تک ظہور میں آ رہے ہیں اور قیامت تک ظاہر ہوتے رہیں گے جو کچھ میری تائید میں ظاہر ہوتا ہے
دراصل وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں" (تتمہ حقیقۃ الوحی ص۳۵)

اصل وجہ

اس اعتراض کی قلت تدبر ہے کیونکہ تحفہ گولڑویہ میں جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
تین ہزار معجزات کا ذکر فرمایا ہے وہاں پیشگوئیاں تو لکھی ہیں لیکن جہاں اپنے نشانات
کی تعداد دس لاکھ بتائی ہے وہاں پر انکی تعریف اور اقسام ظاہر کر دی ہیں کہ جسے ہر ایک انسان بآسانی سمجھ
سکتا ہے کہ وہ سب نشانات اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شمار کئے جائیں تو دس لاکھ سے بھی زیادہ ہونگے کیونکہ آپ فرماتے ہیں:-

"ان چند سطروں میں جو پیشگوئیاں ہیں وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زیادہ ہونگے
اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے جو اول درجہ پر خارق عادت ہیں سو ہم اول صفائی بیان کے لیئے ان
پیشگوئیوں کے اقسام بیان کرتے ہیں" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۶ بار اول) انہی عبارت
لکھنے کے بعد ان پیشگوئیوں کے اقسام بیان کرکے یہ تشریح فرماتے ہیں:-

"یہ سات قسم کے نشان ہیں جنمیں سے ہر ایک نشان ہزارہا نشانوں کا جامع ہے مثلاً یہ پیشگوئی
کہ یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۔ جسکے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک جگہ سے اور دور دراز ملکوں
سے نقد اور جنس کی امداد آئے گی اور خطوط بھی آئینگے۔ اب اس صورت میں ہر ایک جگہ سے
جو اب تک کوئی روپیہ آتا ہے یا پارچات اور دوسرے ہدیئے آتے ہیں یہ سب بجائے خود ایک ایک
نشان ہیں کیونکہ ایسے وقت میں ان تمام باتوں کی خبر دیگئی تھی جبکہ انسانی عقل اس کثرت مدد کو

دور از قیاس ومحال سمجھتی تھی - ایسا ہی یہ دوسری پیشگوئی یعنی یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ جسکے یہ معنی ہیں کہ دُور دور سے لوگ تیرے پاس آئینگے یہاں تک کہ وہ سڑکیں ٹوٹ جائینگی جنپر وہ چلیں گے اس زمانہ میں وہ پیشگوئی بھی پوری ہوگئی چنانچہ اب تک کئی لاکھ انسان قادیان میں آچکے ہیں اور اگر خطوط بھی اسکے ساتھ شامل کئے جائیں جنکی کثرت کی خبر بھی قبل از وقت گمنامی کی حالت میں دیگئی تھی تو شائد یہ اندازہ کروڑ تک پہنچ جائیگا مگر ہم صرف مالی مدد اور بیعت کنندوں کی آمد پر کفایت کرکے اُن نشانوں کو تخمیناً **دس لاکھ** نشان قرار دیتے ہیں۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۸ طبع اول و ص۷۶ طبع دوم)

اب اس عبارت نے دس لاکھ کی حقیقت ظاہر کردی ہے کہ وہ کس لحاظ سے ہیں پس اس لحاظ سے قرآن کریم کی ایک پیشگوئی لے لی جائے تو بیشمار نشان بنجاتے ہیں لہذا اس پیشکردہ عبارت سے بھی ہرگز ہرگز توہین ثابت نہیں ہوتی۔

آخری بات

توہین انبیاء کے الزام کا تفصیلی طور پر جواب دینے کے بعد میں مجموعی رنگ میں ایک ایسی شہادت پیش کرتا ہوں جو اس الزام سے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی ذات کو بالکل بری ٹھہراتی ہے وہ شہادت حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کی ہے یعنے انکے سامنے مولوی غلام دستگیر قصوری نے اس الزام توہین کو پیش کیا اور وہ حوالجات بھی دکھائے جنسے اُن مولوی قصوری کے خیال میں توہین انبیاء ثابت ہوتی تھی مگر حضرت خواجہ صاحب نے اسپر مطلق توجہ نہ فرمائی۔ چنانچہ یہ واقعہ اشارات فریدی میں اس طرح تحریر ہے:-

"مولوی غلام دستگیر قصوری کہ بمرزا غلام احمد قادیانی مخالفت کمال میداشت و بروے فتاوی کفر نوشتہ بود بیامد و آداب بجا کردہ بنشست و چند کتب از مصنفات مرزا غلام احمد قادیانی کہ در بغل میداشت پیش نہاد از ہر یک کتاب مقامات را کہ نشان کردہ بود بپیشگاہ حضور خواجہ ابقاہ اللہ ببقائہ و نفعنا و ایاکم بلقائہ یک بیک برمی خواند ومی گفت کہ بہ بینید کہ اینجا توہین حضرت عیسی علیہ السلام و اینجا اہانت دیگر انبیاء علیہم السلام کردہ است وحقیقت حال آنست کہ مرزا صاحب جہت رد نصاری و یہود از انجیل و تورات کہ ہر دو محرف اند و از ان کتب این انواع مذمات مفہوم می شوند در کتب خویش نوشتہ بود مگر مولوی را اطلاع نشدہ است ازینجہت بہ پیشگاہ حضور نکوہش مرزا صاحب بیان کرد۔ اما حضور خواجہ ابقاہ اللہ تعالی تقاریر او را شنیدہ ہیچ جوابش نفرمودند۔" (جلد ۳ ص۷۶ اشارہ ۲۸)

اسپر مولوی غلام احمد صاحب اختر نے حضرت خواجہ صاحب سے عرض کی کہ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ یہ سب باتیں انجیل سے فرضی یسوع کے متعلق لکھی ہیں جسکو عیسائی ابن اللہ اور خدا کہتے ہیں اور اس سے حضرت عیسی مراد نہیں جنکے متعلق قرآن کریم خبر دیتا ہے کہ وہ نبی اللہ ہیں پس اے عیسائیو تم ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرنے سے باز آجاؤ ورنہ میں زیادہ تر تمہارے اس مفروضہ یسوع کو کہہ سکتا ہوں اسپر حضور خواجہ صاحب نے فرمایا آرے ایں چنیں است۔"

اس عبارت نے ثابت کردیا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب بھی حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کو

توہینِ انبیاء کے الزام میں بری خیال کرتے ہیں اور باوجود مکفر مولوی کے حوالجات دکھانے کے جن سے اُن کے خیال میں توہین نکلتی تھی حضرت خواجہ صاحبؒ نے کچھ توجہ نہیں فرمائی اور اس جواب کو صحیح سمجھا جو حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی طرف سے دیا گیا اور مولوی غلام احمد صاحب اختر نے اسے خواجہ صاحب کی خدمت میں بیان کیا۔

۸۔ فتویٰ تکفیر میں بزرگانِ سلف کی احتیاط

گذشتہ علماء نے اس امر کی تصریح کی ہے کہ کسی دوسرے شخص کے کلام کا اپنی طرف سے ایک نتیجہ نکال کر اس نتیجہ کی بناء پر اُسے کافر کہنا۔ حالانکہ وہ اس مُراد و مطلب سے انکار کر رہا ہو سخت غلطی ہے۔ حتی الوسع یہ کوشش کرنی کرنی چاہیئے کہ اس کلام کا کوئی اچھا مطلب نکل سکے چنانچہ لکھا ہے:۔

(۱) وَاَمَّا مَنْ کَفَّرَ النَّاسَ بِمَا تَؤُوْلُ اِلَیْہِ اَقْوَالُھُمْ فَخَطَاءٌ۔ (الملل والنحل جلد ۳ صفحہ ۲۵) کہ وہ شخص جو دوسرے لوگوں کو کافر کہتا ہے بسبب اُن نتائج اور لزومات کے جو انکی باتوں سے پیدا ہوتے ہیں یا لازم آتے ہیں وہ غلطی کرتا ہے۔

(۱) لَا یُفْتٰی بِتَکْفِیْرِ مُسْلِمٍ اَمْکَنَ حَمْلُ کَلَامِہٖ عَلٰی مَحْمَلٍ حَسَنٍ (اشباہ والنظائر مع شرح حموی صفحہ ۱۷۵) کسی ایسے مسلمان کو کافر نہیں کہنا چاہیئے جس کے کلام کا کوئی اچھا مطلب نکل سکتا ہو۔ اگر ان تصریحات کی روشنی میں اُن اعتراضات کو دیکھا جائے۔ جو مولوی صاحبان نے توہین کے الزام میں کئے ہیں۔ اور پھر بالمقابل اُن تصریحات کو بھی مدّنظر رکھا جائے جو حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے بار بار اپنی کتابوں میں بیان کی ہیں جن کو نظر انداز کر کے اور بخلاف منشائے قائل معنی لیکر اعتراض کئے گئے ہیں تو ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ہمارے مخالف مولوی صاحبان کا یہ رویہ بزرگانِ سلف کی تصریح کے خلاف ہے۔ انھیں چاہیئے تھا کہ ان عبارتوں سے وہی معنی مراد لیتے جو حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی تصریحات سے ثابت ہیں نہ کہ وہ معنی جو کھینچ تان کر اور سیاق و سباق کو چھوڑ کر انھوں نے غلط اجتہاد کئے۔ الغرض توہینِ انبیاء کا الزام بھی محض ہے اور حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی ذاتِ مبارک اس الزام سے بکلی مبرا اور پاک ہے۔ میں اس الزام کے جواب کو حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کے کلام مبارک پر ختم کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں:۔ ”اس میں کچھ شک نہیں کہ باوجود ہزارہا نشانوں کے جو خدا نے میرے لئے دکھلائے پھر بھی میں سخت تکذیب کا نشانہ بنایا گیا ہوں اور میری کتابوں کے یہودیوں کی طرح معنے محرف مبدل کر کے اور بہت کچھ اپنی طرف سے ملا کر میرے پر صدہا اعتراض کئے گئے ہیں کہ گویا میں ایک مستقل نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں اور قرآن کو چھوڑتا ہوں اور گویا میں خدا کے نبیوں کو گالیاں نکالتا ہوں اور توہین کرتا ہوں اور گویا میں معجزات کا منکر ہوں سو میری یہ تمام شکایت خدا تعالیٰ کی جناب میں ہے اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ اپنے فضل سے میرے حق میں فیصلہ کرے گا کیونکہ میں مظلوم ہوں۔“ (چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۹)

توہین انبیاء کے الزام میں بری خیال کرتے ہیں اور باوجود مکفر مولوی کے حوالجات دکھانے کے جن سے اُن کے خیال میں توہین نکلتی تھی حضرت خواجہ صاحبؒ نے کچھ توجہ نہیں فرمائی اور اس جواب کو صحیح سمجھا جو حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی طرف سے دیا گیا اور مولوی غلام احمد صاحب اختر نے اسے خواجہ صاحب کی خدمت میں بیان کیا۔

۸۔ فتویٰ تکفیر میں بزرگانِ سلف کی احتیاط

گذشتہ علماء نے اس امر کی تصریح کی ہو کہ کسی دوسرے شخص کے کلام کا اپنی طرف سے ایک نتیجہ نکالکر اس نتیجہ کی بناء پر اُسے کافر کہنا۔ حالانکہ وہ اس مراد و مطلب سے انکار کر رہا ہو سخت غلطی ہو۔ حتی الوسع یہ کوشش کرنی کرنی چاہیئے کہ اس کلام کا کوئی اچھا مطلب نکل سکے چنانچہ لکھا ہو:۔

(۱) وَ اَمَّا مَنْ کَفَّرَ النَّاسَ بِمَا تَؤُوْلُ اِلَیْهِ اَقْوَالُهُمْ فَخَطَأٌ۔ (الملل و النحل جلد ۳ صفحہ ۲۵) کہ وہ شخص جو دوسرے لوگوں کو کافر کہتا ہو بسبب اُن نتائج اور لزومات کے جو اُنکی باتوں سے پیدا ہوتے ہیں یا لازم آتے ہیں وہ غلطی کرتا ہو۔

(۱) لَا یُفْتیٰ بِتَکْفِیْرِ مُسْلِمٍ اَمْکَنَ حَمْلُ کَلَامِهٖ عَلیٰ مَحْمَلٍ حَسَنٍ (اشباہ و النظائر مع شرح حموی صفحہ ۱۷۵) کسی ایسے مسلمان کو کافر نہیں کہنا چاہیئے جسکی کلام کا کوئی اچھا مطلب نکل سکتا ہو۔ اگر ان تصریحات کی روشنی میں اُن اعتراضات کو دیکھا جائے۔ جو مولوی صاحبان نے توہین کے الزام میں کئے ہیں۔ اور پھر بالمقابل اُن تصریحات کو بھی مدِ نظر رکھا جائے جو حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے بار بار اپنی کتابوں میں بیان کی ہیں جنکو نظر انداز کر کے اور بخلاف منشائے قائل معنی لیکر اعتراض کئے گئے ہیں تو ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ ہمارے مخالف مولوی صاحبان کا یہ رویہ بزرگانِ سلف کی تصریح کے خلاف ہو۔ انھیں چاہیئے تھا کہ اِن عبارتوں سے وہی معنی مراد لیتے جو حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی تصریحات سے ثابت ہیں نہ کہ وہ معنی جو کھینچ تان کر اور سیاق و سباق کو چھوڑ کر انھوں نے غلط اجتہاد کئے۔ الغرض توہین انبیاء کا الزام بھی محض ہو اور حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی ذات مبارک اس الزام سے بکلی مبرا اور پاک ہو۔ میں اس الزام کے جواب کو حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کے کلام مبارک پر ختم کرتا ہوں آپ فرماتے ہیں:۔ "اس میں کچھ شک نہیں کہ باوجود ہزار ہا نشانوں کے جو خدا نے میرے لیئے دکھلائے پھر بھی میں سخت تکذیب کا نشانہ بنایا گیا ہوں اور میری کتابوں کے بیہودیوں کیطرح محرف مبدل کر کے اور بہت کچھ اپنی طرف سے ملا کر میرے پر صدہا اعتراض کئے گئے ہیں کہ گویا میں ایک مستقل نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں اور قرآن کو چھوڑتا ہوں اور گویا میں خدا کے نبیوں کو گالیاں نکالتا ہوں اور توہین کرتا ہوں اور گویا میں معجزات کا منکر ہوں سو میری یہ تمام شکایت خدا تعالیٰ کی جناب میں ہو اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ اپنے فضل سے میرے حق میں فیصلہ کرے گا کیونکہ میں مظلوم ہوں۔" (چشمہ معرفت صفحہ ۳۱۹)

ساتویں وجہ تکفیر کا ردّ

ساتویں وجہ تکفیر یہ بیان کیجاتی ہے کہ مرزا صاحب نے اُمت محمدیہ کی توہین کی ہے۔ اس الزام میں چار اعتراض کئے جاتے ہیں:۔

اعتراض اوّل یہ کہ مرزا صاحب نے حیات مسیح کے عقیدے کو شرک عظیم بتایا ہے۔ (الاستفتاء عربی صہ ۳۹) اور اس عقیدہ رکھنے والے کو مشرکانہ عقائد کا حامی قرار دیا ہے۔ (دافع البلاء صہ ۱۵) اور وفات مسیح نہ ماننے والے کو قرآن کا کافر کہا ہے۔ (استفتاء صہ ۴۴)

لیکن قبل ازیں خود ہی عیسےٰ ابن مریم کی آمد کو متواترات سے قرار دیکر انپر ایمان نہ لانے کو ایمان کے خطرہ میں ڈالنے کا موجب فرمایا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ "یہ کمال درجہ کی بے نصیبی اور بھاری غلطی ہے کہ یکلخت تمام حدیثوں کو ساقط الاعتبار سمجھ لیں۔ اور ایسی متواتر پیشگوئیوں کو جو خیر القرون میں ہی تمام ممالک اسلام میں پھیل گئی تھیں اور مسلمات میں سے سمجھی گئی تھیں۔ یکلد موضوعات داخل کر دیں۔ یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنیکی پیشگوئی ایک اول درجہ کی پیشگوئی ہے جسکو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے اور جسقدر صحاح میں پیشگوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیشگوئی اسکے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اول درجہ اسکو حاصل ہے" (ازالہ اوہام صہ ۲۳۱)

پس جب مسیح ابن مریم کی پیشگوئی مرزا صاحب کے قول کی رو سے متواترات سے ہوئی۔ کہ قرون اولیٰ میں تمام ممالک اسلامی میں پھیل گئی۔ اور مسلمات میں سے بنگئی۔ تو اب اسی عقیدہ کو شرک اور عقیدہ والوں کو مشرک ٹھہرانا کھلے طور پر قرون اولیٰ سے لیکر آجتک کے تمام امتیوں کو مشرک بنانا ہے اور یہ تمام اُمت محمدیہ کی ایسی توہین ہے جس سے کفر لازم آتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ تمام اُمت محمدیہ کیطرف ایسی بات منسوب کرنا جس سے ساری اُمت کی تذلیل و تکفیر ہو۔ کفر ہے۔ چنانچہ شرح شفا مولفہ ملا علی قاری جلد ۲ صہ ۵۲۱ میں لکھا ہے کہ ہم ایسے انسان کو یقینی کافر کہہ سکتے ہیں۔ جو ساری اُمت کیطرف تذلیل و تکفیر کی بات منسوب کرے پس مرزا صاحب کافر ہوئے۔

جواب اوّل یہ اعتراض ایک معمولی مغالطہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ جو ایک چھوٹی سی بات سمجھ لینے سے بالکل باطل ہو جاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ مسیح موعودؑ کی آمد کی پیشگوئی اور چیز ہے اور اس پیشگوئی کا یہ مطلب کہ واقعی حضرت مسیح عیسےٰ ابن مریم نبی اسرائیلی ہی آئیں گے۔ یہ اور چیز ہے۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اور ویسا ہی فرق ہے۔ جیسا ختم نبوۃ کی بحث میں میں بتا آیا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا تو متواترات سے ہے۔ مگر خاتم النبیین کا وہ مفہوم جو فریق مخالف لیتا ہے۔ یہ اجماعی امر نہیں اور

نہ متواترات سے ہے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے آمدِ مسیح موعودؑ کی پیشگوئی متواترات سے قرار دی ہے نہ کہ اس پیشگوئی کے اس مفہوم کو جو فریق مخالف مراد لیتا ہے یعنی انہیں حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا جو یہودیوں کی اصلاح کیلئے آچکے ہیں۔ پھر دنیا میں تشریف لانا۔ اس مفہوم کو حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے ہرگز متواترات سے قرار نہیں دیا۔ لہذا اجتک یہ نہ ثابت کیا جائے کہ قرون اولیٰ سے لیکر آجتک مسیحؑ کی آمد کا یہی مطلب رہا ہے کہ واقعی اور حقیقی طور پر وہی عیسےٰ ابن مریم آئیں گے۔ اور اسی مفہوم کو حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے پہلے متواترات سے قرار دیا تھا۔ اور پھر اسی کو شرک بتایا ہے۔ تب تک آپؑ کو ساری اُمت کی تضلیل و تکفیر کا مرتکب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور نہ ہی یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ پہلے مرزا صاحب نے اسکو متواتر قرار دیا۔ پھر اسکو شرک کیوں بتایا اسلئے کہ جسے متواتر فرمایا ہے۔ وہ صرف ایک پیشگوئی ہے۔ کہ مسیح موعود آئیگا۔ لیکن جسے شرک قرار دیا ہے۔ وہ صرف یہ ہے۔ کہ مسیح ناصری زندہ ہیں۔ فوت نہیں ہوئے۔ اور کہ وہی دوبارہ آئیں گے۔

چنانچہ اس مفہوم کے متواترات سے نہ ہونیکی تصریحات کتاب ازالہ اوہام میں ہی مندرج ہیں:۔

(۱) "اور یہ دعویٰ کہ تمام صحابہؓ اور اہل بیت اسی طرح مانتے چلے آئے ہیں۔ جیسا کہ ہم یہ بالکل لغو اور بلا دلیل ہے۔" (ازالہ اوہام ص۲۹)

(۲) "اب ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ کہ ہرگز خیر القرون کا اس امر پر اجماع ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ ضرور حضرت مسیح دمشق میں ہی نازل ہونگے۔" (ازالہ اوہام ص۷۱)

(۳) "اگر یہ کہو کہ مسیح موعود کا آسمان سے دمشق کے منارہ کے پاس اترنا تمام مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے۔ تو اسکا جواب بہ اسی رسالہ میں لکھ چکا ہوں۔ کہ اس بات پر ہرگز اجماع نہیں۔" (ازالہ اوہام ص۸۳)

(۴) "ان سب میں سے کسی نے یہ دعوےٰ نہیں کیا کہ یہ تمام الفاظ و اسماء ظاہر پر ہی محمول ہیں۔ بلکہ صرف صورت پیشگوئی پر ایمان لے آئے ہیں۔ پھر اجماع کس بات پر ہے۔" (ازالہ اوہام ص۸۶، ۸۵)

(۵) "اب خیال کرنا چاہیئے کہ اس حدیث کے مضمون پر اجماع کا دعویٰ کرنا اور یہ کہنا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے آجتک اسی پر اتفاق اکابر اسلام رہا ہے کسقدر افترا ہے۔" (ازالہ اوہام ص۱۰۱)

ان حوالجات سے ثابت ہے کہ نفس پیشگوئی پر سب کا ایمان ہے۔ اور صرف صورتِ پیشگوئی متواترات سے ہے مگر اسکا وہ مفہوم جو مولوی صاحبان لیتے ہیں۔ اور پھر اس مفہوم کو اجماعی عقیدہ قرار دیتے ہیں۔ وہ متواترات سے نہیں ہے۔

پس حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب علیہ السلام کا اس عقیدہ حیات مسیح کو شرک عظیم قرار دینا

یہ مطلب نہیں رکھتا۔ کہ آپؑ نے ساری اُمت کو مشرک کہا ہے۔ کیونکہ آپؑ تو خیر القرون کو اس عقیدہ کا قائل ہی نہیں بتاتے۔ رہے خیر القرون کے بعد آنیوالے لوگ تو وہ بھی سب کے سب اس عقیدے کے قائل نہیں تھے کیونکہ آپؑ نے ان میں سے "وفاتِ مسیح" ماننے والوں کے اپنی اس کتاب میں بھی حوالے دیئے ہیں۔ اور دوسری کتابوں میں بھی۔ پس وہ بھی سب کے سب عقیدۂ حیاتِ مسیح کے قائل نہ ہوئے۔ بلکہ اُن میں سے کچھ یا اکثر ایسے لوگ جن کو وفاتِ مسیح کی تصریح کر دینے والے آئمہ کی صحبت میسر نہ آئی۔ قائلِ حیات سمجھے جائیں گے۔ مگر اس شرط سے کہ انہوں نے صراحت کے ساتھ اپنے خیالات متعلقہ حیاتِ مسیح کا اظہار کر دیا ہو۔ لیکن مشرک تو حضرت اقدسؑ نے اُن کو بھی قرار نہیں دیا ہے۔ کیونکہ آپؑ فرماتے ہیں :۔

(۱) "پہلوں نے اگر وفاتِ مسیح کے مسئلہ میں اجتہادی غلطی کھائی تب بھی انکو ثواب ہے۔ کیونکہ مجتہد کے متعلق لکھا ہے۔ قَدْ یُخْطِیُٔ وَ یُصِیْبُ۔ کبھی خطا کرتا ہے کبھی صواب۔" (احمدی اور غیر احمدی میں فرق صفحہ ۵)

(۲) اور فرماتے ہیں: "جن لوگوں نے مجھ سے پہلے اس بارے میں غلطی کی ہے۔ اُن کو وہ غلطی معاف ہے۔ کیونکہ اُن کو یاد نہیں دلایا گیا تھا۔ اُنکو حقیقی معنے خدا کے کلام کے سمجھائے نہیں گئے تھے۔ پر میں نے تم کو یاد دلایا۔ اور صحیح صحیح معنے سمجھا دیئے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو غلطی کے لئے رسمی تقلید کا ایک عذر تھا لیکن اب کوئی عذر باقی نہیں۔" (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۱۲ طبع دوم)

اور جس مقام پر فِیْ زَمَانِنَا عقیدہ حیاتِ مسیح کو شرک قرار دیا ہے عین اس مقام پر فرماتے ہیں:

(۳) اَمَّا الْمُتَقَدِّمُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَلَمْ یَصْدُرْ مِنْهُمْ هٰذَا الْقَوْلُ اِلَّا عَلٰی طَرِیْقِ الْعِثَارِ وَالْعَثْرَةِ۔ فَهُمْ قَوْمٌ مَعْذُوْرُوْنَ عِنْدَ الْحَضْرَةِ بِمَا كَانُوْا خَاطِئِیْنَ غَیْرَ مُتَعَمِّدِیْنَ وَمَا اَخْطَاُوْا اِلَّا مِنْ وَجْهِ الطَّبَائِعِ السَّاذِجَةِ وَاللّٰهُ یَعْفُوْا عَنْ كُلِّ مُجْتَهِدٍ یَجْتَهِدُ بِصِحَّةِ النِّیَّةِ۔" (الاستفتاء صفحہ ۳۹) یعنے پہلے مسلمان جن سے یہ قول (حیاتِ مسیح کا) صرف ایک لغزش کے طریق پر صادر ہوا۔ وہ خدا کے نزدیک معذور ہیں۔ کیونکہ اُن سے سہواً خطا ہوئی۔ بالقصد انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ اور یہ خطا بھی اُن کی سادہ طبائع کی وجہ سے سرزد ہوئی۔ اور خدا تعالیٰ ہر اُس کو معاف کرتا ہے۔ جو صحت نیت سے اجتہاد کرے۔

حاصل کلام یہ کہ مخالف حضرات کا الزام تو یہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے تمام اُمّتِ محمدیّہ کو (جس میں بڑے بڑے بزرگ اور فانی فی اللہ مردانِ خدا گزرے ہیں) عقیدۂ حیاتِ مسیح کی وجہ سے مشرک قرار دیکر سخت توہین کی ہے۔ لیکن حضرت اقدس علیہ السلام نے تمام کی توہین تو کیا۔ اُن میں سے بعض کی بھی عقیدۂ حیاتِ مسیح کی وجہ سے توہین نہیں کی ہے۔ کیونکہ اوّل تو آپؑ کے نزدیک تمام اُمّت اس عقیدے کی قائل ہی

نہیں تھی۔ اور خیر القرون میں کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں تھا۔ اور خیر القرون کے بعد جن لوگوں کا یہ عقیدہ ثابت ہو جائے اُن کی بابت آپ نے یہ فرمادیا ہے کہ وہ قصور فہم کی وجہ سے معذور تھے۔ اور نہ صرف یہی کہ معذور تھے۔ بلکہ مستحق ثواب بھی۔ کیا مشرک کہنا اور توہین کرنا اسی کا نام ہے۔ افسوس۔

حضرت اقدس ؑ سے پہلے گذرے ہوئے تمام امتی لوگوں کے متعلق تو آپؑ کا یہ فیصلہ ہی باقی رہے آپ کے زمانے والے تو کیا وہ کُل کے کُل قائل حیات مسیح ہیں؟ ہرگز نہیں۔ تمام کے تمام معتزلہ اور تمام کے تمام سر سید احمد خاں کے ہم خیال حضرت مسیح کی وفات کے قائل ہیں۔ (علامہ شبلی نعمانی بھی قائل وفات مسیح تھے اور موجودہ دور کے شہرہ آفاق انسان ابو الکلام آزاد بھی حتیٰ کہ باوجود اشد ترین مخالف احمدیان ہونے کے مولوی ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار بھی اور سب پر طرّہ یہ کہ دیوبندی علماء کے مسلمہ مقتدا و پیشوا علامہ سید رشید رضا صاحب ایڈیٹر رسالہ المنار مصر اور اُن کے اُستاد با وقار مفتی محمد عبدہ بھی۔ شیعہ علماء میں سے بھی وفات مسیح کے ماننے والے ہیں۔ رہ گئے اس زمانے کے وہ لوگ جو حیات مسیح کے قائل ہیں تو چونکہ حضرت اقدس علیہ السلام نے اس مسئلہ کے متعلق بہت کچھ لکھا اور قرآن و حدیث کی رُو سے بڑی وضاحت اور صراحت سے حضرت مسیحؑ کا فوت ہو جانا ثابت فرمایا ہے۔ اسلئے ان لوگوں کے واسطے جواب بھی حیات مسیح کے قائل ہیں۔ اور قرآن و حدیث کے دلائل بے پرواہی کے ساتھ نظر انداز کردیں۔ حیات مسیح کا عقیدہ شرک قرار دیا ہے۔ مگر اس شرک کی بھی تفسیر کردی۔ کہ یہ عقیدہ مبداء شرک اور منجر الی الشرک ہونے کی وجہ سے شرک ہے یعنی بطور مآل و انجام کے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

(۱) "تمام جہان میں سے کسی ایک شخص کو بعض وجوہ کی خصوصیت دینا جو دوسروں کیواسطے نہیں۔ ایک مبدء شرک ہے۔" (احمدی غیر احمدی میں فرق صہ۳)

(۲) اور فرماتے ہیں:۔ "حالانکہ نظیر کا پیش کرنا دو وجہ سے ضروری تھا۔ ایک اس غرض سے کہ حضرت عیسےٰ کا زندہ رہنا اور آسمان کیطرف اٹھایا جانا ان کی ایک خصوصیت ٹھہر کر منجر الی الشرک نہ ہو جائے۔" (تحفہ گولڑویہ صہ۱۲)

اور حضرت اقدس ؑ کے عقیدہ حیات مسیح کو مبدء شرک یا منجر الی الشرک فرمانے کا ثبوت واقعات نے پیش کردیا ہے۔ کہ لاکھوں فرزندانِ توحید آغوش اسلام سے نکل کر قعر تثلیث میں گر پڑے ہیں۔ اور جتنے مشہور مصنف و لیکچرار تیس چالیس سال پہلے ہوئے یا اب موجود ہیں۔ اور جنہوں نے اسلام کے خلاف حد سے زیادہ زہر اگلا یا اب اگل رہے ہیں۔ وہ مسلمانوں ہی میں سے گئے ہیں مثلاً پادری مولوی عماد الدین۔ پادری مولوی رجب علی پادری مولوی حمید الدین۔ پادری مولوی حسام الدین۔ پادری مولوی صفدر علی۔ پادری مولوی عبداللہ آتھم

پادری مولوی احمد شاہ۔ پادری حافظ مولوی احمد مسیح۔ پادری مولوی عبدالحق۔ پادری مولوی ایس۔ ایم۔ پال، پادری برکت اللہ، پادری فتح مسیح وغیرہم فَوَيْلٌ لِلْغَافِلِيْنَ الْمُتَكَبِّرِيْنَ۔

جواب دوئم یہ شرعی مسئلہ ہے کہ ایک گناہ کو کفر تو کہہ دیتے ہیں۔ مگر اس گناہ کے مرتکب کو کافر نہیں کہتے یا ایک گناہ کو شرک بھی کہا جاتا ہے۔ مگر کرنیوالے کو مشرک نہیں کہا جاتا۔ مثلاً:۔

(۱) "بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ" (مسلم جلد اول مصری ص۴۸ و مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ ص۵۸) یعنے بندے اور شرک اور کفر کے درمیان نماز پڑھنے نہ پڑھنے کا فرق ہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ نماز نہ پڑھنا کفر اور شرک ہے۔ لیکن نماز نہ پڑھنے والے کو مشرک اور کافر نہیں کہتے۔ یہ حدیث ایک آیت کا ترجمہ ہے جو سجدہ روم ع۴ میں آئی ہے۔ وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یعنی نماز قائم کرو اور مشرک نہ بنو۔ باوجود اس تصریح کے پھر بھی تارک الصلوٰۃ کو مشرک نہیں کہا جاتا۔

(۲) "اَلتَّحَدِّيْثُ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ شُكْرٌ وَتَرْكُهُ كُفْرٌ" (ہدیہ مجددیہ ص۶۴) یعنی خدا تعالےٰ کی نعمت کا اظہار کرنا شکر کہلاتا ہے۔ اور اظہار نہ کرنا کفر ہے۔ مگر ایسے انسان کو جو نعمت الٰہی کا اظہار نہ کرے کافر نہیں کہتے۔

(۳) نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "اَرْبَعٌ فِيْ اُمَّتِيْ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ لَنْ يَّدَعَهُنَّ النَّاسُ اَلنِّيَاحَةُ ـ وَالطَّعْنُ فِي الْاَحْسَابِ وَالْعَدْوٰى اَجْرَبَ بَعِيْرٌ فَاَجْرَبَ مِائَةَ بَعِيْرٍ مَنْ اَجْرَبَ الْبَعِيْرَ الْاَوَّلَ وَالْاَنْوَاءُ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا" (ترمذی باب کراہیۃ النوح ص۱۶۳)

یعنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چار باتیں میری امت میں زمانہ جاہلیت کی سی ہیں۔ (۱) بین کرنا (۲) حسب ونسب پر طعن کرنا وغیرہ۔ اس حدیث کی ایک روائیت مسلم جلد ا ص۵۸ مصری میں یوں ہے کہ "اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ اَلطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ" یعنی دو باتیں لوگوں میں کفر کی ہیں۔ مردہ پر رونا۔ اور حسب ونسب پر طعن کرنا۔ مگر ایسے کام کرنیوالے کو کافر نہیں کہتے۔

(۴) ایسا ہی حدیث میں ہے "مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ"۔ (ترمذی باب فی کراہیۃ الحلف بغیر اللہ ص۲۴۰ و مشکوٰۃ باب الایمان والنذور ص۲۹۶) یعنی جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی۔ اس نے شرک کیا۔ مگر ایسے انسان کو مشرک نہیں کہا جاتا اور نہ مشرک سمجھ کر جہنمی سمجھا جاتا ہے۔

ان چاروں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کے "عقیدہ حیات مسیح" کو شرک قرار دینے سے اس کے تمام قائلوں کو مشرک کہنا یا سمجھنا لازم نہیں آتا۔

دوسرا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے نہ ماننے والوں کو "ذُرِّيَّةُ الْبَغَايَا" کہکر مسلمانوں کو ولد الحرام اور شریف خواتین کو حرام کار عورتیں یعنی رنڈیاں کہا ہے۔

جواب اوّل ذریتہ البغایا سے یہ مطلب لینا کسی طرح صحیح نہیں بلکہ بالکل ہی غلط اور لغو ہے۔ اس لئے کہ (۱) بغیہ جو بغایا کا مفرد ہے۔ کتب لغت میں اس کے معنی رشد یعنی ہدایت کی ضد لکھے ہیں۔

(دیکھو تاج العروس۔ جلد دہم صفحہ ۱۴) اور انہیں معنوں کی رو سے اِبْنُ الْبَغِیَّۃِ اس لڑکے کو کہتے ہیں۔ جو رشد اور ہدایت سے خالی ہو۔ اس لحاظ سے ذُرِّیَّۃُ الْبَغَایَا وہ لوگ ہوئے جو رشد اور ہدایت سے محروم ہیں۔

(۲) بغیہ مطلق عورت کو کہتے ہیں فاجرہ ہونا شرط نہیں۔ چنانچہ لغت میں لکھا ہے۔ "اَلْبَغِیُّ الْاَمَۃُ الْفَاجِرَۃُ کَانَتْ اَوْ غَیْرُ فَاجِرَۃٍ" ۔ (تاج العروس) اس صورت میں لیپنے نہ ماننے والوں کو ذریتہ البغایا کہنے کا یہ مطلب ہوگا کہ زن خصال یعنی ضدی اور ہٹ دھرم لوگ یا ضعیف القلب اور ضعیف الفہم لوگ مجھے نہیں مانیں گے۔ کیونکہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں زیادہ ہوتی ہیں۔ ضد اور ہٹ بھی جسکی وجہ سے تریاہٹ زبان زد خلائق ہے۔ اور ضعف قلب یا ضعف فہم بھی جسکو سب جانتے ہیں۔

(۳) عربی زبان میں مفسد و شریر کو یا حاسدوں کی خباثت اور کمینگی ظاہر کرنے کے لئے بھی ایسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً یَا ابْنَ الْفَاعِلَۃِ۔ یعنی اے زانیہ کے بیٹے درنڈی کے بچے بلکہ بعض اوقات محض غصے کے اظہار کے لئے بچوں کو بھی یَا ابْنَ الْخَنَا۔ یَا ابْنَ ذَاتِ السَّیِّئَاتِ۔ یَا ابْنَ الفَاحِشَۃِ یَا وَلَدَ الزِّنَا۔ یَا ابْنَ اللَّقِیْطَۃِ۔ کہدیتے ہیں۔ اس سے مقصود صرف اس شخص کی بدخصلتی کا اظہار ہوتا ہے نہ کہ اسکو حرام کی اولاد اور اس کی ماں کو حرام کار کہنا۔ چنانچہ مشہور شاعر متنبّی اپنے حاسدوں اور چغلخوروں کے حق میں کہتا ہے ؎

وَتُنْکِرُ مَوْتَہُمْ وَاَنَا سُہَیْلٌ ٭ طَلَعْتُ بِمَوْتِ اَوْلَادِ الزِّنَاءِ

یعنی اے علی بن اسحاق آپ ان حاسدوں چغلخوروں کی موت کا تعجب کرتے ہیں حالانکہ میں سہیل ستارہ ہوں جوان خیوان سرشت بدباطنوں کی موت کے لئے طلوع کیا ہوں۔

(۴) مولانا نظامی نے اپنے قصیدہ فخریہ میں اس عربی شعر کو اس طرح پر بیان کیا ہے ؎

ولد الزنا ست حاسد منم آنکہ طالع من ٭ ولد الزنا کش آمد چو ستارہ یمانی

(دیوان متنبی مترجم ذوالفقار علی دیوبندی صفحہ ۱۶)

(۵) نہ صرف اس پر بس ہے۔ بلکہ ہمارے مخالف علماء دیوبند بھی مسلمان اہلسنت والجماعت کہلانیوالوں کو ولدالزنا اور اُن کی عورتوں بہتوں ماؤں کو زناکار عورتیں قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی نے بریلی کے احمد رضا خاں صاحب کے ماننے والوں اہلسنت والجماعت کہلانیوالوں کے خلاف ایک کتاب لکھی ہے۔ جسکا نام ہے "الکوکب الیمانی علیٰ اولاد الزوانی" رکھا ہے جسمیں اُن ہزاروں لاکھوں انسانوں کو ولدالزنا کہا ہے۔ جو احمد رضا خاں کے ماننے والے ہیں۔ اور دیوبندیوں کے

خلاف ہیں۔ حالانکہ کوئی عقلمند یہ باور نہیں کر سکتا کہ محض دیو بندیوں کے مخالف ہونے کی وجہ سے وہ ہزاروں لاکھوں عورتیں واقعی زنا کار اور وہ سب اہلسنت والجماعت (رضائی پارٹی) ولد الزنا ہیں۔

کسقدر تعجب کا مقام ہے کہ ہمارے مخالف علماء اپنے مخالفوں کو معمولی معمولی بات پر اولاد الزوانی کہدیں تو جائے اعتراض نہ ہو۔ مگر حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام اپنے شدید ترین دشمنوں کے متعلق بوجہ گمراہی یا حد درجہ کی کمینگی کے ذریۃ البغایا کہدیں تو فتوی کے مستحق ہوں۔

(۶) حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ بھی اس رنگ میں فرماتے ہیں:۔

"مَنْ شَهِدَ عَلَيْهَا بِالزِّنَاءِ فَهُوَ وَلَدُ الزِّنَا" (کتاب الوصیۃ صا۳۱ مطبوعہ حیدر آباد)

یعنی جو حضرت عائشہ صدیقہؓ پر زنا کی تہمت لگاتا ہے وہ خود ولد الزنا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس جگہ ولد الزنا سے بدطینت و بدخو اور برائی میں حد سے بڑھ جانیوالے لوگ مراد ہیں نہ کہ زنا کی اولاد۔ اور اس میں صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ حضرت عائشہؓ پر زنا کی تہمت لگانیوالے خود بدکار و زانی ہیں۔ نہ یہ کہ اُن کی مائیں بدکار و بد افعال ہیں۔ اور اس طرز پر حضرت اقدس علیہ السلام کے الفاظ "ذریۃ البغایا" کا یہ مطلب ہو گا۔ کہ نیک طینت و سعید الفطرت تو مجھے قبول کرتے اور مانتے رہیں گے لیکن جو شرارت و خباثت اور بدیوں میں حد سے بڑھ جانے والے ہیں وہ مجھے قبول نہیں کریں گے۔ اور اس لحاظ سے وہی خاص لوگ مراد ہونگے جو کسی نہ کسی لحاظ سے ذریۃ البغایا کہلانے کے مستوجب ہوں۔ نہ کہ تمام لوگ۔

(۷) ایسا ہی شریر انسانوں کو جو کفار مکہ اور بت پرستوں کے سرگروہ تھے ذُرِّيَّةَ الشَّيْطَانِ کہا ہے أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي (کہف ع) کیا واقعی وہ شیطان کے بیٹے تھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ صرف اُن کی شیطنیت کیوجہ سے ایسا کہا گیا۔ اور عربی پر ہی کیا منحصر ہے ہر زبان میں اس قسم کے الفاظ پائے جاتے ہیں مثلاً فارسی میں بچۂ سگ۔ بچۂ خر۔ وغیرہ۔ اور اردو میں اُلو کا پٹھا۔ گدھے کا بچہ۔ سوئر کا بچہ۔ اور ان الفاظ سے صرف مخاطب کی خراب حالی ظاہر کرنی منظور ہوتی ہے۔ نہ کہ اس کے لفظی معنی کا اظہار۔

پس ذُرِّيَّةُ الْبَغَايَا سے بدخصلت اور بداعمال لوگ مراد ہو سکتے ہیں نہ کنچنیوں کی اولاد۔

جیسا کہ میں ظاہر کر چکا ہوں۔ آئینہ کمالات اسلام ۱۸۹۳ء کی کتاب ہے۔ اگر ذریۃ البغایا کے وہی معنی ہوتے جو مخالف مولویوں نے بیان کئے ہیں۔ تو جملہ "الَّذِينَ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ" کے الفاظ کا جو ذریۃ البغایا سے ملے ہوئے اُن کی تفسیر کر رہے ہیں مطلب یہ ہوتا کہ جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو قبول نہیں کیا ہے۔ وہ سب کے سب ذریۃ البغایا ہیں۔ اور ان سب کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے۔ اب انہیں کوئی بھی آپؑ کو قبول نہیں کریگا۔ لیکن آپؑ تو تریاق القلوب میں جو ۱۸۹۹ء کی

کتاب ہے۔ فرماتے ہیں:۔

لوائے ما پنہ ہر سعید خواہد بود	ندائے فتح نمایاں بنامِ ما باشد
عجب مدار اگر خلق سوئے ما یدوند	کہ ہر کجا کہ غنی می بود گدا باشد

میرا جھنڈا ہر سعید کے لئے پناہ ہوگا۔ فتح نمایاں کا مژدہ میرے نام کے ساتھ ہے۔ تعجب نہ کر۔ اگر مخلوق میری طرف دوڑے۔ کیونکہ جہاں کہیں سخی ہوتا ہے حاجت مند بھی ہوتا ہے۔ (تریاق القلوب صہ)

(۲) اور براہین احمدیہ حصہ پنجم صنا میں جو ۱۹۰۸ء کی کتاب ہے۔ فرماتے ہیں:۔

ے ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج ۔ جس کی فطرت نیک ہے وہ آئیگا انجام کار

(۳) پھر براہین احمدیہ حصہ پنجم صہ۶۹ میں اپنے الہامات کا یوں ترجمہ فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک جو سعید ہوگا۔ وہ تجھ سے محبت کریگا۔ اور تیری طرف کھینچا جائے گا" اور آپ کا یہ فرمانا ظاہر کر رہا ہے کہ آپ کے نزدیک وہ معنی جو مخالف بیان کرتے ہیں۔ صحیح نہیں۔ کیونکہ ابھی تک جن لوگوں نے آپ کو قبول نہیں کیا ہے۔ اُن میں بھی نیک طینت اور سعید الفطرت لوگوں کا ہونا آپ کو تسلیم ہے۔ جن کے اپنی طرف آجانے کا آپ اظہار فرما رہے ہیں۔

پس ذریۃ البغایا کے خواہ کوئی معنے کئے جائیں۔ کل انسان اس کے مصداق نہیں ہو سکتے بلکہ وہ خاص لوگ ہوں گے جن میں ذریۃ البغایا ہونے کی حالت پائی جائے۔

جواب دوئم خود حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کے کلام میں بھی جا بجا اس اعتراض کا جواب موجود ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

(۱) "سو ہماری اس کتاب اور دوسری کتابوں میں کوئی لفظ یا اشارہ ایسے معزز لوگوں کی طرف نہیں ہے۔ جو بدزبانی اور کمینگی کے طریق کو اختیار نہیں کرتے"۔ (ایام الصلح ٹائیٹل صہ)

(۲) "وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھَتْکِ الْعُلَمَآءِ الصَّالِحِیْنَ وَقَدْحِ الشُّرَفَآءِ الْمُھَذَّبِیْنَ سَوَآءً کَانُوْا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَوِ الْمَسِیْحِیِّیْنَ اَوِالْاٰرِیَۃِ۔ بَلْ لَا نَذْکُرُ مِنْ سُفَھَآءِ ھٰذِہِ الْاَقْوَامِ اِلَّا الَّذِیْنَ اشْتَھَرُوْا فِیْ فُضُوْلِ الْھَذْرِ وَالْاِعْلَانِ بِالسَّیِّئَۃِ۔ وَالَّذِیْ کَانَ ھُوَ نَقِیَّ الْعِرْضِ عَفِیْفَ اللِّسَانِ۔ فَلَا نَذْکُرُہٗ اِلَّا بِالْخَیْرِ وَ نُکَرِّمُہٗ وَ نُعِزُّہٗ وَنُحِبُّہٗ کَالْاِخْوَانِ"۔ ..... (لجۃ النور صہ۶۷) یعنے ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں نیک علماء کی ہتک سے اور شرفاء و مہذب لوگوں پر اعتراض کرنیسے۔ خواہ وہ مسلمانوں میں سے ہوں۔ یا عیسائیوں سے یا آریوں میں سے۔ بلکہ ہم تو ذکر ہی نہیں کرتے۔ ان تینوں اقوام کے بیوقوفوں میں سے مگر اُن لوگوں کا ہی جو مشہور ہو چکے ہیں بدزبانی میں اور بُرائی

ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن وہ جو اس قسم کی برائی سے بری ہے اور اپنی زبان کو روکتا ہے۔ ہم اُسے بھلائی سے یاد کرتے ہیں۔ اور اس کی عزت کرتے ہیں۔ اور بھائیوں کی طرح اس سے محبت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

(۳) "لَيْسَ كَلَامُنَا هٰذَا فِي أَخْيَارِهِمْ بَلْ فِي أَشْرَارِهِمْ" (الہدیٰ حاشیہ صفحہ ۶)

ہمارا ایسا کلام نیک اور بھلے مانسوں کے حق میں نہیں ہے۔ صرف شریروں کے لئے ہے۔

(۴) وہ کتاب جس سے ذریۃ البغایا کا اعتراض کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ایک اشتہار بھی منسلک ہے۔ اسمیں ہی یہ فرمایا ہے کہ "غرض ایسے لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں۔ انصار دین کے دشمن اور یہودیوں کے قدموں پر چل رہے ہیں۔ مگر ہمارا یہ قول کلی نہیں ہے۔ راستباز علماء اس سے باہر ہیں۔ صرف خائن مولویوں کی نسبت یہ لکھا گیا ہے۔ ہر یک مسلمان کو دعا کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ جلد اسلام کو ان خائن مولویوں کے وجود سے رہائی بخشے۔ کیونکہ اسلام پر اب ایک نازک وقت ہے۔ اور یہ نادان دوست اسلام پر ٹھٹھا اور ہنسی کرانا چاہتے ہیں۔ اور ایسی باتیں کرتے ہیں جو صریح ہر یک شخص کے نور قلب کو خلاف صدق نظر آتی ہیں" (الاشتہار صفحہ ۶)

ان حوالجات سے ظاہر ہے کہ ذریۃ البغایا سے صرف شریر النفس و بدمعاش لوگ مراد ہیں۔ نیک اور شائستہ منیں اور سنجیدہ لوگ خواہ وہ کسی مذہب اور فرقہ کے ہوں۔ ہرگز مراد نہیں۔

پس یہ الزام کہ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ نے اپنے تمام نہ ماننے والوں کو نعوذ باللہ ولد الزنا اور شریف خواتین کو معاذ اللہ رنڈیاں (کنجنیاں) کہا ہے بالکل ہی لغو و باطل اور سراسر اتہام ہے۔

لیکن یہ بات بھی قابل توجہ ہے۔ کہ حضرت اقدسؑ نے پہلے اُن لوگوں کو بالکل کچھ نہیں کہا۔ بلکہ جب اُن لوگوں نے آپکو حد سے زیادہ گالیاں دیں۔ اور آب از سر گذشت کا معاملہ ہوا۔ جیسے کہ آپؑ نے انکا نمونہ اپنی کتاب "کتاب البریۃ" صفحہ ۱۱۸ تا ۱۲۴ میں دیا ہے۔ تو پھر آپؑ نے ان کے متعلق چند الفاظ استعمال کئے ہیں۔ محض تنبیہ اور احساس دلانے کے لئے مگر سب کے لئے نہیں۔ اور نہ اُن معنے میں جو مخالفین مراد لیتے ہیں۔

تیسرا اعتراض یہ کہ مرزا صاحب نے اپنے ماننے والوں کے سوا باقی تمام کلمہ گو لوگوں کو کافر کہا ہے۔

جواب اوّل اس مسئلہ کفر کے متعلق میں کافی بحث دوسری وجہ تکفیر کے ردّ میں کر آیا ہوں یہاں صرف اتنا ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے مولویوں نے حضرت اقدس مرزا صاحبؑ اور آپؑ کے متبعین پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ اور کوئی شخص بھی نہیں بتا سکتا کہ اس فتویٰ تکفیر سے پہلے حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام نے مخالفوں کو کافر کہا ہو۔ چنانچہ

حضرت اقدس مرزا صاحبؑ خود فرماتے ہیں:۔

(۱) "لیکن میں کسی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا۔ جبتک وہ میری تکفیر اور تکذیب کر کے اپنے تئیں خود کافر نہ بنا لیوے۔ سو اس معاملہ میں ہمیشہ سے سبقت میرے مخالفوں کی طرف سے ہے کہ انہوں نے مجھ کو کافر کہا میرے لئے فتویٰ طیار کیا۔ میں نے سبقت کر کے ان کے لئے کوئی فتویٰ طیار نہیں کیا۔"
(تریاق القلوب طبع اوّل صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ ۱۸۹۹ء)

(۲) ۱۹۰۷ء میں حقیقۃ الوحی شائع ہوئی۔ اس میں بھی یہی فرمایا:۔

"میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا۔ لیکن جن میں خود انہیں کے ہاتھ سے انکی وجہ کفر کی پیدا ہو گئی ہے۔ ان کو کیونکر مومن کہہ سکتا ہوں۔" (حاشیہ صفحہ ۱۶۵)

وہ وجہ کفر یہ بتائی:۔

(۳) "یہ ایک شریعت کا مسئلہ ہے۔ کہ مومن کو کافر کہنے والا آخر کافر ہو جاتا ہے۔ پھر جبکہ قریباً دو سو مولوی نے مجھے کافر ٹھہرایا۔ اور میرے پر کفر کا فتویٰ لکھا گیا۔ اور انہیں کے فتوے سے یہ بات ثابت ہے۔ کہ مومن کو کافر کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اور کافر کو مومن کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔ تو اب اس کا سہل علاج ہے۔ کہ اگر دوسرے لوگوں میں تخم دیانت اور ایمان ہے۔ اور وہ منافق نہیں ہیں۔ تو ان کو چاہیئے کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شائع کر دیں۔ کہ یہ سب کافر ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا۔ تب میں اُن کو مسلمان سمجھ لونگا۔ بشرطیکہ ان میں کوئی نفاق کا شبہ نہ پایا جاوے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۴ و ۱۶۵)

چوتھا اعتراض

یہ کہا جاتا ہے کہ خود احمدی جماعت کا یہی مسلک ہے۔ کہ انہیں سے کوئی شخص اپنی لڑکی کا نکاح اگر کسی غیر احمدی مسلمان کے ساتھ کر دے تو اُسکو جماعت سے خارج اور کافر اور مرتد قرار دیتے ہیں۔ اور جبتک وہ پوری توبہ نہ کرے۔ اُسے احمدی نہیں سمجھتے۔ لہذا انکا رویہ اور طرز عمل بتاتا ہے کہ وہ اُمت محمدیہ کو کافر سمجھتے ہیں! اور نکاح کے معاملات میں وہ دوسرے مسلمانوں سے وہی سلوک کرتے ہیں جو کافروں سے کیا جانے کا حکم ہے۔

جواب

میں اس اعتراض کیمتعلق دوسری وجہ تکفیر کے جواب میں کافی روشنی ڈال آیا ہوں۔ اب صرف اتنا ہی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ ہم اس شخص کو جو اپنی لڑکی یا اپنی تولیت میں اپنی بھتیجی یا بہن کا رشتہ کسی غیر احمدی سے کرتا ہے غیر احمدی نہیں کہتے اور نہ کافر کہتے ہیں۔ بلکہ اُسے صرف اپنی جماعت اور تنظیم سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔ کیونکہ اس نے نظام جماعت میں رخنہ اندازی کی۔ اور اس لڑکی پر ستم ڈھایا اور اس پر سخت ظلم کیا

کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ ایسے رشتے ہو جانے پر وہ لڑکی بار بار کر غیر احمدی بنائی گئی ہے۔ اور مجبور کی گئی ہے۔ کہ حضرت اقدس علیہ السلام کو گالیاں دے۔ اور اس کے انکار کرنے پر اس کی زندگی تلخ کر دی گئی ہے۔ یہ اور اسی قسم کی اور مصلحتوں پر آپس میں نکاح نہ کرنا اور فرقوں میں بھی موجود ہے۔ مثلاً سادات جو اپنی لڑکی دوسروں کو نہیں دیتے۔ جیسا کہ ابھی حال میں بھی ایک فتویٰ (بصورت پوسٹر) اس کے متعلق شائع ہوا ہے۔ (ایگزیبٹ کرا دیا گیا۔ یہ اشتہار راولپنڈی کی طرف کے علماء کا تھا) اسی طرح بعض اور اقوام میں جو پنچائیت یا نظام کی کسی حد تک پابند ہوتی ہیں۔ یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہ وہ اپنی قوم کے سوا دوسری قوم کو رشتہ نہیں دیتیں۔ تو کیا سادات یا پنچایت والی قوموں کا یہ تعلق اس لئے ہوتا ہے۔ کہ وہ دوسروں کو کافر سمجھتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اور مصلحتوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔

پس اگر اس معاملہ میں اُن پر کوئی گرفت اور اعتراض نہیں تو احمدیوں پر اعتراض کیوں ان تمام باتوں کے علاوہ اس معاملہ کے متعلق یہ امر بھی خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ کہ ایک نظیر بھی ایسی نہیں کہ احمدی لڑکی کا غیر احمدی سے رشتہ ہو جانے یا احمدی شخص کے غیر احمدی ہو جانے پر احمدیوں کی طرف سے یہ درخواست پیش ہوئی ہو۔ کہ یہ نکاح فسخ کر دیا جائے۔ یا یہ کبھی فتویٰ شائع ہوا ہو کہ ایسا نکاح فسخ سمجھا جائے۔ یا فسخ ہو گیا۔ اور اب دوسری جگہ نکاح کر دو۔ ورنہ تعلقات زن و شوئی حرام اور اولاد ولد الحرام ہو گی۔ اور یہ بہت بڑی دلیل ہے اس امر کی کہ جو امر ہماری طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ باطل ہے۔ اور رشتہ نہ دیا جانے کا تعلق مسئلہ کفر و اسلام سے نہیں۔ بلکہ نظام معاشرت کی درستی و حفاظت کی غرض سے ہے۔

پس یہ وجہ تکفیر کہ (حضرت) مرزا صاحب نے تمام اُمت محمدیہ کو کافر کہا ہے اور توہین کی ہے۔ یہ خود اُن کے ہی خلاف ہے۔ کیونکہ سبقت اُن کی طرف سے ہے۔ اور فتویٰ اُنہیں نے دیا ہے۔ اور اُن کے مسلمات کی رُو سے وہ فتویٰ اُنہیں کی طرف لوٹتا ہے۔

مولوی صاحبان کے فتوی فسخ نکاح کے مخطورات

ایک ایک کر کے تمام وجوہ تکفیر کا رد کر دینے کے بعد اب میں یہ بتاتا ہوں کہ ہمارے مخالفین نے اُن مزعومہ وجوہ تکفیر کی بنا پر جو یہ فتویٰ دیا ہے۔ کہ نہ صرف مدعیہ و مدعا علیہ کا ہی نکاح قابل فسخ ہے۔ بلکہ ہر وہ نکاح جس کا ایک فریق احمدی ہو جائے فسخ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد تعلقات زن و شوئی حرام

کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے۔ کہ ایسے رشتے ہو جانے پر وہ لڑکی مار مار کر غیر احمدی بنائی گئی ہے۔ اور مجبور کی گئی ہے۔ کہ حضرت اقدس علیہ السلام کو گالیاں دے۔ اور اس کے انکار کرنے پر اس کی زندگی تلخ کر دی گئی ہے۔ یہ اور اسی قسم کی اور مصلحتوں پر آپس میں نکاح نہ کرنا اور فرقوں میں بھی موجود ہے۔ مثلاً سادات جو اپنی لڑکی دوسروں کو نہیں دیتے۔ جیسا کہ ابھی حال میں بھی ایک فتویٰ (بصورت پوسٹر) اس کے متعلق شائع ہوا ہے۔ (ایگزیبٹ کرا دیا گیا۔ یہ اشتہار راولپنڈی کی طرف کے علماء کا تھا) اسی طرح بعض اور اقوام میں جو پنچائیت یا نظام کی کسی حد تک پابند ہوتی ہیں۔ یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہ وہ اپنی قوم کے سوا دوسری قوم کو رشتہ نہیں دیتیں۔ تو کیا سادات یا پنچایت والی قوموں کا یہ تعامل اس لئے ہوتا ہے۔ کہ وہ دوسروں کو کافر سمجھتی ہیں۔ ہر گز نہیں۔ بلکہ اور مصلحتوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔

پس اگر اس معاملہ میں اُن پر کوئی گرفت اور اعتراض نہیں تو احمدیوں پر اعتراض کیوں ان تمام باتوں کے علاوہ اس معاملہ کے متعلق یہ امر بھی خاص طور پر قابل توجہ ہے۔ کہ ایک نظیر بھی ایسی نہیں کہ احمدی لڑکی کا غیر احمدی سے رشتہ ہو جانے یا احمدی شخص کے غیر احمدی ہو جانے پر احمدیوں کی طرف سے یہ درخواست پیش ہوئی ہو۔ کہ یہ نکاح فسخ کر دیا جائے۔ یا یہ کبھی فتویٰ شائع ہوا ہو کہ ایسا نکاح فسخ سمجھا جائے۔ یا فسخ ہو گیا۔ اور اب دوسری جگہ نکاح کر دو۔ ورنہ تعلقات زن و شوئی حرام اور اولاد ولد الحرام ہو گی۔ اور یہ بہت بڑی دلیل ہے اس امر کی کہ جو امر ہماری طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ باطل ہے۔ اور رشتہ نہ دیا جانے کا تعلق مسئلہ کفر و اسلام سے نہیں۔ بلکہ نظام معاشرت کی درستی و حفاظت کی غرض سے ہے۔

پس یہ وجہ تکفیر کہ (حضرت) مرزا صاحب نے تمام اُمت محمدیہ کو کافر کہا ہے اور توہین کی ہے۔ یہ خود اُن کے ہی خلاف ہے۔ کیونکہ سبقت اُن کی طرف سے ہے۔ اور فتویٰ اُنہیں نے دیا ہے۔ اور اُن کے مسلمات کی رُو سے وہ فتویٰ اُنہیں کی طرف لوٹتا ہے۔

مولوی صاحبان کے فتویٰ فسخ نکاح کے مخطورات

ایک ایک کر کے تمام وجوہ تکفیر کا رد کر دینے کے بعد اب میں یہ بتاتا ہوں کہ ہمارے مخالفین نے اُن مزعومہ وجوہ تکفیر کی بنا پر جو یہ فتویٰ دیا ہے۔ کہ نہ صرف مدعیہ و مدعا علیہ کا ہی نکاح قابل فسخ ہے۔ بلکہ ہر وہ نکاح جسکا ایک فریق احمدی ہو جائے فسخ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد تعلقات زن و شوئی حرام

ہو جاتے ہیں۔ اور اولاد ولد الحرام ہوتی ہے۔ اس فتوےٰ کا نتیجہ کیا ہے۔ اور اس سے کیا کیا نتائج لازم آتے ہیں؟۔

(۱) وہ رؤسا اور عمائد و امراء جنکی بیٹیوں۔ بہنوں یا پھوپھیوں کی شادیاں ہو جانے کے بعد خاوند احمدی ہو گئے۔ وہ سب اس فتوےٰ کی زد میں آتے ہیں۔

(۲) ہر وہ عورت جو اپنے خاوند سے چھٹکارا چاہتی ہو وہ احمدی ہو جائیگی۔ اسلئے کہ نکاح خود بخود فسخ ہو جائیگا۔ نہ قضائے قاضی کی ضرورت رہیگی۔ اور نہ مدت عدت تک بیٹھنے کی۔ اس طرح تو امن ہی اُٹھ جائیگا۔ اور ایک عظیم الشان فتنہ کا دروازہ کھل جائیگا۔

(۳) ایسا ہی جو مرد اپنی بیوی کو طلاق دیکر علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر مہر زیادہ ہونے کیوجہ سے ادا نہ کر سکنے کے خوف سے طلاق نہیں دیتا۔ وہ بھی احمدی ہو جائیگا۔ اور بوجہ عقد نکاح فوراً باطل ہو جانے کے تمام حقوق سے اپنے آپکو بری سمجھیگا۔ یہ ایک اور قسم کا فتنہ ہوگا۔

اس فتوےٰ کے غلط ہونیکی ایک بھاری وجہ یہ بھی ہے کہ اگر یہ فتوےٰ صحیح ہے۔ اور فوراً نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء قاضی اور عدت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تو پھر ہمارے مخالف علماء کیوں اس قسم کے نکاح کو تڑوانے کے لئے عدالتوں کیطرف رجوع کرتے ہیں۔ اسکا نکاح دوسرے کسی شخص سے کیوں نہیں پڑھ دیتے۔ انکا اس نکاح کے متعلق اتنے سالوں انتظار کرنا۔ اور باوجود قضاء قاضی اور عدت کی ذرہ بھر ضرورت نہ ہونیکے کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر دینا سکوتی اقرار ہے کہ اُن کا ضمیر اس فتوےٰ کے برخلاف ہے۔

آج کل کے مولویوں کے فتاوےٰ قابل تقلید نہیں ہیں،

بیان ختم کرنے سے قبل میں موقر عدالت کی توجہ مندرجہ ذیل تصریحات کیطرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جن سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوگا۔ کہ آجکل کے مولویوں کے ایسے فتاوےٰ بالکل لائق توجہ نہیں۔

(۱) قرآن کریم میں وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ (المؤمن ع) اور فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ (المؤمن ع۹) اور يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ (یٰس ع۲) کی آیات سے بطور کلیہ قاعدہ ثابت ہے کہ ہر مدعی ماموریت و مجددیت و رسالت کی صداقت کی یہ عظیم الشان نشانی ہے کہ اسکے وقت علماء و عوام سب

ہوجاتے ہیں۔ اور اولاد ولدالحرام ہوتی ہے۔ اس فتویٰ کا نتیجہ کیا ہے۔ اور اس سے کیا کیا نتائج لازم آتے ہیں؟ -

(۱) وہ رؤسا اور عمائد و امراء جنکی بیٹیوں۔ بہنوں یا پھوپھیوں کی شادیاں ہوجانے کے بعد خاوند احمدی ہوگئے۔ وہ سب اس فتویٰ کی زد میں آتے ہیں۔

(۲) ہر وہ عورت جو اپنے خاوند سے چھٹکارا چاہتی ہو وہ احمدی ہوجائیگی۔ اسلئے کہ نکاح خود بخود فسخ ہوجائیگا۔ نہ قضائے قاضی کی ضرورت رہیگی۔ اور نہ مدت عدت تک بیٹھنے کی۔ اس طرح تو امن ہی اُٹھ جائیگا۔ اور ایک عظیم الشان فتنہ کا دروازہ کھل جائیگا۔

(۳) ایسا ہی جو مرد اپنی بیوی کو طلاق دیکر علیحدہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر مہر زیادہ ہونے کیوجہ سے ادا نہ کر سکنے کے خوف سے طلاق نہیں دیتا۔ وہ بھی احمدی ہوجائیگا۔ اور بوجہ عقد نکاح فوراً باطل ہوجانے کے تمام حقوق سے اپنے آپکو بری سمجھیگا۔ یہ ایک اور قسم کا فتنہ ہوگا۔

اس فتویٰ کے غلط ہونیکی ایک بھاری وجہ یہ بھی ہے کہ اگر یہ فتویٰ صحیح ہے۔ اور فوراً نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء قاضی اور عدت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تو پھر ہمارے مخالف علماء کیوں اس قسم کے نکاح کو تڑوانے کے لئے عدالتوں کیطرف رجوع کرتے ہیں۔ اسکا نکاح دوسرے کسی شخص سے کیوں نہیں پڑھ دیتے۔ انکا اس نکاح کے متعلق اتنے سالوں انتظار کرنا۔ اور باوجود قضاء قاضی اور عدت کی ذرہ بھر ضرورت نہ ہونیکے کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کردینا سکوتی اقرار ہے کہ اُن کا ضمیر اس فتویٰ کے برخلاف ہے۔

آج کل کے مولویوں کے فتاویٰ قابل تقلید نہیں ہیں،

بیان ختم کرنے سے قبل میں موقر عدالت کی توجہ مندرجہ ذیل تصریحات کیطرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جن سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوگا۔ کہ آجکل کے مولویوں کے ایسے فتاویٰ بالکل لائق توجہ نہیں۔

(۱) قرآن کریم میں وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ (المومن ع) اور فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ (المومن ع۹) اور يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝ (یٰس ع۲) کی آیات سے بطور کلیہ قاعدہ ثابت ہے کہ ہر مدعی ماموریت و مجددیت و رسالت کی صداقت کی یہ عظیم الشان نشانی ہے کہ اسکے وقت علماء و عوام سب

اس کے مخالف اور درپئے آزار ہو جاتے ہیں۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یُوْشِكُ اَنْ یَّاْتِیَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا یَبْقٰی مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَّهِیَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰی عُلَمَاؤُهُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِیْهِمْ تَعُوْدُ" (مشکوٰۃ کتاب العلم صـ۳۸)

یعنی میری امت کے لوگوں پر ایسا زمانہ آئیگا۔ کہ اسلام سے بجز نام کے کچھ باقی نہ رہیگا۔ اور قرآن کے بھی صرف حروف ونقوش الفاظ کے رہ جائینگے۔ مساجد ہونگی۔ مگر ہدایت نمازیوں وغیرہ سے خراب وخالی۔ اسوقت کے علماء زیر آسمان تمام مخلوقات سے بدترین ہونگے۔ انہیں سے ایک فتنہ اٹھیگا۔ انہیں میں پھر لوٹ جائیگا۔

(۳) یہ عام حدیث ہے کہ اُمت محمدیہ کے ۷۳ فرقے ہو جائینگے۔ جنمیں سے ۷۲ فرقے جہنمی اور ایک جنتی ہوگا (مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنّۃ صـ۳۰) آج ان دونوں حدیثوں کی صداقت ہر ناقد بصیر شخص پر حالات زمانہ کے لحاظ سے واضح ہو رہی ہے کہ مجال انکار نہیں۔ ہر فرقہ اپنے آپکو جنتی اور باقی سبکو ناری قرار دیتا ہے۔ اور ہر فرقہ کے علماء ہی یہ کام چلا رہے ہیں چنانچہ میں ایک اشتہار پیش کرتا ہوں۔ کہ ایسے فتوئی باز مولویوں کے حق میں دنیا کی کیا آرزو ہے کہ "مِٹ جائیں مولوی"

(۴) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں: "علمائیکہ بایں بلا مبتلا اند و بمحبت ایں (دنیا) دنیہ گرفتار از علماء دنیا اند ایشانند علماء سوء و شرار مردم و خصوص دین و حال آنکہ ازایشان خود را مقتدائے دین میدانند و بہترین خلائق مے انگارند یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰی شَیْءٍ اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ اسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ عزیزے شیطان لعین را دید کہ فارغ نشستہ است و از تضلیل و اغوا خاطر جمع ساختہ آں عزیز آں را پرسید لعین گفت کہ علماء سوء ایں وقت دریں کار با من مدد عظیم کردند و مرا ازیں مہم فارغ ساختند والحق دریں زمان ہر سستی و بدآئینی کہ در امور شرعیہ واقع شدہ و ہر فتوریکہ در ترویج ملت و در دین ظاہر گشتہ است ہمہ از شومی علماء سوء است و فساد نیات ایشاں" (مکتوبات جلد ۱ مکتوب ۳۳ صـ۴۸)

(۵) انہیں بزرگ مجدد نے پیشگوئی فرمائی ہے: "نزدیک است کہ علماء ظواہر مجتہدات اورا علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام از کمال دقت وغموض ماخذ انکار نمایند و مخالف کتاب وسنت دانند" (مکتوبات جلد ۲ مکتوب ۵۵ صـ۱۰) یعنی مہدی علیہ السلام کی مخالفت اسوقت کے علماء کرینگے۔ اور ان کے معارف وحقائق کو سمجھنے کے بغیر ہی انکو یعنی مہدی علیہ السلام کو مخالف کتاب وسنت قرار دینگے۔

(۶) مولوی نواب صدیق حسن خانصاحب آجکل کی بیدینی کا ذکر کر کے لکھتے ہیں: "اگر امروز یکے دعوئے

اجتہاد کند یا ادعاء تجدید دین نماید از ہر سو بجرو مدرطعن و تشنیع مرمی شود و مدعیان مشیخت و فضیلت بتکفیر و تجہیل و تبدیع وے برخیزند و اورا در حضر و بدو زندگی بسر بردن دشوار افتد و ممقوت ہر یگانہ و بیگانہ شود و مطرود و مردود ہر دانشمند گردد۔" (حجج الکرامۃ صفحہ ۱۳۹) (۷) پھر یہی نواب صاحب فرماتے ہیں:۔ "چوں مہدی علیہ السلام مقاتلہ بر احیاء سنت و اماتت بدعت فرماید۔ علماء وقت کہ خوگر تقلید فقہاء و اقتداء مشائخ و آباء خود باشند گویند ایں مرد خانہ برانداز دین و ملت ماست و بمخالفت برخیزند و بحسب عادت خود حکم بتکفیر و تضلیل وے کنند۔" (حجج الکرامہ صفحہ ۳۶۳)

(۸) یہی نواب صاحب فرماتے ہیں:۔ "اب اسلام کا صرف نام قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔ مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن ہدایت سے بالکل ویران ہیں۔ علماء اس اُمت کے بدتر اونکے ہیں جو نیچے آسمان کے ہیں انہیں سے فتنے نکلتے ہیں انہیں کے اندر پھر کر جاتے ہیں۔" (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۲) (۹) "عوام تو جیسے دنیا ہے نبا ہی سے کالانعام ہو رہے ہیں خواص میں چراغ لیکر مشعل جلا کر اگر ڈھونڈو گے تو ہزار میں ایک بھی ریا و سمعہ نہ ملیگا۔ یہ بڑے بڑے فقیہہ یہ بڑے بڑے مدرس یہ بڑے بڑے درویش جو ڈنکا دینداری خدا پرستی کا بجا رہے ہیں رد حق تائید باطل۔ تقلید مذہب و تقلید مشرب میں مخدوم عوام کالانعام ہیں۔ سچ پوچھو تو دراصل پیٹ کے بندے نفس کے مرید ابلیس کے شاگرد ہیں۔ چندیں تشکل از برائے اکل اُنکی دوستی و دشمنی اُن کے باہم کا رد و کد فقط اسی حسد و کینہ کیلئے ہے نہ خدا کیلئے نہ امام کیلئے نہ رسول کیلئے علم میں مجتہد و مجدد ہیں۔ لاکن حق۔ باطل۔ حلال حرام میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ غیبت۔ سب و شتم۔ خدیعت و زور۔ کذب و فجور افترا کو گویا صالحات باقیات سمجھ کر رات دن بذریعہ بیان و زبان خلق میں اشاعت فرماتے ہیں۔" (اقتراب الساعۃ صفحہ ۸) (۱۰) حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:۔ "اگر نمونہ یہود خواہی کہ ببینی علماء سوء کہ طالب دنیا باشند۔" (الفوز الکبیر صفحہ ۱۰) ✦ یہ تصریحات نہایت واضح طور پر بتا رہی ہیں کہ بزرگان ملت و مسلمہ اہل تصنیف و اشاعت کے نزدیک آجکل کے مولوی صاحبان کی کیا حالت ہے۔ اور اُن کے فتاوی کی کیا قدر و قیمت۔ اور کہ قرآن و حدیث اور مجددین اُمت کی پیشگوئیوں کی رُو سے یہ بھی مقدر تھا کہ مدعی مہدویت و مسیحیت کے خلاف موجودہ علماء کا شور و ہنگامہ ہو۔ لہٰذا ہمارے مخالفین کا ہمارے خلاف کوئی فتویٰ دینا قطعاً قابل وقعت و پذیرائی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ غلام فرید صاحب نے نہایت بُرا منایا ہے اور ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ کہ کیوں یہ مولوی لوگ حضرت اقدس مرزا صاحب کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔ "علماء وقت را ببینید کہ دیگر گروہ مذاہب باطلہ را گذاشتہ صرف در پے ایں چنیں نیک فرد کہ از اہلسنت والجماعت است و بر صراط مستقیم است و راہ ہدایت مے نماید افتادہ اند و بروے حکم بتکفیر بلیسازند۔" (اشارات فریدی حصہ سوئم صفحہ ۶۹)

خلاصہ بیان

اب میں اپنے بیان کا خلاصہ مختصر لفظوں میں عرض کر دینا چاہتا ہوں:-

(۱) اسلام و ایمان کی جو تعریف قرآن کریم۔ احادیث صحیحہ۔ فقہ کی رُو سے ثابت ہے۔ اسکی رُو سے حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام اور اُنکے متبعین مسلمان ہیں۔ اور وہ تمام باتیں اُنمیں پائی جاتی ہیں جن کے اقرار سے ایک پشتینی ہندو یا عیسائی بھی مسلمان سمجھا جاتا اور کہلانے لگتا ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن امور کے ماننے کی تصریح فرمائی ہے۔

(۲) حضرت خواجہ غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں نے جو عالیجناب معلّیٰ خطاب نواب صاحب بہادر فرمانروائے بہاولپور کے پیرو مرشد ہیں تصریح کی ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام عقاید اہلسنت وجماعت کے قائل ہیں۔ اور ضروریات دین سے منکر نہیں ہیں۔

(۳) جو وجوہ تکفیر بانی سلسلہ احمدیہ اور جماعت احمدیہ کے متعلق بیان کیجاتی ہیں وہ محض غلط ہیں اور حضور اور حضور کی جماعت کو اُن سے کلّی بیزاری ہے اور نہ تو حضرت اقدس علیہ السلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے سے انکاری ہیں نہ آپکے بعد تشریعی نبوۃ کے قائل اور مدعی ہیں۔ نہ دعویٰ نبوۃ ظلّیہ موجب کفر ہے۔ نہ مطلق وحی بند ہے۔ اور نہ وحی کا دعویٰ موجب کفر ہے۔ اور نہ حشر و نشر و نفخ صور سے انکار کیا ہے۔ نہ توہین انبیاء کی ہے۔ اور نہ اُمت مسلمہ کی توہین کی۔ نہ موجودہ مسلمانوں کی تکفیر کرنے میں سبقت کی ہے۔

(۴) وجہ اوّل کے ردّ میں میں نے ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیّین کے وہ معنی جو مخالف مراد لیتے ہیں۔ وہ حضرت نبی کریمؐ کی تصریحات اور حضرت عائشہؓ و دیگر بزرگان سلف کے بیان کردہ معانی کے خلاف ہیں۔ اُن بزرگوں میں صوفیاء کرام۔ اولیاء عظام۔ مجددین اُمت۔ محدثین ملت بھی ہیں۔ اور ہمارے مخالف علماء کے مستند بزرگ بھی ہیں۔ اور کہ اُن مزعومہ معنی کی تائید میں عربی زبان سے کوئی ایک بھی سند نہیں ہے۔ بلکہ ان مولوی صاحبان کا اپنا طرز عمل اُن معنی کے خلاف ہے۔ لہذا وہ معنی بوجہ اتنی شہادتوں کے ذریعہ سے غلط ہونیکے ہرگز ضروریات دین نہیں ہیں۔

(۵) اُن مزعومہ معنی کی تائید میں جو آئتیں و حدیثیں اور بعض بزرگان کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں اُن کا بھی وُہ مطلب نہیں ہے جو لیا جاتا ہے۔ اور وہ بھی ان معنی کی ہرگز تائید نہیں کرتیں۔

(۶) مفسّرین جنکے اقوال پیش کئے جاتے ہیں انکی اتباع کا کوئی حکم نہیں۔ اُنکی تفسیروں کو پہلے علماء نے بھی قابل وقعت قرار نہیں دیا۔ اور یہ ہمارے مخالف علماء بھی اُنکی بیان کردہ باتوں کو بلکہ انکی بیان کردہ

حدیثوں کو بھی نہیں مانتے پھر ہم سے اُن مفسرین کے اقوال کی اتباع کا کیوں مطالبہ کرتے ہیں۔

(۷) ان علماء کے فتاویٰ سے تو ساری اُمت پر ہی پانی پھر جاتا ہے۔

(۸) خاتم النبیین کے صحیح معنی وہی ہیں جو قرآن و حدیث و اقوال بزرگانِ سلف لغتِ عربی کی رُو سے حضرت اقدس مرزا صاحب بیان کرتے ہیں اور جن پر جماعت احمدیہ قائم ہے۔

(۹) دوسری وجہ تکفیر کے جواب میں مینے بتایا ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب اور آپکی جماعت قرآن کے بعد کسی شریعت کی قائل نہیں اور نہ کسی دوسری شریعت کو جائز سمجھتے ہیں اور وہ فقرات جن سے حضرت اقدس مرزا صاحب کے دعویٰ شریعت کا استنباط کیا جاتا ہے ان کا وہ ہرگز مطلب نہیں نہ سیاق و سباق کے لحاظ سے اور نہ ہی دیگر بیسیوں تصریحات کے لحاظ سے۔

(۱۰) تیسری وجہ تکفیر کے جواب میں مینے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم کے طفیل اور آپکی قوت قدسیہ سے آئندہ ظلی نبوت (غیر شرعی اور غیر مستقل) کا دروازہ کھلا ہے قرآن کی رُو سے ثابت ہے احادیث کی رُو سے ثابت ہے اور کوئی ایک آیت اور حدیث بھی ایسی نہیں جو باب نبوت کو بکلی مسدود کرتی ہو۔

(۱۱) چوتھی وجہ تکفیر کے جواب میں مینے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی کا دروازہ آپکے فیضان سے آپکی اُمت میں کھلا ہے اور یہ کہ وحی مستقل پیغمبروں سے ہی مخصوص نہیں دوسروں کے لیئے بھی جائز ہے اور ہوتی رہی ہے اور آیندہ ہوتی رہیگی اور کہ حضرت مرزا صاحب کی وحی درجہ و مرتبہ و شان کے لحاظ سے قرآن کے برابر نہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ کوئی وحی بھی ایسی نہیں ہو سکتی جو قرآن کے برابر ہو۔

(۱۲) پانچویں وجہ تکفیر کے جواب میں مینے ثابت کیا ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حشر و نشر و نفخ صور سے ہرگز انکار نہیں ہے بلکہ آپ نے ان تمام اُمور پر ایمان لانے کی تصریح کی ہے۔

(۱۳) چھٹی وجہ تکفیر کے جواب میں مینے ثابت کیا ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انبیاء کی توہین ہرگز نہیں کی بلکہ ایسی تعریف کی ہے کہ قرآنی تعلیم کو مدنظر رکھتے ہوئے ویسی تعریف کسی اور سے ممکن ہی نہیں۔

(۱۴) ساتویں وجہ تکفیر کے جواب میں مینے ثابت کیا ہے کہ اُمتِ محمدیہ کے گذرے ہوئے افراد کی ہرگز توہین و تذلیل نہیں کی اور موجود الوقت مسلمانوں کی تکفیر میں آپ نے سبقت نہیں کی بلکہ خود موجودہ مسلمانوں نے سبقت کی اور اپنے اندر وجہ کفر پیدا کی۔

(۱۵) علاوہ مذکورہ بالا باتوں کے احمدی جماعت کو کافر و مرتد قرار دیکر اُنکے نکاح کو فسخ قرار دینے اور پھر اولاد کو حرام بتانے سے کئی ماؤں اور اُنکی بہنوں و پھوپھیوں پر زد آئیگی اور کہ آئندہ بھی ایک نئے فتنہ کا دروازہ کھل جائیگا۔

(۱۶) پھر مینے متعدد بزرگانِ اُمت و علماء وقت کی تصریحات درج کی ہیں کہ آجکل کے مولوی قطعاً اس قابل نہیں کہ وہ فتویٰ دے سکیں یا اُن کا دیا ہوا فتویٰ کچھ حقیقت رکھے۔

خاکسار غلام احمد مجاہد مولوی فاضل۔ قادیان دار الامان (پنجاب)